

تنقید و تدوین

دیوان

نواب یوسف علی خاں نالہ

مع

مقدمہ - حواشی - اشاریہ و فرنگ



زیرنگرانی

ڈاکٹر عتیق احمد صدیقی

ریڈر شعبہ اردو

مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ

صربت

ذکیہ جیلانی



T1811





سردار داؤد خاں جو ایک ادلو العزم اور جاں باز افغان تھے اور ایک زیب کے کنہ انتقال میں ہندوستان آئے اور لٹکھڑ میں قیام کیا۔ اس زمانے کے سیاسی انتشار نے جو حالات پیدا کئے، جسے لکھنؤ میں ان کی بہت سے بعید تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی حصے پر قدم جانے کا خیال نہ کرتے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ایک جماعت بنالی اور کھڑے عرصے ہی میں اطراف و جوانب میں اپنی دھاک بٹھادی

۱۸۴۲ء میں ان کے جانشین علی محمد خاں نے آزاد روپیہ حکومت کی بنیاد ڈالی جس کی حدود میں پریلی۔ سرحد آباد۔ سنبھل۔ شاہجہاں پور۔ امرتسر۔ اور بہاولپور کے علاقے شامل تھے۔ یہی علاقہ بعد میں روپیہ حکومت کہلا یا۔

علی محمد خاں کے انتقال کے بعد، ریاست ان کے بیٹوں میں تقسیم ہوئی اور فضل الرحمن کے حصے میں رام پور۔ شاہ آباد اور چھچھپٹ کا علاقہ آیا۔ انھوں نے رام پور کو اپنا دارالریاست بنایا اور مصطفیٰ آباد نام رکھا۔ وہ علم و ادب کے بہت قدردان تھے۔ ان کے زمانہ حکومت میں رام پور میں بہت سے علماء اور مشائخ جمع ہوئے۔ عربی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ کھولا اور ایک کتب خانہ بھی قائم کیا جو اب رضالائبریری کے نام سے مشہور ہے۔

۱۸۴۳ء میں عنان حکومت محمد سعید خاں کو ملی جن کے زمانے میں ریاست نے بہت ترقی کی۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں ناظم کمر پور کے سلطان ہوئے انھوں نے جس خوش اسلوبی سے حکومت کے کام کو سنبھالا اور ۱۸۵۷ء کے ہنگامی حالات میں انگریزوں کی مدد کی اس کے صلے میں ان کو خلعت اور ”فرزند دل پذیر“ کا لقب عنایت ہوا۔ جانشین کے انتخاب کا اختیار ملا اور ایک علاقہ ضلع بریلی میں ان کو دیا گیا۔ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اسٹارٹ آف انڈیا کا تحفہ دیا گیا اور مجلس وضع قانون ساز کے مجرم مقرر ہوئے عربی اور فارسی کی تعلیم مرزا غالب۔ صدر الدین آزاد اور مولوی فضل حق خیر آبادی

سے حاصل کی۔ فن شاعری میں سب سے پہلے انھوں نے مومن سے استفادہ کیا۔ مومن کے انتقال کے بعد مرزا غالب کے شاگرد ہوئے اور کچھ عرصے مظفر علی خاں اکبر کو اپنا جگہ دیا

فہرست

۱۔ بیش لفظ	۱۔ ب
۲۔ مقدمہ	۱۔ ۳۳
۳۔ کلام ناظم کا جائزہ	۲۲۔ ۵۷
۴۔ کیا کلام ناظم عطیہ غالب ہے؟	۵۸۔ ۷۲
۵۔ اختلاف نسخ	۷۲۔ ۹۱
۶۔ گوشوارہ غزلیات	۹۲۔ ۱۰۲
۷۔ کلام ناظم	۱۔ ۳۲۳
۸۔ فہرست اصناف سخن	۳۲۲۔ ۳۲۲
۹۔ اشاریہ ۱۔ اشخاص وغیرہ	۳۲۳۔ ۳۵۵
۲۔ مقامات	۳۵۵۔ ۳۵۷
۳۔ تلخیصات	۳۵۸
۴۔ آیات قرآنی	۳۵۹
۵۔ کتب و رسائل	۳۶۰
۱۰۔ فرہنگ	۳۶۲۔ ۳۷۷
۱۱۔ کتابیات	۳۷۸۔ ۳۸۳

پیش لفظ

نواب یوسف علی خاں ناظم ریاست رام پور کے سربراہ بھی تھے اور ایک کہنہ مشوق شاعر بھی۔ ۱۸۵۷ء کے بکرائی دور میں جب دہلی اور لکھنؤ سے سوراخ لگا کر ناظم نے مصلحت وقت کی پروا نہ کیے بغیر ان کی دستگیری کی اور سوراخی ایک بڑی تعداد رام پور میں جمع ہو گئی۔ اس جنیت سے بھی ناظم اپنے دور کی منفرد بہتی ثابت ہوئے۔

شاعری کے ابتدائی دور میں وہ مومن کے شاگرد ہوئے اور پھر غالب سے اصلاح لی۔ بعد میں کچھ عرصے اکبر لکھنوی کو بھی کلام دکھایا۔ ۱۸۶۱ء میں پہلی بار ان کا دیوان جو جلد ادبی خوبیوں کا حامل تھا شائع ہوا۔ دیوان کا دوسرا ایڈیشن ان کی وفات کے بعد ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا جس میں ان کا بعد کا کہا ہوا کلام بھی شامل ہے۔ ان مطبوعہ نسخوں کے علاوہ رضالا برہیری رام پور میں ان کے دیوان کے چھ قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ ان میں وہ نسخہ بھی شامل ہے جس پر غالب کے قلم کی اصلاحات ہیں۔

اس کے باوجود کلام میں غالب کا رنگ ہونے کی وجہ سے ادبی حلقوں میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ کلام ناظم غالب کا نتیجہ فکر ہے جس کو ناظم کی خدمت میں ان احسانات اور عنایات کے اعتراف کے طور پر پیش کیا گیا جو انھوں نے غالب پر کیے تھے۔ اس دعوے کے ثبوت میں وہ تمام اشعار جن میں غالب کا اثر ہے یا جہاں غالب کا تتبع پیش کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ کچھ مضامین اس خیال کی مخالفت میں بھی لکھے گئے جن میں اس کلام کو جو غالب کا اصلاح شدہ ہے پیش کر کے اس دعوے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن یہ کوشش اُنذہ ہی میں چراغ جلانے کے مترادف ثابت ہوئی اور شبہ بہ ستور قائم ہوا۔

اس صورت حال کے پیش نظر یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کلام ناظم کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے، بلکہ اس سلسلے کی ٹوٹی ہوئی کڑی یعنی مومن سے مشورہ سخن کے مسئلے کو داخلی اور

ب

خارجی شہادتوں کی روشنی میں پرکھا جائے، ان اصلاحات اور مشوروں کو منظر عام پر لایا جائے جو غالب نے کلام ناطم کے سلسلے میں دیے، اور حقائق کے پیش نظر اس مسئلے کا جائزہ لیا جائے کہ آیا کلام ناطم عطیہ غالب ہے یا خود ان ہی کی کاوش کا نتیجہ اور نتائج کی روشنی میں کلام کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جائے تاکہ ایک قابل قدر شاعر کی کوششیں شک و شبہات کی زد سے نکل کر ادب میں اپنا صحیح مقام پا سکیں۔

اسی خیال کے تحت کلام ناطم کی تہ دین کی گئی اور ان کے تمام قلمی اور مطبوعہ نسخوں سے مدد لی گئی۔ ناطم کی حسب ہرابت تیار کیا ہوا نسخہ (جس کی علامت خد ہے) موجودہ متن کی اساس قرار دیا گیا۔ نسخوں کا تفصیلی ذکر اور طریقہ کار کی وضاحت اختلاف نسخ کے ذیل کردی گئی ہے

غالب کے متعلق ناطم کے حالات اور عقائد کی تفصیل فرمائو اچھی شکل میں پیش کی جا سکتی تھی اگر کسی ایسے فرد کو ہوتا تو ہوتا کہ بہت سے اشعار مدد کی گئی تھی مگر ایسی کسی شخص استعمال ایسی کی گئی تھی

تعمدنی قصہ دو سو کے شوقی مکتوب کو دیکھ کر
بہارِ لغات میں لکھا گیا۔
ان کا کل بن مجموعہ جملہ لغات لا محدود طور
پانچواں مناسبت تھا

سنہ ۲۱۵
۲۰۶
۲۰۵
ازدحام ۲۰۲ - خزار ۲
عالم سال ۱۳

مضامین
معنی یہ اشعار جان قدرے تسخیر و ترویجی
۱۲ - ۲۹۹
better alternative not
adopted 135

مقدمہ

اورنگ زیب کی وفات سے محمد شاہ کی حکومت تک کا زمانہ سیاسی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ اس عرصے میں مغلوں کی سلطنت کا کثیر اڑھ بکھو گیا۔ صوبوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور ایک مضبوط، مستحکم مرکزی حکومت کی جگہ جھوٹی بڑی بہت سی ریاستیں پیدا ہو گئیں جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد جب مغلیہ سلطنت کی جانشینی کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس کا حل تلوار کو سونپا گیا اور اورنگ زیب کے بڑے بیٹے محمد معظّم شاہ نے دہلی جھوٹے بھائیوں کو قتل کر کے تخت پر قبضہ حاصل کیا۔ لیکن بہادر شاہ نے جس ملک کو بھائیوں کے خون کے عوض حاصل کیا تھا اس پر وہ صرف پانچ سال حکومت کر سکا اور یہ مقررہ مدت بھی متواتر پریشانیوں میں گزری۔ مرکزی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر میواڑ، مارواڑ اور امیر کے راج پوت متحد ہو گئے اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کردی۔ ابھی یہ بغاوت پوری طرح ختم بھی نہ ہوئے پائی تھی کہ سکھوں سے مقابلہ ہوا جن کی سرکوبی کے لیے بہادر شاہ کو خود جانا پڑا۔

جب ۱۷۱۲ء میں بہادر شاہ کا انتقال ہوا تو اس کا بڑا بیٹا جہاں دار شاہ تخت پر بیٹھا لیکن عمیش، عشرت کے نقشے نے اسے امور سلطنت کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا اور اس نے عیاشانہ زندگی گزارنا شروع کر دی جس میں امرا اور درباریوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ جہاں دار شاہ کے جھوٹے بھائی عظیم الشان (جس کو اس نے قتل کر دیا تھا) کا بڑا کا فرخ کیر اس زمانے میں بنگال کا حاکم تھا۔ اس نے اپنے باپ کے قتل کی خبر سنی تو بنگال سے پٹنہ آیا اور اپنے نام کا دغہ بڑھوا کر سکہ جاری کر دیا اور مرحوم باپ کے خون کا بدلہ لینے کا اعلان کیا۔ اس سلسلے میں سادات بارہہ نے فرخ کیر کی بہت مدد کی اور ۱۷۱۳ء میں دہلی کے تخت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا

فرخ کیر نے تیموریہ خانہ ان کے تمام شاہزادوں کو جو تخت کے دعوے دار ہو سکتے تھے انہما کرداد یا کیوں کہ چنگیز یوں کے دستور کے مطابق جسمانی طور سے ناکارہ شاہزادہ بادشاہ نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ ان انہمھ ہونے والے شاہزادوں میں خود اس کا دس سالہ بھائی بھی شامل تھا۔ لیکن جس تخت کو فرخ کیر نے اس جہد جہد سے حاصل کیا تھا اس پر اسے بھی چین سے بیٹھا نہیں نہ ہوا اور حکومت کی پوری مدت راجپوتوں، جاٹوں اور سکھوں کی سرکشی کو دبانے میں گذری۔ ان کے علاوہ دربار میں بھی مختلف قوتیں کمر گرم پیکار رہیں۔ فرخ کیر نے تخت سلطنت سیدوں کی مدد سے حاصل کیا تھا اس لیے قدرتی طور سے دربار میں ان کا زور تھا۔ بادشاہ نے ان کو اور ان کے لواحقین کو بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کیے تھے۔ لیکن سیدوں کا مخالف گروہ ان کی بیخ کنی میں مصروف تھا۔ ان کے علاوہ ایرانی اور تورانی جماعتیں مذہبی عقائد کے فرق کے سبب ایک دوسرے کی حریف بن گئیں۔ افغانوں کا گروہ بھی آہستہ آہستہ زور پکڑتا جا رہا تھا جو لہجہ میں رد ہیلہ ریاست کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ان کے علاوہ فرانسیسی اور انگریز بھی تھے جو ان خانہ جنگیوں میں اپنا مفاد تلاش کر رہے تھے۔

سیدوں نے جس طرح فرخ کیر کو تخت دلوا یا تھا اسی طرح اسے چھین بھی لیا۔ ۱۷۱۹ء میں فرخ کیر قتل کر دیا گیا اور رفیع الدولہ راجات جو فرخ کیر کا بھتیجا اور رفیع الشان کا بیٹا تھا تخت نشین کیا گیا۔ لیکن جینہ مہینے لہجہ ہی اس کے بڑے بھائی رفیع الدولہ کو (مئی ۱۷۱۷ء) تخت کی ذمہ داری سونپی گئی جو بہت جلد زندگی سے دست بردار ہو گیا۔

رفیع الدولہ کی وفات کے لہجہ سیدوں نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ یہ وہی محمد شاہ ہے

۱۔ مولوی نجم الثانی خاں۔ اخبار الفنادیہ۔ ج ۱ ص ۷۹

نبلتوں کے مورث اعلیٰ لو اب محمد خاں ۱۷۱۷ء میں فرخ کیر کے عہد میں بھوج پور اور رنجس آباد کے جاگیردار مقرر ہوئے۔ لیکن آخر عہد سلطنت میں بادشاہ کو ان کی خود مختاری کا زمانہ بنایا۔ فرخ کیر کے مرنے کے بعد انہوں نے بہایوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن عہد کے علاوہ سی داؤد خاں اور ان کے متنبی علی محمد خاں کا زور بڑھ رہا تھا

جو بعد میں 'رگبیلہ' کے نام سے مشہور ہوا۔ چونکہ محمد شاہ تعلیم و تربیت اور امور سلطنت سے قطعی ناواقف تھا اس لیے اس میں یہ صلاحیت نہ تھی کہ سرہٹوں، جاٹوں یا روہیلوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک سکے۔ بلکہ محمد شاہ نے ہی روہیلہ سردار علی محمد خاں کو سادات بارہہ کے خلاف مہم میں کارکردگی دکھانے کے صلے میں نوابی کا خطاب عطا کر کے روہیلوں کی اہمیت کو تسلیم کیا اور ایک آزاد حکومت قائم کرنے کی راہ دکھائی۔ محمد شاہ کے دربار کے امر بھی حکومت کے وفادار نہ تھے بلکہ ذاتی مقاصد کے حصول میں معروف رہتے تھے۔

سردار داؤد خاں جو بعد میں روہیلوں کے سردار ہوئے اورنگ زیب کے سن انتقال میں بغرض تجارت ہندوستان آئے تھے اور کلکتہ میں قیام کیا تھا۔ اس زمانے میں جو سیاسی انتشار پھیل رہا تھا اس سے کلکتہ کے زمیندار بھی متاثر تھے۔ یہ روہ سے آنے والے افغانوں کو اپنے پاس نوکر رکھ لیتے اور بھران کی مدد سے جنگ و فساد کر کے اپنے علاقوں کی توسیع کرتے۔ ان حالات میں داؤد خاں کی بہت اور اولوالعزمی سے بعید تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی علاقے پر قدم جانے کا خیال نہ کرتے۔ انھوں نے قلیل مدت میں ہی اپنی ایک جماعت بنائی جس نے اپنی شجاعت اور بہادری سے اطراف و جوانب میں دھماک بھٹادی۔ داؤد خاں کی شہرت سن کر افغانوں کی کثیر تعداد کلکتہ کے علاقے میں جمع ہو گئی لیکن ان کی زندگی تک روہیلہ افغانوں کی حیثیت صرف ایک جنگ جو اور دلدور قوم کی تھی۔

۱۷۷۲ء میں داؤد خاں کے متنبی علی محمد خاں نے راجہ ہرننہ کو شکست دے کر جب کلکتہ پر قبضہ کر لیا تو ایک آزاد روہیلہ حکومت کی بنیاد پڑی۔ اس وقت اس کی حدود میں بہریلی، مراد آباد، اردہہ، بسنجل، شاہجہاں پور اور بدایوں کے علاقے شامل تھے۔ روہیلوں کے غلبہ کی وجہ سے یہ علاقہ بعد میں روہیلہ گنڈ کے نام سے مشہور ہوا۔^۲

۱۔ غلام علی خاں - عماد العادت صفحہ

۲۔ الطاف علی بہریلی - حیات حافظ رحمت خاں صفحہ

علی محمد خاں سردار داؤد خاں کے متنبی اچھے فنغوں نے موضح بانگولی کے ایک شعر کے
میں قصبے کے ایک مکان سے آپ کو حاصل کیا تھا۔ سردار داؤد خاں نے جس وقت آپ کو
متنبی کیا اس وقت آپ کی عمر کیا تھی اس کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ کچھ کتابوں میں
آپ کی عمر ایک یا ڈیڑھ برس لکھی ہے جبکہ دوسرے مقامات پر چھ یا آٹھ برس^۲۔ انتخاب یادگار
میں آپ کی عمر ڈیڑھ سال سے زیادہ درج ہے^۳۔ صہب اخبار العنادیہ نے بھی یہی عمر صحیح مان
کر لکھا ہے کہ۔

”آپ نے غالباً سنہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۶ء میں قدم رکھا“^۴

۱۔ امیر مینائی۔ انتخاب یادگار ص ۱۱

سردار داؤد خاں نے کسی جگہ سے اس بچے کو حاصل کیا اس کے متعلق کئی روایتیں ہیں
الف۔ مہمہ مستجاب خاں ملتان رحمت ص ۱۱۷ لکھتے ہیں کہ موضح بانگولی کی فتح کے بعد جو لوگ
گرفتار ہوئے ان میں ایک بچہ بھی تھا جس کو داؤد خاں نے اپنی فرزندگی میں لے لیا۔ مسلمان کر کے علی محمد خاں
نام رکھا۔

ب۔ سید ولی اللہ تارخ فرخ آباد ص ۲۲ لکھتے ہیں کہ ایک عورت حبعل میں بھوک سے ہلاک ہو گئی
تھی۔ اس کا بچہ بھی ساتھ تھا جس کو حیدر پور میں لے گئے۔ داؤد خاں نے بچے کو اٹھا لیا اور
فرزندگی میں لے لیا۔

ج۔ محمد العادات ص ۱ پر تارخ فرخ آباد کی روایت یہی ملتی ہے

۲۔ تارخ فرخ آباد ص ۲۲۔ بچے کی عمر ایک سال لکھی ہے

محمد العادات ص ۱ عمر ڈیڑھ سال درج ہے

ملتان رحمت ص ۱۱۷ عمرات یا آٹھ سال لکھی ہے۔

۳۔ انتخاب یادگار ص ۱۱

۴۔ اخبار العنادیہ ج ۱ ص ۸

علی محمد خاں کے والد کا نام سید دلاور علی تھا۔ ان کے نسب کے بارے میں کتابوں میں مختلف بیانات ملتے ہیں۔ اکثر مصنفین نے علی محمد خاں کو نو مسلم لکھا ہے۔ کچھ کتابوں میں ان کی ماں کو جاٹ۔ اہیر یا بہرہمنی لکھا ہے جس کو سلمان کر کے سادات بارہہ کے ایک سید نے نکاح کر لیا تھا۔ امیر مینائی انتخاب یادگار میں اس مسئلہ پر خاموش ہیں مگر والد کی طرف سے آپ کو سادات بارہہ سے منسوب کرتے ہیں۔ نجم الثنی خاں نے بھی ان کو سید لکھا ہے^۱

علی محمد خاں نے تینیس یا چوبیس برس حکومت کی اور یہ سادات وقت ریاست کے انتظام و انتظام میں گذرا۔ مورخہ آرائیوں نے اتنی فرصت نہ دی کہ فنون لطیفہ کی طرف توجہ کرتے لیکن مصعب علم تھا اس لیے عالم فاضل لوگوں کے دل سے قدردان تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ جس وقت ان کا انتقال ہوا دونوں بڑے لڑکے عبد اللہ خاں اور رفیع اللہ خاں قندھار میں تھے جن کو احمد شاہ ابدالی ۱۷۵۷ء میں ہندوستان سے واپس جاتے ہوئے ساکھ لے گیا تھا۔ قندھار سے واپسی پر عبد اللہ خاں کو جو سب بھائیوں میں بڑے تھے حکومت کی ذمہ داری کو اپنی گھٹی میسران میں نہ سیاسی سوجھ بوجھ تھی اور نہ حکمت عملی۔ مزاج بھی بہت سخت تھا اس لیے کامیاب نہ ہو سکے۔ جب قندھار کی صورت پیدا ہوئی تو ملک کی تقسیم محل میں آئی اور سید عبد اللہ خاں کو سہسوان، ادجیبانی اور سہہ اور کی جاگیر دی گئی رفیع اللہ خاں کے اخراجات کے لیے شاہ آباد، رام پور اور جھانچھٹ ضلع بریلی کا علاقہ مقرر کیا گیا

۱۔ الف۔ گلستان رحمت ص ۱۱۱ الف ب۔ تاریخ فرخ آباد ص ۲۴۵

ج۔ بحار العادت ص ۱ د۔ نواب سید غلام حسین خاں طباطبائی۔ کیر المتأخرین ص ۱

ر۔ نواب محمد سلیمان خاں۔ نقش سلیمان ص ۱۳

س۔ اسٹورٹ الفنس۔ تاریخ ہندوستان ص ۱۲۳۳

ش۔ نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں۔ مآثر الامرا ص ۸۴

۲۔ انتخاب یادگار ص ۳۔ اخبار العنادیہ ج ۱ ص ۸۰

سید عبد اللہ خاں کے لیے آٹھ لاکھ روپے سالانہ کی پنشن مقرر ہوئی۔ مگر سید مرتضیٰ خاں، سید محمد یار خاں اور سید اللہ یار خاں کو کوئی جائزہ نہ ملی۔

دراصل سید عبد اللہ خاں کو ابتدائے سن شعر ہی سے فنون لطیفہ کا شوق تھا۔ موسیقی، نقاشی اور مصوری میں کمال حاصل تھا۔ شعر و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ مبتلا، عاصی اور آزاد تخلص تھے۔ فارسی میں بھی شعر کہتے تھے مگر مزاج کے ذوقی لاابالی پن کی وجہ سے اس کی ترتیب کی طرف کبھی توجہ نہ دی جو غزل موزوں ہوتی کسی کو دیکھتے۔ مزاج میں خود لپٹی کبھی تھی اور ہمہ دانی کا غرور بھی اس لیے اصلہ ج کفر کے لیے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ نہ کیا۔ کلام کے متعلق نجم الغنی خاں کا خیال ہے کہ:

”شعرا کے قدم بقدم چلتے تھے مگر خود لپٹی نے کلام کو بہ منزلہ گرد یا گھا

اُن کی درد لیانہ افشردہ طبیعت کی طرح ایک شعر میں بھی شعلہ نہیں“۔^۱

میر فیض علی ابن میر حسن کو اشعار نو لیس پر مقرر کیا مگر موت نے مہلت نہ دی اور ڈیڑھ سال کے بعد صرف ۳۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ دیوان کی ترتیب انتقال کے بعد ہی مکمل ہو سکی قدرت اللہ شوق نے اردو کا ایک شعر نمونے کے طور پر درج کیا ہے^۲

نگہ کے نیستتر سے کیا رگ جاں صاف گھولی ہے

یہ نازک کام تھا پیار، اسے فساد کیا جانے

اخبار القادیہ میں فارسی غزلوں کا انتخاب بھی درج ہے

۱۔ اخبار القادیہ ج ۱، ص ۲۸۵

۲۔ قدرت اللہ شوق - طبقات الشعرا ص ۲۵۱

۳۔ اخبار القادیہ - ج ۱، ص ۲۹۱

۴۔ اخبار القادیہ ج ۱، ص ۲۹۱

۵۔ طبقات الشعرا - ص ۲۵۱

حافظ رحمت خاں کے انتقال کے بعد سید فیض اللہ خاں روہیلوں کے سردار مانے گئے۔ انھوں نے رام پور کو دارالریاست بنایا اس کی وجہ یہ تھی کہ بیرونی حملے کی صورت میں اس مقام سے بہار تک جانے میں دریا حائل نہیں تھا۔ اس نئی بستی کا نام معطف آباد رکھا گیا کیوں کہ اس مقام کو دارالریاست بنانے کا مشورہ صہب زادہ معطف خاں نے دیا تھا جو فیض اللہ خاں کے حقیقی بھتیجے اور داماد تھے۔ لیکن بستی کا بنیاد نام زبان زد خاص و عام نہ ہو سکا ہاں سرکاری کاغذات اور دفتروں میں استعمال ہوتا رہا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس مقام پر ایک جھوٹی سی بستی رامپورہ نام کی آباد تھی جس کو کسی راجہ نے بسایا تھا۔ اس بستی کی وجہ سے نئی آبادی بھی رام پور کے نام سے مشہور ہو گئی۔

فیض اللہ خاں اپنے جھوٹے بھائی محمد یار خاں کو جو شجاع الدولہ کے کیمپ میں زخمی تھے اپنے سمہراں رام پور لے آئے اور پچاس ہزار روپیہ لالہ معارف کے لیے مقرر کیا۔ کیمپ میں خاطر خواہ دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے محمد یار خاں علیل ہو گئے تھے۔ یہاں ان کی بیماری نے طول کھینچا اور دو ماہ علیل رہ کر انھوں نے انتقال کیا۔ محلہ مدرہ میں ان کا مقبرہ ہے^۲۔ فیض اللہ خاں نے ۱۷ ارڈی الحجہ ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۷۹۷ء کو وفات پائی۔ اور ان کے بڑے بیٹے محمد علی خاں برسرِ اقتدار آئے۔ مگر وہ ہیلہ سرداران کے مزاج اور ان کے مذہب کی تبدیلی کے سبب ان سے ناخوش تھے اس لیے صرف پچیس دن کی تخت نشینی کے بعد فوج نے ان کو معزول کر دیا اور بعد میں قتل ہوئے۔

محمد علی خاں کے قتل کے بعد ان کے جھوٹے بھائی غلام محمد خاں کرپیر آراہ ریاست ہوئے

۱۔ اخبار الفنادیہ - ج ۱ دل ص ۵۹۳

۲۔ راز ہزدانی - معنون رام پور کا ماحول شہر و سمنی - نگارہ^{الست} ۱۹۵۸ء ص ۳۶

۳۔ اخبار الفنادیہ - ج ۱ دل ص ۴۹۹ میں نجم الثنی خاں تغیر التوارخ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ لکھنؤ میں محمد علی خاں نے آصف الدولہ کی تعلیم سے مذہب تسبیح اختیار کیا۔

مکہ معظمہ الدولہ نے محمد علی خاں کے صہبزا دے احمد علی خاں کی موجودگی میں غلام محمد خاں کی مسند نشینی کو منظور نہ کیا۔ احمد علی خاں کو سلطنت دلوانے کے لیے انگریزوں نے انگریزوں سے مدد لی اور وہ ہیلوں اور آصف الدولہ کے مابین وہ جنگ ہوئی جو جنگ دودھوڑہ کے نام سے مشہور ہے۔ کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر غلام محمد خاں انگریزوں کے کیمپ میں چلے گئے جہاں ان کو نظر بند کر کے بنارس بھیج دیا گیا۔ وہاں سے کلکتہ ہوتے ہوئے وہ مجاز چلے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد کشمیر میں نادون کے راجہ کے مہمان رہے اور وہیں انتقال ہوا۔ "رضواں مقام" مادہ تاریخ ہے۔

غلام محمد خاں کے بعد انگریزوں نے احمد علی خاں کو جن کی عمر نو سال تھی فرماں روا بنایا اور تابلوغ لفرانہ خاں بنایا۔ یہ مقرر ہوئے۔ لفرانہ خاں کے انتقال کے بعد چھبیس سال کی عمر میں جب اختیارات کلی ملے تو انھیں اپنے والد کے قتل کا بدلہ لینے کا خیال پیدا ہوا جس سے اہل خاندان میں بد مزگی پیدا ہوئی۔ دوسرے دن کو کیر و شکار کا بھی شوق تھا اور اپنا زیادہ وقت جنگلوں میں گزارا کرتے تھے جب شہر میں آتے تو وقت زنان خانے میں بسر کرتے اور رات بھر رقص و سرود کی محفل گرم رہتی۔ خیم الخاں لکھتے ہیں:

"اہل قلم و تیغ کی نسبت ارباب نشا کا زیادہ قدر دان تھے" ۲

ان وجوہات کی بنا پر ریاست انتشار اور بہانہ نظامی کا شعار رہی اور خاطر خواہ ترقی نہ ہو سکی۔

احمد علی خاں کے انتقال کے بعد حکومت کا کام غلام محمد خاں کے بیٹے صہبزا دے محمد سعید خاں کے سپرد ہوا جو اس وقت بہایوں میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ محمد سعید خاں نے اپنے والد کے ساتھ ہی وطن چھوڑ دیا تھا۔ جلد وطن ہو کر پہلے بنارس میں رہے پھر لکھنؤ آ گئے اور آخر دہلی کے محلے روشن پورے میں مرزا رحیم الدین حیا کے مکانات میں سکونت اختیار کی۔ کلکتہ

۱۔ اخبار الفنادیہ۔ ج اول ص ۴۱
 ۲۔ اخبار الفنادیہ۔ ج اول صفحہ دوم ص ۱۲
 ۳۔ محمد علی خاں انشراح پوری۔ معنون رام پور اور داغ مستحولہ لغار جنوری ۱۹۵۳ء ص ۲۲

کا سفر بھی کیا۔ اس پیر و سیاحت نے ان کے تجربہ بات کو بہت وسعت بخشی۔

جب آپ نے حکومت کی ذمہ داری سنبھالی اس وقت ریاست کے اندر دلی حالات بہت ابتر تھے مگر آپ نے اپنی دانش مندی اور نہ تیر سے قلیل مدت میں ہی ایسے اصول اور ضوابط ایجاد کیے جن سے حالات بہت جلد قابو میں آ گئے اور ریاست کی آمدنی دو گنی ہو گئی۔ نواب محمد سعید خاں کا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا اور ان کے بیٹے صاحبزادے نواب یوسف علی خاں سر پیر آرائے ریاست ہوئے۔

رام پور کا ادبی ماحول :-

اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ دلیان رام پور کی تاریخ کئی۔ رام پور کی ادبی تاریخ محمد یار خاں امیر کی آمد سے شروع ہوتی ہے۔

رام پور آنے سے قبل محمد یار خاں امیر آٹولہ کے پاس ایک جھوٹی سی بستی ٹانڈہ میں مقیم تھے۔ کبیر و شہزادہ شہزاد شاعری سے شوق اور موسیقی میں کمال حاصل تھا۔ شاعری حکیم کبیر سہیلی کی ترقیب سے شروع کی تھی۔ جب استاد کی تلاش ہوئی تو سودا اور سوز پیر زور گئی مگر سودا اس زمانہ میں فرخ آباد میں تھے اس لیے ٹانڈہ آنے پر رضامند نہ ہوئے۔ آخر قائم چاند پوری کو سوردیہ ماہوار وظیفہ پر بلایا۔ مصحفی بھی کچھ عمر وہ ٹانڈہ میں امیر کے استاد کی حیثیت سے دربار میں داخلہ رہے۔ ان استاد کے علاوہ دوسرے متوسلین میں حکیم کبیر سہیلی، میاں عشرت ہزال، پیرانہ علی شاہ پیرانہ مراد آبادی، فدوی لاہوری اور محمد لغیم لغیم کے نام لیے جاسکتے ہیں جو مستقل طور سے ان کے ساتھ تھے امیر کے حینہ اچھے شعریہ ہیں

کن حسرتوں سے جھوڑے ہم یہ جہاں چلے
آئے توحہ سبک تھے یہ کتنے گہراں چلے
گروقتِ ذبح نالہ کیا میں تو کیا ہوا
پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

کیا تو نے دیا تھا مجھ کو ساقی
شیشے میں تو واہ کچھ نہ نکلا
جس کمر میں تھا جوں جاب دکھائی
واں زیر کلاہ کچھ نہ نکلا

شکست و فتح سیاں آفاق ہے کیکن
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

مگر کھراتا ہے اب تلک خوشید
سامنے پیرے آگیا ہوگا

جوں نقش قدم نام کو ہستی ہے ہماری اک باد کے جمونکے میں نہ ہم ہیں نہ نشان ہے
جب امیر شجاع اللہ کی نظر بندی سے رہا ہو کر رام پور آئے تو قائم اور کبیر سنبھلی بھی
پہیں آگئے۔ امیر تو رام پور آنے کے بعد دو ماہ کے اندر اندر انتقال کر گئے مگر ان کے صاحبزادے
احمد یار خاں افسر نے قائم وغیرہ کا وہی وظیفہ اپنے یہاں سے مقرر کر دیا۔ اک طرح قائم اور
کبیر سنبھلی رام پور میں رہ پڑے۔ اسی زمانے میں مولوی غلام جیلانی (فوت، محمد اکرم آشنا
میر ضیاء الدین عبرت، قاضی نور الحق منعم، ذوقی رام حسرت، حاجی گل محمد خاں دفا بھی رام پور
آگئے اور رام پور کے ابتدائی فنکار ثابت ہوئے۔

ان شعرا میں سے رفعت، حسرت، آشنا اور قائم سے باقاعدہ شاگردوں کے
سلسلے چلے اور ان کی کوششوں سے بہت سے اہل فن بھی پیدا ہوئے جن میں سے قابل ذکر
افراد کی فہرست حسب ذیل ہے۔

غلام قادر مسکین، احمد خاں احمد، قدرت اللہ شوق، غلام علی عشرت، غلام محمد خاں ماہر
مولوی سعد الدین شہور، رؤف احمد دافن، مستقیم خاں وسعت، کریم اللہ خاں ثروت، کبیر خاں
لکیم، غلام نبی فرقت، کرم خاں کرم، عنبر شاہ خاں عنبر آشفہ، احمد خاں غفلت، حافظ

حبیب ابنی رقت، بشیر خاں کشت، صہبہ زادہ عبد القادر خاں قادر، کریم الدین خاں صنعت
لغیر الدین خاں صابر وغیرہ۔

ان شعرا میں سے مائتہ، عشرت، کرم، عہد و آشفقت اور صنعت کے قلمی دیوان رضا
لابتبریری رام پور میں موجود ہیں مگر لقیہ کا کلام صرف تذکروں میں ملتا ہے۔

نواب فیض اللہ خاں کو خود تو شعور شاعری سے دلچسپی نہ تھی مگر اصحاب علم و فضل کے
بہت قدردان تھے۔ اسی لیے ان کے عہد میں رام پور میں بہت سے مشائخ زادہ علماء جمع ہو گئے تھے
تجملہ الغنی خاں نے مندرجہ ذیل اصحاب کا نام لکھا ہے جو اس زمانے میں رام پور میں مقیم تھے۔

- ۱۔ حضرت شاہ عبد الکرم صاحب عرف ملا فقیر اخون ۲۔ شاہ عبد اللہ صاحب لہجہ ادبی قادری
- عرف شاہ لہجہ ادبی صاحب ۳۔ شاہ جمال اللہ صاحب ۴۔ میاں حسن شاہ صاحب ۵۔ کبر العلوم
- مولانا عبد العلی صاحب بن ملا نظام الدین لکھنوی ۶۔ مولانا رستم علی صاحب محشی ۷۔ ملا حسن صاحب
- شارح سلم العلوم دہلوی ۸۔ مولوی اعجاز الدین ۹۔ مفتی شرف الدین صاحب عالم متبرک، مولوی
- عبد الرحیم صاحب ۱۱۔ حکیم ہائیز یہ صاحب مہجوں نے ایک کتاب علم طب میں تالیف کر کے اس کا
- نام فضول فیض اللہ خاں رکھا اور عرف اقتباس العلاج مقرر کیا۔ ایک دھیری تالیف قرا بادین
- کھی ہے جس کا نام نافع الامراض ہے۔ ۱۲۔ فیض اللہ اخون زادہ سرید حضرت مرزا جان جاناں مظہر
- ۱۳۔ قاضی نور الحق منہم (ان کا نام شعرا کی فہرست میں بھی لکھ دیا ہے) انہوں نے ایک تفسیر قرآن کریم
- نواب فیض اللہ خاں کی فرمائش پر لکھی تھی۔

علم کی اس قدردانی کی بدولت ہی دیوان مولال نے اپنی کتاب "تجرا فیہ" میں رام پور
کو بخارا کے ہندی "لکھا ہے" ۲۔ عربی لکیم کے لیے ایک مددگار جواب تک مدد عالیہ کے نام سے مشہور ہے اور ایک کتب خانہ
نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں قابل ذکر حضرات شیخ مہدی علی خاں ذلی خاں آباد
حکیم احمد خاں ناظر شاگرد قدرت اللہ شوق اور ملا نافع حق خرا بادی تھے۔ حکیم احمد خاں ناظر

نے طب کی دو کتابیں طب سعیدی اور نو طرز حکمت تصنیف کیں^۱۔ مولانا فضل حق خیر آبادی نے بہ نیت سعیدہ بنی الحکمتہ الطبیعیہ عربی میں لکھی اور نواب صاحب کے نام موعنون کی^۲۔ شیخ علی بخش سیار بھی آپ ہی کے زمانے میں رام پور آئے اور ریاست کی طرف سے بوستان خیال کے ترجمے کا کام ان کے سپرد ہوا^۳۔ مولوی عبد القادر، غلین کو بھی نواب صاحب نے دہلی سے بلا کر ملازم رکھا۔ مرزا رحیم الدین حیا جن سے محمد سعید خاں کے قیام دہلی کے زمانے سے تعلقات تھے وہ بھی ۱۸۵۵ء میں رام پور آکر مقیم ہو گئے۔ میر حسین لکین بھی اسی زمانے میں ریاست کے ملازم ہوئے۔ جلال لکھنوی کے والد حکیم اصغر علی دربار میں داستان گو تھے جن کے وسیلے سے لکھ میں جلال بھی رام پور آئے۔

یہ ادبی ماحول تھا جس میں یوسف علی خاں نے رام پور کی عنان حکومت ہاتھ میں

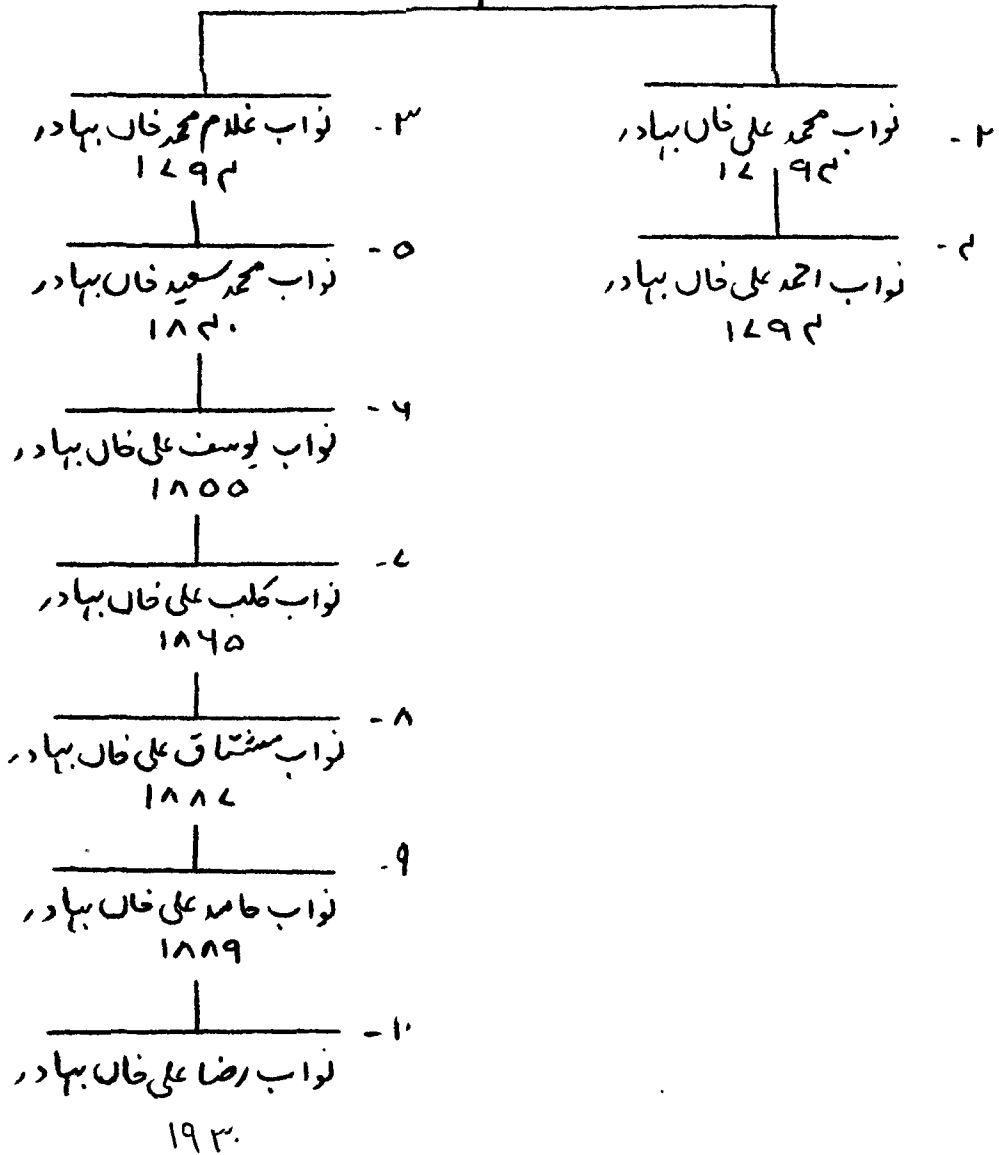
۱۔ اخبار القادیہ - ج دوم ص ۲۱

۲۔ اخبار القادیہ - ج دوم ص ۲۱

۳۔ رام پور کا ماحول شعرو سخن - نقار ستمبر ۱۹۵۸ء

شجرہ نوابین ریاست رام پور

۱. فیض اللہ خاں بہادر
۱۷۷۷



یوسف علی خاں ناظم :-

نواب یوسف علی خاں ۵ مارچ ۱۸۱۶ء کو پیدا ہوئے
 مسند نشینی کے وقت ان کی عمر ۳۹ سال تھی۔ مسند نشینی کے وقت ان کی عمر ۳۹ سال
 تھی۔ ۱۰ اپریل ۱۸۵۵ء کو مسٹر الگرنینڈ راجینٹ ریاست وکٹوریہ روہیلکھندہ نے
 رام پور شریف لاکر مسند نشینی کی رسم ادا کی اور وہ باقاعدہ ریاست کا کام انجام دینے لگے۔
 نواب فیض اللہ خاں کی سوتیلی بہن نیاز بیگم کی پوتی فتح النساء بیگم
 نواب محمد سعید خاں کے نکاح میں تھیں۔ یوسف علی خاں انھیں کے وطن سے بچے۔
 فتح النساء بیگم کی وفات ۱۸۵۹ء میں ہوئی تھی۔ غالب نے قلعہ تارنخ وفات کہا
 جناب عالیہ از بخشش حق بہ فرد وک بہرین چوں کرد آرام
 سخن پیر از غالب، چلت سال "خلود خلد" لفت از دہ ۱۲۷۵ء ابام ۳
 یوسف علی خاں کو مسند نشین ہونے دو برس ہی گزرے تھے کہ غدار کا
 ہنگامہ ہوا جس میں تمام فوج انگریزی کرکڑ سے باغی ہو گئی۔ بریلی اور مراد آباد بھی
 اس ہنگامے سے محفوظ نہ رہ سکے مگر رام پور پر امن رہا۔ اس کی وجہ یوسف علی خاں
 کا تدبیر اور حکمت تھی۔ ان کے حسن انتظام سے نہ تو ریاست کی رعایا کسی آزمائش
 میں پڑی اور نہ یہاں کے ملازمین نے کسی طرح کی گھٹائی
 بریلی اور مراد آباد میں بد امنی شروع ہونے پر ان مقامات کے انگریزی افسروں
 نے اپنے خاندانوں کو حفاظت کے خیال سے بنی تال منتقل کر دیا تھا۔ ان میں زیادہ تر تالوں کی تھی

۱۔ اخبار الفنا دید - ج دوم ص ۱۲۳

۲۔ اخبار الفنا دید - ج دوم ص ۲۵

۳۔ مولانا مبارک علی عسکری - معانی غالب - ص ۱۳

تھی جو بالکل بے کمر و سامانی کی حالت میں وہاں پہنچے تھے۔ یوسف علی خاں کو جب ان پریشانیوں کی خبر ملی تو اپنی فطری ادول العزمی سے کام لے کر چار ہزار انٹر فیاں ان لوگوں کے مصارف کے لیے مکنز صوبہ کو یسینی تال بھیجیں۔ ان پناہ گزینوں تک ان کے دوسرے ساتھیوں کی خبریں پہنچانے کی ذمہ داری بھی نواب صوبہ کے سپرد تھی۔ نواب صوبہ کے مخبر ہر مقام سے زبانی خبریں لاتے تھے جنھیں نواب صوبہ تفصیل سے لکھ کر مکنز صوبہ کے پاس یسینی تال بھیجتے تھے۔ یسینی تال سے بھی خبریں اسی صورت سے منگوا کر دوسرے مقامات کو بھیجی جاتی تھیں۔ ایسے پراشوب زمانے ہیں جب کہ مفید کسی مسافر کے پاس ردی کاغذ کا بیروزہ دیکھتے ہی اس کو مار ڈالتے تھے یہ کام آسان نہ تھا اور ہزاروں روپیہ صرف کیے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔

نواب صوبہ کی ان تمام کارگزاریوں نے انگریزی حکام کو بہت شکریہ ادا کیا تھا۔ انھار لشکر کے طور پر یورپین حکام نے ایک نادر تقری بیالہ ولایت سے منگوا یا اور رام پور میں فتح بریلی کے جشن کے موقع بیرون بیالہ نواب صوبہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس پر نواب صوبہ کا نام بھی کندہ ہوا تھا۔

۱۵ نومبر ۱۸۵۹ء کو گورنر جنرل لارڈ کیننگ نے فتح گڑھ میں ایک عالی شان دربار منعقد کیا جس میں نواب صوبہ کی ان خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جو انھوں نے اس بنگالی دور میں انگریزوں کے لیے روا رکھی تھیں کہا:

”مجھ کو بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ ان خدمات کے عوض جو آپ نے ملکہ مغلیہ کی کس آج آپ کا شکریہ ادا کرنے کا موقع ملا۔ آپ اپنی ذات خاص سے زمانہ غدر میں نہایت مستعد اور صادق رہے اور آپ نے باوجود خوف جان دریاست کے گرد و نواح میں نہایت مشقت اور مستعدی سے حکومت برقرار رکھی اور ملکہ مغلیہ کے افسروں کی مدد و بقدر امکان بخوبی کی۔ سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ نے ایک مجمع کثیر ہم قوم ملکہ مغلیہ کی جانبیں بجائیں۔ ان کو سب آفتوں سے محفوظ رکھا اور

ان کو ہر طرح کی آسائش دی۔ حالانکہ وہ زمانہ چاروں طرف
خوف سے گھرا ہوا تھا۔ میں بڑی خوشی سے وہ ہر دسبہ سالار
انواج بہ مذملہ موظہ اور بہت سے معزز امیر اور حاکمانِ مملکت
کے جو گرد و نواح اور دیگر مقامات بہ دستان میں عمدہ پائے
جلیلہ پر منقوب ہیں آپ کے حسنِ خدمات کا اقرار کرتا ہوں۔
مجھے یقین ہے کہ آپ کی کارکنہ اریوں کو بہ لوگ بہر نرنہ کہوں گے۔

اسی دربار میں گورنر جنرل نے بیس ہزار روپے کا قیمتی خلعت نواب صاحب کو عطا کیا۔ اسلامی
گیارہ کی بجائے تیرہ ضرب توپ مقرر ہوئی اور ”فرزندِ دل بہیر“ کا لقب عنایت ہوا۔ القاب و
آداب کے الفاظ بہ قرار پائے۔

”نواب صاحب مشفق، بسیار مہربان، کرم فرمائے مخلصان
سلامت، العہد از شوق ملاقات مسرت آیات مشہود خاطر العالی
ذخا ثری دارد۔“ ۲۔

۱۸۶۰ء کو لارڈ کیننگ گورنر جنرل نے ایک سکہ مرحمت فرمائی جس کی رو سے
نواب رام پور کو اپنے جانشین کے انتخاب کا اختیار بھی حاصل ہو گیا اور گورنمنٹ سے مندرجہ کی
ضرورت نہ رہی۔ ۳۔

انگریزوں کی انھیں خدمات کے اعتراف کے طور پر ۲۳، ۱۸۶۰ء کو ۱۲۶ سو اضعاف کا
علاقہ ضلع بہرلی میں نواب صاحب کو دیا گیا جو علاقہ ”جہید“ کے نام سے مشہور ہوا۔ ۴۔ نواب صاحب

نے اسی عطیے کی نسبت ایک قطوہ تارخ بھی سوزوں فرمایا تھا۔

جب گورنمنٹ سے ہوا حاصل ملک محمد کو بلیوئے انعام
ناظم، از روئے سبب عالی سال بخشش ہے بخشش حکام

صرد انقلب نے بھی اس مبارک موقع پر ایک نظم لکھی جس کے چند شعر ذیل میں درج ہیں

۱۔ آنکہ خود بھر بھی پردوں مرا از غیب صزد کار تو اجر عظیم باد
یا شغہ آب گھر بہت ہر دفع گھر ہر قطرہ زان نمونہ در بیتیم باد
ہر صیغہ کہ وضع دی از ہر امر تست فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
چوں غنیہ کہ پہلوئے گل بشلفہ بیام ملک جہیدہ شامل ملک قدیم باد ۲

ملکہ دکنوریا کے عہد میں اسٹار آف انڈیا کا ایک خاص آرڈر قائم ہوا تھا جس کے تحت یکم نومبر ۱۸۶۱ء کو الہ آباد میں ایک شاہانہ دربار منعقد کیا گیا جس میں مہاراجہ گوالیار، مہاراجہ شیالہ، بیگم بھوپال اور نواب یوسف علی خاں کو اسٹار آف انڈیا کے نئے عطا کیے گئے۔ ۳

۱۸۶۲ء میں سر جان لارنس گورنر جنرل ہندوستان نے نواب صاحب کی دانش سندی سے متاثر ہو کر ان کو اپنی کونسل واضح قانون کا ممبر منتخب کیا جس کے جلسوں میں شرکت کے لیے آپ کو حلقہ کا سفر بھی کرنا پڑا۔ ان جلسوں میں بھی نواب صاحب نے قوانین کی ترتیب و ترمیم

۲۔ کلیات غالب (فارسی) ص ۲۴-۲۵

۱۔ دیوان ناظم، طبع اول ص ۲۲۳

۳۔ اخبار الفنادیہ - ج دوم ص ۱۱۹

۳۔ اخبار الفنادیہ - ج دوم ص ۱۱۹

۴۔ رام پور اور داغ - نقارہ ص ۵۳، ۵۴۔ انشراح پوری لکھتے ہیں کہ اس موقع پر داغ نے رام پور آکر خود قطوہ نسبت پیش کیا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

ہر جہ حشمت کے دو کوکب یہ آئے
خاطر طالب کے دو مطلب یہ آئے
تمغہ بازو یہ ہیں، جس شب یہ آئے
مجھ کو سنو ادے کس یارب یہ آئے
کون جانے کون آئے، کب یہ آئے
شان و شوکت جاہ و اقبال اب یہ آئے

کیا دل عہد اور نواب آئے آج
دو سمیا آئے ہر درد ہر
دو تمغہ آئے ہر نظر
گوش ہر آواز لب ہر یہ دعا
بہر استقبال میں ہو نیا مگر
داغ نے بھی پیش کش تارخ کی

کے سلسلے میں بہت اہم کام کیا۔ گورنمنٹ کی طرف سے قاضیوں کا تقرر، انسداد قمار بازی اور زمیندارانہ و کاشتکاران کے حقوق کی نگہداشت وغیرہ کے سلسلے کے مندرجہ ذیل قانون آپ کی یادگار ہیں۔
نواب یوسف علی خاں آخر اکتوبر ۱۸۹۶ء میں سرطان کے مرض میں مبتلا ہوئے لیکن جلد ہی
افاقہ ہوئے اور نومبر میں غسلِ صحت ہوا۔ مہرزا غالب نے صحت کی خوشی میں تاریخ موزوں کی جس کے
کچھ اشعار درج ذیل ہیں۔

داعی شفیقہ کہ در اقصائے مغرب است	سرچشمہ کہ خضر شد از دے بقایہ پیر
جوئے بربیدہ اند و دال کردہ اند آب	حمام را بگوئی ازاں فرج آب گیسر
ہنگام شب کہ زبیر میں باشد آفتاب	از تاب مہر گرم شد آں آب تاگزیر
حمام حوضی بنگر و گل جاش آسماں	واں اسفید کردہ فروغ مہ منیر
آمد ہوا غسل بہ گرمابہ اندر دل	مانند معنی کہ نہد روئے در صغیر
اینگ فروغ و اختر نیک و خجند روز	بید است زیں سہ لفظہ تاریخ دلپذیر

اس قطعہ تاریخ کی تشریف میں نواب صاحب نے ۲۵ جنوری ۱۸۹۵ء کو حسب ذیل گرامی نامہ

مکتبہ بر فرمایا۔

”ہماری صحت کی اہمیت میں ولہو مبارک باد کا جواب نے بھیجا ہے وہ
بہو بجا۔ اس کے آنے سے سرورِ صحت دوبالا ہو گیا۔ ایسی نظم، ایسی
تاریخیں دیکھنے سے کب ہو سکتی ہیں۔ دعا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے مثل
اور عظیم النظر پیدا کیا ہے جسے کمال کو دیکھیے اس میں آپ کی ذات
فردِ کامل ہے۔ فی الحقیقت ہم نے اس مرض میں بڑی تکلیف اٹھائی
بہت ایذا پایا۔ اللہ نے بڑا فضل فرمایا۔ دکتوں کی دعا کو قبول کیا
شفاء حاصل ہوئی ہے۔ اندک زخم اندمال ہونے کو باقی ہے۔ غالب ہے کہ

دس بارہ دن میں مریم لگانا موقوف ہو جاتا ہے۔ بیچ ہے ایسے
لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ہزاروں برس نلک چکر لگاتا ہے تب
کہیں ایک شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہے۔ الہم، لہجہ و
عافیت طول عمر و طاقت و ادراک و تدبیر گاہ اہل جہاں آپ کی
ذات سے مستفید ہوا کریں۔ باقی خیریت۔“ ۱

صحت کی خوشی میں مانگے زلیخہ میں شاندار حسن منعقد کیا گیا۔ بین مرض کا پوری طرح
اند مال نہ ہو سکا تھا اس لیے پھر عود کر آیا اور طبیعت ناساز ہوئی۔ مرض نے طول کھینچا اور ۲۱ اپریل
۱۸۶۵ء کو صبح کے دن انتقال کیا۔ ۲۔ پچاس برس آٹھ مہینے ۲۵ دن عمر پائی۔ حکومت کی کل
مدت دس برس چار مہینے گیارہ دن ہے۔ ۳

چونکہ امامیہ مذہب کو مانتے تھے اس لیے اسی مذہب کے مطابق تجہیز و تکفین ہوئی اور
امام بارگاہی میں اپنے والد ماجد کے پائے دفن ہوئے۔ وفات کے بعد ان کا لقب ”زردوس مکان“ ہوا
نواب صاحب کے مزاج میں رواداری بہت تھی اس لیے کئی عقیدہ ہونے کے باوجود اہل سنت کا احترام کرتے
تھے اور کبھی کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جو بہ اخلاق سمجھی جاتی۔

حلیہ:

نواب یوسف علی خاں کی معاشرتی لغویر کا عکس جو خاص باغ بیلس رام پور میں موجود ہے دکھایا ہوتا ہے کہ
نواب صاحب مردانہ حسن کا بہترین نمونہ تھے جسم نہایت مضبوط اور چہرہ خوش و طبع تھا۔ انکھیں غلغلی اور سرخی ہیں۔ فراخ
بینی اور استخوان کمرای ناک ہے۔ مونچھیں چوڑی اور باریک تری ہوئی ہیں۔ داڑھی صاف ہے۔ لباس
جامدانی کا کرتا اور ادنی چلی کا انگڑھا ہے۔ عموماً جموے دار ٹوپی استعمال کرتے تھے۔ لغویر میں بھی بی ٹوپی پہنے ہیں

۱۔ حاشیہ معانی غالب ص ۱۴۲ ۲۔ ۳۔ اخبار القادیہ - ج ۱۳ ص ۱۳۳

۴۔ اخبار القادیہ - ج ۱۳ ص ۱۳۲ ہر درج ہے کہ نواب صاحب داڑھی مونچھیں منڈا کرتے تھے۔

معانی غالب ص ۱۳۲ ہر درج ہے کہ داڑھی صاف اور مونچھیں باریک رکھتے تھے۔

تعلیم :-

رام پور سے جلد وطنی کے لوجہ نواب محمد سعید خاں بنارس اور لکھنؤ^۱ ہوتے ہوئے دہلی شریف لائے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ دہلی میں یوسف علی خاں کی تعلیم کا سلسلہ مولوی فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزر دہلی اور مرزا غالب سے شروع ہوا۔ مفتی صدر الدین آزر دہلی اور مولوی فضل حق کے کیرد عربی، منطق اور دیگر علوم عقلیہ ہوئے۔ فارسی کی تعلیم کے لیے مرزا غالب کا انتخاب ہوا۔ ان سب حضرات سے خانہ ان رام پور کے دوستانہ روابط تھے۔ خواجہ حالی کا بیان ہے

”نواب یوسف علی خاں مرحوم صہبہ ادگی کے زمانے میں جب تحصیل علم کے لیے دہلی آئے اس وقت مرزا مہرب سے بہت رلٹا تھا مفتی صدر الدین خاں (آزر دہلی) مرحوم سے عربی پڑھتے تھے اور مرزا مہرب سے فارسی۔ مرزا نے اس فقید سے

چوں سنیت مرا شربت آجے ز تو حاصل
میں اس زمانے کو یاد دلایا ہے“^۲

خود مرزا غالب نے اپنے خطوط میں جن الفاظ میں نواب محمد یوسف علی خاں سے اپنے روابط

- ۱۔ انتخاب یادگار^{۲۲}۔ لکھنؤ میں یوسف علی خاں کی تعلیم کے لیے میر غرض علی عدیل کو مقرر کیا۔ یوسف علی خاں اکبر بھی ابتدا میں صہبہ ادگان کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے تھے ص ۱۳
- ۲۔ معنوں رام پور اور داغ۔ نگار ۱۹۵۳ء۔ ان رام پور کی لکھتے ہیں کہ یوسف علی خاں نے شاہ عبدالعزیز کے مدرسے میں بھی داخلہ لیا تھا

- ۳۔ انبار العنادیہ ج ۲ ص ۱۲۲۔ معاصی غالب ص ۲۷ نہ کرہ کاملان رام پور (حادثہ احمد علی خاں شوق) ص ۳۷
- ۴۔ زبان فارسی میں ضمیمہ نبیات الدین کا شاعر بھی لکھتے ہیں۔ یوسف علی خاں نے اگر ان سے فارسی پڑھی ہے تو یہ زمانہ ورود رام پور کے لوجہ (ص ۱۸) کا ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ضمیمہ نبیات الدین کے کتابوں کی تدش میں صرف ایک مرتبہ لکھنؤ کا لکھا گیا۔ ان کے علاوہ کہیں باہر جانا ظاہر نہیں ہوتا۔ م۔ الطاف حسین حالی۔ یادگار غالب ص ۳۱۲

کا ذکر کیا ہے اُن سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے غلام غوث بے خبر کو لکھتے ہیں
 "نواب یوسف علی خاں بہادر، والی رام پور..... میرے آشنائے قدیم ہیں"
 تفتہ کے ذمہ میں صراحت کرتے ہیں

"نواب یوسف علی خاں بہادر، بیس بیس برس سے میرے دست ہیں"
 اس ذمہ کا تجزیہ کرتے ہوئے مولانا غرضی لکھتے ہیں

"اردو کے معنی کے لئے مطبوعہ کی رو سے یہ ذمہ ۱۸۴۲ء میں لکھا گیا
 تھا مگر اس میں مرزا صاحب نے رام پور کے پہلے سفر کی روداد لکھی ہے
 اس لیے اس کو ۱۸۴۰ء کا نوشتہ ہونا چاہیے اور ۱۸۴۲ء میں دکنی
 پریس سال گزارنے کے یہ معنی ہیں کہ ۱۸۳۰ء میں یہ رشتہ پیدا ہوا
 نواب فردوس مکان ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۴۰ء میں اپنے
 والد ماجد کی تحت نشینی پر رام پور تشریف لائے تھے۔ بنا بریں ۱۸۳۳ء
 میں ان کو مرزا کا دست نہیں کہا جاسکتا البتہ شاگرد ہونا بعید
 از قیاس نہیں۔ اس لیے کہ اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال کی ہو گئی جو
 طلب علم کاموزوں تر زمانہ ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری
 ہے کہ میں نے "بیس بیس" میں سے "بیس" کو اس لیے اختیار کیا ہے
 کہ بیس کے پیش نظر آغاز تعلقات کا ۱۸۲۸ء قرار پاتا ہے
 جو اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگست ۱۸۲۸ء سے نومبر ۱۸۲۹ء تک
 مرزا صاحب سفر کلکتہ کے سلسلہ میں دہلی سے باہر رہے ہیں" ۳

۱۔ اردو کے معنی حصہ اول ص ۲۳۷

۲۔ اردو کے معنی حصہ اول ص ۷۵

۳۔ حاشیہ دیباچہ معانی غالب ص ۷۲

مرزا غالب اور خانہ ان رام پور کے دوستانہ روابط کا اظہار ایک مکتوب سے ہوتا ہے جو انھوں نے نواب یوسف علی خاں کو لکھا تھا۔ غالب لکھتے ہیں

ہم دریں کینج کہ مسکن من است شنیدہ ام کہ دلاستان
 زین العابدین خاں بہادر بشہر آمدہ اند - نیاز منہ ی با
 مرحومی نواب عبد اللہ خاں بہادر و مہر و زی من با

۱۔ صہبزادہ سید زین العابدین خاں بہادر نواب یوسف علی خاں کے حقیقی چچا زاد بھائی صہبزادہ اختر علی خاں کے بیٹے تھے۔ دہلی میں ۱۲۲۸ھ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ ان کے دادا نواب سید عبد اللہ خاں بہادر میرٹھ میں صدر الصدور کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کے زمانہ ملازمت میں ان کے ساتھ رہے۔ نواب یوسف علی خاں کے عہد میں رام پور تشریف لائے۔ آپ کے بڑے بھائی صہبزادہ سید محمد رضا خاں بہادر کو نواب یوسف علی خاں کی صہبزادی منسوب تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد زین العابدین خاں نے نواب صہب کی اجازت کے بغیر اپنی بھانج سے عقد کر لیا اور رام پور سے ترک سکونت کر کے جے پور چلے گئے۔ آپ کے دادا نواب سید عبد اللہ خاں صہب مرزا غالب کے مخلص دوست تھے۔ اس سلسلہ سے زین العابدین خاں مرزا غالب کو اپنا بزرگ اور مرزا غالب کو اپنا بزرگ خیال کرتے تھے۔ مگر جب آپ نے مرزا صہب سے اشعار پر اصلاح لینا چاہی تو مرزا غالب نے اصلاح دینے سے انکار کر دیا کیوں کہ نواب صہب ان سے ناخوش تھے۔ دسمبر ۱۸۹۲ء میں جے پور میں انتقال ہوا۔

۲۔ نواب سید عبد اللہ خاں بہادر نواب یوسف علی خاں کے چچا اور نواب غلام محمد خاں کے صہبزادے تھے۔ اپنے والد ماجد کی شہادت کے بعد رام پور چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ کچھ لکھنؤ میں گذرا۔ اپنی بیات کی بدولت صدر الصدور کے عہدے تک پہنچے۔ سترہ برس کی عمر میں ۱۲۷۷ھ کو بحارۃ نپ رحلت فرمائی۔ بخود سنی سے دلچسپی تھی۔ مرزا غالب مفتی صدر الدین آزاد سے حکیم سونی خاں جیسے صہب علم حضرات سے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اصغر علی خاں مرحوم و محبت و خلعت من با نواب عبد الرحمن خاں
 بہادر مغفور کجا دیہ اند و آں مدارج کے نظر دار نہ کدائیاں
 داد و صغیر می گذشت کہ لہ ۱۷ گوت نشین را بابہ دیہ ۳
 ان اساتذہ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ نواب یوسف علی خاں نے وہ علمی استعداد

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

پر خلوص تعلقات تھے۔ انتخاب یادگار ص ۲۷ پیران مایہ شہر درج ہے
 مخفیہ کچھ پر شفاعت ہے، کھلا جائیں کہاں ۱۷ شفیع عاصیاں، ہم نیراد اماں جھوڑ کر
 ۱۔ سیدہ اصغر علی خاں نواب سیدہ عبد اللہ خاں کے صہنیزاد ۱۷ اور نواب یوسف علی خاں کے چچا زاد
 بھائی تھے۔ انتخاب یادگار ص ۲۵ پر درج ہے
 "شاعر خوش مذاق ہیں۔ افرینش عفا میں عاشقانہ میں طاق ہیں۔ مومن خاں صہب
 مرحوم دہلی کے شاگرد رشید۔ صدمہ ان کا لائق دیہ، قابل شنیدہ۔ اڑتیس سال کی عمر پائی۔ بارہویں
 رجب کو ۱۲۳۵ھ تکی کہ عارضہ خناق میں مبتلا ہو کر میرٹھ میں رحلت پائی۔ وہاں سے جنازہ دہلی
 کو گیا اور درگاہ حفرت خواجہ باقی اللہ قدس سرہ العزیز میں دفن ہوئے۔" صہب دیوان تھے
 دیوان بھی زیور طبع سے آراستہ ہو گیا ہے

۲۔ نواب سید عبد الرحمن خاں بہادر، نواب سید غلام محمد خاں کے صہنیزاد ۱۷ اور نواب یوسف علی خاں
 کے چچا تھے۔ یہ بھی اپنے بھائیوں کے ساکھ رام پور جھوڑنے پر مجبور ہوئے اور نواب محمد سعید خاں کی
 تحت نشینی تک دہلی اور میرٹھ وغیرہ مقامات پر رہے۔ بعد ازاں نواب صہب کے ساکھ
 رام پور آئے اور یہیں مقیم ہو گئے۔ ۱۱ اگست ۱۸۵۹ء کو انتقال کیا۔

۳۔ معائب غالب ص ۹

بہم پہنچائی جس کے متعلق مصعب استنباب یادگار رقم طراز ہیں
 ”حفرت کو علوم شریف کی طرف ہمیشہ سے رغبت تھی۔ کاملوں
 سے صحبت تھی۔ علوم تعلیم میں بڑے مصعب دستگاہ۔ فنون، منطق
 و حکمت میں خوب آگاہ۔ ستم و زامہ میں تک تحصیل۔ فنون
 متداولہ میں تکمیل۔ خوش بیانی میں فرد کا مل تھے۔“^۲
 نواب مصعب کی خوش بیانی کے سلسلے میں نجم الغنی خاں لکھتے ہیں۔
 ”خوش بیانی ان کا حصہ تھا۔ جو کچھ تقریر کرتے پہلے چپکے
 چپکے اس کو زبان سے ادا کر کے الفاظ کو جانچ کر منہ سے
 نکالتے تھے تاکہ کوئی لفظ اٹا سیدھا کہو اُس نہ سے نہ لعل جائے۔“^۳
 نواب یوسف علی خاں نے چار لڑکے اور چھ لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔ سب
 سے بڑے صغیر ادا لے سیدہ مطلب علی خاں آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

تلمذ:-

نواب یوسف علی خاں صرف ایک حکمران ہی نہیں ایک قابل قدر اور خوش گو شاعر
 بھی تھے اور اپنے عہد کے اساتذہ مومن، غالب اور اسیر سے مشورہ سخن کرتے
 تھے۔ امیر مسیحاؒ کی ترغیر فرماتے ہیں
 ”طبیعت ازل سے موزوں پائی تھی۔ سخن گوئی
 کا ذوق اور شکر فرمانے کا شوق تھا۔ پہلے مومن خاں مصعب

۱۔ بہ منطق و حکمت کی کتابیں ہیں جو درس نظامی میں داخل تھیں

۲۔ استنباب یادگار ص ۷

۳۔ اخبار القنادید۔ ج دوم۔ ص ۱۲

دہلوی سے مشورہ رہا پھر مرزا اکبر اللہ خاں غالب
سے تلمذ ہوا۔ آخر آخر جو وضع استادان لکھنؤ موزوں
فرمانے لگے۔ منشی مظفر علی صاحب کہ آج لکھنؤ میں
سبحانِ عصر دیکھنا ہے دہریہ کلام دکھانے لگے۔ ۱

اخبار الفنا دیہ میں نجم الغنی خاں بھی اسی خیال کی تائید کرتے ہیں۔

”شعر کا نکتہ شناس تھے۔ طبیعت موزوں تھی۔ اردو شعر
کہنے کا شوق تھا۔ موتی خاں دہلوی سے پہلے مشورہ سخن
تھا پھر مرزا نوشہ سے تلمذ ہوا۔ اس کے بعد مرحوم منشی
مظفر علی صاحب اکبر لکھنؤی کو کلام دکھایا۔ سب سے
آخر میں جناب امیر مینائی سے بھی شعر و سخن میں مشورہ
رہتا تھا۔“ ۲

ان امتیازات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناظم نے غالب سے پہلے اپنا کلام موتی کو
دکھایا اور آخر عمر میں اکبر کو۔ غالب اور اکبر سے مشورہ سخن کی تصدیق تو ہو جاتی ہے
مگر موتی کے سلسلے میں کوئی دستاویزی ثبوت نہیں ملتا لیکن کچھ داخلی اور خارجی ثبوت
ایسے ضرور ملتے ہیں جن سے یقین ہوتا ہے کہ وہ موتی سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ اس
سلسلے میں سب سے پہلے انتخاب یادگار کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ تذکرے کی وجہ تصنیف کے
ذیل میں امیر مینائی لکھتے ہیں۔

”ایک دن بندگان حضور کو خیال آیا کہ ایک تذکرہ شعرا کے
ماضی و حال کا الیسا تیار ہو کہ اس سے خاص اس دارالریاست

کے متوطن اور متوسل شاعروں کی مختصر کیفیت، سخی لڑائی
کی حقیقت نقشب صفحہ رد زگار ہو۔ اسی ضمن میں انہماک
بہجہ ادا کا بھی منظور ہوا۔ لہذا یہ ہیچ میرزا اس خدمت
پر مامور ہوا اور محض باقتضائے عطوفت خسروانی آغاز
سے انجام تک برابر حضور نے التفات فرمایا تب یہ
تذکرہ ایک سال میں تمامی پیر آیا۔ اگر ناخن اسد حضور
گرہ کشائی نہ فرماتا محض نہ تھا کہ الیسا تذکرہ جامع حیں میں
راست راست بے کم و کاست عن عن واقعات تاریخی
ہیں ترتیب پاتا۔ اس مہم کا کر انجام ہوتا محض نتیجہ
توجہ کر کار ابہ قرار ہے۔ ۱

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ انتخاب یادگار نواب کلب علی خاں کے حب بہ ایت
مستتب ہوا۔ ایسی صورت میں امیر سنائی کی جانب سے نواب صہب کے آباد اجہ اور حالات
(جو تذکرے کے ابتدائیں درج ہیں) کے سلسلے میں ایک نقطے کا اضافہ بھی غیر ممکن تھا۔ جیسا نواب
نے چاہا انھوں نے اپنے الفاظ میں لکھ دیا۔ اسی لیے وہ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ انھوں نے بے کم و
کاست حالات قلم بند کر دیے ہیں۔ اس روشنی میں مومن سے مشورہ سخن کی بات مبالغہ
پر محمول نہیں کی جاسکتی۔

اس کے علاوہ نواب یوسف علی خاں اور ان کے خاندان کے دیگر افراد سے
مومن خاں کے تعلقات بھی اس خیال کو تقویت دیتے ہیں کہ انھوں نے شعردستی میں مومن
سے استفادہ کیا تھا۔ مومن کے دیوان فارسی میں ایک مدحیہ قطو ہے جس میں
انھوں نے ناظم کے ورودِ دہلی کی تاریخ نظم کی ہے۔ عنوان قطو ہے:

”تاریخ آمدن یوسف علی خاں بہادر بہ دہلی در زمانہ دولی محمدی“

مومن لکھتے ہیں :

جواں سال یوسف علی خاں بہادر	بچہ خضر نیز رشک زلیخا
زرد مال یوسف علی خاں بہادر	رسانہ گدار ابہ ادج عنزیری
زآمال یوسف علی خاں بہادر	بردگریہ نقد حصول آرزو ہا
خوشحال یوسف علی خاں بہادر	ظفر در رکاب و گرم گردہ اش
زاقبال یوسف علی خاں بہادر ۱	تواں یافت سال و در دیش بہ دہلی

نواب یوسف علی خاں کے والد نواب محمد سعید خاں صاحب سے بھی مومن کے حقوی تعلقات تھے جن کا اظہار درج ذیل تاریخ جلوس سے ہوتا ہے جو مومن نے ان کے مستحق ریاست بنائے جانے پر لکھی تھی۔

بیرے مقدم کا تھا تھنائی	رام پور اب زمانہ محمد سے
اے کرا پا قبول والائی	جب پڑ پیرا ہوئی دعاے دیار
بیرے قدموں پہ کی جیس سائی	یعنی اس ملک کے نصیب کھلے
حکیم رانی دکار فرمائی	بیرے خدام کو نصیب ہوئی
تجلیو زیبا کمر ہیر آرائی	تجلیو شائستہ کمر سی عنزت
ناہاں غیب سے صدا آئی	میں ہوا گرم نگر سال جلوس
ورثہ صدر کام آباائی	کہ محمد سعید خاں کو ملی
میں نے تاریخ کی روش پائی ۲	اس دسادہ پہنچے کو بھلا کر

ابھی تعلقات کی بنا پر ۱۲۵۶ھ کے لگ بھگ ۵۵ رام پور بھی تشریف لائے تھے

۱۔ دیوان مومن و فارسی) نسخہ قلمی۔ مخزنہ رضا لاہور پیری رام پور ص ۹۶

۲۔ دیوان مومن۔ مطبوعہ نولشور پیرس لکھنؤ ۱۲۸ھ ص ۲۱-۲۰

طبیعت لائے تھے شعور لینے کا سلیقہ پالینا قدرتی امر تھا۔ چنانچہ ایک قلعہ دار پنج باغ سے جو انھوں نے عمر کے ستائیسویں برس زمانہ دلی عہدی میں کہا تھا اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

واہ کیا پر فضا بنا یہ باغ باغ رضواں ہے جس کے رشک سے درخ

غنیہ نگر نے چٹک کے کہا نام تارنجی اس کا ناہ ۱۲۰۸ باغ

ناظم کے دیوان طبع و دم میں ایک اور قطعہ ملتا ہے جو انھوں نے اپنے والد کی وفات پر کہا ہے۔ یہ قطعہ بھی شاگردی غالب سے پہلے کا ہے اور اس کی بندش کی چستی کلام کی مشائی کو ظاہر کرتی ہے

وہ مہر مہر تہ نواب ذی چشم چن کا	خطاب خاں بہادر ہے نام فیض اللہ
لئے ارم کو تو تاریخ سال سے بکر	کیا سرکش نے لفظ "غروب" سے آگاہ
ہوئے وہ خاں بہادر رئیس بعد ان کے	کہ جن کا نام تھا احمد علی عالی جاہ
"غروب کو لب" اُتران کا سال چلتے ہے	تو راست ہے کہ وہ تھے آسمان حسن کا
بھیران کے بعد ہوئے رام پور کے حاکم	سپہر ربہ معلیٰ خطاب عدل پناہ
ہے اسم پاک محمد سعید خاں نواب	بہادر، ایسے کہ عالم بہادری پہ گواہ
جو وہ خباب ہوئے ریب بخش باغ خباں	تمام خلق کو آیا نظر زمانہ سیاہ
سرکش غیب یہ بولا "غروب کو لب ہے"	شمار سال اسی میں ہے کیجیے جو لغاہ

عجب طرح کے یہ بیتوں رئیس تھے ناظم

رہیں ریاض خباں میں بزریر ظل اللہ

ان سب پر مستزاد ناظم کے دو قریبی عزیز صہبازادہ عباس علی خاں بیتاب اور صہبازادہ امیر علی خاں صہبازادہ مومن کے شاگرد تھے۔ اس لیے بھی ناظم کا شعور و سخن میں مومن سے استفادہ کرنا قرین قیاس ہے۔ ان خارجی شہادتوں کے علاوہ ناظم کے کلام سے بھی بعض ایسی شہادتیں مل جاتی ہیں جو اس خیال کو یقین کی حد تک پہنچاتی ہیں۔ مومن کی شاعری تمام تر تغزل کی شاعری ہے۔ ناظم کے یہاں بھی یہی تغزل محض شعری ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ طنزیہ انداز، نوک جھونک اور مکرر شاعرانہ

جو مومن کی شاعری کی خصوصیات ہیں ناظم کے کلام میں بھی پائسانی تلاش کی جاسکتی ہیں۔ رنگ سخن سے قطع نظر ناظم کے کلام میں متعدد غزلیں مومن کی زمینوں میں ملتی ہیں مومن کہتے ہیں

دھل کی شبِ شام سے میں گویا جاؤنا ہجراں کا بلا ہو گیا
ناظم کا شعر ہے
غیر سے دل دار تھا ہو گیا نادک بیداد خطا ہو گیا

مومن:
دل لبتلی سی ہے کسی زلفِ دوتا کے ساتھ پالا پڑا ہے ہم کو خدا کس بلا کے ساتھ
ناظم:
ہے اک لٹاؤ نکلت زلفِ دوتا کے ساتھ لڑتا بچوں و گھر نہ محبت کیوں ہوا کے ساتھ
مومن:

اگر غفلت سے باز آیا، خدا کی تدفی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
ناظم:

وفا کی ہم نے اور ہم نے خدا کی سہم اچھے ہم ہرے، قدرت خدا کی
ان زمینوں کے علاوہ بعض ایسے اشعار بھی ہیں جہاں ناظم نے مومن کے معنوں کو یکجہتہ لیا ہے۔ مثلاً مومن کہتے ہیں

کہنا پڑا درست کہ اتنا رہے لحاظ ہر چند وصلِ غیر کا انکار ہے غلط
ناظم نے اسی معنوں کو اس طرح باندھا ہے

ہر چند وصلِ غیر کا انکار جھوٹ ہے کہنا پڑا لحاظ سے لیکن بجا مجھے
کلام میں اتنی صافیت ہے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ناظم مومن کے شاعر تھے اور ان سے متاثر ہو کر ان کے رنگ سخن کو اپنا بنا جاتے تھے (جیسا کہ بعد میں غالب کے ساتھ ہوا) اور اس کو شمس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن ناظم نے غالب کی عنایتوں کا ذکر تو کھل کر کیا ہے مگر مومن کی اس توجہ کا

کوئی دکر نہیں کیا جس نے ان کو ایک جوہر قابل بنایا تھا۔ اسی وجہ سے شاگردی سوسن کے
سلسلے میں شبہات پیدا ہوئے جن کی زد سے خود ناظم کا ملام بھی محفوظ نہ رہ سکا اور عطیہ غالب
سمجھا گیا۔

شاگردی غالب :

ناظم اپریل ۱۸۵۵ء میں تحت نشین ہوئے تو غالب کو اپنے پیرا نے اساتذہ
استادی کے مجتہد کا خیال پیدا ہوا اور انھوں نے ایک مطلع تاریخ جلوس ارسال کیا۔ لیکن
دربار رام پور سے اس کا کوئی جواب نہ گیا اور غالب کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔
لیکن مولانا فضل حق خیر آبادی جو غالب کے مخلص دوست تھے اور ناظم کے بھی استاد رہ چکے
تھے اس زمانے میں ریاست میں ملازم تھے اور چاہتے تھے کہ نواب صاحب اور غالب کے تعلقات
از سر نو قائم ہو جائیں۔ اس مقصد کے تحت انھوں نے وقتاً فوقتاً نواب صاحب کے سامنے غالب
کا ذکر کیا اور ان کے اشعار سنائے۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ عرصے بعد نواب صاحب
غالب سے مراسلت اور مشورہ سخن کے مشتاق ہو گئے۔ نواب صاحب کو مشورہ سخن کے
لیے آمادہ کرنے کے بعد مولانا نے غالب کو ڈاکھا کہ سرکار کی خدمت کے لیے مکر لبتہ ہو جائیے
اور اصلہ حاکم کا کام انجام دیجیے۔ مولانا کا ڈاکھا غالب کو ۲۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا
۲۸ جنوری ۱۸۵۷ء کو انھوں نے مولانا کے حکم کی تعمیل میں نواب یوسف علی خاں ناظم کو پیدہ
ڈاکہ ارسال کیا۔ لکھتے ہیں۔

..... مولوی حافظ محمد فضل حق خاں بہادر بہ بندہ
فرمان پذیر فرمان فرستادہ کہ غالب بہ پرسش گری
مکر بندہ دودر مشاطگی شاہ ان افکار حسن خدمت عمر

دہد - اندلینہ مہر پینتہ درنگ نتافت دہم امروز
کہ فردا لے ورد در نوازش نامہ مولانا ست، این نامہ
کہ بظاہر مہر پینتہ رواں داشتہ آمد۔^۱

۵ فروری ۱۸۵۷ء کو نواب یوسف علی خاں ناطم نے اس خط کا جواب لکھا اور اپنی غزلیں لغرض
اصلاح ہم رشتہ بھیجیں اور ۲۵۰ روپیہ شیرینی کے نام سے ارسال کیے۔ ناطم لکھتے ہیں
”مشفقاً! ہر چند کہ کاتب را اتفاق موزد سیت یک معرفہ
ہم نہ شدہ بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام ساعی زبانی
مولوی صہب صدر الوصف دلم خواست کہ طرغہ رسل و
رسائل جاری شود۔ چون سبیل بہ ازیں نہ نظم نہ رسید،
لہذا چند ابیات و اہیات موزوں نمودہ، ہر صد اصلاح
پیش آں یگانہ آفاق مرسل گشت جہیم داشت کہ بعد اصلاح
غزلیاں مذکور مع کہ ام طرح جب بہ لطف فرمودہ شوند۔
از آں جا کہ الحاف شیرینی ہم دریں حصوں از دستور است
لہذا ہندی مبلغ دود و پنجاہ روپیہ بتقریب شیرینی
لف رقیماً الواد بہ امی رسد۔“^۲

ادریوں مولانا فضل حق خیر آبادی کی وساطت سے غالب اور نواب صہب کے پرانے
رشتہ استاد و شاگردی کی تجدید ہوئی اور مرزا غالب کی یہ تجویز کہ آئندہ ریاستوں میں
پیر یا استاد بن کر رسوخ حاصل کرنا چاہیے ریاست رام پور میں کامیاب ہو گئی۔
نواب صہب کے سال تلکد کا تہ کمرہ غالب کے متعدد خطوط میں ملتا ہے۔ لیکن
ہر خط میں ان کا بیان مختلف ہے۔ غلام غوث بے خبر کو لکھا ہے

”۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور کہ
میرے آشنا قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد
ہوئے۔ ناظم ان کو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس عمر میں اردو
کی بھیجتے ہیں۔ اصلاح دے کر بھیج دیتا۔“ ۱

مرزا آفتہ کو لکھتے ہیں

”نواب یوسف علی خاں بہادر بیس بتیس برس کے میرے
دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں۔ آگے
گاہ گاہ کچھ بھیج دیا کرتے تھے۔ اب جولائی ۱۸۵۹ء سے
سورہ بیہ مہینہ ماہ مجاہ بھیجتے ہیں۔“ ۲

ان خطوط سے نواب صہب کا م ۱۸۵۵ء یا ۱۸۵۵ء میں غالب کا شاگرد ہونا
قرار پاتا ہے۔ لیکن مرزا غالب میاں ذاد خاں سیاح کو ۳۰ جولائی ۱۸۶۵ء میں
لکھتے ہیں

”ایک قرن ۱۲ برس سے نزدکس معاں نواب یوسف علی خاں
والی رام پور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سورہ بیہ
مہینہ ماہ مجاہ لبیل ہندوی بھیجواتے تھے۔“ ۳

اس خط کے حساب سے نواب صہب کو ۱۸۵۳ء میں مرزا غالب سے مشورہ سننے
کرنے چاہیے تھا لیکن جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے فضل حق خیر آبادی کا خط مرزا غالب کو
۲۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا جس کے جواب میں انھوں نے ۲۸ جنوری ۱۸۵۷ء کو اپنا
پہلا خط نواب صہب کے نام ارسال کیا۔ اس میں انھوں نے لکھا کہ وہ ایک خط تاریخ جلوس
کا اس سے پہلے روانہ کر چکے ہیں اور یہ خط مولانا فضل حق خیر آبادی کے حکم کی تعمیل میں ہے

اس کا جواب نواب صاحب نے ۵ فروری ۱۸۵۷ء کو تحریر کیا جس کے ساتھ انہوں نے غزلیں اور ۲۵۰ روپیہ بقیہ بقیہ کثیر بنی ارسال کیے۔ ۱۲ فروری ۱۸۵۷ء کو غالب نے غزلیات اور ہندوی ملنے کی رسید بھیجی۔ ۱۵ فروری ۱۸۵۷ء کو مرزا غالب نے نواب صاحب کی اصلاح شدہ غزلیں واپس بھیجیں اور ساتھ ہی نواب صاحب کے تخلص کے بارے میں تحریر کیا۔ لکھتے ہیں۔

”میں نہیں چاہتا کہ آپ کا اسم سامی اور نام نامی
تخلص رہے۔ ناظم، عالی، النور، شوکت، سنیات
ان میں سے جو لپنڈ آئے رہنے دیجیے۔ مگر یہ سہی کہ خواہی
نہ خواہی آپ الیا پھریں۔ اگر وہی تخلص منظور ہو
تو بہت مبارک!“

اس عمر لفظ کے جواب میں نواب صاحب نے یکم مارچ ۱۸۵۷ء کو تحریر فرمایا
”منجملہ الفاظ تخلص لفظ ناظم مطبوع طبع نیاز گشت“

مذکورہ بالا تقریحات سے واضح ہے کہ ۵ فروری ۱۸۵۷ء کو نواب صاحب غالب کے
شاگرد ہوئے۔ ۱۵ فروری ۱۸۵۷ء کو غالب نے انہیں تخلص کے چند الفاظ بھیجے جن میں
سے نواب صاحب نے ناظم تخلص کو لپنڈ کیا اور یکم مارچ ۱۸۵۷ء کو غالب کو ان کی اطلاع دی
ناظم مرزا غالب کو ایک کٹ لٹی لٹی غزلیں اصلاح کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ انہ
بارہ سے پچیس تک۔ شاگردی غالب کے سلسلے کے پہلے مکتوب مورخہ ۵ فروری ۱۸۵۷ء
جس میں وہ یہ اطلاع دیتے ہیں کہ اس سے پہلے انہوں نے ایک مصرعہ تک سوزوں نہیں کیا، لٹی
غزلیں بھیجنے کی اطلاع دی ہے۔ لکھتے ہیں

”..... چشم داشت کہ لہجہ اصلاح غزلیاے مذکور مع کلام طرح
جہ یہ لطف فرمودہ شو نہ“

ایک دوسرے دذ میں نواب صلب کر رہے فرماتے ہیں

"مگر آنکہ چند غزل براے اصلاح و رسل ہیں۔ لعل ملا دظ

کے واپس ہوں" ۱

خود مرزا غالب کے دظ میں بھی غزلوں کی تعداد کا ذکر ملتا ہے۔ غلام غوث بے خبر کو لکھتے ہیں

"نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور..... بیس

بچیس غزلیں اردو کی بھیجتے ہیں۔ اصلاح دے کر بھیج

دینا" ۲

لغۃ کو لکھتے ہیں

"تم بیج کہتے ہو کہ بہت سے مسودے اصلاح کے دیکھ

فرام ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ مکتار بے ہی قصائد بڑے ہیں

نواب صلب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہیں" ۳

لغۃ ہی کو کچھ لکھتے ہیں

"بال ممکنہ بے صبر کا یا رسل آیا ہے کہ جس کو بہت دن ہوئے

آج تک سرنامہ بھی نہیں کھولا۔ نواب صلب کی دس ہزار

غزلیں بڑی ہیں" ۴

ناظم کے نام ایک دذ میں لکھتے ہیں

"دو غزلیں منجملہ بارہ غزلوں کے بعد اصلاح ارسال کر چکا ہوں" ۵

یہ سب اقتباسات اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ نواب صلب جو کلام غالب کے پاس

بغرض اصلاح بھیجا کرتے تھے وہ ایک سے زیادہ غزلوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ غالب سے

رشتہ شائری استوار ہوتے ہی اتنی زیادہ تعداد میں غزلوں کا اصلاح کے لیے بھیجا اور چار سال کے قلیل عرصے میں دیوان کا حجب جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ناظم شائری غالب سے پہلے بھی شعر کہتے تھے اور ان کا یہ فقرہ کہ -

”منفقاً بہر حیلہ کہ کاتب را الفان موزد نیست یک مصرع

ہم نہ شدہ بود“

محض انگسار پر مبنی تھا۔ مومن سے اصلاح شعری بات غالب سے پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی مگر جب ناظم نے حد درجہ انگساری بہر کرم مومن سے مشورہ سخن کا اظہار نہ کیا اور خود کو مستبدی ظاہر کیا تو غالب نے بھی اس حجاب کو قائم رہنے دیا اور مومن کے اصلاح شدہ کلام کو جو ناظم نے ان کو بھیجا تھا بعد اصلاح واپس کر دیا۔

غالب بعد اصلاح غزلیات کو صاف کر کے نواب صاحب کو واپس کر دیتے اور اخیلاً مسودات کو اپنے پاس رہنے دیتے کہ ڈاک میں لفافہ تلف ہو جانے کی صورت میں وہ ان غزلوں کو دوبارہ صاف کر کے بھیج سکیں اور کلام محفوظ رہے۔ لکھتے ہیں

”غزلوں کے مسودات کو صاف کر کے حضور میں بھیجتا ہوں

مسودات اپنے پاس رہنے دیتے ہیں اس نظر سے کہ اگر
اجیاناً ڈاک میں لفافہ تلف ہو جائے تو میں پھر اس کو صاف
کر کر بھیج دوں۔ در نہ موقع حکم و اصلاح مجھے کیا یاد

رہے گا۔“

ایک دوسرے خط میں تحریر کیا ہے

”غالب عالی! کچھ کم مہینا ہوا کہ میں نے حضور کی غزلوں کو
دیکھ کر خدمت میں روانہ کیا ہے اور اس کے پہنچنے سے اطلاع

ہیں پائی۔ اب ڈاک میں خط تلف بھی ہو جایا کرتے
 ہیں اس واسطے میں متردد ہوں اور مدعا اس تحریر سے
 یہ ہے کہ اگر وہ لفاظ نہ پہنچا ہوں تو میں اس مسودے کو
 بغیر صاف کر کے ردالذکر ہوں“ ۱

جس زمانے میں ناظم غالب کے شاگرد ہوئے غالب اپنی عمر کے آخری دور
 میں تھے۔ صغف پیری اور غلبہ امراض تھا اس وجہ سے اصلاح کثرت مشغل امر معلوم ہوتا تھا
 یکم اکتوبر ۱۸۵۹ء کو عمر لفظ بنام ناظم میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ لکھتے ہیں
 ”خدمت گزار ہوں اور دعا شناس میرا کام ہے۔ بڑھا ہے
 نے کھودیا۔ جنز لفظیہ چند حج میں کچھ باقی نہیں“ ۲
 عدلی کو بھی صغف کی شغایت لکھی ہے

”والی رام پور نے بھی تو مرشد زادے کی شادی میں
 بلا یا تھا۔ یہی لکھا تھا کہ میں معدوم محض ہوں۔ کہاوا
 اقبال بٹہارے مگرم کو اصلاح دیتا ہے۔ اس سے بڑھ
 کر مجھ سے خدمت نہ چاہو“ ۳

جب صغف پیری اور غلبہ امراض زیادہ بڑھا اور اصلاح کثرت میں تاخیر ہونے لگی تو
 مرزا نے جواب صوبہ کو لکھا کہ اب انھیں اس خدمت سے معاف کیا جائے۔ تفتہ کو اس سلسلے
 میں تفصیل سے لکھتے ہیں

”بیس رام پور سو روپیہ مہینہ دیتے ہیں سال گذشتہ
 ان کو لکھی بھیجا کہ اصلاح نظم جو اس کا کام ہے اور میں
 اپنے میں جو اس نہیں پاتا۔ متوقع ہوں کہ اس خدمت

سے معاف رہوں۔ جو مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے
 عرض خدمات سابقہ میں شمار کیجیے تو میں کچھ کمبختی
 در نہ خیرات خواہی ادا اگر یہ وظیفہ بشرط خدمت ہے
 تو جو آپ کی مرضی وہی میری قسمت۔ برس دن سے ان
 کا کلام نہیں آتا۔ فتوح مقرر ی نومبر تک آئی۔ اب
 دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے۔ آج تک نواب صاحب
 ازراہ جوان مردی دیے جاتے ہیں۔^۱

مولانا عرشی دیباچہ معاصیب غالب میں اس ذیل تاریخ نمبر ۱۸۴۳ دسمبر ۱۸۴۳ متعین کرتے ہیں
 وہ لکھتے ہیں۔

”مرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ ”برس دن سے ان کا کلام نہیں آتا“

حقیقی عذر ہے کیوں کہ دسمبر ۱۸۴۳ سے دسمبر ۱۸۴۴ تک

نواب صاحب نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا مگر کسی میں اشعار

کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضہ درج نہیں ہے^۲

لہٰذا اس عذر و معذرت کے باوجود غالب سے اصلاح شعر کا سلسلہ بالکل منقطع

نہیں ہوا اور ناظم آخر عمر تک کبھی کبھی اپنا کلام اصلاح کے لیے بھیجتے رہے۔ مولانا عرشی لکھتے ہیں

”ان کا آخری کلام ۵۰ داسوخت تھا جو مرزا صاحب نے

آخر اکتوبر ۱۸۴۴ میں واپس بھیجا اور یہاں ۲۹ اکتوبر

سنہ مذکورہ مطابق ۱۵ رجب الثانیہ ۱۲۸۱ھ کو موصول ہوا“

چونکہ نواب صاحب آخر اکتوبر یا نومبر کے آغاز ہی میں سرطان کے مرض میں مبتلا ہو گئے تھے اس

لیے یہ داسوخت وہ آخری کلام تھا جو بعد اصلاح غالب نے ان کی زندگی میں واپس کیا۔ ناظم کے انتقال کے بعد مرزا غالب نے نواب کلہ علی خاں کو ایک سلام بھی واپس کیا جو ان کے پاس بغرض اصلاح لیا ہوا تھا۔ غالب لکھتے ہیں۔

”حضرت فردوس مکان سپہرستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین مہینے پہلے سلام پانچ سات لکھتے تھے اور فردا فردا میرے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ فراہم ہو چلتے تو محرم سے دو چار دن پہلے میں اصلاح دے کر بھیج دیا کرتا تھا۔ اب کے برس ایک ہی سلام بھیجنے پائے بس۔ آج وہ سلام اس مراد سے حضور میں بھیجتا ہوں کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان میں شامل ہو جائے۔“ ۱

ناظم نے غالب کی اس اسناد کا کوہ اب انہیں خدمت اصلاح سے معاف رکھا جائے منظور کر کے اپنا کلام التیر لکھنوی کے پاس بھیجنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا ثبوت ناظم کے ایک فرمان مورخہ ۲۳ راتو بر ۱۸۶۳ء سے ملتا ہے۔ ۲

امیر مینائی ہے مشورہ سخن کا ذکر سب سے پہلے امیر اللغات میں ملتا ہے جس میں امیر مینائی نے دعویٰ کیا ہے کہ ناظم مجھ سے بھی مشورہ سخن فرماتے تھے۔ یہ روایت امیر مینائی سے متعلق دوسری کتابوں میں منتقل ہوئی رہی۔ نجم الغنی خاں نے بھی اسی کو صحیح مان لیا ہے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امیر مینائی کا استاد ناظم ہونا امر واقعہ تھا تو کچھ انھوں نے اس کا ذکر انتخاب یادگار میں کیوں نہ کیا اور امیر اللغات میں کیوں کیا جو نواب کلہ علی خاں کے انتقال کے بعد شائع ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا عرسٹی اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں

”نواب ناظم نے امیر مینائی سے اصلاح لی، اسے امیر نے
 ناظم ہی نہیں خلد آشیاں کے بھی فوت ہو جانے کے بعد
 لکھا ہے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ واقعہ آنا صاف
 نہ تھا کہ وہ ناظم یا ان کے بیٹے کے خلاف استیجاب یادگار
 میں اپنی استاد کا ذکر کرتے۔ رہا نجم الغنی خاں کا
 ”مشورہ سخن“ تو اس کی بنیاد امیر اللغات ہی کے دیباچے
 پر ہے۔ گویا یہ نجم الغنی خاں کا ذاتی علم نہیں، امیر کے
 بیان کا دہرانا ہے۔“

چونکہ امیر مینائی سے مشورہ سخن کا کوئی پختہ ثبوت نہیں ملتا اس لیے یہ بات
 یقین سے نہیں کہی جاسکتی۔

تلامذہ :-

تذکرہ میں ناظم کے مندرجہ ذیل تین شاگردوں کا ذکر ملتا ہے
 صہب زادہ محمد مہدی علی خاں تحفہ تخلص ابتداء شاعری میں ناظم کے شاگرد
 ہوئے تھے بعد میں احمد علی رستاسے بھی استفادہ کیا۔ عمر کل ۷۴ سال ہوئی۔ ۱۲۸۹ھ
 میں انتقال کیا۔ غزلیات کے چند شعر درج ہیں۔
 وہ گرمی نظر سے پسینے سے تر ہوئے میں غرق ہو گیا عرق الفوال سے

جائیں ایس کو لوگ، مگر ہم ہے مجھے اک اک سے پوچھتا ہوں ارادے کہاں کے ہیں

ہم کو فنا کے بعد ملی منزل بقا جب بے وطن ہوئے تو مسیر وطن ہوا

صہب زادہ سعید اللہ خاں آلم تخلص نے بھی ناظم سے شہرہ سخن میں مشہور کیا ہے۔ خوش فکر اور خوش مذاق شاعر تھے۔ استاد کی خوش مذاقی سے اور بھی مشہور ہوئے۔ عمر صرف ۳۶ سال ہوئی اور ۱۲۸۲ھ میں انتقال کیا۔

ناظم کے سب سے مشہور شیاگرد زکریا شاہ نظام تھے^۱۔ یہ ریاست کے سواروں میں ملازم تھے۔ نظام نے ناظم کے علاوہ شیخ علی بخش بیچار اور اپنے بھائی میاں احمد علی شاہ احمد تخلص سے بھی استفادہ کیا ہے^۲۔ ان کے چند شعر ملاحظہ ہوں

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھائے ہاتھ دیکھا جو مجھ کو جھوڑ دیے مسکرائے ہاتھ
دینادہ اس کا ساغرے یاد ہے نظام منہ پھیر کر ادھر کو ادھر کو بڑھائے ہاتھ

ناظم کی کہ پرستی علم و فن :-

اب تک حکومت جس طرح علم و ادب کی سرپرستی اور اہل علم حضرات کی قدردانی کر رہی تھی ناظم کے عہد حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد اس میں بہت ترقی ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب اردو شاعری کے دو پیرائے مرکز دہلی اور لکھنؤ دبیران ہو چکے تھے اور یہاں کے شعراء و کبریٰ ریاستوں کا رخ کر رہے تھے۔ ناظم نے اپنی دانشمندی، قدردانی فیاضی اور مردم شناسی سے شعرا کے اس منتشر شیرازے کو جن میں بڑے بڑے ارباب فن بھی شامل تھے اپنی جھوٹی سی ریاست میں جمع کر لیا۔ اس زمانے میں ریاست سے منسلک

۱۔ رام پور کا ماحول شہرہ سخن ص ۲۹ ^{نظام تخلص} "آزادانہ و حرم لکھتے ہیں۔" رضالہ بٹری رام پور میں نظام کے کچھ فلمی مسودات ہیں۔ ان میں ایک کاغذ ہے جس پر نظام نے لکھی ہے اپنی مہر کے نئی نمونے بنوائے ہیں۔۔۔۔۔ ان نمونوں میں مختلف طریقوں سے یہ عبارت تحریر ہے "سید محمد زکریا شاہ تخلص نظام" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام کا اصلی نام سید محمد زکریا شاہ تھا۔ ۲۔ انتخاب یادگار ۳۸۶

ہوئے والوں میں مفتی سعد اللہ مراد آبادی، مرزا غالب، اکبر لکھنوی، امیر مینائی، جلال لکھنوی، میر عوض علی عدیل ماہر فن خطاطی اور منشی ابناہر شاد استان گو کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان مشاہیر کی قدردانی کے لیے ریاست کی طرف سے وظیفہ مقرر تھے اس کے علاوہ تقریبات کے موقعوں اور ان حفرات کی شعری کوششوں پر ناظم انعامات اور خلعت سے بھی نوازتے رہتے تھے۔ ان میں سے انتر حفرات کو ریاست کے کاموں کی ذمہ داری بھی سونپ دی گئی تھی جس کی وجہ سے ان کی حیثیت صرف ریاست کے وظیفہ خوار کی نہیں بلکہ اہل رکن کی ہو گئی تھی۔

مرزا غالب کی دستگیری اور اعانت ناظم نے اس وقت کی جب وہ انگلینڈ کے معتبور تھے اور ان کی علاقہ طرف داری ناظم کے لیے مشکلات کا باعث بن سکتی تھی۔ ناظم ان سیاسی مصلحتوں کی پرواہ کیے بغیر غالب کو پہلے تو عطیات سے نوازتے رہے اور جب یہ عطیات غالب کے اخراجات کے لفیل نہ ہو سکے تو سوردیہ ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا جو ان کو تاحیات ملتا رہا۔ اسی طرح اکبر لکھنوی کے سلسلے میں امیر مینائی لکھتے ہیں

”عہد خباب نواب محمد یوسف علی خاں بہادر فردوس مکان
..... میں گھر بیٹھے وظیفہ خوار رہے۔“ ۱

وام پوریس داغ کی آمد کا سلسلہ بھی ناظم کے زمانے سے ہی شروع ہوتا ہے۔ ۲۔ پہلی مرتبہ

۱۔ انتخاب یادگار ص ۱۳

۲۔ داغ کی والدہ چھوٹی بیگم نے نواب شمس الدین (داغ کے والد) کے انتقال کے بعد حافظ تراب علی سے نکاح کر لیا تھا۔ چونکہ تراب علی نے داغ کو اپنی کمر پرستی میں نہیں لیا تھا اس لیے وہ اپنی خالہ عمدہ خانم کے ساتھ رہتے تھے۔ عمدہ خانم اور ناظم کے درمیان قیام دہلی کے زمانے سے رابطہ محبت قائم تھا۔ ۱۲۷۱ھ میں جب وہ رام پور آئیں تو داغ بھی ان کے ہمراہ تھے تراب علی کے انتقال کے بعد داغ کی والدہ مرزا فخر دلی عہد سلطنت مغلیہ کے نکاح میں آئیں (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جب وہ صغیر سنی کی حالت میں آئے تو ناظم نے نہ صرف ان کی تعلیم کا بندہ دلست کیا بلکہ اپنی
ریاستی ذمہ داریوں کے باوجود خود بھی ان کو سکندر نامہ پڑھایا۔ جب لال قلعے سے ان
کا تعلق منقطع ہو گیا تو ناظم نے ان کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا تھا
منیر شکوہ آبادی سے متعلق ایک بیان ذائقہ دل پذیر میں اس طرح درج ہے
”قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ جب منشی اسماعیل حسین منیر مرحوم
کی یہ غزل سنی سے

بہریاں سنی ہوئی ہیں شوالوں کے سامنے
اور یہ مقطع ملاحظہ فرمایا سے

جائیں کہاں منیر، نہیں کوئی قدر داں
شرمندہ ہیں ہم اپنے کمالوں کے سامنے
تو خود بھی اسی زمیں میں غزل لکھی اور اپنے مقطع میں فرمایا
ناظم، منیر آئے یہاں، ہم ہیں قدر داں
شرمندہ کیوں ہے اپنے کمالوں کے سامنے“ ۳
رام پور میں اس اجتماع کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دایان ریاست فنکاروں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) تو داغ ان کے ساتھ لال قلعے میں آگئے۔ مگر جب مرزا خسرو کا انتقال ہو گیا
تو داغ کو قلعے سے نکلنا پڑا۔ اسی زمانے میں ناظم نے ان کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ ۱۲۷۱ھ کے
بعد داغ رام پور آئے جاتے رہے۔ ۱۸۵۹ء میں داغ کی رام پور کی آمد کی تصدیق
مغایب غالب کے مکتوب نمبر ۱۲۶۱ سے ہوتی ہے۔

- ۱۔ بحوالہ ملب علی خاں خاں خاں۔ مفعول ”داغ“ مشمولہ داغ نمبر نگار ۱۹۵۳ء
- ۲۔ علی اصغر حسینی آزاد۔ ذائقہ دل پذیر صفحہ ۷۹

سے مساویانہ برتاؤ کرتے اور ان کو اپنا ملہ زم یا اپنے سے کم تر تصور نہ کرتے۔ اس طرح شاعر کی خود داری مجرد نہ ہونے پائی تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کی نازک مزاجیوں کو برداشت کرتے اور اگر ضرورت پڑتی تو اہل و عیال کی خبر گیری بھی کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ رام پور آئے وہ یہیں کے ہو رہے۔

رام پور میں اس زمانے میں شاعری کو بہت عروج حاصل ہوا۔ اب تک قائم اور شاگردان قائم کا اثر تھا مگر ناظم کی آمد کے بعد موئن اور غالب کے شاگردوں کے سبب عوام دہلوی رنگ سخن سے بھی روشناس ہوئے۔ شاگردان غالب اور موئن کے علاوہ ریاست میں امیر لکھنوی، امیر مینائی اور حلال لکھنوی بھی موجود تھے جو لکھنوی انداز کے پیرو تھے۔ ان مختلف معانیب کے شعرا کے یکجا ہونے سے شاعری میں دونوں جگہ کے عکس جلوہ من ہوئے۔ رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں

”نواب مہربان موصوف نے شعراے دہلی و لکھنؤ کو اپنے دربار

میں جمع کر کے اردو شاعری کو نئے جہنم پیدا کیا تھا۔ یعنی ان دونوں

لمرزدوں کو ملا کر ایک نئے طرز کی بنیاد ڈال تھی۔“ ۱

زبان کے اعتبار سے یہ تہ بلی پیدا ہوئی کہ نہ دہلی کی قدیم ترکیبیں اور الفاظ جو قدما کی یادگار تھیں رائج رہیں اور نہ لکھنؤ کی بے جا الفاظی اور لفظی رعایت لفظی کا استعمال ملتا ہے مگر اس سلیقے کے ساتھ کہ ابتداء میں پیدا ہونے پاتا۔ نئی نسل کے شعرا نے لکھنؤ کے لوازمات شعری کو برتا مگر دہلوی رکھ رکھاؤ کے ساتھ۔ شاعری کا یہ انداز جس کو رام بابو سکسینہ نے ”طرز نو“ کہا ہے عوام میں بہت مقبول ہوا۔ داغ اسی طرز نو کے باعث عوام میں مقبولیت حاصل کر رہے تھے۔ ان کے معاصروں میں امیر مینائی جیسا کہ عشق شاعر بھی شامل تھا انے بھی محسوس کر دیا تھا کہ اب قدیم لکھنوی طرز کا چراغ نہیں جل سکتا اس لیے اسی طرز کو اپنایا۔ امیر مینائی کے دوسرے دیوان ”صنم خانہ“ عشق جو داغ کے رنگ میں ہے اور حلال لکھنوی کی شاعری میں اس اتباع کی شاہیں مل جاتی ہیں

کلام ناظم کا جائزہ :-

ناظم کی شاعری مومن اور غالب کے کامیاب تتبع اور خود ان کی انفرادیت کا بہترین نمونہ ہے۔ ان کا کلام فکر کے اعتبار سے مومن سے قریب ہے لیکن زبان و بیان میں غالب کا اثر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے صدم میں لکھنؤ کے اثرات بھی ملتے ہیں مگر آپس آپس۔ لیکن ناظم کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اپنی انفرادیت کو آپس بھی مجروح نہ ہونے دیا اور ان کی شخصیت ہر رنگ میں اپنی جلوہ نمائی کرتی رہی۔

دہلی میں جب انہوں نے شاعری شروع کی تو مومن کے شاگرد ہوئے اور جیسا کہ نثر شدہ صفحات میں ذکر آچکا ہے انہوں نے اپنی کئی غزلوں کے لیے مومن کی زمینیوں کا ہی انتخاب کیا اور بڑی کامیابی سے ان کو برتا۔

تغزل کے اجزائے ترکیبی میں طنز بھی شامل ہے جس کے استعمال کے لیے ذہانت و طبع اور قدرتِ زبان ضروری ہے۔ مومن نے اپنے اشعار میں اس کا استعمال بڑی کامیابی سے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

غیر ہے بے وفایہ بزم تو کہو ہے ارادہ نباہ کا کلب تک

یا -

رحم کر خضم جان غیر نہ ہو سب کا دل ایک سا نہیں ہوتا

اور بے شمار اشعار اس انداز کے مل جائیں گے۔ ناظم نے بھی اس کو اپنے شعروں میں خوب برتا ہے۔ دوست خاموش بیٹھا ہے۔ ناظم شکوہ بے جا کر کے اسے اشتعال دلاتے ہیں تاکہ لفظوں کا سلسلہ قائم ہو سکے۔ کہتے ہیں

دوست چپ بیٹھا ہے آؤ شکوہ بیجا کریں اس بیان سے دہ گرم لفظوں ہو جائے گا

دوست سے امید و فایہ کتنا زبردست طنز ہے

اس سے ہے امید وفا وادادہ
خیر ہے ناظم کہیں کیا ہو گیا
رقیب و دسیاہ جسے بچے ہرے کی فکر ہی نہیں قابل تقلید ہے۔ اُنہر اس سے دل کا مبادلہ کر لیں
تو نہ پاس وفا کا خیال آئے گا اور نہ وفا کے صلے میں درد و غم کے تحفے ملیں گے۔ کہتے ہیں
نزد در شک رہے گمانہ رنج پاس وفا
عدو سے کیجو ناظم مبادلہ دل کا
ایک قطعہ ہے

انگیا سے دیکھ کر تیرا ربط
دل میرا جو بے قرار ہو گا
جانبیٹھوں گا در پیرا در کے میں
کیا یہ بھی نہ ناگوار ہو گا
چند شعرا در —

ہر سجدے پہ اک سلام کیجیے
میں بندہ ہوں پر نہیں خدا آپ
سیح کہتے ہو سیح ہے کہ زمانہ نہیں اچھا
بیر بہ روشنی کا یہ بیانا نہیں اچھا
میں اور چاہوں غیر کو، پیر چاہتا ہوں یہ
بہنچے یہ چیر چاکان میں ان کے کسی طرح
لو آگیا ہوں میں، مجھے دو جو جواب ہو
ناحق الجھ رہے ہیں سرے نامہ ہر سے آپ
ایک غزل جس کا مطلع ہے
آج ان سے بھر احوال دل زار کہوں گا
کھتے ہوئے ڈرتا ہوں یہ ناچار کہوں گا
میں شروع سے آخر تک یہی انداز ہے۔

مومن کی مذرت ادا کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اپنا مطلب اس طرح پیش کرتے ہیں کہ
مخاطب اس میں اپنا فائدہ تقویر کرتا ہے۔ چنانچہ احمد بہ الونی نے مومن کی اس خصوصیت کو ”مکر شاعرانہ“
کا نام دیا ہے۔ اس شعر میں کس خوبی سے ترغیب وصل دیتے ہیں

منظور ہو تو وصل سے بہر ستم نہیں
اتنا رہا ہوں دور کہ ہجر اں کا غم نہیں
چاہتے ہیں کہ دوست رقیب کی طرف نہ دیکھو۔ اُنہر صاف طور سے منع کرتے تو وہ کیوں ماننا اس لیے
بہ پیرا یہ اختیار کرتے ہیں
ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا
جادو بکھرا ہوا ہے مہتاری نقاہ میں

ناظم نے بھی دوست کو بے پردہ دیکھنے کے لیے کیا ترکیب پیش کی ہے
 ہم سے رہے حجاب بلائے، ہوا تو آئے چٹن کو جھوٹ دیکھو بے پردہ اٹھائیے
 تقریباً یہی مفہون دوسرے شعر میں اس طرح ادا کرتے ہیں
 ہے لڑائی اب تو آؤ سامنے صلح میں ہم سے بہت پردا کیا
 اور چند شعر ملاحظہ ہوں
 اک منز الیبتہ ملتا ہے سودہ کچی مشترک بوسہ کیا شے ہے کہ جس کے دینے میں کٹار ہو

عبث ہے خوف شکایت، بس آگے مل جاؤ رہے ہیں یاد ستمہارے بے شمار کسے
 منز بہ ہر اں مومن کا نیرہ نشین "ناظم کے یہاں بھی الجھن آ رہی ہے۔ مومن کہتے ہیں
 ہر بے پردہ نشین میں مرتے ہیں زندگی بے پردہ در نہ ہو جائے
 ناظم کا شعر ہے

جان دی مفت غم بے پردہ نشین میں ناظم ہائے نادان، کہاں جی کو لگایا تو نے
 ناظم ابھی فن کے پورے مدارج طے بھی نہ کر پائے تھے کہ مومن کا انتقال ہو گیا اور
 غالب استاد مقرر ہوئے۔ صرہً غالب کے استاد ہونے کے ساتھ ہی ناظم نے اپنی شاعری
 کے انداز میں تبدیلی کی جس کا اعتراف کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں
 استاد نے راہیں مجھے بتلائی ہیں ناظم اب اور ہی انداز کے اشعار کہوں گا
 خیال ہوتا ہے کہ غالب نے شاعری کے متعلق جو نکتے ان کے ذہن نشین کرائے تھے ناظم نے پوری
 دیانت داری کے ساتھ ان کو اس طرح اپنے اشعار میں استعمال کیا کہ کلام غالب سے مماثل
 ہو گیا۔ لیکن فکر کے اعتبار سے دونوں میں جو فاصلہ تقادیر نہ ہو سکا۔ غالب کا فلسفیانہ تخیل،
 حکیمانہ انداز، محرومی سے پیدا شدہ گہرا اور لائق کار جاہل ذوق ناظم کے یہاں نہیں
 ملتا۔ اس کے برخلاف ناظم کے یہاں رجائیت، انبساط، کرمستی اور رنگینی ملتی ہے۔ اس
 لغات کی بنیاد دیوبند دونوں کے حالات تھے جس نے ذہنوں کو متاثر کیا۔ غالب صوفی تھے

نہ فلسفی مگر اقتصادی بہ حالی اور سیاسی ابتری سے پیدا شدہ محرومی نے زندگی اور اس کے مسائل پر گہری مفکرانہ نظر ڈالنے پر مجبور کیا تھا۔ بہر خلاف اس کے ناظم ایک مطلق العنان رئیس تھے جس کے پاس اپنے ہر جذبہ اور خواہش کی نگین کے سامان موجود تھے اس لیے وہ اس جذبہ محرومی سے قطعی نا آشنا تھے جس نے غالب کی نظر میں گہرائی پیدا کی۔ اگر ناظم ایک معمولی حیثیت کے انسان ہوتے اور زندگی کی سختیاں جھیلنے یا پھر نواب ہو کر ان دشواریوں سے گزرتے جن سے بہادر شاہ ظفر کو نذرنا پڑا تھا تو ان کی شاعری میں گہرا جذبہ پیدا ہوتا اور وہ یقیناً مفاد ل کے شاعر ہوتے۔ وہ خود کہتے ہیں

فروغ اہل سخن سوزِ غم سے ہے ناظم جلے جو نخل تو ہیں اس کے برگ و بار جہراغ
ناظم کے مذہبی اعتقادات بھی رنگینی و اسنباط کے معادن تھے۔ وہ امامیہ مذہب کو ماننے تھے جس میں لقوف کا نذر نہیں اور متعدد کی اجازت کے غلط استعمال نے عیش و عشرت کے دروازے کھول دیے تھے۔ اس عقیدے کے ساتھ اگر دولت اور مطلق العنانی بھی ہو تو کبیر صبر، تناعت اور استغناء کی گنجائش کہاں۔ یہی وجہ ہے کہ حسن و عشق کی چھپر جھاڑ، محبوب سے نوک جھونک، شوخی، طنز اور زبان سے بات میں لطف پیدا کرنا ناظم کے کلام کی خصوصیات بن گئیں۔ لیکن اس بنیادی فرق کے باوجود ان اشعار میں زبان و بیان کے اعتبار سے غالب کے اشعار کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ مثلاً

بھیر حال کچھ اپنا مجھے اچھا نظر آیا مدت میں بت آئینہ سیمایا نظر آیا
کس کس کا کروں رشک کہ اس راہ لڑ میں ہر ذرہ مجھے دیدہ بینا نظر آیا

عشق دریاے معاشی مجھے رہنے دکھ میں دامن ترکو نچوڑوں گا تو طوفاں ہوگا
دم بخور ہر مناسب پیروں صبط لرزنگ ورنہ آغشتہ خوں مائے کاغذ ہوا

یہ عیاشی کا خباڑہ ہیں اگلا ہرگز سب کھڑے کبیراں باری غم دیکھتے ہیں

کعبہ سے سبز ہاتھ ترے در کو چلا قبلہ مجھے قبلہ نما ہو گیا
ہم نے اٹھایا ہے وہ بارگراں جس سے قد جبرخ دو تا ہو گیا

نامہ بر کھیلانہ پیغام زبانی سے مجھے لا اگر نامہ کوئی لایا ہے میرے نام کا
جس میں کھینس جاتا ہے یوں اڑتا ہو مرغ لگا روزن دیوار تیرا حلقہ ہے کس دام کا
ہم بھی نغمہ ناظم بادہ آشامیوں میں دیدہ پیرخوں پیالہ ہے مے گل نام کا
ان اشعار میں بت آئینہ سیماء، دیدہ بینا، دریاے معاصی، آغشتہ خوں، قبلہ نما، پیغام
زبانی، مرغ لگا، روزن دیوار، حلقہ دام، دیدہ پیرخوں اور گراں باری نغمہ ایسی ترکیبیں ہیں جو
غالب کے یہاں کثرت سے استعمال ہوئی ہیں۔ ان ترکیب کے علاوہ کہیں کہیں غالب کے خیالات
کا عکس بھی ملتا ہے۔ غالب منظور حلاج کے واقعے کی طرف اشارہ کرتے کہتے ہیں
قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا، لیکن ہم کو تقلید تنگ ظریفی منظور نہیں
ناظم کے یہاں بھی یہ معنوں ملتا ہے مگر غالب سے بہتر شکل میں یعنی منظور کی تحقیر سے ناظم
نے اجتناب کیا ہے۔

اے لوانج انا الحق، تراد محوی حق ہے میر نہیں شان ادب قطرے کو دریا کہنا
غالب فرہاد کی نیک نامی کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں عشق و مزدوری عشرت گدہ خسرو، کیا خوب
ناظم بھی فرہاد کو ہو کس پیشہ کے نام سے یاد کرتے ہیں ہم کو تسلیم نگو نامی فرہاد نہیں
فرہاد ہو کس پیشہ نے بھی دی تو سہی جان میر شیوہ ارباب و ناد رہی کچھ ہے
غالب کو یقین ہے کہ نغمہ عشق سے نجات ممکن ہے مگر نغمہ روزگار سے نہیں بچا جاسکتا
وہ کہتے ہیں کہ

نغمہ اگر دہیاں گسل ہے، یہ بچیس کہاں کہ دل ہے نغمہ عشق گرنہ ہوتا نغمہ روزگار ہوتا
ناظم اسی معنوں کو اس طرح کہتے ہیں کہ

شکلی طرح پر خم سے گرج پائی نجات کشاکش ستم دزدگار باقی ہے
غالب اکثر فارسی مصداق کالغوی ترجمہ اردو میں کر دیتے تھے مثلاً عام اردو محاورہ
برہم کرنا ہے مگر غالب نے برہم زدن کا اردو میں ترجمہ برہم مارنا کیا ہے۔ ناظم کے نام ایک
خط میں لکھتے ہیں۔

”مانا کہ کوئی خیر خواہی نہیں کی جو نئے انعام کا مستحق ہوں
لیکن کوئی بے وفائی بھی سرزد نہیں ہوئی جو دستور قدیم کو
برہم مارے۔“

ناظم بھی ایک شعر میں کہتے ہیں کہ

ایسا کیا آساں ہے اس عالم کا برہم مارنا وہ خرام ناز بھی ہو گا قیامت کا شریک
ایک دوسرے مقام پر قبا کر دین کا ترجمہ قبا کرنا استعمال کیا ہے کہ

جامہ زبیدی یہ قبا بھول قبا کرتے تھے

غالب کی شوخی اندیشہ کی جھلک بھی ناظم کے کلام میں دیکھیے کہ

رخصت عمرض حال کیا مانگوں کہ نہ بیٹھیں کہیں کہ رخصت ہو

دیکھنا شوخی کہ میرا پوچھتے پھرتے ہیں گھر سن لیا ہے یہ کہ اک کو کچھ نہیں گھر سے نرض

سچے ہیں اپنے وعدے کے، آئے وہ خواب میں ناظم مجھ کو نیند نہ آئی تمام رات

وہ گھر کو دیکھنے آئے ہیں ناظم میں کیوں بیٹھا رہا نہ گھر لٹا کر

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ناظم کی ایک مضفر شخصیت بھی ہے جو اشعار میں جمالی پڑتی

ہے۔ ان کی انفرادیت کا ذکر کرتے ہوئے ذکا صہ یعنی لکھتے ہیں

”تاکدہ ہے کہ جب استاد علم و فضل یا شہرت و نام وری میں

غیر معمولی مقام رکھتا ہو تو شاگرد کے پاس اس کے علاوہ

اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ بھی اس کے قول و فعل کی
پیروی کرنے لگے۔ ناظم نے بھی یہ کیا اور پھر یہ بھی کہ اس کے باوجود
اپنی انفرادیت برقرار رکھی..... ناظم نواب بھی تھے، شاعر
بھی تھے اور عاشق بھی۔ مومن اور غالب شاعر اور عاشق
تو تھے مگر نواب نہیں تھے۔ بس ہیں سے ناظم کی انفرادیت
نمایاں ہوتی ہے۔ جب ناظم کہتے ہیں کہ

وفا شعاری ناظم یقین نہیں نہ سہی
یہ کون شخص ہے اک کا بھی کچھ خیال نہیں
تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ جو شخص بھی ہے عاشق اور وفا شعار
ہونے کے باوجود اپنی نوابی کو نہیں بھولا۔ ۱

ناظم کے پورے دیوان میں جگہ جگہ ایسے اشعار بکھرے ہوئے ہیں جن سے نوابی ماحول، حکومت
اور سماجی برتری کے احساس کا اظہار ہوتا ہے۔ جہاں شاعر نے بار بار اپنی حسرت اور
طاقت کا احساس دلایا ہے اور اپنے مرتبہ کو سامنے لایا ہے۔ مثلاً

آخر کو قطرہ قطرہ ٹپکنے لگے کہ شد	مستطوں میں زرد مول ہو اشد سال کا
ترے گروں آئے ناظم، توبہ اضطراب کیا	کوئی بادشاہ آیا، کوئی شہر بار آیا
غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم نہ	میں جو جاتا ہوں تو کہتا ہے نواب آئے ہیں
اپنے گھر جبر سے ان کو نہ بلاد ناظم	بندہ عشق ہوئے عم تو حکومت کیسی
وہ اٹھے محفل سے ناظم مجھ کو آنا دیکھ کر	اور میں سمجھا کہ اٹھتے ہیں مری تعظیم کو
وہ خجل اپنی خفاؤں پہ ہے، میں خوش ہوں کہ میں	ہوں کچھ الیسا ہی کہ کرتا ہے مرا یار لحاظ
ماصدوں کے کہیں انعام میں بٹ جائے نہ ملک	جلد جلد اب مرے ناموں کے جواب آتے ہیں

شعر کا چرچا ہے ادب شاعری قدر
جبر سے پس نے لیا ہے ان کو مہماں آج کل
ناظم یہ انتظام، رعایت ہے نام کی
نہ کیوں کر خوش ہوا، املک ناظم
خوش ہوئے ناظم کے ہم دربار سے
بن رہا ہے گھر مہ کنعاں کا زندہ آنج کل
میں مبتلا نہیں ہوکس ملک و مال کا
مرے آسائش جاں کا ہے سہرا
سر شک کے قطرہ قطرہ پیلے ہر حصول
مہمان کر نے کا خیال، دربار میں شعر و سخن کے چیرچے کا احساس، قاصدوں کے انعام میں ملک بانٹ
دینے کا خیال، دست کا ان کے صرہ کا لفظ کرنا الیہ مضامین ہیں جن کی طرف کسی مطلق العنان
رئیس ہی کا خیال جاسکتا ہے۔ اس طرح کے بہت سے اشعار دیوان سے تلاش کیے جاسکتے ہیں
تاہم اس جاہ و چشم اور نوابی انداز کے علاوہ ناظم کے اشعار میں بے تکلف، غیر رسمی
فطری لہجہ بھی ملتا ہے جس میں شوخی اور ظریف الطبعی کے عناصر ہیں۔ مثلاً

ہے طلب کی یہی ادش ورنہ
وہ گھبرا ئے سمجھ کر حلقہ دام
رفت عرصہ حال کیا مانگوں
سب ہمراہ کی جب سکر ہی نہیں
ہے ناؤں نلکے کے مقابل خدنگ آہ
اَل مَرَا اَلْبَتَّہ ملتا ہے سودہ بھی مشترک
دیکھنا شوخی کہ میرا بوجھتے پھرتے ہیں گھر
سیجے ہیں اپنے دل کے آئے وہ خواب میں
بھوڑ ڈالنا تو کیا فریاد کی اس میں غود
لی محسب نے گھر کی تلاشی تو لیا ہوا
غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم
ناظم کے عہد تک "لقوف ہرے" شعر گفتن خوب است کے مقولے پر عمل ہوتا تھا
ایک بوسے میں کیا کھلا ہوگا
میں کٹر مہذہ ہوا اُنکھیں کجیا کر
کہ نہ بیٹھیں لیں نہ رخصت ہو
بوجھتے کیوں کہ کیا بجا ہو گا
اب میرا دار و در تیرا دار ہو چکا
بوسہ کیا شے ہے کہ جس کے دینے میں تکرار ہو
جانتے ہیں یہ کہ مجھ کو کچھ نہیں گھر سے غرض
ناظم مجھی کو سہزادہ آئی تمام رات
بے مزہ نہ تھی زندگی، مرنا تو ادا ہو گیا
تعلہ سبوتے کہنہ میں سر کہ کھرا ہوا
میں جو جاتا ہوں تو لہتا ہے نواب آتے ہیں
ناظم کے عہد تک "لقوف ہرے" شعر گفتن خوب است کے مقولے پر عمل ہوتا تھا

اور لقوف اور عشق شاعر کی بہت بڑے محرک تھے۔ لقوف اس زمانے کی تہذیب بھی تھا اور مزاج بھی۔ اس وجہ سے غیر صوفی شعرا جو لقوف سے دور کا بھی علاقہ نہیں رکھتے تھے لقوف کی اصطلاحوں کو شاعری میں استعمال کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ میکس ابراہادی لقوف عشق کی بابت لکھتے ہیں

”صوفیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حسن ازل کو جمال دیکھنے کی خواہش

پیدا ہوئی۔ اس خود بینی کے لیے اُس بندہ ضروری تھا اس لیے یہ

کائنات ظہور میں آئی جو جمال مطلق کا اُس بندہ ہے اور جس میں

اس کا عکس نمایاں ہے۔ یہ عالم اس کے حسن کا مظہر ہے۔ یہی

شوق ظہور ہے جسے محبت کہتے ہیں جو اصل کائنات ہے۔“ ۱

صوفیاء کا منتہا ہے نظر شاہد حقیقی ہوتا ہے جس تک رسائی کے لئے وہ کسی امر کو منظر بنانا

ہے۔ چونکہ امر میں وصل ایسی کے امکانات نہیں ہوتے اس لیے روح کی تڑپ اس کو مظہر کی

رسمائی میں غم نہیں ہونے دیتی بلکہ اس وقت تک بے قرار رکھتی ہے جب تک وہ منزل حقیقی

کو نہ پالے۔

اس طرح صوفیوں نے عشق کا ایک وسیع اور ہمہ گیر تصور دیا جو نہ صرف

تزکیہ نفس بلکہ دل کی وسعت اور اخلاق کی بلندی کی دلیل گردانا گیا۔ چونکہ شاعری کا روح

عام تھا اس لیے روح کی اس تڑپ اور ہجر کا اظہار شعروں میں بھی ہوا اور شاعری عشق

مجازی کی واردات سے بلند ہو کر عشق حقیقی کے جذبات کی ترجمان بنی۔ لیکن ناظم نے اپنے

زمانے کی روش کے خلاف چل کر لقوف کا سہارا نہیں لیا۔ بظاہر تو ان کی یہ جبرأت قابلِ داد ہے

مگر اس سے ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ وہ عشق کا کوئی بہت ارفع و اعلیٰ تصور نہ پیش کر سکے اور

ان کا تصور عشق مجاز کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا۔

ناظم کی شاعری عشق مجازی کی واردات کی داستان ہے اور ان کا محبوب اسی دنیا کا فرد ہے جس کے ہجر میں وہ بے چین رہتے ہیں مگر جب وصل نصیب ہوتا ہے تو تاب لا ناشکل معلوم ہوتا ہے وصل ہے عمر فرزا، کاش نہ ہوں شادی کرگ

یا

ساحل پہ آگے لگتی ہے ٹکڑے سفینے کو ہجر میں ہے سوا دل کی احتیاط
محبوب جب غمزد نیاز سے راہ پر ہیں آتا تو دامن کو حریفانہ کھینچنے سے بھی باز نہیں آتے
حشر کو کھینچوں ترا دامن، کھلا دیکھوں کہ تو واں بھی جھپٹلا کر کہے "یوسف علی خاں جھوڑ دے"
اردو غزل پر ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں عاشق تو اپنی داستان ہجر بیان کرتا ہے مگر معشوق اس کے لیے کس انداز میں سوچتا ہے اور اس کا کیا رد و یہ نگاہ ہے اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہندی شاعری نے اس کمی کو کسی حد تک پورا کیا ہے لیکن ناظم کے یہاں یہ کوشش بھی ملتی ہے۔ وہ ایک غزل میں معشوق کے نقطہ نظر کو اپنی زبان میں پیش کرتے ہیں۔ چند شعر

مسلطہ ہوں سے میں نے کہا کہ دعوی الفت مگر غلط
تاثر آہ و زاری شب ہائے تار جھوٹ
بوس و نثار کے لیے یہ سب فریب ہیں
لو صوب آفتاب کہاں اور ہم کہاں
مسٹی میں کیا دھری تھی کہ چیلے بے پڑی
یو جھو تو کوئی مہرے بھی نہ رہتا ہے کچھ کھلم
ہم یو جھتے کھیریں کہ خبازہ کہہ کر گیا
یہ کچھ سنا جواب میں ناظم، ستم کیا
ناظم نے تشبیہات کے استعمال میں بڑی نازک خیالی سے کام لیا ہے اور انہی بڑے

اجھوٹے معنوں کا لے ہیں۔ مثلاً

مگر ترشح اب رہا سمجھے ہو
 ماہِ دو ہفتہ دیدنِ شب زندہ دار ہے
 مہ و خورکار در یوزن ہیں اور چیز خ سائل ہے
 تو ہی جانے گا اگر ہاتھ لگایا تو نے
 ساغر بادہ حیرانِ شب تنہائی ہے
 کہ مہ پر حیار با ہے ابر اور آخر برکتے ہیں
 پیدا ہوئے ہیں گل کی جگہ اس شجر میں داغ
 سنگ مہر صفت ہر ف پلھلتے دیکھا
 نفس کو مانتے ہیں گردِ کاروانِ فراق
 نہیں ہے داغ، یہ ہے شمع و دمانِ فراق

بھلی بھتیں مہرے رونے پہ مے کشی سوجھی
 کس مہر و ش کا آج اسے انتہا ہے
 جو مانگے روزِ شب خود بھیک اس سے کوئی کیلگا
 رشتہ تسخِ فروزاں ہے مری نبضِ طبیب
 عیش کی بھر میں بھی خویش جیفتی ناظم
 برق ان کا نقاب رخ سے جب ٹپکا تو سمجھو
 نخل و فامیں دیکھیے اُتا ہے کیا مگر
 اف دے کوزِ دل عاشق کہ لمحہ پر اس کی
 فغاں کو جانتے ہیں ہم در الہ وادی غم
 نہیں ہے اشک پہ ہے نور دیدنِ ہیراں

دربار میں لکھنوی شہزادے سے متاثر ہو کر ناظم نے رعایتِ لفظی کا استعمال بھی کیا ہے۔ یہ

خصوصیت اسی وقت حسنِ کلام بنتی ہے جب اسے احتیاط سے استعمال کیا جائے اور رعایت کے لیے
 ایسے الفاظ کا انتخاب ہو جن سے لطیف معنی پیدا ہوتے ہوں ورنہ کلام مبتذل ہو جاتا ہے اور ہنر
 عیب میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ناظم کے کلام میں بہت سے شہزادے مل جائیں گے جہاں اس رعایت
 کو استعمال کیا مگر اس خوبی کے ساتھ کہ کلام ابتذال سے پاک رہا۔ مثلاً

چلے وہ بیڑیاں میری بڑھا کر
 کیوں کر کیا رقیب کو بے امتحاں لہند
 اک پردہ بھانہ آنے کا وہ بھی اٹھا لیا
 ہو گزشتہ مہر کا غم
 ہم جہاں کھوئے گئے ہے وہی پانا پیرا

اکیری میں بوقتِ نزع آ کر
 جیتا ہے اور تم اسے کہتے ہو جاں نثار
 بے پردہ آ کے کل جمعہ صوات دکھا لیا
 گھر لکھوں اپنی اکیری کے وقائع کو تلب
 تیری لقمہ کا خا کہ ہے سہارا مٹنا

ناظم فطرتاً عاشقِ مزاج واقع ہوئے تھے اس لیے محبوب سے جھڑپ جھگڑا، نوک جھونک
 اور طنز یہ انداز اکثر اشعار میں ملتا ہے بلکہ دو ایک مسلسل غزلیں واسوخت کا رنگ لیے ہوئے

ہیں۔ ان غزلوں سے قطع نظر ان کے دیوان میں پانچ واسوخت بھی شامل ہیں جن میں انہوں نے
محبوب سے جلی کٹی کبہ کرا د، طعنے دے کر اپنے دل کی کھڑاس نکالی ہے۔ ناظم محبوب کی
بے وفائی سے تنگ آکر دوسری جگہ دل لگانے کا انتظام کرتے ہیں تاکہ محشوق گھبرا کر پھر التفات
برتنے لگے۔ ناظم اس حربے کو استعمال کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ان کی مراد پوری
ہو جاتی ہے

ناظم کے دو واسوخت ترقصہ عشق سے ہی شروع ہوتے ہیں لیکن تیس واسوخت
ابتداء میں صبر کی مشروبات سے محال ہیں جن کی ابتدا عشق کی ملامت اور اس کے ہمہ گیر اثرات
سے ہوتی ہے دوسرے واسوخت کا ابتداء اس طرح ہوتی ہے

عشق سا کوئی زمانے میں دل آزار نہیں یہ وہ ظالم ہے ترحم جیسے زہار نہیں
کس گھلے پیر بہ دم خنجر خونخوار نہیں خونفشان میں کہیں بند بہ تلوار نہیں
ڈھیر لاشوں کے لگائے کمر مہیاں کیا کیا
بے گناہوں سے بکولے نیچ سہیدیاں کیا کیا

اسی واسوخت میں اگے لکھتے ہیں

الفرغ عشق نے کیا کیا ستم ایجاد کیے گھر جو آباد تھے ہر سوں سے وہ برباد کیے
جا بجا کر پہ رواں ارہ بے داد کیے سو گھلے وقف دم خنجر فولاد کیے
خانہ برباد ہوئے بے کمر و سلاں کتنے
دست و حشمت نے کیے چاک گریباں کتنے

ایک دوسرے واسوخت کی ابتدا بھی عشق کے بیان سے ہوتی ہے۔ چند بندہ ملا دھڑوں
عشق ہی عشق ہے کچھ لوگوں کے بہ لٹا ہے جو رنگ عشق ہی عشق ہے جس سے کہ دل غنی ہو رنگ
عشق ہی عشق جو ہے سنیتہ دل کے لیے رنگ عشق ہی عشق ہے کہتے ہیں جیسے قید فرنگ

مرغ بو گل میں کہ صیاد کے بس میں ببل
گل میں گل میں گزرتا، قفس میں ببل

دوسرا بندہ اکی طرح ہے

ہم سے پوچھو کہ ہیں ہم میلش مینانہ عشق
اپنی مٹی میں ہے شامل کُل پیمانہ عشق
سیکڑوں یادیں نذر آئے ہوئے افسانہ عشق
دیکھتے ہیں بو قلموں جلوئے مستانہ عشق

سارے حالات جہاں پیش نظر آتے ہیں

جامِ جمِ دل ہے زمانے کی خبر آتے ہیں

یا نچواں واسوخت بھی عشق کے ذکر ہی سے شروع ہوتا ہے۔

دیوان میں ایک مثنوی بھی شامل ہے جو سفرِ کھلتہ کے سلسلے میں ہے اور ملکِ تفرقہ انداز کے ذکر سے شروع ہوئی ہے جس نے سفر کے سرِ حلے کو درپیش کر کے محفلِ عیش و نشاط کو درہم برہم کر دیا۔ جدائی کے خیال سے ہی جو اضطراب و بے چینی محبوب کو ہوتی ہے اس کا ذکر تفضیل سے ملتا ہے جو بظاہر کسی قصہ کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے جس طرح سفر اپنی پہلی منزل ہی میں ختم ہو جاتا ہے اسی طرح مثنوی بھی اپنی ابتدا میں ہی ختم ہو جاتی ہے اور کسی واقعے یا قصے کے بیان کر نے کی نوبت نہیں آتی۔

علاوہ واسوخت اور مثنوی کے دیوان میں سلام، سہرے، محسن اور رباعیات بھی ہیں۔ رباعیات تعداد میں ۳۸ ہیں جن میں مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کی گئی ہے مگر زیادہ تعداد ایسی رباعیات کی ہے جن میں کسی مذہبی خیال کو پیش کیا گیا ہے۔

ناظم نے صہب زادہ حیدر علی خاں کی شادی کے سلسلے میں سہرے بھی لکھے ہیں ان میں ایک سہرا ۹ اشعار کا ہے اور لفظِ دو سہرے سات اشعار کے ہیں ان میں غزلوں کی مضمون آفرینی نہیں ہے بلکہ خوشی و خرمی کا احساس بہت سادے الفاظ میں ملتا ہے سلام تعداد میں ۲۱ ہیں۔ چونکہ ناظم مذہباً شیعہ تھے اس لیے زیادہ تر سلام شہیدانِ کربلا کی شان میں ہیں۔ ان میں اہم واقعات کربلا مثلاً حضرت امام حسین کے بھتیگوں پر پانی کا بندہ ہونا، حضرت عباس کی شہادت، خباب صغرا کی باپ سے جدائی، حضرت قاسم کی شہادت اور حضرت البرہہؓ کی شہادت کا بیان ملتا ہے۔

خمیسے صرف پانچ ہیں جن میں ایک کو چھوڑ کر جو فارسی غزل کی لہجہ میں ہے بقیہ سب میں
 ناظم نے اپنی ہی غزلیات کی لہجہ میں کی ہے۔ ضیاء احمد صاحب لہجہ کی خوبی یہ بتاتے ہیں کہ
 ”مصرعے اس طرح ایک دوسرے میں پیوست ہوں کہ ان میں
 اور اصل اشعار میں مشکل سے امتیاز ہو سکے۔“

ناظم کے خمیسے اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ مثالیں ملاحظہ ہوں
 ارطاردوں کیوں نہ جل کر دھجیاں اپنے گریباں کی خبر لیٹا نہیں وہ بیت لستلی خاک ہو میری
 کہاں اُعلیٰ میں نغم خوار ی کہاں اُعلیٰ سی دلسوزی وہ اب چھوٹے نہیں دیتا ہے اپنا مجھ کو دامن بھی
 کیا ہے آپ جس نے جیب میں میری ر فوہڑوں

دو کمرے خمیسے کا بہت مدد دہ ہے
 نہ کچھ تعلق، نہ کچھ مدارا، نہ کچھ کناہ، نہ کچھ اسادا ہمیں نہ ہو کس طرح سے سکنا، گریں نہ جینے سے ہوں زندا
 سوئے ہیں برعکس ہم سے ایسے کہ سنا بھی نہیں گوارا کہاں وہ دن اب کہ دیکھتے تھے وہ جاے آئینہ منہ ہمارا
 اب آئینہ بھی جو دیکھتے ہیں تو سافے سے ہمیں ہٹا کر

کیا کلامِ ناطمِ عطیہ غالب ہے ؟

ناظم ۱۸۵۷ء میں غالب کے شاگرد ہوئے اور ۱۸۶۱ء میں ان کا ایک ضخیم دیوان جو بہت سی ادبی خوبیوں کا حامل ہے شائع ہوا۔ ناطم کے اس اقرار کے باوجود کہ انہوں نے اب تک ایک مصرع بھی موزوں نہیں کیا چار پانچ سال کی قلیل مدت میں ایک بلند پایہ دیوان کا مرتب ہو جانا الیسا امر تھا جس نے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کیے۔ دیوانِ ناطم پر سب سے پہلا کڑی بری بیان غالب کے اس شعر کے سلسلے میں ملتا ہے ۔

خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا ہماری زندگی کیا اور ہم کیا

دیوانِ غالب کے حاشیہ میں مولانا کریم بخش کریم فرماتے ہیں

”یہ شعر دیباچہ ذوط منشی امیر احمد مرتبہ مولوی احسن اللہ ثاقب صفحہ ۱۲۰ کے حاشیے سے ماخوذ ہے۔ ثاقب نے نواب یوسف علی خاں ناطم کے بارے میں اپنے دیباچے میں لکھا ہے

”نواب صاحب کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کیا ہے مرزا صاحب کا دیکھا ہوا ہے۔ شادابی خیال، نوئے ترکیب، جرت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دل فریب کا زیور ہے دیوان نہیں معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہے۔ اس دیوان میں ایک بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اخلاق نہیں۔ خیال اچھوتا، زبان پاکیزہ، طرزِ ادا دل نشیں ہے، سخن کسرائی اور معنی آرائی کسرا دار صد ہزار آفریں ہے“

اس عبارت کے خاتمے پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔

”خاکسار کو جولائی ۱۹۰۸ء میں خواہیدگانِ نثریت گاہِ تقدس کی

توجہ اور

فرخندہ جہاں بے مثالی حمد و جادائی و اعلائی
بیرایہ صدق و مایہ فضل شمس العلماء جناب حالی

کا اشتیاق زیارت یانی پتے لیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ
ان کو سنار ہاتھ، جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ
نواب مصطفیٰ خاں شیفہ فرماتے ہیں کہ ایک روز مرزا غالب
مجھے یہ مطلع سنایا۔ میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ ”بھیا،
میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا۔“

چونکہ دیوان ناظم میں شعر مذکور نہیں پایا جاتا اس لیے میں نے
غالب کے نام پر لکھ دینا مناسب جانا اور یہاں اندراج کر لیا۔^۱
حالانکہ شعر مذکور دیوان ناظم میں موجود نہیں اور روایت بھی حالی کے قلم سے نہ ہونے
کی بنا پر غیر مستند ہے مگر کچھ بھی یہ شبہ لوگوں کے ذہنوں میں پروش پاتا رہا۔ کچھ عرصے بعد
سید باضی فرید آبادی نے بھی اسی شعر کا سہارا لے کر ایک صفحوں لکھا۔ وہ لکھتے ہیں۔
چنانچہ اس شعر کے متعلق بھی

خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا ہماری زندگی کیا اور ہم کیا
اس قسم کی روایتیں مشہور ہیں۔ یہاں تک کہ حالی مرحوم نے
کسی جگہ اسے غالب ہی کا بتایا ہے اور جب ان سے دریافت کیا
گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ”مجھے تو ایسا ہی یاد ہے“ حالانکہ سب
اسے ناظم سے منسوب کرتے ہیں اس اعتراف کے ساتھ کہ کہا
اسے غالب نے کہا مگر اپنے عالی رتبہ شاگرد کو دے دیا اور

اب ناظم ہی کا کہلے گا۔^۱

اسی معنوں میں آگے چل کر لکھتے ہیں

” ناظم کے اکثر اشعار کی نسبت ایسی خارجی شہادتیں مل سکتی ہیں کہ وہ (بقرائن متعدد) غالب کے ہیں۔ اور خارجی شہادت سے ہماری مراد وہ سیاق اور طرز انشا پر داری ہے جو خاص غالب کا آفریدہ اور ترتیب دادہ ہے۔ ان کی نادر ترکیبیں خیالات کی بلندی اور پیرایہ بیان کی دل کشی، تازگی وہ خصوصیات ہیں جو ان کے کلام کو سب سے علیحدہ اور نمایاں کر دیتی ہیں۔۔۔ اور یہی وہ خاص پہچان ہے اور رنگ ہے جس کی بنا پر ناظم کے اشعار دراصل ان کے استاد کے سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اور کوئی قطعی یا داخلی شہادت اس قسم کی میسر نہیں آ سکتی کہ فلاں اشعار خود مرزا نے لکھ کر انھیں دئے تھے یا فلاں پر اصلاحی حقیقت کیا تھا۔“^۲

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ہاشمی صاحب نے اپنے شکوک و شبہات کی بنیاد کسی قطعی یا داخلی شہادت کے میسر نہ آنے کی وجہ سے صرف خارجی شہادت، یعنی غالب کے انداز کا کامیاب تتبع، پر رکھی ہے۔ انھوں نے بہت سے ایسے اشعار جو معناً، لفظاً یا طرز بیان کے اعتبار سے غالب سے مشابہت رکھتے تھے یا جن سے ”غالبیت“ کی بڑی بڑی تھی پیش کیے ہیں۔ مگر اس انتخاب کے وقت انھوں نے یہ نظر انداز کر دیا کہ ناظم نے غالب کا بغور مطالعہ کیا تھا اور ان کی ارادی تقلید کی کوشش بھی کی تھی اور پھر ان کے یہ اشعار غالب

کی "اصلاحی صیقل" کے مدارج سے بھی گزر چکے ہیں۔ ناظم نے خود کہا ہے کہ
استاد نے دہا میں مجھے دکھلائی ہیں ناظم اب اور ہی انداز کے اشعار کہوں گا
یاں

اپنے استاد کے انداز پہ میرا ہے کلام مجھ کو ناظم ہو بس پیر دی تمیر ہیں
اس سلسلے کی تیسری کوشش "لقد غالب صریحاً مختار الدین آرزو میں سامنے
آئی ہے جس میں شیخ محمد اکرام نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "یہ کلام خوش" استاد نے کہہ کر
اپنے مرثیہ شاگرد کے حوالے کر دیا تھا اور اس طرح ناظم ان کے "شریک غالب" بن گئے تھے۔ وہ
اپنے معنوں میں رقم طراز ہیں

"نواب یوسف علی خاں دہلی رام پور مارچ ۱۸۱۶ء میں پیدا
ہوئے اور پچاس برس کی عمر تک پہنچے سے پہلے انتقال کر گئے
۱۸۵۷ء شروع میں جب ان کی عمر اکتالیس برس کے قریب
تھی انھوں نے فن شعر میں غالب کی شاگردی اختیار کی۔ اس
سے پہلے ان کے بیان کے مطابق انھیں ایک مصرع موزوں
کرنے کا بھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ لیکن غالب کے شاگرد ہونے
کے ساڑھے چار سال بعد نومبر ۱۸۶۱ء میں ان کی اہم
مصرفیتوں (ادنیٰ مقامہ غدر اور دوسری انجمنوں کے باوجود)
ان کا پونے تین سو صفحے کا ایک دیوان چھپ کر شائع ہو گیا
جو امتیازی خصوصیات اور بعض ادبی خوبیوں کا حامل ہے۔"

اسی معنوں میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں
"جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے مرزا غالب اور ان کے

رفیق کار مولوی فضل حق نے انھیں یہ رستہ دکھایا۔ ان کا
تخلص بھی غالب نے دیا تھا۔ اصلاحِ سخن کے وقت کلام
خوش بہم پہنچانے کی (دربارِ دہلی سے سیکھی ہوئی) رسم
بھی غالب نے ڈالی اور پھر صاف صاف نواب صاحب کو
لکھ دیا کہ اب کی شاعری تو فقط مجتہد کا بہانا پیدا
کرنا ہے۔ ۱

شیخ اکرام کا یہ بھی خیال ہے کہ

" ایک ایسے زمانے میں جب غالب نے اردو شعر گوئی ترک
کر رکھی تھی انھوں نے (دیوانِ ناطم ہی کے لیے سہی) غالب
سے کلام خوش حاصل کر کے اسے محفوظ کر دیا۔ ۲

تلامذہ غالب میں مالک رام صاحب شیخ محمد اکرام کے ہی اعتراضات کا اعادہ
کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" وہی انداز فکر، وہی اسلوب بیان، وہی معنوں آفرینی
اور خاص خاص الفاظ اور ترکیبیں جو غالب کے کلام کی خصوصیات
ہیں ہمیں ناطم کے دیوان کی کئی غزلوں میں اس حد تک ملتی
ہیں کہ ہم انھیں محض استاد کی اصلاح تک محدود نہیں کر سکتے
یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خوش استاد نے خود کہہ کر
شاعر کے حوالے کر دیا تھا۔ ۳

دیوانِ ناطم کے متعلق پیدا شدہ شبہات کو دور کرنے کے لیے ناطم کی ابتدائی

۲-۱۔ نقد غالب - ۲۸۸ ص، ۲۸۹ ص

۳۔ مالک رام - تلامذہ غالب ص ۲۷۷

تعلیم، ان کا ماحول، مومن سے ان کے خانہ دانی تعلقات، مومن و غالب کی شاگردی (جس سے متعلق بحث گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے) غالب اور ناظم کے باہمی تعلقات، ناظم کا کلام اور دوسرے بہت سے حقائق کا تجزیہ کرنا چاہیے۔

گذشتہ صفحات میں ناظم کی تعلیم، مومن اور خانہ ان رام پور کے تعلقات شاگردی غالب سے پہلے کے واقعات اور مومن سے مشورہ سخن کے سلسلے کی بہت سی دہلی اور خارجی شہادتوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جاتی ہے کہ ناظم نے قیام دہلی کے دوران ہی شعر گوئی شروع کر دی تھی اور مومن سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد محمد اکرام کا یہ اعتراض کہ -

”جہاں تک ان کی شاعری کا تعلق ہے مرزا غالب اور ان کے

رفیق کار مولوی فضل حق نے انھیں یہ رستہ دکھایا“

خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ناظم شعر نہ کہتے ہوتے تو بحیثیت استاد کے مرزا غالب کی دربار رام پور سے وابستگی کس مقصد کے لیے عمل میں آئی؟ کیا صرف شعر گوئی کا شعور پیدا کرنے کے لئے؟ دیوان ناظم کو عطیہ غالب ثابت کرنے کے لیے خود ناظم کے ایک مکتوب بنام غالب کو شہادت میں پیش کیا جاتا ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے

”مشفقاً! ہر چند کہ کاتب را الفان موز و سیت یک مصرع ہم نہ نہ بود“

اس جملے سے یہ نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے کہ ناظم غالب کو غزلیں بھیجنے سے پہلے شعر نہ کہتے تھے غالب اور ناظم کے تعلقات کو بھی نظر میں رکھنا چاہیے جن کے تحت یہ خط لکھا گیا تھا

ناظم اور غالب کے تعلقات ایک دلی ریاست اور ایک زبانوں حال شاعر کے ہیں

تھے بلکہ یہ تعلقات احسان و عنایت کے ساتھ محبت اور خلوص پر مبنی تھے۔ باوجودیکہ غالب

در بار رام پور کے تنخواہ دار ملازم تھے مگر ناظم نے ان سے کبھی ایسا برتاؤ نہیں کیا جس سے ان

کی غیرت اور خود داری کو کھٹیس لگتی یا انھیں اپنی معاشی بہ حالی سے مجبور ہو کر مدد مانگتے

ہوئے شرم آتی۔ ناظم نے خود بھی اپنے ایک مکتوب میں غالب سے اپنے تعلقات کی صراحت کر دی ہے

لکھتے ہیں

”جو کہ آپ کا خفا ہونا مخلص کا بسبب عدم رسی، قائمِ اخلاص
محتوی رسیداتِ مخالف، موصوفہ اپنے تحریر فرماتے ہیں۔ ۱۔ خط
مخلص محیم تو آپ کو بزرگ اور عنایت فرما اپنا جانتا ہے۔ توقف
اسی، قائمِ نیاز کی باعث فغلی نہ لغور فرمائیے۔ ۱
ہنگامہ عذر کے فرد ہو جانے کے بعد ناظم نے پے در پے حج دعوت نامے غالب کو
بھیجے لیکن غالب اپنی مجبور یوں بنا پر رام پور نہ جاسکے اور غالب کے عذر ناظم کے استباق
ملاقات کو بڑھاتے رہے۔ ناظم لکھتے ہیں

”مشفقاً جو کہ مخلص کو استباق قبول معافہ اور معاملہ آپ کا

بدد کمال ہے اور اب تشریف ادری آپ کی اس جگہ مناسب

ہے۔ اس واسطے حوالہ خامہ محبت لگا کر دیتا ہوں کہ آپ

دیکھیں (فائل) الانوار اپنے سے مخلص کو مسرور فرمائیے ۲

اگلے دعوت نامے میں تحریر فرماتے ہیں

”آپ کا ارادہ تشریف ادری کا اس طرف کو لب ہے۔ مطلع

فرمانا موجب مزید کسر و خاطر محبت مآثر کا مصدور ہے ۳

غالب کے دعوت قبول نہ کرنے پر لکھتے ہیں

”حال تشریف ادری آپ کا اس طرف کو الکی تک سامو نواز

ہیں ہوا اور دل صفا فنزل مشتاق اور فتنہ نظر در یافت کسر و

ملاقات کا ہے۔۔۔ آپ براہ عنایت کے نوید تشریف فرما

اس سمت سے کہ لب تک ملن الوقوع ہے مطلع اور مخلص فرمائیے ۴

آفری دعوت نامے کا انداز ملا ڈھلے ہو

" مشفقاً عرضہ محمد ہوا کہ اب تک نوبہ تشریف فرمائی آپ کی

اس طہرت کو سامو نواز نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ آپ براہ لطف

اور مہربانی کے حال قصد تشریف آوری سے جلد مطلع اور سرور

فرمائیے گا تاکہ رفع انتظار ہو۔" ۱

ناظم کی یہ کٹر بیریں بے انتہا خلوص اور گہری محبت کے جذبات کی مظہر ہیں

غالب ناظم کی ان دھمکتوں پر جب رام پور گئے تو ان کے ساتھ وہاں جو کچھ برتاؤ

ہوا اس کے بارے میں وہ مجروح کو لکھتے ہیں

" نواب صلب جولائی ۱۸۵۹ء سے کہ جس نوبہ دسواں مہینہ

ہے سو روپیہ مجھے ماہ بہ ماہ بھیجتے ہیں۔ اب جو میں وہاں گیا تو

سو روپیہ مہینہ بنام دھمکت اور دیا۔ یعنی رام پور میں رہوں تو

دو سو روپیہ یاؤں اور دلی میں رہوں تو سو روپیہ بھجائی،

سو دس سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صلب

دوستانہ دشمن گردانہ دیتے ہیں مجھ کو نو کٹر نہیں سمجھتے۔ ملاقات

بھی دوستانہ رہی۔ معاملہ و تعظیم جس طرح اجاب میں رسم

وہ صورت ملاقات کی ہے لڑکوں بے میں نے نذر دلوادی

تھی۔ بس۔ ۲

ناظم کے انداز تھا طلب کے سلسلے میں مولانا عمر شیخ کٹر بیر فرماتے ہیں

کرکاری فرا میں کے القاب، آداب اور خاتے میں ہر جگہ

بزرگی و محبت کا لحاظ پایا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اتنا اے طالب

میں جہاں میرا کدو کا حوالہ آیا ہے وہاں ان کے مکتوب کو
 ساقی "صحیفہ لطف الیس" یا "تحفہ السیف" بلعنت مشمون"
 سے یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر جگہ
 لفظ "مشفقاً" سے مخاطب ہے۔ ۱

ان امتیازات کی روشنی میں اگر ناظم کے پہلے مکتوب کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ
 معفون اور مفہوم دونوں کے اعتبار سے سراسر لکھنؤ کا عجزی اور انگسار پر مبنی تھا اور غالب کی
 شاعرانہ عظمت کے اعتراف میں لکھا گیا تھا۔ ناظم نے یہ لکھ کر کہ غالب کی شاگردی سے پہلے انھوں نے
 ایک مصرع بھی سوزوں نہیں کیا غالب کو یہ احساس دلانا چاہا تھا کہ ان کی شاعرانہ حیثیت تمام تر
 غالب کی مرہون منت ہو گئی اور آئندہ وہ جو کچھ بھی ہوں گے غالب کے اثر سے ہوں گے۔ غالب کی خود بینی
 اور انانیت کی نگیں کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔

ناظم نے جو کچھ اپنے مکتوب میں لکھا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ غالب کے علم
 میں یہ بات نہیں لانا چاہتے تھے کہ ان کا کلام موئن کا اصلاح شدہ ہے۔ شاعروں کے اصول کے
 مطابق ایک استاد احترام کے طور پر دوسرے استاد کے کلام کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ اگر غالب
 کے علم میں یہ بات آجاتی تو وہ اس کلام پر اصلاح نہ دیتے اور ناظم کی یہ کوشش کہ وہ غالب سے
 زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہو سکیں کامیاب نہ ہوتی۔

پچھلے صفحات میں یہ ذکر آچکا ہے کہ ناظم جو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجا کرتے تھے وہ
 تعداد میں خاصی ہوتی تھیں اور غالب ان کی اصلاح کافی تاخیر سے کیا کرتے تھے۔ اصلاح میں
 تاخیر کا باعث غالب کا ضعف اور بیماریاں تھیں۔ وہ اس وقت مختلف امراض کا شکار ہو چکے
 تھے اور خود کو جو اس میں نہیں پاتے تھے۔ اس کا ذکر ان کے خطوں میں بار بار ملتا ہے۔ حالانکہ
 ان کو ناظم کی بے پایاں عنایتوں کا اعتراف تھا مگر اپنی بیماری اور کمزوری کے باعث اصلاح

کے کام میں محبت نہیں کر سکتے تھے اور ہفتوں غزلیں دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آتی تھی۔ ایسے زمانے میں جب غالب کے لیے اصلاح شعریہ مشکل امر ہو اتنی تعداد میں غزلیں کہہ کر کسی دوسرے کو دیدہ بیا کر ایک دیوان مرتب ہو جائے کس طرح ممکن ہے۔

ناظم کے انتقال کے بعد غالب نے نواب طلب علی خاں کو ناظم کا ایک شعر لکھا اور اس کی خوب تعریف و توصیف کی۔ لکھتے ہیں

”آج صبح دم وقت کھریرا اس غرضی کے حضرت فردوس معاں

کاد یوان پیش نظر تھا۔ اس میں یہ شعر نظر پڑا۔ اس کے مغفون

حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا منرا دیا۔ یقین ہے کہ اس کو پڑھ

کر حضرت بھی دغا اٹھائیں گے۔“

وہ جس طرح جسے چاہے اسی طرح پالے کسی کالج میں پیر در دگار پر لیتا“ ۱

غالب نے اپنی کمزوری کا عند پیش کر کے ناظم سے اصلاح کے کام سے فراغت حاصل

کبری تھی مگر یہ سلسلہ قطعی طور سے منقطع نہیں ہوا تھا چنانچہ غالب نے ناظم کے انتقال کے

بعد طلب علی خاں کو ایک سلام و ایس کیا جو ان کے پاس بضر اصلاح گیا ہوا تھا اور لکھا

”حضرت فردوس معاں سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم

سے دو تین مہینے پہلے سلام پانچ سات لکھتے تھے اور فردا“

فردا میرے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ فراہم ہو چکے

تو محرم سے دو چار دن پہلے میں اصلاح دے کر بھیج دیا

کر تا تھا۔ اب کے برس ایک ہی سلام کھینچے پائے۔ بس

آج وہ سلام اس مراد سے نفور میں بھیجتا ہوں کہ نفور

کے حکم سے حضرت کے دیوان میں شامل ہو جائے۔“ ۲

ناظم کی زندگی اور پھر انتقال کے بعد مختلف صورتوں میں ایک ہی بات کا اعادہ حقیقت کو اور واضح کر دیتا ہے اور شیخ محمد اکرام کے اس اعتراض کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی کہ ”اصلاح سخن کے وقت کلام خوشی بہم پہنچانے کی رسم بھی غالب نے ڈالی“

اکرام مصب نے اپنے خیال (کلام خوشی بہم پہنچانا) کو ثابت کرنے کے لیے غالب کے خط کے جس اقتباس کو پیش کیا اسی اقتباس کے ایک جملے میں اصلاح کا لفظ بھی شامل ہے۔ چونکہ اس سے ان کے خیال کی تردید ہوتی ہے اس لیے انہوں نے اس کو چھوڑ کر صرف ”کلام خوشی“ کی ترتیب کر لیا۔

کلام ناظم کو عطیہ غالب ثابت کرنے کے لیے شیخ محمد اکرام نے ناظم کے انداز بیان پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ناظم کا انداز بیان غالب سے صرف زبان کی حد تک ہی نہیں بلکہ مضامین شعری میں بھی یکساں نظر آتا ہے۔ فارسی ترکیبیں، فارسی محاوروں کا خوبی ترجمہ، بات کہنے کا انداز، فرماؤں کے لیے نکتہ نظر، دربان کی دوستی اور شوخی اند لیشہ وغیرہ جو غالب کی شاعری کی خصوصیات ہیں ناظم کے یہاں بھی ملتی ہیں۔ اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں

”ایک جگہ تو پورا مصرعہ دیوان غالب سے لے لیا گیا ہے۔“

دل سے لعل، یہ نہ لعل دل سے تر تر اچھے تو بیجاں میرا

غالب کا مشہور شعر ہے۔

دل سے لعل، یہ نہ لعل دل سے ہے تر تر کایہ جاں عزیز ”۱“

ناظم کے اس شعر کو اپنے موقعہ کے لیے پیش کرتے وقت انہوں نے یہ نظر انداز کر دیا کہ ایک مکمل

مصرع انہوں نے مومن کی غزل سے بھی لیا ہے مومن کی غزل کا مصرع ثانی اس طرح ہے۔

خیر ہے مومن مجھ سے کیا ہو گیا

ناظم کہتے ہیں۔

اس سے ہے اسید و فادادہ خیر ہے ناظم کہیں کیا ہو گیا
 اس مصرع کے علاوہ ناظم نے کئی غزلیں مومن کی زمینوں میں کہی ہیں اور طنز، جھوٹ، جھگڑا، مکمل شاعرانہ
 جو مومن کی شاعر کی خصوصیات ہیں ناظم کے یہاں بھی ملتی ہیں۔ ایک شعر میں ناظم نے مومن کے خیال کو
 صرف الفاظ کے معمولی الٹ بھیر کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ مومن کا شعر ہے
 کہنا بیڑا درست کہ اتنا ہے لحاظ ہر چیز دھل غیر کا انکار ہے غلط
 ناظم کہتے ہیں۔

ہر چیز دھل غیر کا انکار جھوٹ ہے کہنا بیڑا لحاظ سے لیکن بجا جھے
 مومن کے کلام سے اتنی مماثلت کی وہ سے صرف غالب ہی کو ہنس بلکہ مومن کو بھی ان کا شریک
 بنایا جاسکتا ہے۔
 ناظم کے کلام سے قطع نظر خود غالب کے کلام میں میر کا ایک مصرع بہت معمولی لغیر کے ساتھ
 ملتا ہے۔ قیصر کہتے ہیں۔
 تیزیوں ہی نہ تھی شب آتش شوق کھی خبر گرم ان کے آنے کی
 غالب کہتے ہیں

ہے خبر گرم ان کے آنے کی آج ہی گھر میں پورا یا نہ ہوا
 اس مصرع کے لینے پر غالب پر تو وہ الزام عائد نہیں ہوتا جو شیخ اکرام نے ناظم پر عائد کر دیا
 ان مثالوں کی موجودگی میں اکرام صاحب کا یہ اعتراض کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ایسی مثالیں اکثر تو ارد
 کی وجہ سے ملتی ہیں یا کلام میں حسن پیدا کرنے کے لیے شعرا شعوری طور سے اساتذہ کے مصرعوں کو
 استعمال کرتے ہیں۔ اس بنیاد پر کسی شاعر کو الزام دینا سلیقہ جائز نہیں۔ شیخ اکرام کے اس اعتراض
 کا جواب دیتے ہوئے عمرشی زادہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں

”دو شاعروں میں مماثلت ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے

خصوصیت سے ایسی حالت میں جب وہ دونوں آپس میں
 شاگرد اور استاد بھی ہوں۔ اگر ناظم کے کلام میں غالب

کے اثرات عکس پذیر ہوتے ہیں تو اس میں کسی بہ ظنی کو
 راہ دینا کہاں کا الفاف ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ ناظم
 نے غالب کا مطالعہ کیا تھا۔ وہ ان کی اس روش کو پسند کرتے
 ان کی تقلید کی کوشش کرتے تھے۔ لازمی طور پر شاگرد ان
 مضامین کو ناظم کرتا ہوگا جو اس کے استاد کو محبوب تھے۔
 اور یوں ناظم کا کلام زیادہ سے زیادہ اپنی ہیئت اور
 مزاج دونوں میں غالب سے قریب ہوتا گیا۔ وہ غالب
 کے زاویہ نگاہ کی گرفت کرتے ہیں اور لفظی و لسانی ہم آہنگی
 پیدا کرنا چاہتے ہیں۔^۱

دیوان ناظم کے تفصیلی مطالعے سے جہاں غالب سے مماثل انداز بیان کی مثالیں حاصل
 ہوتی ہیں وہیں بہت سے اشعار ایسے بھی ملتے ہیں جن سے ناظم کی شخصیت، ان کے مرتبے اور ماحول کا
 اظہار ہوتا ہے ان اشعار میں جن مختلف پہلوؤں سے ناظم کی شخصیت اور سماجی برتری کا ذکر
 ملتا ہے وہ غالب کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس طرح کے بہت سے اشعار ناظم کے کلام پر تنقید کے
 سلسلے میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

شیخ محمد اکرام نے کلام ناظم کو عظیمہ غالب ثابت کرنے کے لیے یہ بھی لکھا ہے کہ
 ۱۹۳۷ء میں معاتب غالب کے نام سے غالب کے ان خطوط
 کا مجموعہ شائع ہوا جو لاٹھوں نے فرماں بردار یاں رام پور کو
 لکھے تھے۔ اس مجموعہ معاتب میں ناظم کی اصل غزلیں اور
 غالب کی اصلاحیں درج ہیں۔ ممکن ہے وہ دفتر انشاد رام پور
 میں موجود ہوں۔ لیکن قرائن سے خیال ہوتا ہے کہ جن معاملہ

۱۔ اکبر علی خاں کرکٹی زادہ۔ مضمون "دیوان ناظم میں غالب کا حصہ" مشمولہ اردو ادب دسمبر ۱۹۶۰ء

میں خاص احتیاطی ضرورت تھی ان کا اندراج ذمّی

مسودات میں نہ ہوتا تھا۔^۱

اکرام صہب کا یہ ارشاد و طبعی درست ہے کہ مکاتیب غالب کی پہلی اشاعت میں غالب کی اصلاحات شامل نہیں ہیں۔ لیکن اشاعت دوم سے پہلے یعنی ۱۹۴۲ء میں یہ سب اصلاحات نگار میں شائع ہو چکی ہیں (اصلاحات اختلاف نسخ کے ذیل میں درج ہیں) اور اس کے بعد مکاتیب غالب کی اشاعت دوم میں بھی شامل کر دی گئیں۔ لیکن اکرام صہب کے خطوط بنام مولانا نثری کی اشاعت کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مکاتیب غالب کا وہ ایڈیشن جس میں اصلاحات موجود تھیں ان کے زیر مطالعہ رہ چکا تھا اور اس کے مطالعے کے بعد ہی انہوں نے دیوان ناظم کا بھی مطالعہ کیا۔ محمد اکرام لکھتے ہیں

”مکرمی۔ السلام علیکم۔ قاضی عبد الودود صہب یونا شریف لائے
تو معلوم ہوا کہ آپ کا مرتب کردہ مکاتیب غالب کا سیرا ایڈیشن
شائع ہو چکا ہے اور پہلے سے مختلف ہے۔ دہلی سے مینہ (کہا) منگایا
تو جو تھا ایڈیشن ملا۔ اس حسن قبول پر مبارک باد قبول ہو اس
نسخے کو دیکھ کر بعض نئی باتوں کا پتہ چلا۔۔۔۔۔ نواب فردوس مکان
(یوسف علی خاں ناظم) کے دیوان کا نسخہ بہ رنجہ دی۔ پی بھجوا دیجیے۔“^۲

اکرام صہب نے یہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۹۴۷ء کو لکھا اور معنون ۱۹۵۲ء میں۔ اس لیے بالظہان کہا جاسکتا ہے کہ اس معنون کے لکھنے وقت بعد انہوں نے اصلاحات غالب کا ذکر نہیں کیا اور مکاتیب غالب کے ایسے ایڈیشن کا حوالہ دیا جس سے ان کی بات کی تائید ہوتی تھی۔ اس کی تصدیق اکرام صہب ہی کے ایک خط بنام مختار الدین آزاد سے ہوتی ہے جو انہوں نے اس معنون کی اشاعت کے سلسلے میں لکھا تھا۔ لکھتے ہیں

”مکرمی۔ سلام مسنون۔ مضمون اس سال ہے۔ میں نے اسے ایک حد تک قصداً نامتاً رکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ موجودہ صورت میں اس کے مباحث زیادہ تر داخلی شہادت اور قیاس پر مبنی ہیں اور وہ کامل طور پر قابل اعتماد نہیں ہو سکتے۔ اس موضوع پر زیادہ تشفی اور قطعیت کے ساتھ تو اسی وقت کچھ کہا جاسکتا ہے جب رام پور میں بیگم کرنداش و تحقیق کا حال پچھلایا جائے اور دوسرے دریافت طلب امور کے علاوہ یہ پتہ لگایا جائے کہ آیا فردس مکان کی اصل غزلوں اور غالب کی اصلہ جوں کا کوئی تحریری اکاؤنڈ تو موجود ہیں۔ شاید دفتر انشا یا مولوی امتیاز علی صاحب غزنی سے اس کے متعلق معلومات فراہم ہوتی تھیں لیکن بوجہ میں نے انھیں رحمت دنیا مناسب نہ سمجھا اور مطبوعہ شواہد پر اتفالی ہے

موجودہ حالات میں مضمون میں جو کوتاہیاں رہ گئی ہوں گی وہ ظاہر ہیں لیکن اس وقت میرا مدعا تو غالبیات کے ایک غور طلب موضوع پر بحث و تنقید کا دروازہ کھولنا ہے اور شاید اس مقصد کے لیے یہ مضمون کافی ہو۔“^۱

اکرام صاحب کا یہ خط ثابت کرتا ہے کہ ان کے مضمون سے ان کا مدعا یعنی ”بحث و تنقید کا دروازہ کھولنا“ تو ضرور پورا ہو گیا مگر ناظم کا کلام اس کی زد میں آگیا اور ان کی حیثیت ایک ”خیرات خوار محض“ کی ہو کر رہ گئی اور وہ بھی اکرام صاحب کی حقیقت سے چشم پوشی کی بدولت۔

اختلاف نسخہ :-

موجودہ متن کی تہذیب کے سلسلے میں جن نسخوں سے مدد ملی ہے ان کی تعداد آٹھ ہے۔ ان میں چھ نسخے تعلیمی ہیں اور دو مطبوعہ۔ یہ سب نسخے رضالا بئریری رام پور میں محفوظ ہیں۔ دوسری تمام کتابوں کی طرح ان نسخوں کا متن بھی یکساں نہیں ہے۔ اس اختلاف میں کتابت کی غلطیاں، اصداء جس، ترمیمیں اور اضافے شامل ہیں۔ یہ اصداء جس اور اضافے شاگردی مومن سے اکیہ لکھنوی کے زمانے تک محیط ہیں اور ان میں دلی اور لکھنؤ دونوں اسکولوں کے رجحانات اور اثرات کا اثر نظر آتے ہیں۔ اسی کے پیش نظر اس مخطوطے سے لے کر جس کو ناظم کی بیاض ہونے کا شرف حاصل ہے آخری مطبوعہ نسخے تک کے ہر اختلاف کو ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

متن کی تیاری میں جس تعلیمی نسخے کو اساس کار بنایا گیا ہے اس کی کتابت ۱۲۷۸ھ میں ختم ہوئی تھی۔ اس نسخے کے ساتھ ایک تقریظ بھی شامل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نسخہ نواب یوسف علی خاں ناظم کے حسب الحکم ان کے ذاتی مطالعے کے لیے تحریر کیا گیا تھا۔ اس لیے دیگر تعلیمی نسخوں کے مقابلے میں یہ سب سے زیادہ معتبر اور مستند ہے اور ناظم کا ذاتی نسخہ ہونے کی وجہ سے اس کی حیثیت سب سے زیادہ بلند ہو جاتی ہے

اس نسخے میں ناظم کا مکمل کلام موجود نہیں ہے مگر دوسری حیثیتوں سے یہ نسخہ دیگر نسخوں کے مقابلے میں زیادہ مکمل ہے۔ یعنی اس میں سکہ کتابت، کاتب کا نام، موصود اور نقاش کے نام دیئے گئے ہیں۔ کوشش یہی ہے کہ متن کو اساسی نسخے کے مطابق ہی تیار کیا جائے مگر کہیں کہیں اس سے انحراف بھی کرنا پڑا ہے۔ اس کی وجہ عام طور سے کتابت کی غلطیاں ہیں ایسی صورت میں دوسرے نسخوں سے مقابلے کے بعد اور شعر کے مفہوم کے پیش نظر مراجع صورت کو اختیار کر کے لقیہ کو اختلاف نسخہ کے تحت رکھا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ ناظم کے ابتدائی کلام میں دلی اسکول کے زیر اثر لفظ "ہے" کا استعمال جایا ملتا ہے مگر دلی کا اثر کم ہونے اور دہلی میں لکھنؤ کا اثر بڑھنے

کے ساتھ ساتھ ”ببر“ کا استعمال عام ہو گیا۔ ایسے سب مقامات کی نشان دہی کر دی گئی ہے
دیوان کے تمام نسخوں میں مختلف اصنافِ سخن کی ترتیب میں بہت معمولی اختلاف
ہے۔ موجودہ تہ و تن میں اس سلسلے کی اصل اصنافِ سخن کی ترتیب کو مقرر کرنے سے اختلاف کے ساتھ
اکھا گیا ہے۔ جو کلام دوسرے نسخوں سے دستیاب ہوا ہے اسے ردیف کے ساتھ آخر میں درج
کر دیا گیا ہے۔

مخطوطات میں اُس، اُن، اُدھر، اٹھتا وغیرہ الفاظ بقاعدۂ اعراب بالحرکات
لکھے گئے تھے۔ چونکہ آج کل اس کا ردواج نہیں ہے اور پڑھنے میں بھی دقت ہوئی ہے اس لیے
موجودہ کتابت کے اصولوں کے تحت یہ سب الفاظ بدون واؤ لکھے گئے ہیں۔ اسی طرح کمریز
میں ک اور گ کا بھی امتیاز نہ تھا حتیٰ کہ دو ایک فحش طوطوں میں کاف اور گاف کی غزلیں
مخلوط لکھی ہوئی ہیں۔ موجودہ متن میں اس ترتیب کو بدل کر کاف کی ردیف کی سب غزلیں یکجا
کر دی گئی ہیں۔

مخطوطات کی کیفیت حسب ذیل ہے۔ ان میں ابتدائی چوبیس نسخے قلمی ہیں اور بقیہ دو
مطبوعہ۔ اس امر کی وضاحت آگے بھی کر دی گئی ہے۔ یہ سب نسخے رضالابری، رام پور میں محفوظ ہیں

۱۔ خلد :-

جس نسخے کو موجودہ متن کی تیاری میں اس میں بنایا ہے اس کی علامت ’خ‘ مقرر
کی گئی ہے۔ اس کا لابلبری نمبر ۱۰۰۶ ہے سائز ۱۹ x ۲۹.۱ سم ہے۔ دس سطری ہے
کاغذ کشمیری ہے اور صفحات کی تعداد ۵۴۲ ہے۔ آخری گیارہ صفحات سادہ ہیں۔ متن میں
سیاہ و دشنائی استعمال کی گئی ہے لیکن اشعار میں جہاں جہاں نام آتے ہیں کنہزادنگ استعمال
کیا گیا ہے۔ اوراق کے درمیان مختلف رنگ کا باریک کاغذ لٹکا ہوا ہے۔

اس نسخے کے آخر میں فارسی میں ایک تقریظ بھی شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اس کی کتابت ۱۲ شعبان ۱۲۷۸ھ کو ختم ہوئی اور یہ نسخہ نواب یوسف علی خان ناظم کی حب

مکرر ہوا۔ کاتب کا نام ناظم علی ابن سید عیوض علی تھا۔ عبارت درج ذیل ہے۔

" ہر طبق زمان واجب الادعان، وحسب الہدایت مستوجب الرعايت

از خامہ مقلوع اللسان خجیدہ قامت، ابن ذرۃ بے مقدار، نسیف و نزار،

ذو خوار اذی، محمد ناظم علی ابن تلمیذہ سید عیوض علی الحسینی گزیر بی تمام تر رعیت طراز تر میر یافتہ

اس نسخے میں ناظم کی ایک ملکی تصویر بھی شامل ہے جس کے مصور محمد جان تھے۔ تصویر کے اطراف باریک نقش و نگار بنے ہیں۔

دیوان ناظم کے موجودہ تمام نسخوں میں یہ نسخہ سب سے زیادہ صریح ہے۔

نسخے کے ہر صفحہ اور صفحہ کی ہر سطر کو سنہ ۱۰۷۱ اور دوسرے خولہجورت انگوں سے مزین کیا گیا ہے دیوان کے ابتدائی چار صفحات پر تقریباً آدھے آدھے صفحے پر لوح بنی ہوئی ہے۔ واسوخت کی ابتداء میں بھی انگلیں لوح بنی ہے۔ حاشیوں پر چاروں طرف چوڑی بیلین ہیں۔ مہرعوں کی درمیانی جگہ پر بھی سنہری بیلین بنی ہیں۔ پہلی غزل تمام تر سنہری زمین پر لکھی ہوئی ہے مگر بقیہ غزلوں میں صرف بن السطر کو سنہرے کر دیا گیا ہے۔ ہر صفحہ کی حاشیہ کی بیلوں کے ڈیزائن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ تقریباً سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تزیین محمد حسن نقاش نے کی ہے۔

نسخے میں دو تین مقامات پر حاشیہ میں الفاظ اور مہر کے درج ہیں۔ خیال

ہے کہ متن کی تصحیح کے لیے حاشیہ پر الفاظ لکھ دیے گئے تھے اور پھر متن اسی کے مطابق درست کر لیا گیا۔ نسخے میں قدیم انداز مکرر کے مطابق انس، ان، اٹھا اور اترے وغیرہ الفاظ کا املا 'و' کے ساتھ درج ہے۔ اس نسخے میں 'و' کی ردیف میں ایک غزل مے کشو مرزودہ، کہ آئی ہے گھٹا مستانہ

کا اضافہ ہے۔

نسخے میں مختلف اصناف سخن اور ان کے اشعار کی تفصیل حسب ذیل

ہے۔

تعداد اشعار ۲۵۱۸

غزلیات ۲۳۸

الف	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	ح	خ
۷۷۲	۹	۲۱	۵۷	۹	۲۰	۲۰	۲۱	۹
د	ڈ	ذ	ر	ڑ	ز	س	ش	ص
۳۷	۹	۱۸	۸۱	۹	۹	۹	۹	۹
ظ	ط	ع	غ	ف	ق	ک	گ	ل
۲۲	۱۰	۲۰	۱۹	۹	۲۱	۱۹	۹	۲۰
ن	و	د	ے					
۲۳	۱۰۹	۲۳	۷۸۰					

۵	۴۵	بند	خمسه
۳	۲۵		سیرا
۱	۱۵		منقبت
۲۰	۲۷۰		سلام
۴	۱۰		قطعات
۳	۲۷۱	بند	داستخت
۷	۱۰۵		ترکیب بند
۳۹			رباعیات

۲-۱-خ :-

اس نسخے کا سائز ۱۱.۵ x ۲.۵۸ سم ہے۔ کاغذ کشمیری ہے۔ بار لکھا نیلا ہے اور
 حاشیہ پر سرخ اور تیلی لائینس ہیں۔ متن کی روشنائی سیاہ ہے لیکن نخلص شگرفی ہیں۔
 نسخے میں غزلیں بیاض کے انداز پر ترچھی لکھی ہوئی ہیں ترتیب بھی ردیف دار نہیں ہے

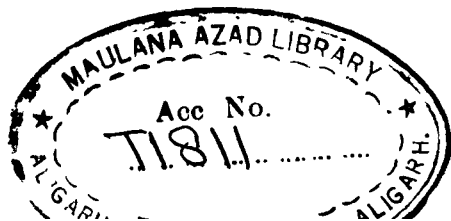
ایک صفحے پر معرعوں کی تعداد ۲۰ ہے۔ ابتدائی تین صفحات میں غزلوں کی زمین بھرا ۷ رنگ کی ہے۔ پہلے صفحے پر رنگین لوح بنی ہوئی ہے پھر لیسلم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہے جس کے بعد غزلیات شروع ہوتی ہیں۔ غزلوں اور صفحوں پر نمبر درج ہیں۔ ۱۲۲ غزلوں کے بعد بقدر ایک غزل کے سادہ جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ اس کے بعد تیرہ غزلیں اور درج ہیں مگر ان پر نمبر نہیں ہیں۔ یہ غزلیں صفحہ ۱۳۶ تک چلی گئی ہیں پھر چھ صفحات سادہ ہیں۔ صفحہ ۱۴۳ سے سلام شروع ہو جاتے ہیں۔ آخر میں چار صفحے پھر سادہ ہیں۔ ۱۸ غزلوں کے بعد سات بندہ کا ایک حصہ درج ہے جس کے تمام بندوں پر نمبر پڑے ہوئے ہیں۔

لنغے میں ابتدائی دو غزلوں اور پھر انیسویں غزل سے ایک سو بائیس نمبر کی غزل تک الفاظ کے ادھر چھوٹے چھوٹے کہ رخ نشانات بنے ہیں۔ خیال ہے کہ یہ نشانات صرف تزیین کی خاطر بنائے گئے تھے۔ ان غزلیات کا ڈبھی دوسری غزلوں سے مختلف ہے قدیم طرز تحریر کے مطابق اس اور ان کا تلفظ داؤ کے ساتھ ملتا ہے۔ ثابت کا سند اور کاتب کا نام لنغے میں درج ہیں۔ اس کا لاٹری نمبر ۱۰۲ ہے۔ لنغے میں سلام کی تفصیل حسب ذیل ہے

تعداد اشعار ۱۳۲۳

غزلیات ۱۳۵

الف	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح	خ	د	ڈ
۲۸۸	۹	۲۱	۲۸	۹	۲۰	۲۰	۹	۱۰	۹	۱۹	x
ز	ر	ڑ	ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ
۱۸	۲۷	۹	۹	۹	۹	x	۹	۲۲	۱۰	x	x
ف	ق	ک	گ	ل	م	ن	و	ہ	و	ے	
x	x	۱۰	x	۳۰	۹	۱۲۳	۹۲	۲۸	۲۵		



خمسہ ۱
سلام ۹
۱۱۹

اس نسخے کا ناپ ۲۱.۵ x ۳۲.۳ سم ہے۔ کاغذ سادہ مشین کا بنا ہوا استعمال کیا گیا ہے۔ متن کی روشنائی سیاہ ہے مگر کھلے شکر فی ہیں۔ ذیل تعلق ہے اور حاشیہ جوڑا ہے۔ برخلاف اور تمام نسخوں کے اس نسخے میں کسی طرح کی مصوری پیش ملتی بلکہ گلہ گلہ اتنی تصحیح اور تراش خراش ہے کہ اگر اسے مسودہ مانا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔ مسطر بھی مختلف اصناف سخن میں بدلتا رہا ہے۔ دیوان میں گلہ گلہ حاشیے پر وہ اشعار درج ہیں جو متن میں لکھنے سے رہ گئے تھے۔ اکثر مقامات پر صاحب بنا کر غزل میں ان کی گلہ صیقین کر دی گئی ہے مگر کچھ مقامات پر گلہ کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ ان اشعار کے علاوہ متن کی تصحیح کے لیے حاشیے پر الفاظ اور مصرعے لکھے ہوئے ملتے ہیں جن کے مطابق متن کو درست کر لیا گیا ہے کہیں کہیں پورے مصرعے تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ بعض گلہ متن کا مصرعہ قلم زد کر کے دوسرا مصرعہ اس کے اد پر لکھ دیا گیا اور بعض گلہ چھیل کر پھر دوسرا مصرعہ لکھا گیا ہے۔ اکثر السیاحی ہوا ہے کہ متن کی گلہ چھیل کر صاف کر دی گئی مگر دوسرا مصرعہ اس گلہ پر نہیں لکھا گیا۔

ردیف الف کی غزلوں کے بعد تقریباً ڈیڑھ صفحہ سادہ چھوٹا ہوا ہے پھر ردیف ب کی غزلیں شروع ہوتی ہیں۔ اسی طرح غزل م ۱۰ صفحے کے شروع میں ختم ہو جاتی ہے اور بقیہ صفحہ سادہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس نسخے میں دو غزلیں

۱۔ ے کے اپنی زلف کو وہ پیارے پیارے مالک میں

۲۔ ٹھنڈی ہے برق شوح حبابوں کے سامنے

مختلف خط میں ہیں۔ مولانا عرشی کا خیال ہے کہ ان کو اصرار منبائی نے لکھا ہے۔ غزلیات پر غزیر بڑے ہوئے ہیں۔ نمبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کا ایک ورق جس پر ۳۹ نمبر کی غزل کے پانچ شعر۔ ہم نمبر کی مکمل غزل اور ام نمبر کی غزل کا پہلا شعر درج تھے دیوان میں موجود نہیں ہے۔ ن کی ردیف کی دو غزلوں

۱۔ دل میں اتری ہے نگہ رہ گئی باہر پلکیں

۲۔ ۷ کے اپنی زلف کو دیکھنا پیارے پیارے ہاتھ میں

بیرنگ نہیں بیڑے ہیں

رباعیات و قطعات کے بعد پانچ صفحات سادہ ہیں۔ واسوخت اول کے بعد بھی چار صفحات سادہ چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اسی طرح دوسرے واسوخت کے بعد بھی ایک صفحہ سادہ ہے واسوخت کے بندہں پر غزلیں بیڑے ہوئے ہیں لیکن بیڑے واسوخت میں ۱۶ بندہں کے بعد کسی بندہ پر نہیں۔ بیڑے واسوخت کے بعد کاتب نے اپنا نام 'محمد کریم اللہ' تحریر کیا ہے پھر دو صفحات سادہ چھوڑ کر مشنوی لکھی ہے جس کے اختتام پر

مشنوی نواب مصعب بہادر دام اقبالہ

درج ہے۔ اس نسخے کے مشکلات کی فہرست حسب ذیل ہے

غزلیات ۲۲۸ تعداد اشعار ۲۵۱۵

الف ب پ ت ث ج ح خ د ڈ ذ ر

۷۲ ۹ ۲۱ ۵۷ ۹ ۲۰ ۲۰ ۹ ۲۱ ۹ ۳۷ ۹ ۱۱

ڑ ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ

۹ ۹ ۹ ۹ ۹ ۹ ۱۰ ۲۰ ۱۹ ۲۰ ۱۹ ۹

ل م ن د ۵ ۷

۷۱ ۱۸ ۲۷۷ ۱۱۰ ۲۸ ۷۹۲

خمسة ۵ ۵۸ بندہ

سہرا ۳ ۲۵

منقبت ۱ ۱۵

سلام ۲۰ ۲۴۶

تترکیب بندہ ۷ ۱۰۵

رباعیات ۳۹

۱۰	۴	قطعات
۲۷۱ بند	۳	واسوخت
۱۹۸	۱	مثنوی

۲۔ فب :-

اس مخطوطہ کا ناپ ۱۹ x ۳۱.۵ سم ہے۔ کاغذ کشمیری استعمال کیا گیا ہے بار لکھا سنہ ۱۱ اور کالا ہے اور حاشیہ کی لائنوں میں مختلف رنگ استعمال کیے گئے ہیں۔ متن کی روشنائی سیاہ ہے تخلص اور نام شجر فی ہیں۔ مسطر دس لائنوں کا ہے دیوان کا پہلا صفحہ مرصع ہے سنہ ۷۰ نیلے، ہر ۷ اور ۱۷ مطلوبی رنگوں سے لوح بنی ہے جو آدھے صفحے کو محیط ہے۔ بین السطور مطلوبہ ہے۔ غزلیات پر بکر نہیں ہیں۔ صفحات کے گوشے پر لکھی گئی ہیں۔ خیال ہوتا ہے کہ جلد بندی کے دوران صفحات کو سمجھا کر تے وقت یہ بکر لگائے گئے ہیں۔ آخری صفحہ پر ۲۹۸ نمبر پڑا ہوا ہے۔ اس نسخے کے کاتب الہی بخش ہیں اور تائید ۱۲۷۷ھ کی ہے۔ مشتملات کی فہرست حسب ذیل ہے۔

غزلیات ۲۲۲ تعداد اشعار ۲۲۱۴

الف	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح	خ	د	ڈ
۹	۲۱	۵۷	۹	۲۰	۲۰	۹	۱۰	۹	۲۷	۹	۹
ذ	ر	ڑ	ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ
۱۸	۷۷	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۲۲	۱۰	۲۰	۱۹
ف	ق	ک	گ	ل	م	ن	و	ہ	۷		
۹	۲۰	۱۹	۹	۳۰	۱۸	۲۱۵	۱۱۰	۲۸	۷۷۷		

حسد ۱ ۷ بند

سہرا ۳ ۲۵

منقبت	۱	۱۵
سلام	۱۲	۱۶۱
تکلیب بندہ	۵	۷۲
رباعیات	۳۹	

۵۔ پنج :-

اس نسخے کا سائز ۲۲.۸ x ۱۴.۵ سینٹی میٹر ہے۔ بار لیا سنہرا ہے اور حاشیہ سنہرا اور رگین۔ متن کی روشنائی سیاہ ہے مگر تخلص کے لیے سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے غزلوں میں مطلع ثانی بھی سرخ روشنائی سے لکھا ہے۔ مسطر نو لائنوں کا ہے مگر واسوخت میں آٹھ لائن کا ہے۔ درمیان کے کچھ صفحات کو مجموعاً کر بقیہ سب پر نمبر درج ہیں۔ مثلاً صفحہ ۲۸۷ اور ۲۸۸ کے درمیان ۱۸ صفحات پر نمبر نہیں ہیں۔ اسی طرح ۳۲۳ اور ۳۲۴ صفحات کے درمیان دس صفحات بغیر نمبر کے ہیں۔ ان پر سلام لکھے ہوئے ہیں۔ صفحہ ۳۳۳ اور ۳۳۴ کے درمیان چار صفحات بغیر نمبر کے ہیں۔ پھر ۳۷۳ صفحات تک نمبر ترتیب سے ہیں اس کے بعد کے صفحات بغیر نمبروں کے ہیں صرف آخری صفحے پر ۶۲ نمبر بڑا ہوا ہے

الف کی ردیف میں غزل

ابہر سید اٹھا ہے بڑے ردیف کا

میں جھپٹا ستر لکھ کر مٹا دیا گیا ہے۔ ردیف ق کی غزل

گیا جی میں جو وہ تند خو تر طاق بڑا

کے ابتدائی اور آخری دو اشعار حاشیہ پر لکھے ہوئے ہیں جن کو بعد میں بین الطور میں لکھ دیا گیا ہے۔ ستر اور واسوخت جس صفحے سے شروع ہوتا ہے وہ مزین ہے۔ نسخہ میں اکثر مقامات پر حاشیے میں کچھ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ خیال ہے کہ متن کی غلطی کو حاشیے پر درج کیا گیا تھا۔ بعد میں متن کو تو اس کے مطابق درست کر لیا گیا مگر حاشیے کے الفاظ بدستور رہ گئے۔ نسخے میں

کلام کی تفصیل حسب ذیل ہے

غزلیات ۲۵۳ تعداد اشعار ۲۹۱۰

الف	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح	خ	د	ڈ
۷۹۵	۹	۲۱	۵۷	۹	۲۰	۲۰	۹	۲۱	۹	۳۷	۹
ذ	ر	ڑ	ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ
۱۸	۱۱	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۲۲	۱۰	۲۰	۱۹
ف	ق	ک	گ	ل	م	ن	و	ہ	ے		
۹	۲۰	۲۰	۹	۲۱	۱۸	۲۵۷	۱۱۰	۲۸	۸۳۶		

۶۶	۵	خمسہ
۲۵	۳	سہرا
۱۵	۱	منقبت
۲۸۸	۲۲	سلام
۱۰۵	۷	تربیب بندہ
	۳۹	رباعیات
۳۱	۶	قطعات
۱۹۸	۱	مثنوی
۳۱۱	۴	واسونت
۶۱	۱	قصیدہ
	۵	مطلع

۶ - غ - :

ناظم کا یہ کلام مولانا عرشہ کو، ضالا بٹری کے ردی کاغذات سے دستیاب ہوا

لکھا جس کو انہوں نے مجلہ کردا کے محفوظ کر لیا۔ اس نسخے کی پیمائش 19.2×29.2 سم ہے
 دشنائی سیاہ ہے مگر عنوانات کے لیے سرخ، دشنائی استعمال ہوئی ہے۔ حاشیہ نہیں ہے
 کاغذ ولایتی استعمال ہوا ہے۔ نسخے میں ض کی ردیف سے غزلیں شروع ہوتی ہیں۔ ہر ردیف
 کے اختتام پر جہز ادراق سادہ لگے ہوئے ہیں۔ لے کی ردیف میں آخری غزل مندرجہ ذیل ہے
 کیلئے اگر کہ طرز ستم نالیند ہے کہتے ہیں داہ آب کی بھی کیا لیند ہے
 غزل کے خاتمے پر صفحے کے آخر میں اگلی غزل کا پہلا حرف "کیوں" لکھا ہوا ہے جس سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ لے کی ردیف میں ادراغزلیں بھی تھیں جو تلف ہو گئیں۔ غزلیات کے بعد رباعیات
 ہیں اور کچھ واسوخت۔ واسوخت ایک ہے مگر دو دفعہ (مختلف دظوں میں) لکھا ہوا ہے۔ دونوں
 کا متن یکساں ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے واسوخت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سے پہلے رب لہر
 اور بعد میں 'وتم بالخیر' سرخ دشنائی سے لکھا گیا ہے۔ لیکن دوسرے واسوخت میں بسم اللہ الرحمن
 الرحیم سیاہ دشنائی سے لکھا ہوا ہے۔

ناظم کے حلام کا یہی وہ نسخہ ہے جس پر جگہ جگہ غالب کے مکتب سے اصلاحات ملتی
 ہیں۔ یہ اصلاحات املا اور زبان دونوں کی ہیں۔ غالب نے اکثر اشعار کے لیے اپنی لیند بیگم کا
 اظہار بھی کیا ہے اور اشعار پر ۲۰۱ یا ۳۵۰ صا د بنا دیے ہیں۔ اکثر اشعار پر کوئی تعریفی فقرہ یا
 حیلہ بھی لکھ دیا ہے۔ جن اشعار پر غالب نے بیّن صا د بنائے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

حیلہ بیرونی شرح کہاں سے سیکھا	قبر عاشق کاشاں خوب مٹا باؤ نے
کی کھلائی بھی تو کس نخت و بند اکے ساکھ	بخت خواہیدہ کو کھٹو کر سے جعایاؤ نے
خاطر تو جمع ہے کہ ہنس بعد حشر موت	ناظم گذر ہی جائے گار در شمار بھی
مارا ہے اس طرح کہ عجب کیا ہے گرنہ ہو	محشر میں زندہ ہونے کا میرے بقس تجھے

اس قطعہ پر صرف دو صا د بنائے ہیں

چاہیے تجھ سے اس بندہ آزاد ملول	چاہیے تجھ سے کریں کافرو د بندہ لحاظ
نہ تجھے حشر کا اے فتنہ ایام خیال	نہ تجھے خلق کا اے سوخ ستم گار لحاظ

مندرجہ ذیل اشعار پر صرف ایک صناد بنا ہوا ہے

دیکھنا سنوخی کہ میرا بوجھتے پھرتے ہیں گھر
بات کی بج ہے جو ناصح سے کیا کرتا ہوں بحث
اسی بھی بخوڑ ڈالیں گے

غلط سہی اثر آہ و نالہ پر ناظم
طریق عشق میں ہرگز رہا نہ ہیں بیگانہ
حب ہے خوف شکایت اس کے مل جاؤ

جن اشعار پر غالب نے اپنی لہندہ لگی اور ترجیح کسی فقرے یا جملے سے ظاہر کی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ شعر کے ساتھ غالب کے لکھے ہوئے فقرے بھی درج ہیں۔

۱۔ مبدیٰ فیاض سے دروں میں ناظم بہرہ یاب
نوٹ: "بلکہ شریک غالب"

۲۔ وفا شعار ہی ناظم یقیں نہیں نہ سہی
نوٹ: "سبھان اللہ! کیا امیرانہ معنوں ہے۔ غالب"

۳۔ قاصدوں کے کہیں انعام میں بٹ جائے نہ ملک
نوٹ: "یہ معنوں سوائے آپ کے کون باندھ سکتا ہے۔ غالب"

۴۔ غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم
نوٹ: "ہائے کیا بیا معنوں ہے۔ غالب"

۵۔ ہوئے ہوا ایک بت دل فریب یہاں عشق
صلاح و مشورہ رکھتے ہو مجھ سے اور مجھے

شریک دولت ناز و نیاز رکھتے ہو

اگرچہ خوش ہوں، یہ آتا ہے رحم بھی تم پر

نوٹ: "ہائے کیا و طو ہے۔ غالب"

سن لیا ہے یہ کہ اس کو کچھ نہیں گھر سے غرض
ور نہ دل دینے سے ہوں میں خود پشیمان آج کل
اشک کے بوجھنے سے فرصت ہو

رہے نہ دل میں ہوں، آؤ یہ بھی کر دیکھو
جو گریڑا تو قدم میں نے پاسباں کے لیے
رہے ہیں یاد ستمہائے بے شمار کسے

ز بس کہ آپ کو نا کردہ کار سمجھے ہو

فنون عشق کا آموزگار سمجھے ہو

اس میں خلوت سنبھالے تار سمجھے ہو

کہ مجھ سے عمرزدہ کو غم کسار سمجھے ہو

۶۔ دے کے دل مل گئی دل بھری طبیعت مجھ سے سیکھنے آتا ہے اُن میں محبت مجھ سے
نوٹ: ”سبحان اللہ! اس غزل میں معشوق کے عاشق ہونے کا بیان کیا خوب ہے۔ اگرچہ معشوق
کے معشوق کو مخاطب ہیں کیا مگر معشوق کو کس کس لطف سے سمجھایا ہے۔ غالب“
لکھ کے دو بحر میں ناظم یہ غزل ناز میں حسن طبیعت ہے مجھے

نوٹ: ”دو بحر میں، ایک توبہ فعلاتن۔ فعلاتن۔ دوسری یہ فاعلاتن۔ فاعلاتن فاعلن
کیا اچھی صفت دو بحر میں کی۔ اور پھر باوجود رعایت صفت اشعار کیا خوب۔ غالب“
من اشعار میر غالب نے اصلاح دی ہے ان میں اس کا التزام کیا ہے کہ منشاء اصلاح
کو بھی واضح کر دیں۔ یہ دے ہوئے الفاظ التزام میں الطور میں ادھر کبھی حاشیہ پر لکھے ہیں۔ اصلاح
دینے کی وجہ عام طور سے حاشیہ پر لکھی ہے۔ اصلاحات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ لوصب آفتاب کہاں ادھر ہم کہاں عاقل نہیں ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط
اصلاح: لوصب آفتاب کہاں ادھر ہم کہاں احمق نہیں، ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط
۲۔ اُس رخ کا جلوہ تجھ کو مفر ہے دل فقار سب چاندنی سے کرتے ہیں گھاٹل کی اشیاء
اصلاح: اُس رخ کا جلوہ تجھ کو مفر ہے دل فقار سب چاندنی سے کرتے ہیں بسمل کی اشیاء
۳۔ بے دیے ارڈا کبوتر خط یوں پہنچتا ہے ادھر ادھر خط

اصلاح: ”اگر بن دیے“ اکھٹا منظور نہیں تو ”بے دیے“ کہنے دیجئے لیکن میر نے نزدیک
”بن دیے“ فصیح ہے چنانچہ میرا شعر ہے
میں بلاتا تو ہوں اُس کو مگر اے جذبہ دل

اُس یہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
اس سے قطع نظر یہ جو مثل مستہزہ زبان زد جمہور ہے کہ بن آئے کوئی نہیں مرنے
اس کو کوئی کیا کرے گا۔ غرض کہ میں پچھلے طرف سے اس لغوی سفارش کرتا ہوں
مگر آپ کی اطاعت منظور ہے۔ ایک بار عرض کر کے پھر نہ کیوں گا۔ غالب
بڑھ تو لیں گے وہ نامہ میرا بھی آئے رہتے ہیں ان کے التزام خط

- اصلاح: بیڑہ تو لیس گئے وہ نامہ میرا بھی
 آتے رہتے ہیں اس کے انتر دوا
 ۵۔ یوں تو سو جاتا ہے ہر ایک غنیمت کا شریک
 دوست کہتے ہیں اسے جو ہو مصیبت کا شریک
 اصلاح: یوں تو سو جاتا ہے ہر ایک غنیمت کا شریک
 دوست کہتے ہیں اسے جو ہو مصیبت کا شریک
 نوٹ: "جہاں ہر ایک" اچھی طرح نہ آئے وہاں "ہر ایک" کیوں لکھے؟ غالب
 ۶۔ پیری میں بھی بے دلولہ شوق ہیں ہم
 رکھتے ہیں ابھی ایک دل ہنگامہ نر میں ہم
 اصلاح: "یہاں ایک" کی جگہ "آں" بے یا نے تختانی درست ہے۔ مگر "ہر" کے ساتھ "ہر ایک"
 ہو نہ "ہر آں" - غالب
 ۷۔ سیاح جہاں گز رہیں، اگلے ہیں یہاں بھی
 کچھ ترے بچاری تو ہیں اے بت جیس ہم
 اصلاح: "یہاں ہر وزن" وہاں فصیح ہیں
 بے ضرورت نہ چاہیے۔ "یہاں" بے یا نے فحط التلفظ
 افصح ہے۔ - غالب
 ۸۔ جو اپنے ہی سے اپنا پردہ کریں
 وہ بندہ قبا کس طرح واکریں
 اصلاح: جو اپنے ہی سے اپنا پردہ کریں
 ۹۔ ہے یہی گریہ خویش کو کس دن ناظم
 یوں ہی وہ جاؤ گی آپس میں جمعیک کر بلیں
 اصلاح: "جمعیکنا" اور ہے۔ یہاں چیلنا منہ طور ہے۔ غالب
 ۱۰۔ وہ کھرا چاہتے ہیں دوزخ بھی
 یہاں یہ خواہش کہ ہم کو جنت ہو
 اصلاح: وہ کھرا چاہتے ہیں دوزخ بھی
 ۱۱۔ نالے کے مجھے طور بیت یاد ہیں، لیکن
 طاقت کا گماں بھی ہے دل غمزدہ ہر کچھ
 اصلاح: نالے کے مجھے طور بیت یاد ہیں، لیکن
 طاقت کا گماں بھی ہو دل غمزدہ ہر کچھ
 ۱۲۔ ہم آ تو جاؤ صومعے میں ایک ل کہ ہیں
 اپنے کو دور مردم دیندار کہنیت
 اصلاح: ہم آ تو جاؤ صومعے میں ایک ل کہ ہیں
 دور آپ کو ہیں مردم دیندار کہنیت
 ۱۳۔ لغاؤٹ غیر سے دیکھ اس کی جل کر خاک ہو جا
 سمجھتے گرنہ ہم دل میں کہ وہ بے مہر کس کا ہے
 اصلاح: لغاؤٹ غیر سے اس کی جل کر خاک کر دیتی
 سمجھتے گرنہ ہم دل میں کہ وہ بے مہر کس کا ہے

- ۱۲۔ ہورات جو جیتے ہیں امید سحر پر یہ روزِ سید ہے شبِ دیکھو نہیں ہے
اصلاح: ہورات تو جیتے ہیں امید سحر پر یہ روزِ سید ہے شبِ دیکھو نہیں ہے
۱۵۔ خستہ پیمان غم ہر ایک جوان و پیر ہے اور پھر دیکھو تو ترش ہی میں پنہاں تیر ہے
اصلاح: خستہ پیمان غم ہر ایک جوان و پیر ہے اور پھر دیکھو تو ترش ہی میں پنہاں تیر ہے
۱۶۔ ملا کر منہ سے منہ بوسہ دین کا دے لیتے ہیں پیاسے پاس لیا آنا کنویں کا امر مشکل ہے
اصلاح: "اگر پیاسے کے لفظ میں بائے کھالی کا اعلان منظوم نہ ہو تو آغاز مصرع میں کاف لکھ دیجیے۔ غالب"

(یعنی مصرع اس طرح کر دیا جائے کہ پیاسے پاس لیا آنا کنویں کا امر مشکل ہے)

- ۱۷۔ تنگ ہوں جینے سے اب مرنا کہاں صیغ ہے زج ہونے سے بچامات ہے
اصلاح: تنگ ہوں جینے سے اب مرنا کہاں صیغ ہو جانے سے بچتی مات ہے
۱۸۔ مانا ہے مجھ کو قیس بیا باں نور د نے گر پوچھتی ہے بلی محلِ لیسِ جھے
اصلاح: "بیاں پوچھا" بمعنی پرسش ہے۔ پوچھنا بمعنی پرسش نہیں۔ غالب
غالب نے استفہار کی اصلاح کے ساتھ ساتھ املا کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ غلطی املا سے تنہا بہرہیز کرتے تھے۔ غزلیات میں کاتب نے مخلوط 'دیکھو' و 'دساؤں' سے ظاہر کیا ہے۔ مرزا غالب اس زمانے کی نسبت کے اس اصول کے خلاف تھے۔ انھوں نے اس قسم کے تمام الفاظ کو ایک ہی سادہ 'د' سے لکھا ہے جیسے

تہ	تہ
منہ	منہ
دکھ	دکھ
مہ	مہ
یہ	یہ
بیوچہ	بیوچہ

کلمہ بمعنی سکو کو کاتب نے الف سے لکھا تھا۔ غالب نے کاٹ کر ہ سے بنادیا۔ ایک مقام پر 'تر پیر' کو بجنسہ رہنے دیا۔ ایک دوسرے مقام پر کاتب نے 'لعل' بدل دیا 'ہ' لکھا تھا۔ غالب نے اس کا املا ٹیکل کر دیا

غالب نے البے عام الفاظ کی 'ہ' کو قلم زد کر کے اس کی جگہ 'ی' بنادی جن کے ہونے نہیں
'ہ' کی بجائے بالعموم 'ی' کا استعمال ہوتا ہے جیسے

سفینہ	سفینے	ناقہ	ناغے
شانہ	شانے	مینانہ	مینانے
میکہ	میکہ	چہرہ	چہرے
پیردہ	پیردا		

اس اصلاح سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تلفظ کے مطابق املا کو پسند کرتے تھے۔ ہاں ایک لفظ رنجتہ الیسا ہے جس کو انہوں نے تلفظ کے خلاف لکھوایا ہے ناظم کا شعر ہے
بہ طرز کسی اور کو کتب یاد ہے ناظم ہیں رنجتے میں پیردہ اندازِ حزن میں ہم
غالب نے اس شعر میں رنجتے کو کاٹ کر رنجتہ بنادیا۔ اس سلسلے میں مولانا عرشی کا خیال ہے کہ رنجتہ کی 'ہ' پر اصرار 'رنجتی' سے التباس دور کرنے کے خیال سے ہوگا
مرزا غالب نون غنہ کے استعمال میں بھی اس زمانے کی ثابت کے صرود اصولوں سے انحراف نہ کرتے ہیں مثلاً مندرجہ ذیل الفاظ کے نون غنہ کو قلم زد کر دیا ہے۔

بو بھینا	بو حینا	بینچتی	بینچتی
بو بھتوں	بو بھتوں	دہنواں	دہنواں

صرف دو مقامات پر الفاظ سے نون غنہ خارج نہیں لیا ہے۔ ایک جگہ سوچتیے اور دوسری جگہ جگنوؤں بجنسہ موجود ہیں۔ دیکھیے۔ کیجیے اور ہونے کی بھنہ کو قلم زد کر دیا ہے۔ خیال ہے کہ وہ ان الفاظ کو بغیر بھنوں کے السبب جانتے تھے۔ کاتب نے یہی سوچ لکھا تھا غالب نے اس کی داؤ کو قلم زد کر دیا مگر پوچھا "داؤ کے ساتھ" ہے دیا۔ اسی طرح مینہ کا املا منہ، پاؤ کا

املا نہایت ادا، صحیح گو، کا املا مجبوس کر دیا۔

اس نسخے میں شامل کلام کی تفصیل حسب ذیل ہے

نغزلیات	۱۰۹	تعداد اشعار	۱۰۶۲
ض	۹	ط	۱۰
ع	۲۰	خ	۹
ف	۹	ق	۱۹
ک	۹	گ	۳۰
ل	۱۸	م	
ن	۱۹۲	و	۱۱۰
د	۲۸	ے	۵۶۲

رباعیات ۳۱

واسوخت ۱ ۱۳۲ بند

ناظم کے ان چھ قلمی نسخوں کے علاوہ جن کی کیفیت ادب پر بیان کی گئی دو مطبوعہ

نسخے بھی ہیں۔ ان میں مطبوعہ اول کی علامت م اور مطبوعہ دوم کی علامت ما مقرر کی ہے

۱۔ م :-

ناظم کے کلام کا یہ پہلا مطبوعہ نسخہ ہے جو ۱۲۷۸ھ و طبع حسنی رام پور سے

طبع ہوا۔ اس کا ناپ ۱۸ x ۲۸.۷ سم ہے۔ کاغذ مشینی ہے اور مسطر دس لائنوں کا۔ کتابت

بہت صاف ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اس نسخے کا تمام تر کلام غالب کا دیکھا ہوا ہے۔ نسخے

میں شامل کلام کی تفصیل حسب ذیل ہے

نغزلیات ۱۹۲ تعداد اشعار ۱۸۶۵

الف	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح	خ	د
۲۳۵	۹	۲۱	۵۷	۹	۲۰	۲۰	۹	۱۰	۹	۲۷
ڈ	ذ	ر	ڑ	ز	س	ش	ص	ض	ط	ظ
۹	۱۸	۳۶	۹	۹	۹	۹	۹	۹	۲۲	۱۰

ع خ ف ق ک گ ل م ن د ہ ے

۲۰ ۱۹ ۹ ۱۰ ۱۹ ۹ ۳۰ ۱۸ ۱۹۲ ۱۱۰ ۲۸ ۴۰۲

۱	۷	بند	۰
۳	۲۵	شہرا	
۹	۱۱۸	سلام	
۳۸		رباعیات	
۱	۲	قطرہ	

۲۔ ما۔

ناظم کے کلام کی دوسری اشاعت بھی مطبع حسنی رام پور سے ہوئی۔ یہ اشاعت ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۹ء کی ہے۔ اس اشاعت میں وہ کلام بھی شامل ہے جو اخیر لکھنؤی کا دیکھا ہوا ہے۔ اس کا مسطر ۱۸ لائن کا ہے۔ اس نسخے میں ایک واسوخت کا اضافہ ملتا ہے نسخے کے مشتملات حسب ذیل ہیں

غزلیات ۲۵۴ تعداد اشعار ۲۶۱۷

الف ب پ ت ٹ ث ج ج ح خ د

۷۹۲ ۹ ۲۱ ۵۷ ۹ ۲۰ ۲۰ ۹ ۲۱ ۹ ۳۷

ڈ ز ر ر ژ ز س ش ص ض ط ظ

۹ ۱۸ ۸۱ ۹ ۹ ۹ ۹ ۹ ۹ ۹ ۱۰

ع خ ف ق ک گ ل م ن د ہ

۲۰ ۱۹ ۹ ۲۰ ۲۰ ۹ ۱۸ ۲۵۷ ۱۱۰ ۲۸

ے

۸۷۲

۴۴ بند	۵	خمس
۲۵	۳	سیرا
۱۵	۱	منقبت
۲۸۶	۲۲	سلام
۱۰۲	۷	ترکیب بند
	۳۹	ابجیات
۲۱	۶	قطو
۱۹۸	۱	مشوی
۳۷۰ بند	۵	واسوخت
۶۱	۱	رقیده
	۵	مرطالع

گوستوارده غزلیات

خ	خ	فا	خب	ج	غ	م	ما
۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
۲	۱	۲	۲	۳	۱	۱	۳
۳	۱	۲	۳	۲	۱	۲	۲
۴	۸	۵	۲	۵	۱	۳	۵
۵	۱۳	۴	۵	۴	۱	۲	۴
۶	۱۲	۷	۴	۷	۱	۵	۷
۷	۱۵	۸	۷	۸	۱	۴	۸
۸	۱۷	۹	۸	۹	۱	۷	۹
۹	۲۱	۱۰	۹	۱۰	۱	۸	۱۰
۱۰	۲۲	۱۱	۱۰	۱۱	۱	۹	۱۱
۱۱	۲۳	۱۲	۱۱	۱۲	۱	۱۰	۱۲
۱۲	۲۸	۱۳	۱۲	۱۳	۱	۱۱	۱۳
۱۳	۳۱	۱۴	۱۳	۱۴	۱	۱۲	۱۴
۱۴	۴۳	۱۵	۱۴	۱۵	۱	۱۳	۱۵
۱۵	۴۵	۱۶	۱۵	۱۶	۱	۱۴	۱۶
۱۶	۵۲	۱۷	۱۶	۱۷	۱	۱۵	۱۷

خ	خ	ف	خ	غ	م	ل
١٢	٤٥	١٨	١٨	—	١٤	١٨
١٨	٤٢	١٩	١٩	—	١٢	١٩
١٩	—	٢٠	٢٠	—	١٨	٢٠
٢٠	٢٠	٢١	٢١	—	١٩	٢١
٢١	٢١	٢٢	٢٢	—	٢٠	٢٢
٢٢	٢٢	٢٣	٢٣	—	٢١	٢٣
٢٣	٢٣	٢٤	٢٤	—	٢٢	٢٤
٢٤	٢٤	٢٥	٢٥	—	٢٣	٢٥
٢٥	٢٥	٢٦	٢٦	—	٢٤	٢٦
٢٦	٢٦	٢٧	٢٧	—	٢٥	٢٧
٢٧	٢٧	٢٨	٢٨	—	٢٦	٢٨
٢٨	٢٨	٢٩	٢٩	—	٢٧	٢٩
٢٩	٢٩	٣٠	٣٠	—	٢٨	٣٠
٣٠	٣٠	٣١	٣١	—	٢٩	٣١
٣١	٣١	٣٢	٣٢	—	٣٠	٣٢
٣٢	٣٢	٣٣	٣٣	—	٣١	٣٣
٣٣	٣٣	٣٤	٣٤	—	٣٢	٣٤
٣٤	٣٤	٣٥	٣٥	—	٣٣	٣٥
٣٥	٣٥	٣٦	٣٦	—	٣٤	٣٦
٣٦	٣٦	٣٧	٣٧	—	٣٥	٣٧
٣٧	٣٧	٣٨	٣٨	—	٣٦	٣٨
٣٨	٣٨	٣٩	٣٩	—	٣٧	٣٩
٣٩	٣٩	٤٠	٤٠	—	٣٨	٤٠
٤٠	٤٠	٤١	٤١	—	٣٩	٤١
٤١	٤١	٤٢	٤٢	—	٤٠	٤٢
٤٢	٤٢	٤٣	٤٣	—	٤١	٤٣
٤٣	٤٣	٤٤	٤٤	—	٤٢	٤٤
٤٤	٤٤	٤٥	٤٥	—	٤٣	٤٥
٤٥	٤٥	٤٦	٤٦	—	٤٤	٤٦
٤٦	٤٦	٤٧	٤٧	—	٤٥	٤٧
٤٧	٤٧	٤٨	٤٨	—	٤٦	٤٨
٤٨	٤٨	٤٩	٤٩	—	٤٧	٤٩
٤٩	٤٩	٥٠	٥٠	—	٤٨	٥٠
٥٠	٥٠	٥١	٥١	—	٤٩	٥١
٥١	٥١	٥٢	٥٢	—	٥٠	٥٢
٥٢	٥٢	٥٣	٥٣	—	٥١	٥٣

ب	م	غ	ج	فب	فا	خ	فد
۵۲	-	-	۵۲	۵۹	۵۲	۱۳۲	۳۷
۵۵	-	-	۵۵	۶۰	۵۳	۱۳۳	۳۸
۵۶	-	-	۵۶	۶۱	۵۴	۱۳۴	۳۹
۵۷	-	-	۵۷	۶۲	۵۵	-	۴۰
۵۸	-	-	۵۸	۶۳	۵۶	-	۴۱
۵۹	-	-	۵۹	۶۴	۵۷	-	۴۲
۶۰	-	-	۶۰	۶۵	۵۸	-	۴۳
۶۱	-	-	۶۱	۶۶	۵۹	-	۴۴
۶۲	-	-	۶۲	۶۷	۶۰	-	۴۵
۶۳	-	-	۶۳	۶۸	۶۱	-	۴۶
۶۴	-	-	۶۴	۶۹	۶۲	-	۴۷
۶۵	-	-	۶۵	۷۰	۶۳	-	۴۸
۶۶	-	-	۶۶	۷۱	۶۴	-	۴۹
۶۷	-	-	۶۷	۷۲	۶۵	۱۳۵	۵۰
۶۸	-	-	۶۸	-	۶۶	-	۵۱
۶۹	-	-	۶۹	-	۶۷	-	۵۲
۷۰	-	-	۷۰	-	۶۸	-	۵۳
۷۱	-	-	۷۱	-	۶۹	-	۵۴
۷۲	-	-	۷۲	-	۷۰	-	۵۵

خ	ح	ڦ	ڻ	ڃ	ڄ	څ
٥٦	-	٤٢	-	٤٢	-	-
٥٧	-	٢٩	٢٩	٢٩	٢٩	-
٥٨	-	٣٠	٣٠	٣٠	٣٠	-
٥٩	-	٣١	٣١	٣١	٣١	-
٦٠	-	٣٢	٣٢	٣٢	٣٢	-
٦١	-	٣٣	٣٣	٣٣	٣٣	-
٦٢	-	٣٤	٣٤	٣٤	٣٤	-
٦٣	-	٣٥	٣٥	٣٥	٣٥	-
٦٤	-	٣٦	٣٦	٣٦	٣٦	-
٦٥	-	٣٧	٣٧	٣٧	٣٧	-
٦٦	-	٣٨	٣٨	٣٨	٣٨	-
٦٧	-	٣٩	٣٩	٣٩	٣٩	-
٦٨	-	٤٠	٤٠	٤٠	٤٠	-
٦٩	-	٤١	٤١	٤١	٤١	-
٧٠	-	٤٢	٤٢	٤٢	٤٢	-
٧١	-	٤٣	٤٣	٤٣	٤٣	-
٧٢	-	٤٤	٤٤	٤٤	٤٤	-
٧٣	-	٤٥	٤٥	٤٥	٤٥	-
٧٤	-	٤٦	٤٦	٤٦	٤٦	-
٧٥	-	٤٧	٤٧	٤٧	٤٧	-

خ	ح	ڦ	ڻ	غ	م	ما
-	-	-	٥٣	-	-	٥٣
٢٤	٦٤	٢٥	٢٢	-	٢٤	٢٢
٢٢	١١٠	٢٤	٢٨	-	٢٢	٢٨
٢٨	١١١	٢٢	٢٩	-	٢٨	٢٩
٢٩	١١٢	٢٨	٨٠	-	٢٩	٨٠
٨٠	١١٣	٢٩	٨١	-	٥٠	٨١
٨١	١١٤	٨٠	٨٢	-	٥١	٨٢
٨٢	١١٥	٨١	٨٣	-	٥٢	٨٣
٨٣	١١٦	٨٢	٨٤	-	٥٣	٨٤
٨٤	-	٨٣	٨٥	-	٥٤	٨٥
٨٥	١٢٠	٨٤	٨٦	-	٥٥	٨٦
٨٦	١٢١	٨٥	٨٧	-	٥٦	٨٧
٨٧	١٢٢	٨٦	٨٨	-	٥٧	٨٨
٨٨	٢٢	٨٧	٨٩	-	٥٨	٨٩
٨٩	٢٢	٨٨	٩٠	-	٥٩	٩٠
٩٠	١١٩	٨٩	٩١	-	٦٠	٩١
٩١	٩١	٩٠	٩٢	-	٦١	٩٢
٩٢	-	٩١	٩٣	-	-	٩٣
٩٣	٢٣	٩٢	٩٤	-	٦٢	٩٤
٩٤	٦٢	٩٣	٩٥	-	٦٣	٩٥

خ	ح	فا	فب	نج	غ	م	ل
٩٥	-	٩٢	-	٩٨	-	-	٩٨
٩٦	١١	٩٥	٨٥	٩٤	-	٤٢	٩٤
٩٧	-	٩٤	٨٤	٩٧	-	٤٥	٩٧
٩٨	-	٩٧	٨٧	٩٩	-	٤٤	٩٩
٩٩	٢٨	٩٨	٨٨	١٠٠	-	٤٧	١٠٠
١٠٠	٩٣	٩٩	٨٩	١٠١	-	٤٨	١٠١
١٠١	٥	١٠٠	٩٠	١٠٢	-	٤٩	١٠٢
١٠٢	٢٦	١٠٢	٩١	١٠٣	-	٥٠	١٠٣
١٠٣	٢١	١٠٥	٩٢	١٠٤	-	٥١	١٠٤
١٠٤	-	١٠٣	-	١٠٩	-	-	١٠٩
١٠٥	-	١٠١	٩٢	١٠٦	-	-	١٠٦
١٠٦	-	١٠٤	-	١٠٧	-	-	١٠٧
١٠٧	-	١٠٦	-	١٠٨	-	-	١٠٨
١٠٨	-	١٠٧	-	١٠٩	-	٥٢	١٠٩
١٠٩	٩٥	١٠٨	٩٣	١١٠	-	٥٣	١١٠
١١٠	١٠٠	١٠٩	٩٤	١١١	-	٥٤	١١١
١١١	١٠٦	١١٠	٩٧	١١٢	-	٥٥	١١٢
١١٢	٥٢	١١١	٩٨	١١٣	-	٥٦	١١٣
١١٣	-	١١٢	٩٩	١١٤	-	٥٧	١١٤
١١٤	٩٤	١١٣	١٠٠	١١٥	١	٥٨	١١٥

خ	ح	فا	فب	ج	غ	م	ما
١١٥	٣٦	١١٢	١٠١	١١٤	٢	٢٩	١١٤
١١٦	٩٢	١١٥	١٠٢	١١٢	٣	٨٠	١١٢
١١٢	١٠١	١١٦	١٠٣	١١٨	٢	٨١	١١٨
١١٨	١٠٣	١١٢	١٠٢	١١٩	٥	٨٢	١١٩
١١٩	٩٢	١١٨	١٠٥	١٢٠	٤	٨٣	١٢٠
١٢٠	-	١١٩	١٠٦	١٢١	٢	٨٤	١٢١
١٢١	-	١٢٠	١٠٢	١٢٢	٨	٨٥	١٢٢
١٢٢	-	١٢١	١٠٨	١٢٣	-	٨٦	١٢٣
١٢٣	-	١٢٢	١٠٩	١٢٤	-	٨٧	١٢٤
١٢٤	-	١٢٣	١١٠	١٢٥	٩	٨٨	١٢٥
١٢٥	-	١٢٤	١١١	١٢٦	-	٨٩	١٢٦
١٢٦	-	١٢٥	١١٢	١٢٧	-	-	١٢٧
١٢٧	١٠٢	١٢٦	١١٣	١٢٨	١٠	٩٠	١٢٨
١٢٨	-	١٢٧	١١٤	١٢٩	١٢	٩١	١٢٩
١٢٩	-	١٢٨	١١٥	١٣٠	١١	-	١٣٠
١٣٠	-	١٢٩	١١٦	١٣١	-	٩٢	١٣١
١٣١	٩٢	١٢٩	١١٧	١٣٢	١٣	٩٣	١٣٢
١٣٢	١٠٢	١٣٠	١١٨	١٣٣	١٢	٩٤	١٣٣
١٣٣	١٠٥	١٣١	١١٩	١٣٤	١٥	٩٥	١٣٤
١٣٤	٥٢	١٣٢	١٢٠	١٣٥	١٤	٩٦	١٣٥

ب	م	غ	نج	فب	خا	خ	خه
١٣٤	٩٢	١٢	١٣٤	١٢٠	١٣٢	-	١٣٥
١٣٢	٩٨	١٨	١٣٢	١٢١	١٣٥	١١	١٣٤
١٢٠	٩٩	١٩	١٢٠	١٢٢	١٣٤	١٩	١٣٢
١٢١	١٠٠	٢٠	١٢١	١٢٣	١٣٨	٣٩	١٣٨
١٢٢	١٠١	٢١	١٢٢	١٢٢	١٢٠	٢٨	١٣٩
١٢٤	١٠٢	٢٢	١٢٤	١٢٥	١٢١	٥١	١٢٠
١٢٢	١٠٣	٢٣	١٢٢	١٢٤	١٢٢	٤٠	١٢١
١٥٤	١٠٢	٢٢	١٥٤	١٢٢	١٢٣	٤٨	١٢٢
١٢٨	١٠٥	٢٥	١٢٨	١٢٨	١٢٢	٢٢	١٢٣
١٣٩	-	-	١٣٩	١٢١	١٣٢	١٣٠	١٢٢
١٣٨	-	-	١٣٨	١٢٠	١٣٩	١٢٢	١٢٥
١٢٥	-	-	١٢٥	-	١٥٤	-	١٢٤
١٢٩	١٠٤	٢٤	١٢٩	١٢٩	١٢٥	٨٤	١٢٢
١٥٠	١٠٢	٢٢	١٥٠	١٣٠	١٢٤	٨٨	١٢٨
١٥١	١٠٨	٢٨	١٥١	١٣١	١٢٢	-	١٢٩
١٥٢	١٠٩	٢٩	١٥٢	١٣٢	١٢٨	-	١٥٠
١٥٣	١١٠	٣٠	١٥٣	١٣٣	١٢٩	-	١٥١
١٥٢	١١١	٣١	١٥٢	١٣٢	١٥٠	-	١٥٢
١٥٥	١١٢	٣٢	١٥٥	١٣٥	١٥١	-	١٥٣
١٥٢	١١٣	٣٣	١٥٢	١٣٤	١٥٢	-	١٥٢

خ	ح	فا	فب	فج	غ	م	لا
١٥٥	-	١٥٣	١٣٢	١٥٨	٣٢	١١٢	١٥٨
١٥٤	-	١٥٢	١٣٨	١٥٩	٣٥	١١٥	١٥٩
١٥٢	-	١٥٥	١٣٩	١٤٠	٣٤	١١٤	١٤٠
-	-	١٥٢	-	١٤٣	-	-	١٤٣
-	-	-	-	١٤٢	-	-	١٤٢
١٥٧	١١٢	١٥٨	١٤٢	١٤١	٣٢	١١٢	١٤١
١٥٩	٢٠	١٥٩	١٤٣	١٤٢	٣٨	١١٨	١٤٢
١٤٠	٢٥	١٤٠	١٤٢	١٤٣	٣٩	١١٩	١٤٣
١٤١	٢٠	١٤١	١٤٥	١٤٢	٢٠	١٢٠	١٤٢
١٤٢	٥٥	١٤٢	١٤٤	١٤٥	٢١	١٢١	١٤٥
١٤٣	٥٤	١٤٣	١٤٢	١٤٤	٢٢	١٢٢	١٤٤
١٤٢	٤٤	١٤٢	١٤٨	١٤٢	٢٣	١٢٣	١٤٢
١٤٥	٤٩	١٤٥	١٤٩	١٤٨	٢٢	١٢٢	١٤٨
١٤٤	٨٢	١٤٤	١٥٠	١٤٩	٢٥	١٢٥	١٤٩
١٤٢	-	١٤٢	١٥١	١٤٠	٢٤	١٢٤	١٤٠
١٤٨	-	١٤٨	١٥٢	١٤١	٢٢	١٢٢	١٤١
١٤٩	١٢	١٤٩	١٥٣	١٤٢	٢٨	١٢٨	١٤٢
١٤٠	٣٨	١٤٠	١٥٢	١٤٣	٢٩	١٢٩	١٤٣
١٤١	٥٠	١٤١	١٥٥	١٤٢	٥٠	١٣٠	١٤٢
١٤٢	-	-	-	-	-	-	-

ل	م	غ	ج	فب	خا	خ .	خد
١٢٥	١٣١	٥١	١٢٥	١٥٤	١٢٢	١١٨	١٢٣
١٢٤	١٣٢	٥٢	١٢٤	١٥٢	١٢٣	١	١٢٤
١٨٥	١٣٣	٥٣	١٨٥	١٥١	١٢٥	٢	١٢٥
١٨٤	١٣٤	٥٤	١٨٤	١٤١	١٢٢	٣	١٢٤
١٨٢	١٣٥	٥٥	١٨٢	١٤٥	١٢٨	٤	١٢٢
١٨٨	١٣٦	٥٦	١٨٨	١٤٤	١٢٩	٥	١٢٨
١٨٩	١٣٧	٥٧	١٨٩	١٤٢	١٨٠	٦	١٢٩
١٩٠	١٣٨	٥٨	١٩٠	١٤٨	١٨١	٧	١٨٠
١٩١	١٣٩	٥٩	١٩١	١٤٩	١٨٢	٨	١٨١
١٩٢	١٤٠	٦٠	١٩٢	١٤٠	١٨٣	٩	١٨٢
١٩٣	١٤١	٦١	١٩٣	١٤١	١٨٤	١٠	١٨٣
١٩٤	١٤٢	٦٢	١٩٤	١٤٢	١٩١	١١	١٨٤
١٩٥	١٤٣	٦٣	١٩٥	١٤٣	١٩٢	١٢	١٨٥
١٩٦	١٤٤	٦٤	١٩٦	١٤٤	١٩٣	١٣	١٨٦
١٩٧	١٤٥	٦٥	١٩٧	١٤٥	١٩٤	١٤	١٨٧
١٩٨	١٤٦	٦٦	١٩٨	١٤٦	١٩٥	١٥	١٨٨
١٩٩	١٤٧	٦٧	١٩٩	١٤٧	١٩٦	١٦	١٨٩
٢٠٠	١٤٨	٦٨	٢٠٠	١٤٨	١٩٧	١٧	١٩٠
٢٠١	١٤٩	٦٩	٢٠١	١٤٩	١٩٨	١٨	١٩١
٢٠٢	١٥٠	٧٠	٢٠٢	١٥٠	١٩٩	١٩	١٩٢

خ	ح	ط	ظ	ع	ف	ق	ك
١٩٣	٢١	٢٠٠	١٨١	٢٠٣	٢١	١٥١	٢٠٣
١٩٤	٢٤	٢٠١	١٨٢	٢٠٤	٢٤	١٥٢	٢٠٤
١٩٥	٢٦	٢٠٢	١٨٣	٢٠٥	٢٦	١٥٣	٢٠٥
١٩٦	٢٩	٢٠٣	١٨٤	٢٠٦	٢٩	١٥٤	٢٠٦
١٩٧	٣٢	٢٠٤	١٨٥	٢٠٧	٣٢	١٥٥	٢٠٧
١٩٨	٣٥	٢٠٥	١٨٦	٢٠٨	٣٥	١٥٦	٢٠٨
١٩٩	٣٨	٢٠٦	١٨٧	٢٠٩	٣٨	١٥٧	٢٠٩
٢٠٠	٤١	٢٠٧	١٨٨	٢١٠	٤١	١٥٨	٢١٠
٢٠١	٤٤	٢٠٨	١٨٩	٢١١	٤٤	١٥٩	٢١١
٢٠٢	٤٧	٢٠٩	١٩٠	٢١٢	٤٧	١٤٠	٢١٢
٢٠٣	٥٠	٢١٠	١٩١	٢١٣	٥٠	١٤١	٢١٣
٢٠٤	٥٣	٢١١	١٩٢	٢١٤	٥٣	١٤٢	٢١٤
٢٠٥	٥٦	٢١٢	١٩٣	٢١٥	٥٦	١٤٣	٢١٥
٢٠٦	٥٩	٢١٣	١٩٤	٢١٦	٥٩	١٤٤	٢١٦
٢٠٧	٦٢	٢١٤	١٩٥	٢١٧	٦٢	١٤٥	٢١٧
٢٠٨	٦٥	٢١٥	١٩٦	٢١٨	٦٥	١٤٦	٢١٨
٢٠٩	٦٨	٢١٦	١٩٧	٢١٩	٦٨	١٤٧	٢١٩
٢١٠	٧١	٢١٧	١٩٨	٢٢٠	٧١	١٤٨	٢٢٠
٢١١	٧٤	٢١٨	١٩٩	٢٢١	٧٤	١٤٩	٢٢١
٢١٢	٧٧	٢١٩	٢٠٠	٢٢٢	٧٧	١٤٠	٢٢٢

ل	م	غ	ج	ف	ب	خ	د
٢٢٣	١٢١	٩١	٢٢٣	٢٠١	٢٢٠	١٠٢	٢١٣
٢٢٤	١٢٢	٩٢	٢٢٤	٢٠٢	٢٢١	١٠٨	٢١٤
٢٢٥	١٢٣	٩٣	٢٢٥	٢٠٣	٢٢٢	-	٢١٥
٢٢٦	١٢٤	٩٤	٢٢٦	٢٠٤	٢٢٣	-	٢١٦
٢٢٧	١٢٥	٩٥	٢٢٧	٢٠٥	٢٢٤	-	٢١٧
٢٢٨	١٢٦	٩٦	٢٢٨	٢٠٦	٢٢٥	-	٢١٨
٢٢٩	١٢٧	٩٧	٢٢٩	٢٠٧	٢٢٦	-	٢١٩
٢٣٠	١٢٨	٩٨	٢٣٠	٢٠٨	٢٢٧	-	٢٢٠
٢٣١	١٢٩	٩٩	٢٣١	٢٠٩	٢٢٨	-	٢٢١
٢٣٢	١٣٠	١٠٠	٢٣٢	٢١٠	٢٢٩	-	٢٢٢
٢٣٣	١٣١	١٠١	٢٣٣	٢١١	٢٣٠	-	٢٢٣
٢٣٤	١٣٢	١٠٢	٢٣٤	٢١٢	٢٣١	-	٢٢٤
٢٣٥	١٣٣	١٠٣	٢٣٥	٢١٣	٢٣٢	-	٢٢٥
٢٣٦	١٣٤	١٠٤	٢٣٦	٢١٤	٢٣٣	-	٢٢٦
٢٣٧	١٣٥	١٠٥	٢٣٧	٢١٥	٢٣٤	-	٢٢٧
٢٣٨	١٣٦	١٠٦	٢٣٨	٢١٦	٢٣٥	-	٢٢٨
٢٣٩	١٣٧	١٠٧	٢٣٩	٢١٧	٢٣٦	-	٢٢٩
٢٤٠	١٣٨	١٠٨	٢٤٠	٢١٨	٢٣٧	-	٢٣٠
٢٤١	١٣٩	١٠٩	٢٤١	٢١٩	٢٣٨	-	٢٣١
٢٤٢	١٤٠	-	٢٤٢	٢٢٠	٢٣٩	-	٢٣٢

ف	خ	فا	فب	فج	غ	م	ل
٢٣٣	-	٢٢٠	٢٢٢	٢٥٣	-	١٩١	٢٥٣
٢٣٢	-	٢٢١	٢٢٣	٢٥٢	-	١٩٢	٢٥٢
٢٣٥	-	١٢٢	١٤٠	١٢٢	-	-	١٢٢
٢٣٤	-	١٢٤	١٥٩	١٢٧	-	-	١٢٧
٢٣٢	-	٢٢٢	-	٢٢٢	-	-	٢٢٢
٢٣٨	-	١٩٠	-	١٨٢	-	-	١٨٢
٢٣٩	-	١٨٩	-	١٨٣	-	-	١٨٣
٢٢٠	-	٢٢٣	-	٢٢١	-	-	٢٢١
٢٢١	-	٢٢٥	-	٢٢٢	-	-	٢٢٢
٢٢٢	-	٢٢٢	-	٢٢٣	-	-	٢٢٣
٢٢٣	-	٢٢٤	-	٢٢٤	-	-	٢٢٤
٢٢٢	-	٢٢٢	-	٢٢٢	-	-	٢٢٢
٢٢٥	-	١٨٧	٢١٥	١٨٢	-	-	١٨٢
٢٢٤	١٢٨	١٨٤	١٤٣	١٨٠	-	-	١٨٠
٢٢٢	١٢٩	١٨٢	١٤٢	١٨١	-	-	١٨١
٢٢٧	-	١٨٥	١٤٢	١٢٩	-	-	١٢٩
٢٢٩	-	٢٢٧	-	٢٢٥	-	-	٢٢٥
٢٥٠	-	-	-	٢٢٧	-	-	٢٢٧
٢٥١	-	-	-	٢٢٩	-	-	٢٢٩
٢٥٢	-	-	-	٢٥٠	-	-	٢٥٠

دلیوان
لیوسف علی خاں ناظم

غزلیات

(ردیف الف)

(۱)

سیدھی ہے وہ بت کہہ احسان خدا کا
 ہو راہ نشیں مرحلہ فقر و فنا کا
 بے درد ہے وہ خستہ کہ لے نام دوا کا
 جاتے ہوئے دم بند جہاں باد صبا کا
 اک شور ہے عسپی کے دم روح فزا کا
 بڑا جائے اگر سر پہ کبھی سایہ بھا کا
 کیا زور چلے کٹھن بند صبا کا
 جو بت ہے وہ تپلا ہے مگر ناز و ادا کا
 جو ہر نہ کہیں گھر صبر نہ کو تیغ قضا کا
 جوتا ہے گدردام میں مرغان ہوا کا

محتاج نہیں تاملہ آواز درا کا
 گھر ہے سیر در یوزن فیض اہل نظر سے
 ۲ خستہ دی معشوق ہے انجواں عاشق
 اس باغ کی نکلت کاہوں مشتاق کہ ہوا
 کوئی نہیں کہتا کہ یہ کس کا ہے گھر
 جھاڑیں ترے عشاق اسے گرد سمجھ کر
 تن فرط لطافت سے ہو جب روح مجسم
 لب کا لبہ خاک میں ہوا اتنی لطافت
 یوں قتل کرے غمزہ دلہار کہیں کیا
 کیا دانے کی خواہش کو ہے تاثیر کہ جس سے

اسرار حقیقت کا ہوا سحر میں شارح
 کیا حوصلہ ہے ناظم آشفہ نوا کا

۱۔ ندارد - خ

۲۔ خستہ دی م

۳۔ تپلا - خد

۴۔ اکو، ندارد خد

خدا کا نام لکھ کر نام لکھتے ہیں محمد کا
 احد کے دل نشین ہے میم احمد، بوجھتے کیا ہو،
 مدد تک کیوں نہ آئیں خیل خیل ان کی زیارت کو
 بچھے رہتے ہیں از بس ہرز میں ہر وہاں ملائک
 سہارا نامہ اعمال اس کے فیض لبث سے
 ۲۔ جھجے کیا جنب و انحراف و درخ سے، وہ عالم ہے
 ۳۔ کہو جو حمد میں حق ہے، کہو جو نعت میں سچ ہے
 غم آل نبی میں، دل سہارا ملزم خون ہے
 نہ ہو کیوں چا لیشین شاہ دین جب سنے ان کے
 لقب ہے احمد العالمیں، دد صرزدہ عالم کو
 جہاں جو غازیان دین احمد کام آئے ہیں
 نماز میں یاد آجاتی ہیں حضرت کے زمانے کی
 الٰہی بازائیں ان کچھ میں ہو نام میرا الٰہی
 مآول ہے دئی، تو حید خالی اس کو کہتے ہیں

مگر اس میم کا ہم دم ہے میم اللہ کی مدد کا
 یہ آں نکتہ ہے مشور خاص محبوبی احمد کا
 کھلا جن کے لیے دروازہ اس قصر ہر جہ کا
 نظر آتا ہے نقش پا سے خالی صحن مرقہ کا
 عجب کیا ہے بنے توفیق گھر خدی مغلہ کا
 سنا فی ہے ادب کے، بندگی میں حرف مقصد کا
 نہیں اعلان حق میں شائبہ ہر نر خوشامد کا
 نفس کی آمد و شد میں ہے نقشہ جزر و مد کا
 دبار سنا تھا زانو سے علی کے گوشہ مند کا
 صلہ کے عام میں کیا تفرق ہے نیک اور بد کا
 بنا ہے وہاں ملک پر والہ اگر شمع مشد کا
 اداں سے دور نہ کیوں مل جائے دل مسجد کا
 بنے یہ قد خم، حلقہ نیش سنگ اسود کا
 احذر وہ جائے جب احمد بنے لکے میم احمد کا

صحیحہ ہم زمیں کو آسمان بہشتیں، ناظم
 اگر سایہ نظر بڑ تار میں پیر آپ کے قد کا

۱۔ نذر د - - خ - م

۲۔ ہمیں کیا دوزخ و انحراف و جنب سے - خب

۳۔ کہو جو نعت میں سچ ہے، کہو جو حمد میں حق ہے - خب

۴۔ آمد اور شد - ما

۵۔ اس کے - خب

خدا کا حکم ہے، پر نام ہے پیغمبر کا
 یہ ہیں دین کہ پیغمبر ہو سول گو ہر کا
 بتوں کو وجہ ہیں لایا کلام پیغمبر کا
 کہ ہم کو خوف ہو خورشید راز محسن کا
 اڑا رہے ہیں کہو تر فرشتے کے ہر کا
 وہ رخنہ چاہیے رازن ہو خلد کے در کا
 نحو نہ گھر میں دکھا میرے دیہہ تر کا
 سپر ہے ہاتھ میں جیس کے کواڑ خبر کا

وہ میں نہیں کہ گروں شہید دشیر ہر ناظم
 علی سے خلد میں سائل ہوں جام کوثر کا

پیام دست ہے ہر قول نامہ آدر کا
 کسی کو حوصلہ اتنا کرم سے بڑھ کر ہے
 فراز طاق حرم سے نہ کس طرح گرتے
 علم بھی کیا تیرے قد کی طرح ہے بسایہ
 یہ دم بہم کی ہے ریزش کہ کوچے کے اطفال
 بڑے جو رخنہ بھی تیرے محب کے اچال ہیں
 غم حسین میں ادیا تو حق نے زہرم سے
 وہ تیغ زن لے تیرا ہم لٹیں، تعالیٰ اللہ!

انجام کو ستر مسار ہو گا
 تو کس کا دستہ دار ہو گا
 صرنا جھجے لا کہ بار ہو گا
 اس کو جے میں گھر صزار ہو گا
 انگین گل اگر ہزار ہو گا
 پیرایہ نو بہار ہو گا

جو کچھ سے امید دار ہو گا
 لم گنتا ہے عدد کی بھی ہوائی
 طول شب ہجر جانتا ہوں
 ہرگز نہ اکٹوں کا حشر کو بھی
 منہ تیرا سالائے گاہاں سے
 اترے گا تیرے گلے سے جو بار

۱۔ ندارد - خ - ۲۔ 'ہے' ندارد - خب

۳۔ جو - خ، خا، خج، ما

۴۔ تاکہ - خ، خب، م

قطرہ

۲ اعتبار سے دیکھ کر تیار رہ
جا بیٹھوں گا دربرادر کے میں
سو گا لسیا کہ دشمنوں کے
لو آؤ، چو خد اکو مانو
دل میرا جو بے قرار ہو گا
کیا یہ بھی نہ ناوار ہو گا
اک تیر گلبر کے پار ہو گا
کنا کچے بار بار ہو گا
آنے کو کہا ہے اس نے ناظم
کچھ تم کو ہی اعتبار ہو گا

(۵)

عسلی کا بھی علاج کئی بار ہو چکا
نوبت ہے تیری گردش چشم سیاہ کی
ہے ناوک نگہ کے مقابل خدنگ آہ
کیا کھائیں اب وفائیں ہم ایمان کی مسم
عاشق ہوا انس آفت جاں پر مرندیم
ہمسائے میں معان ملا بھی تو کیا حصول
اب کیوں کمی کرے، کچھ کس کا لحاظ ہے،
حکم اخیر کی کئی توجہ بہرہ زحشر

اچھا غم زاق کا بیہار ہو چکا
دنیا میں دور گنبد دوار ہو چکا
اب میرا دار و در، تیرا دار ہو چکا
جب تار سب، رشتہ ز تار ہو چکا
جب خوب میرا محرم اسرار ہو چکا
بند ان کے گھر کا رذن دیوار ہو چکا
رنے کا نام دیدہ ہو بنا ہو چکا
باقی رہا نہ دن ہی، جب اظہار ہو چکا

ملتا ہے امتحانِ وفا میں مزا سنو ز

نالحم، اگرچہ کج رہ سو بار ہو چکا

- ۱۔ 'قطرہ' درج نہیں ہے۔ خب
- ۲۔ غیروں بناک دیکھ تیرا۔ خ
- ۳۔ یہ۔ خ

(۶)

اس کے در پر جو مجھ کو بار بار ہوا
 نالے کا عذر ناگوار ہوا
 تو کسی کا نہو دست میں ناحی
 تیراں شست سے جھپٹا ہی اپنی
 شرم بکھر مایخ وصال ہوئی
 داغِ دل کی ہوں کیر میں مہر و
 لکبہ بودا تھا تیرا عہد وفا
 کہیں ان سے کبھی کہا ہو گا
 کل جو کچھ دل کی بے قراری کا
 پیس کے کہنے لگے کہ کیوں تھا
 اپنے ہمدقے ہزار بار ہوا
 میں سی اٹا کٹناہ گار ہوا
 دشمنِ اہلِ روزگار ہوا
 یوں یہ کیا ہے کہ دل کے پار ہوا
 شکوے سے جب دیکھتا ہوا
 نہ ہوا باغ، لالہ زار ہوا
 گو بندھا ہر نہ استوار ہوا
 کہ مہرِ عمر پہ دل نشا ہوا
 تہ نہ ان سے ایک بار ہوا
 دل کہاں تھا کہ بے قرار ہوا

اس میں وہ کیا کر سکتا ہے، ناظم
 جس سے پھر تو امید دار ہوا

(۷)

بڑھتا گیا جو رشک، تو اخلاص کم ہوا
 ہوئے دیا نہ شاد، یہ دن پھر کہاں مجھے
 پیسے میں مے کے کیوں نہ لگائیں ہم اپنا نام
 مل جانے پر وہ کیرہ جاں ہو تو ہو، مگر
 کھاخوہ خال کا بھی تمنا سنا نظرِ فریب
 جھینا عدد نے دست کو، یہ لیا کسم ہوا
 ہے ہے! کہیں رقیب کے مرنے کا غم ہوا
 خالی جب ایک جام سے مشہور جم ہوا
 بو سے کاماگنا تو مرنے حق میں سم ہوا
 دل کیوں اکیر طرہ پر پیچ و خم ہوا

- ۱۔ قطر درج پیس ہے - فب
 ۲۔ تو پھر - خ
 ۳۔ جائے - خ، ما
 ۴۔ 'کا' نہ ار - فب

اچس نے نہ آپ میں تجھے پایادہ درمند
 جانی نہیں ہے سچی رہ عاشقی میں بیش
 آوارہ سنازل دیر و حرم ہوا
 جو تھک کے رہ گیا، دہی ثابت قدم ہوا
 ترکیب سے کنارہ کیا مفردات نے
 دھڑ سی بھی نہ درجہ جانی رستم ہوا
 نالحم، سنا ہے نام جو حیرا، تو شب اکھیں
 نالے پہ بھی گمانِ صبرِ قلم ہوا

(۸)

کھر حال کچھ اپنا مجھے اچھا نظر آیا
 جو عالم وحدت میں تماشا نظر آیا
 مدت میں بت اُسیند سیمال نظر آیا
 مطلع ثانی کچھ کہ نہیں سنا کہ مجھے کیا نظر آیا
 ہر ذرہ مجھے دیدہ بینا نظر آیا
 جب بعد مرے کوئی نہ مجھ سے نظر آیا
 بیداد سے تو بہ اکھیں نہ تے ہی بن آئی
 مجمع میں بتوں کے بھی وہ تنہا نظر آیا
 صٹ جاتی ہے تاروں کی چمک چاند لائے
 آدم اُسے اک خاک کا پتلا نظر آیا
 شیطاں جو نہ کتا جو ہر معنی کا شناسا
 دل گھر میں ہوا سنگ لٹو صبرِ نظر آیا
 لم محبوبوں کو کہاں حوصلہ تھا صبرِ جنوں کا
 شب کو جو اکھیں خواب میں دریا نظر آیا
 دی مجھ کو نویدِ اثرِ گریہ سحر کو
 انا سننے کے زمانے میں اُنش کی بھی کئی دھوم
 نالحم ہمیں اس عصر میں کیلتا نظر آیا

۱۔ اپنے میں جس نے کچھ کو نہ پایادہ درمند - خ

۲۔ آوارہ - ما

۳۔ مطلع ثانی درج ہے - خ

۴۔ یہ شعر حاشیہ پر درج ہے - خا

(۹)

کچھ سنب میرے سے سوا ہو گا
جانتا ہوں کہ بے دانا ہو گا
نالہ میرا اگھر رسا ہو گا
طنز سے کہتے ہیں کہ "کیا ہو گا"
وہ بہارا ہی مدعا ہو گا
پوچھے کیوں کہ کیا بجا ہو گا
تو کسی کا کب آشنا ہو گا
ایک بو سے میں کیا کھلا ہو گا

کیا قیامت کا دن بڑا ہو گا
اس سنگم کو جان کیوں نہ کیوں
ہرق ہو کر گرے گا پھر مجھ پر
جی میں ڈرے تو قتل کیوں کرے
سننے ہیں سٹ گیا ہے کوئی نقش
سنب میراں کی جب سمر ہی ہیں
سنب اقبالِ غیر بے جا ہے
ہے طلب کی یہی روشِ در نہ

بھیر ریا ہے وہ آج کچھ خوش خوش
تو نے نا ظلم سے کیا کہا ہو گا

(۱۰)

اپنی ستھرت کے لیے ہے جمعہ سوا کرتا
تو ستم پسینہ نہ ہوتا تو فلک کیا کرتا
گھر نہ میں سنب کو ترے کوچے میں غوغا کرتا
کیوں مری خاک کو خشتِ خم صہبا کرتا
مے فردش آج در مسکدہ کیوں دا کرتا
ایسا ادھچکا بھی ہیں میں کہ تقاضا کرتا
فتنہ ہوتا تو فلک مجھ کو نہ ہرپا کرتا

نام سے خوش ہے بدی کی ہیں پردا کرتا
آپ دن رات بڑا بے سرو پا پھرتا ہے
پاسباں سے مری سازش کا نہ ہوتا چرچا
لجہ مرنے کے مری داد نہ دیتا گرجہ رخ
عمید ہے، ہم نے بھی جانا کہ نہ ہوئی گریہ
لے کے دل بوسہ گرائس نے نہ دیا، خیر نہ دے
ہے کچھ افتادگی ایسی کہ اگھر میں بمثل

۱۔ ہرا - ما

۱۲۔ اقبال - خ

تو نہ آیا، پیرا جل اوقت سے پہلے آئی
 آدمی اس کی اگر اتنی تمنا کرتا
 خاص مہماں ہوں اور سب ہیں طفیلی ناظم
 میں نہ ہوتا تو خدا غم کو نہ پیدا کرتا

(۱۱)

دہاں فتنہ ہر اک دقت میں کیا کیا نہیں اٹھتا
 بے خود ہے یہ اس چشم سید مست کا مارا
 کب تک کوئی امید پہ داں خالک نہیں ہو
 وہ چشم منوں گر بھی چکھے جاکشی اشک
 ابر مرزہ سے خاک ہے مٹنا کسرا
 پر سمنش کو اگر ہونٹ مٹا رہے ہیں ہلے
 گر بڑکے لیا مسکدہ سو بار، مگر کیا
 ہم سے تو ترے کوچے میں نقش قدم اچھا
 کیا ہم بھی جو یاں آئے تو بت بن گئے ناظم
 بت جانے سے در تک قدم اپنا نہیں اٹھتا

(۱۲)

وعدہ گھر روز کیے جائے گا
 ۲ جان کا غم ہیں، غم یہ ہے آپ
 میں بھی ہوں حضرت ناصح دانا
 روز سمجھوں گا کہ آج آئے گا
 قتل کر کے مجھے کچھتا ہے
 کچھ سمجھ کر مجھے سمجھائے گا

۱۔ پہ۔ خ

۲۔ شعر موجود نہیں ہے۔ جب ۳۔ کر کر۔ خ

لا غرانا ہوں کہ ہوں گھر میں مگر
 تم نہیں قول و قسم کے سچے
 در یہ رہنے کی اجازت دے کر
 نامہ بھیجا ہے تیرا لے گرفتِ دل! ن
 دیر ہے خطا کے لکھ جانے کی
 مہرے گھر میں نہ مجھے پائے گا
 جھوٹ کہتا ہوں قسم کھائے گا
 کہتے ہیں یادوں نہ پھیلانے گا
 جی میں نشوونما نہ فرمائے گا
 قاصد آتا ہے نہ گھبرا ئے گا
 کیا ہے جو کہتے ہو مطرب سے تم آج
 کوئی ناظم کی غزل گائے گا

(۱۳)

کبھی خوں ہوتے ہوئے اور کبھی جلتے دیکھا
 جب یہ چاہا کہ لکھیں وصف صفائے رخسار
 مے میں یہ بات کہاں جو ترے دیدار میں ہے
 اف رہے سوزِ دل عاشق کہ کھدیر اس کی
 دل کے لینے میں یہ قدرت اسے اللہ نے دی
 دل کا کیا رنگ ہے تم کو کبھی نہ سمجھے افسوس
 ہے یہ سبائی کی کرامت کہ نہیں جام کے پاؤں
 واعظ و شیخ بھی خوب ہیں کیا بدلوں
 دل کو ہر بار سیارنگ بہ لے دیکھا
 صفحہ پر پائے تلم ہم نے کھیلے دیکھا
 جس کو دیکھا کہ گرا، پھر نہ سنبھلے دیکھا
 سنگ مرمر صفت ہرگز بگھلے دیکھا
 جس کو مٹی کے کھلونے بہ مچلے دیکھا
 حشمتِ حشم سے خونا بابت لے دیکھا
 اور پھر بزم میں سب نے اسے جلتے دیکھا
 میں نے مے خانے سے کس کس کو لعلے دیکھا
 پردہ کیوں کرتا ہے ناظم ترے گھر آئے تھے
 رات کو ہم نے انہیں بھیس بہ لے دیکھا

(۱۲)

صنم کے در پہ مبارک ہو مجھ کو سر لینا
۲ ہے ردا حشر بھی سید، بناؤ کر لینا
۳ اوردان کو خیمہ دامن ہو سے بھر لینا
۴ مقابلہ ہے بھڑا سے ہو، سنور لینا
۵ لہڑا آنکھ پیروں کا نہ ہو کر لینا
۶ پراختیار ہیں بھی ہو درست سر لینا
۷ کسی کا کچھ نہیں پروردگار پر لینا
۸ کچھ اور خاک نہیں جانتے، ملکر لینا
۹ شتم کا چاہے خدا انتقام کر لینا
۱۰ کہے جو درہی سے مجھ کو دیکھ کر لینا
۱۱ اٹھا کے تکیہ سے باز دیکھ کر لینا

چلے ہو دشت کو ناظم، ملے اُتر مجنوں
ذرا ہماری طرف سے بھی پیار کر لینا

(۱۵)

لی محنتب نے گھڑی تدبیری تو کیا ہوا
۱ اس در پہ آئے جانے کی صورت بنی رہی
۲ ہوتا جو دل پذیر ہو جاتا نہ دل سے دور
۳ کیا تم نہ جانتے تھے کہ بے خانغاں ہوں میں

۴ نکلے سوئے کہنہ میں کہہ کہ بھرا ہوا
۵ دریاں موائے شہر آشنا ہوا
۶ وہ ناکہ کام کا نہ رہا جو رسا ہوا
۷ پھرتا ہے نامہ ہر میرا گھر پوچھتا ہوا

۱۔ رہا ہوں کیفیت، نہ میری کوئی خبر لینا - خا، خب، خج، خد، م، ما

۲۔ اضافہ از خ - ۳۔ مطلع ثانی درج ہے - خ

۳۔ انتقام اُتر لینا - خا، خج، ما

۵۔ نہ انویہ - خب - ۴۔ ملے اُتر مجنوں - فب

ہر حلقہ زلف کا دہن اڑ رہا ہوا
اچھا ہوا سر لیٹی محبت، برا ہوا
رہتا ہے دشتہ تکیہ کے نیچے دھرا ہوا
گزارا کھایاں خیال، کہ اس دم خفا ہوا
جو تیر غمزدہ شست سے تیری خطا ہوا

عزم حجاز، حفرتِ نازم سے کھالید
سننا ہوں راہ میں سے پھر آئے بھلہ ہوا

کھینچتا ہوں دم بہم جو ادھر کو سگر مجھے
اُن کو خیال تھا کہ سینکے خبر کچھ اور
دیکھا ہے خواب میں مجھے ظالم نے اندر
اللہ کے ناز کی کہ بزل کے فشار کا
اُس نے چشمِ خوش نگاہاں کو کیا فگار

(۱۶)

پھر کہو گے نہ ہمیں صورتِ دیا کہنا
چاہیے رذرِ سید کو شپ پیدا کہنا
کثر طِرافت ہیں شکوے کو بیجا کہنا
مانتا ہے دل سودا زدہ کس کا کہنا
اپر ہیں شانِ ادب قطرے کو دریا کہنا
حالِ دل عرضِ کردں، کہتے ہیں "تنہا کہنا"
آسمان کو ہے غلط گنبد منیا کہنا
ہر بری بات کو سوزِ گد سے اچھا کہنا
چشمِ پر خوں کو کبھی سا غم صہبا کہنا

کیوں نہ غالب کے ہوں اشراق کا قائل ناظم
دور سے جی نے سکھایا مجھے الیہا کہنا

ساکھ سو نے میں بھی ہو شرم سے چپ، کیا کہنا
کہیے دن کیونکہ اُسے جس میں نہ سوچھے کچھ
چاہو تم، اور ہو آزر دہ، یہ ماننا ہم نے
میں تو کہنا تھا خمِ زلف کے پھندے میں نہ بھنس
اے نواسیجِ انا الحق! اترا دھوئی حق ہے
بارِ خلوت میں ہیں، اور اُنہر نبرم میں ہیں
سنگِ بارانِ حوادث کا کہو ابھریا
شعرا غم میں بھی خوش رکھتے ہیں اپنے دل کو
جگر خندہ کو کہنا گلِ خندہ اں گا ہے

۱۔ لکھ دستو اپنی قطرے کو دریا کہنا خ، خب، م

(۱۷)

سادہ دل ہے وہ بت آئینہ کیا
 کہتے ہیں یہ بھی اک انداز ہے، سودا کیا
 پوچھتے ہیں کہ "میرے در پہ ہے عو غا کیا"
 اے دل اس باغ کا ہو گا چین آ کیا
 اٹھ گیا بیچ سے جب میں ہی تو پردا کیا
 گھر میں سب کچھ ہمیں موجود ہے ہجر کیا
 "لفٹو نوح کی، لہو فال میں ہے دریا کیا
 مجھ کو سونپا ہے غم حوصلہ فرسا کیا
 کیا وہ سمجھے کہ غم عشق ہے ہوتا کیا
 پوچھتے ہیں کہ یہ ہوتا ہے تماشا کیا

جلہ جم جاتا ہے ہر شخص کا نقشہ کیا
 میں تو کس گنتی میں ہوں، مہیں کا قصہ کن کر
 نہ کر کے خوں ایک ما، جا بیٹھے ہیں گھر میں اور گھر
 جلوہ حسن پیاں کی ہے غالتش کیسی
 ذوق دیدار میں بے خود ہوں، نہ کر مجھ جیسے
 پیش و زاری و تنہائی دگر گردانی
 مرے اشکوں کی ردائی ابھی کیا دیکھی ہے
 اور دکھ درد ہو تو انہی کو گھلت لوں یا ب
 جو ستم پیشہ نہ ہو معتقد میر و وفا
 دیکھ کر شمع یہ گرتے ہوئے پردانے کو

طلب بوسہ میں کیا جا ہیے ناظم ابرام
 دے چکے دل جسے پھر اس سے نفاضا کیا

(۱۸)

سو گیا چاک گریباں میرا
 تیرا تیرا ہے تو پیکار میرا
 دیدہ مور شبناں میرا
 میرا غم کھائے گا مہماں میرا
 کیا کرے جاوہ فسون خواں میرا

پردہ در کھا غم پنہاں میرا
 یہ تو لکھ، وہ نہ لکھ دل سے
 تنگی جا سے ہوں دل تنگ، کہ ہے
 اور کھانے کو دھرا ہے یاں کیا
 ہے فسون ساز پری کا یہ

۱۔ 'ہے' نہ ارد ما
 ۲۔ دل سے لکھ نہ لکھ دل سے
 خ، فب، م

کیوں نہ خورشید قیامت گھٹائے
 زلف نے جعد کی صورت پاکی
 راہ لکھی تو ہے واں جانے کی
 یہ جواب ان کے ہے دروازہ پر
 جب سسکے نامہ عصیاں میرا
 تو بھی ہے حال پریشاں میرا
 شوق ہے سلسلہ جنبان میرا
 تھا کسی عہد میں درباں میرا
 نام یوسف ہے مرا، پر ناظم
 ہے مرا مصر ہی کنھاں میرا

(۱۹)

آیا ہے ذکر بارغ میں جب تیری چال کا
 ہو جائے گا دہنیم، نہ کرے دل اضطراب
 پایا نہ بوسہ، پیر نہ مٹی مانگنے کی خو
 وہ قید دوست ہوں کہ بناؤں نہ آئیاں
 ساقی شراب کے لیے فصل کموز میں
 کھلے ہو دیکھنے مہ نو، چاہیے کہ آج
 بس اے حریف قتل کہ اب ہو گیا ہے تنگ
 ڈھونڈوں تو کس پتے سے اسے پاؤں اے خوا
 ڈر سے اکھڑ گیا ہے قدم، ہر نہال کا
 ہاں اے اسیر زلف، یہ کھینچا ہے ہال کا
 بیہودہ بیڑ گیا مجھے لپکا سوال کا
 جب تک کوئی درخت نہ ہاٹے آئے جال کا
 بہتر ہے جام زر سے پیالہ سفال کا
 کھوئے گرہ نقاب کی ناخن ہلال کا
 ارواح کے ہجوم سے عالم مثال کا
 عاشق ہوں حسنِ سادہ بے خط و خال کا
 ناظم یہ انتظام، رعایت ہے نام کی
 وہی مبتلا نہیں ہو کس ملک و مال کا

داغِ جگر چراغ ہے بزمِ خیال کا
 ہر کچھ جواب چاہیے میرے سوال کا
 مدحوں میں زرد و سول ہو اختِ لکڑی کا
 باعث ہوں تیری شہرتِ حسنِ جمال کا
 لسمہ لغار ہا ہے سو وہ بھی ذوال کا
 مارا ہوا ہوں مہر و محبت کے کال کا
 کافی ہے یہ دھوپ میں ہم کو نہال کا
 مذہب ہمیں لپٹا نہیں اعتراف کا

فرقت میں بندہ رہا ہے لقو وصال کا
 بخشش میں ہر طرح سے ہمیں اختیار ہے
 آخر کو قطرہ قطرہ ٹپکنے لگے کس شک
 میں کیوں کہ آپ کو نہ صیب آفریں کہوں
 رکھتے ہی پار کا بھبی مجھ پر جلد جودار
 بے درد ہو جو تم کو نہ کیوں کمر تباہ ہوں
 صحنِ وحشی میں فقر و لاشیں بنائے کون
 دیدار ہی نہیں تو خوشی کیا بہشت کی

ساقی بنو بادہ ہر فرد ز جامِ ما
 ناظم کو اعتبار ہے حافظ کی مال کا

بارے آئینہ کچھ کئے میرے کہ داماں رہ گیا
 مرتے مرتے مجھ پہ اس ظالم کا احساں رہ گیا
 جا پڑا سکر دودھ سے گھر چن داں رہ گیا
 کھینچے ہر تیرے دل میں جو پیچھاں رہ گیا
 آج گھر دس سے مگر گردن گرداں رہ گیا
 جو کیا کھا ہم نے یاں پیدا، وہ بیاں رہ گیا
 جس قدر ظاہر ہوا اتنا ہی پنہاں رہ گیا

آہو کیا، پیرہن جب بے گریباں رہ گیا
 دیکھنے کو میرے آیا، لاشِ اللہ، مرچیا!
 کردیا تیری سبک دستی نے مجھ کو بے دغا
 سینہ چیر دشنے سے، یہ خوب گنجائش ملی
 وجہ کیا یا رب کہ ہوائی شب ہمراں دراز
 میں یہی کئے یہ بھی پھر اعمال کیوں جاتے ہیں کاکہ
 آدمی ہر راز حسن بے لاش کیوں کر کھیلے

کھائیں کیوں غم، گھر میں باقی نشانِ جوئے لیر
کیا وہ لیریں رہ گئی اس کا شہنشاہ رہ گیا
کل ہم ان سے مل کے کہ اے سب اپنا دوا دل
بھر بھی ناظم، شکوہ بیدادِ دریاں رہ گیا

(۲۲)

غم ایس کا کیا کہ وہ دلہہ پر خفا ہوگا
لفیض دینگے اترے صلائے بخشش عام
گھر لے گا اوج ہوا سے بھی پہن کر ہرق
عدو کا تم سے جو جھگڑا تھا کیا شتاب مٹا
تری گلی میں ہے آمد شدِ رقیب کا ذکر
سمجھ لیا کہ رہا آشتیاں ہزاروں کوں
یہ عالم آئینہ ہے تیرے اوتے زیبا کا
فقیر بن لے گیا داں تو کیا سوال کروں؟
نہ اے گا مجھے پیغام، ادا کیا ہوگا
مجھے نہ حوصلہ عرضِ مدعا ہوگا
یہ نالہ شہزادشاں اُتر سا ہوگا
مردوں فقہ مرانقشِ مدعا ہوگا
ابھی تو کیا ہے، یہ چہر چاہزاں ہوگا
فقس میں جائے گا جودام سے رہا ہوگا
وہ تو ہی ہوگا اتر کوئی دوسرا ہوگا
مگر کہوں کہ کھلے نہ تر کھلے ہوگا
شراب و شاہد و صطرب سے کام رکھ ناظم
کسے خبر ہے کہ انجام کا کیا ہوگا

(۲۳)

اٹھا صمرا میں السیافتہ صرے جوشِ سودا کا
وہ گو میرے ہی پاس آئی، نہ اے رقیب کیوں کو
کہ قالب میں بگڑے ہو ادم بند میرا کا
گماں ہر خاک کے ذرے پہ جب ہو چمک مینا کا

- ۱۔ رازِ دل - خب
۲۔ گیا - ما
۳۔ اس کے - خب
۴۔ بہر شک آئے نہ کیوں مجھ کو - خ، خب، م، ہ - مینا - خد

۳ نہیں منکر بھی ہر میں بےسوں کے شور و غوغا کا
 بنا ہے دیدہ و دل سے مکونہ جام و منیا کا
 نہیں ہے سر ٹپکنا بے سبب سحر سے دریا کا
 نہیں میں گریہ غنقا، دیکھنے والا ہوں غنقا کا
 کہ مشتاقانہ رخ ان کی طرف ہے ان کے ہمتا کا
 رگڑتا ہے زمیں پر سینہ ہر دم ناقہ بیلہ کا
 غم میں بھی اگر سمجھو تو اک دھندلے چہ نیا کا
 گدازِ دل ہے ناظم یہ جو آنکھوں سے ٹپکتا ہے
 ہڑا ہے مجھ کو ردِ نادا اچھائے کینہِ زسا کا

یہ بیشک ہے کہ پڑانے کے چپ جلنے کا قائل ہوں
 بھری ہے سے پرستی کی ہوا طینت میں ان کی
 کبھی کشتی کسی حسرت بھرے کی اک میں ڈوبی
 نشان دہی ہے حسن بے نشان کا میری بینائی
 نظیر ان کا تر آئینہ میں پیدا بھی ہوا تر کیا
 ہٹا یا ساء باں نے دستِ جنوں میں تو مٹی ہے
 فریادِ ی ہے شہد و شہر و قمر و خور و غلماں کی

(۲۲)

منکر اک جواب الٹا، کہ ہزار بار آیا
 یہ خوشی کبھی کم نہیں ہے کہ امیدوار آیا
 یہ سہی کہ دیکھ سچ ہے، مجھے کب قرار آیا
 تجھے کیا زبان پیر اپنی نہیں اختیار آیا
 مرے کام ہمدم آخر، دل داغدار آیا
 یہ نگاہیں ہوا کہ شاید کینہ کا آ یا
 نہ خیار لے ہی پیر آیا، نہ کہ ہزار آیا

نہ کبھی کوئی دُعا آیا، نہ پیام یا آ یا
 مجھے گرجہ اپنے در سے وہ فریب دے کے ٹالیں
 ملے لٹنہ کو جو پانی، تو ہو اس کی زندگانی
 نہیں دل پہ زور چلتا، یہ یقین ہے سب کو نام
 جن شقائق اک کو وہ سمجھ کے خوش ہوئے ہیں
 ہم اٹھے لمحہ سے صفا، جو فردش حشر میں کر
 سوئے سب خیال باطل، کہ وہ جو پیشہ قائل

-
- ۱۔ کہ جب جلنے کا پڑانے کے قائل ہوں - خ ۲۔ جب - خ، ما
 ۳۔ یہ منکر بھی نہیں - خ، خب، م ۴۔ دین و دل - ما
 ۵۔ غنقا کا - خ ۶۔ بھی پیدا - خ ۷۔ شعبہ - خ
 ۸۔ یہ - خ، خد ۹۔ خیار لے پیر آیا - خ، ما

نہ خدہ کو جانتے ہو، نہ بنی کو مانتے ہو بس اٹھو مستم نہ کھاؤ، حجمے اعتبار آیا
نترے گھر وہ آئے نالحم، تو یہ اضطراب کیا ہے
کوئی بادشاہ آیا، کوئی شہر بار آیا

(۲۵)

کیا تھا جو تو ٹکے کا سرے پا رہا ہو گیا
تھا موردِ دستم تو میں ہی جب کہ میں نہیں
محبو بہر کبھی چلے تو نہ ڈھونڈھا کرو وہ تیر
آیا نہ میرا دیدہ بے خواب میرے کام
آتشوز میں پہ گھر کے ہوا تھا شہزادہ فیر
پائی گئی نہ مصر میں تو مچھو حسن کی
آئے ہیں میرے گھر وہ حجمے دیکھنے بولب
نکوت ہوئی زیادہ بنانے سے زلف کے
زاہد کو کیوں شراب کا یارب منزا پڑا
مسکین کا لین دین نہ تھا مے فروش سے
نالحم دفا نے وعدہ کی امید ہے کسے
مرنا بھی اس فریب میں دشوار ہو گیا

-
- ۱۔ منزل نہیں ہے - خ
 - ۲۔ موردِ دستم یہی میں جب کہ میں نہیں - خب، م
 - ۳۔ ڈھونڈھا کرو وہ تیر - خب
 - ۴۔ بہ کب - خب، م

۱۸
(۲۶)

جڑ گئے تھے ہم اُتراد پہ تو مارا ہوتا
ہوئے ہم ۱۰ اور ہمیں بات کا یاد ہوتا
۵۵ بھی خوش ہوتے اُتران کا اشار ہوتا
اک ذرا طرہ پہر خم بھی سنوارا ہوتا
کہ ہمیں سب میں مرنا نہ گوارا ہوتا
غیر اچھا تھا کہ ہم نام مہارا ہوتا
کاش یہ قصہ اسلند رودارا ہوتا
وہ نہ خورشید ہی ایک ستارا ہوتا
دیکھ کر دور ہی سے تیر نہ مارا ہوتا

دل سے اے جان کے دشمن نہ اتارا ہوتا
یہ خوشی کیا ہے کہ ہے ذکر ہارا ہوتا
قتل ہونے سے مرے خوش نظر آتا ہے قیب
منفور آنکھ کے سرے پہ سمجھتے ہو بناؤ
دعدہ وصل نہ ہوتا تو ہم الیہ بھی نہ تھے
نام لے لے لے لے برا ہم اسے کہتے دہر بار
درد دل میں نہیں جاتی سخن آرائی پیش
تیرے عارض کی شبابت نے یہ دن اکھلایا
کیا نہیں فخر و سطر سے مرثا انسان

دیتے دستک تو وہ آزاد نہ ہوتا ناظم
نام لے کر اسے در پہر نہ لپکارا ہوتا

(۲۷)

کیوں کہے کوئی کہ تم نے کیا کیا
جس نے بے خواہش ہمیں پیدا کیا
ہے بجا کر شکوہ بے جا کیا
آتش خاموش کو گویا کیا
صلح میں ہم سے بہت پیدا کیا
تیرش تیغ نگہ دیکھا کیا
آج جس نے دعدہ فردا کیا

کیوں کہے کوئی کہ تم نے کیا کیا
کیوں نہ خواہش کے مطابق دلے مراد
لطف کیسا، یاں عنایت ہے عتاب
تفادل افسردہ، زبان شغلہ بینی
ہے بڑائی اب تو آؤ سامنے
غیر کو کیا قدر و خم عشق کی
کل بھی دیکھیں کیا کہے

دوست اور یہ صند کہ جو اس سے کہا
 کہ کے ٹوٹوں میں مجھے رسوا کیا
 میں نے جل کر بات کرنی چھوڑ دی
 اس نے چپ رہنے کا بھی چہرہ چا کیا
 لڑ تو آیا اس سے لیکن ہم نہیں!
 دل میں کہتا ہوں کہ ناظم کیا کیا

(۲۸)

دیکھو فروغ جو ہر صہبائے ناب کا
 کثرت سے لبِ تعقیقت و حوت بدل گئی
 کیا کامیاب ہو نگاہ اس کے جمال سے
 سب کا ہے فرق تفرقہ و جمع، کیوں نہ ہو
 توحید کے خلاف ہے تثلیث، کچھ مجھے
 ہر رنگ کے ظہور میں حق کی نمود ہے
 موجود حق ہے اور ہے معدوم ماسویٰ
 صرف اک مناسبت ہے، اگر یہ نہ ہو تو پھر
 سستی اُسی سے ہے، نہیں منظور ہر نمود
 ہے ہم کو اپنے فخل سے شرمندگی عبث
 پایا ہے بڑے سے رنگ نے اک گونہ امتیاز
 آفاق کا گونہ ہے انسان میں تعبیر
 ہے آدمی پہ ختم بشمار تنزلات

کوثر ہے عین ثابۃ جامِ کُتراب کا
 دریا ہے نامِ لبتہ و موج و حباب کا
 عارضی سے جس نے کام لیا ہونقاب کا
 کیا عین ذاتِ بکر ہیں قطرہ آب کا
 کیوں منکر و نگیر کے ڈر ہو جواب کا
 ناحق ہے ہم کو تفرق لطف و عتاب کا
 اس بکرِ موج زن میں پنا کیا سراب کا
 موتی بنے صدق میں نہ قطرہ سحاب کا
 ذرے کو بکھانپتا ہے فروغ آفتاب کا
 اس کی صفت ہے اصل میں منشاغذاب کا
 خونِ سیاہ مادہ ہے مشکِ ناب کا
 فضل بہارِ عمر ہے عالمِ شباب کا
 والناس پہرے خاتمہ مبنی کتاب کا

۱۔ غزل نہیں ہے۔ رخ، م

۲۔ ہے یہ گوارا نہیں نمود۔ خب۔ ۳۔ قطوہ درج ہے۔ رخ

توحید کے بیان میں ناگہ زبان پر
نام آگیا جنابِ ولایت مآب کا
ناظم، درمہینہ علمِ نبی ہے وہ
درباں ہے جبرئیل درِ بوترا ب کا

(۲۹)

ہے عدم سے سا کھمیرے اور تیرے تیر کا
ردی صورت ہیں ہمیشہ، گو نہ رہیں ایک بار
باڑھ کو دیکھو نہ ہر دم، لوتھم انگلوں کی خبر
خط میں دیکھ لکھ کرے یقیناً اس پہ خط، یعنی غلط
۲ شمع پہرہ رہ کے ہنسنا گھر نہیں، تو کیا ہے پھر
قید یوں میں نامور ہوں اشلِ خویش کے سب
فرکے کی تریب کا ہے میل پر جیسے مدار
حشر حق ہے، پہرہ مانوں گا، کہ چاہے گا خدا
لو وہ بگڑے اور بگڑ کر یا کو اٹھا یا قتل ہے
مفت کیوں لیں بات، کیوں آنے میں ہزل جو پیر
ہم سے صحبت اور پھر وہاں کی پابستگی
تو بھی کیا تامل ہے ناظم آہ کی تاثیر کا

۱۔ غزل نہیں ہے - م

۲۔ شمع نہیں ہے۔ خا

۳۔ تامل - ما

دیکھ تو لیتا جو کھاتا زخم میں شمشیر کا
کام پیرا نے کے پیرہتے ہیں یاں گھلگیر کا
عاشق صادق کا دل آئینہ ہے نقویر کا
ہر بن موئے ہون، اک حلقہ ہے زنجیر کا
کہتے ہو دیکھیں عا شہ آہ کی تاثیر کا
دھیان آیا آج کیوں خوشیہ کو شنگیر کا
حال کیوں پوچھو ارم کا اور جوئے کثیر کا
کچھ بگڑ بھی تو نہ جاتا کاتب لعدہ میر کا
دیکھنے میں آئے گا مہرنا تو چرخ پیر کا
وہ گیا ہو گا کوئی پہیاں تمہارے پیر کا

سو قدم پیر سے ہو بسمل، برا ہو پیر کا
شمع کے شعلے میں پیرے سامنے گری کہاں
تو کہیں وہ، پیری صورت دل سے مٹنے کی مہین
ہم سبک روحوں پہ کرتا ہے نرانی بارِ جسم
جل بجھنے کے ہم، مگر تم بھی مہین پانے کے چین
وصل میں کچھ رات باقی تھی کہ آیا دن نکل
صنہیلی شہادوں ہے، صنہیلی فخر ہادیہ
ہم نشیں لکھتا مری قسمت میں گھر تو قبیع وصل
ہر چیز خوش ہوں درازی روزِ شب کی دیکھ کر
دل کہاں پہلو میں میرے، جس کو دل کہتے ہو تم

شکنہ محشر علی ہے اور میں اس کا غلام
مجھ کو کیا اندیشہ ناظم، وال کی دارِ گیر کا

بہر سہ لطف آج چشم دلربا تھی ہیں نہ کھا ۵ ڈھونڈتی مجھ کو نگاہ آشنا تھی، میں نہ کھا
یار کو مد نظر مشق جفا تھی، میں نہ کھا ۵ مطلع ثانی ۵ والے قسمت اکل دیاں میری قضا تھی، میں نہ کھا

- ۱۔ غزل نہیں ہے۔ خ، خب، م
- ۲۔ کہتے ہیں۔ خد ۳۔ روز و شب کو دیکھ کر۔ خ
- ۴۔ غزل نہیں ہے۔ خ، خب، م
- ۵۔ مطلع ثانی درج ہے۔ خج

قابل اس رتبے کے ظالم، کیا خاکتی، میں نہ کھا
 نبند اڑادی جس نے تیری، وہ ہوائی میں نہ کھا
 سا کہ چلنے کو جلو میں کیا صبا کھی، میں نہ کھا
 خوں گرفتہ اس چین میں کیا خاکتی، میں نہ کھا
 رحمت عام اس کی کہ گرم عطا کھی، میں نہ کھا
 نہر، گلشن، جانہ نی، سبزہ فضا کھی، میں نہ کھا
 صاب! اس خدمت کے قابل کیا صبا کھی، میں نہ کھا
 قدسیو! وہ میری آہ نار سا کھی، میں نہ کھا
 قافلے والوں سے کہہ دینا کہ سا کھی! میں نہ کھا
 وجہ ناراضی تو میری التجا کھی، میں نہ کھا
 بول اٹھا شوخی سے چشمِ فتنہ زلتی، میں نہ کھا

جام، مینا، باد، سا، کھی، کھایہ سب ناظم وہاں
 پر صبری مست، کہ خالی میری جا کھی، میں نہ کھا

میری ہوتی بے کلف ہا کھا پائی غیر سے
 آہ میری نارسا، فریاد میری بے اثر
 یاد فرمانا کھا حجہ کو بھی دمِ طلستِ بارخ
 اے پری! پابوس سے محروم کیوں اکھا مجھے
 والے قسمت! ڈھونڈتی تھی کل مجھے شمشیر یار
 جام، مینا، باد، سا، کھی، کھی، ہر لڑا ہا
 اپنے کوچے میں کیا ہوتا مجھے جاروب کش
 توڑ کر افلاک جو پہنچی سہمِ کرکشی بہر میں
 نگر رفتہ، تو ہی مجھ و اماندہ کاسن ے پیام
 صبح وصل، آرزو گئی مجھ سے ہے کس تفصیر پر
 جب طحہ آشوب ہر داری کا اس بت سے کیا

(۳۲)

گائی ہے عندلیب، ترا نا لبنت کا
 آنا حضور کا ہے، کہ آنا لبنت کا
 لازم لبنت رت میں ہے گانا لبنت کا

بچو ے ہیں گل سنا ہے جو انا لبنت کا
 نرگس کی طرح بانہ ہے میں مشتاقِ کلکلی
 موسم میں اپنے ہوتے ہیں ہر چیز کی بہار

۱۔ جام و مینا، سا، کھی، کھایہ سب ناظم وہاں۔ خد

۲۔ غزل نہیں ہے۔ خ، خب، م

۳۔ شعر حاشیہ پر درج ہے اور خط بھی مختلف بھی ہے۔ خ

ہم کو ہے ردِ عید، زما نا لبنت کا
آنکھوں سے چاہیے محبت لانا لبنت کا
حیلہ بہار کا ہے، بہا نا لبنت کا
منظور ہے جو رنگ اڑانا لبنت کا
ہے کس پری کو رنگ دکھانا لبنت کا

ناظم ہے اپنے رنگ میں مست، انکی کو کیا خبر
آیا کب، اور کب ہوا جانا لبنت کا

ہم مست بادہ نوش ہیں دیوانہ بہار
گل چمنوں سے کہو کہ وہ مشتاقِ دیدہ ہیں
در پردہ شوق ہے اکھیں، رگس لباس کا
انگو آئیے لباس مرا رنگِ زرد میں
دیوانے کیوں کروں یہ ہیں گڑوی لیے ہو

(۳۱)

کھانا بہ پتھر، بج رہا چلنے سے، کوہ طور کا
لکھنے لکھنے بھٹ گیا نسخہ ترے رنجور کا
دار لبنت تاک سمجھے، زخم کے انگور کا
بن گیا مشکوے کیریں، مقبرہ مزدور کا
دود اس کا سرمہ بن جاتا ہے چشم حور کا
دیر سے بھوکا ہوں زخمِ دشتِ وسطا طور کا
شور نا جائز سمجھتا ہوں انا منصور کا
تاو بستہ سے رگِ گل کو ہے اشد دور کا
پاسباں شانِ غسل کا، بنش ہے زبور کا

ہم ہیں جس بت کے بجاری، ہے وہ تپلہ نور کا
زخمِ پینہاں کس نے دیکھا، ہاں مگر آثار ہیں
جو دلِ مجروح کو دیکھے، وہ میرے سینے کو
ہستوں پر کوہِ کن نے مہ کے پایا کیا مقام
جو سفید عشق کی تربت پر جلتا ہے چراغ
کھینک دو نیز و کماں کو، پاس آنے دو جھے
میں انا بیت کا منکر ہوں، انا الحق یک طرف
گل کو ترے عارضِ رگس سے لیا لبنت ہنگر
دور باشِ ناز سے ہے بوسہ کب کا بجاؤ

۱۔ غزل نہیں ہے۔ م

۲۔ دود ہے۔ خ

۳۔ دودو۔ خا، خب، خج، خد

آخرِ بخت سب کی سیرگی کا کیا بیاں
ایک ٹھکڑا دہ بھی ہے میری شبِ دیجو کا
بھڑہی ہے میرے کانوں میں صدِ خلخال کی
کیا سنائی دے گا ناظم، شورِ بانگِ صُور کا

۳
(۳۲)

صفا میں ایک نقشہ ہے ترے رخ اور مرے دل کا
کھلے بھڑ میں جھڑی کے لہے ہوئے سے نہ کیوں خوش ہوں
قناعتِ پیشہ کب ہمساے کا احساں اٹھاتا ہے
ہوا تھا خوش کہ میں اچھا رہا، اب اشد آتا ہے
نہ پایا اُلساں نے اختیارِ اتنا، کہ دم لیتا
کھڑے جب اُس میں رُفِ ایسے تو یہ صورتِ ہم پہنچی
منہ اقطع طریقِ عشق کا ہے نا توانی میں
نہ راہِ معرفت جانے، نہ واغظ حق کو پہچانے
اٹھا دے آپ گہریلیں، تو دیں ہم منہ مجھوں کو
نوائے خو کچھاں کو اُد دیکھ دیں ہم انگوں سے
وہ اپنی آدمیت سے ملیں گے، تو ملیں ناظم
وگرنہ کیا پری ہیں، جو چلے زرد اُن پہ عامل کا

۲۔ طور۔ ما

۱۔ کھڑ۔ ما

۳۔ عنزل پہنی ہے۔ م م۔ ساحل۔ ما

۵۔ ہوا سے ارڈ کر لیا گہر پردہ محل کا۔ خ

۴۔ اور۔ خ ۷۔ دکھلا دیں۔ خ، خب، خد

جب شاہدِ انِ باغ کا، سن سے نکل گیا
گلابیں پہ کیا بنی کہ چین سے نکل گیا
گھر زلفِ خم بہ خم کی شکن سے نکل گیا
جب تک نہ کھوڑی در وطن سے نکل گیا
اک خار خشک تھا کہ کفن سے نکل گیا
مرے دم اک دھواں سادہ سے نکل گیا
میں حدِ حکم دار و رسن سے نکل گیا
توسن بہارِ ارد میں بہن سے نکل گیا
اک لاشہ تھا کہ چاہِ ذوق سے نکل گیا

جب وہ معزم خانہ چین سے نکل گیا
بلبل کا گھر نہ صبر پہرا اک کی جان پر
ناگہ چہ ذوق میں گرا دل، کہاں گیا
سوئے وطن سفر سے پھر، پھر نہ دم گیا
تربت سے درِ لعلِ انگوٹھا، پھر اک طرح
ٹپنے میں میں نے شکوے کو رد کا جو کمر پھر
حق حق کہوں بجائے انا الحی، ہزار بار
بجج جائے یوں شکارِ توبہ اور بات ہے
نغمہ کیا ہے گھرِ عدو نے کیا تم سے تر غش

ناظم، تراکلم ہے اعجازِ لاکلم
اب یہ شہادِ شہر و سخن سے نکل گیا

فلک کو عذرِ ستم کے لیے بہانہ ہوا
کس اضطراب سے قاصدِ ادھر داندہ ہوا
اُسی ہی آج کیو نہ کا آشیانہ ہوا
انہرِ بخیر ہمارا عشقوں، منسانہ ہوا
کھار اگھر نہ ہوا، اک کدل خانہ ہوا

ستم میں شہرہ جو وہ آفتِ زمانہ ہوا
گھرے نہ کس طرح اثنائے راہ میں نامہ
کل اُن کے فقر میں تاکا تھا روزِ دیوار
بڑھیں جو ہم محلِ خُب، تو اُن کا چرچا ہو
اقرب پیٹے ہیں روزِ آگے سے، خدائے ڈرو

وہ دل ہی نرم تھا جو تیر کا نشانہ ہوا
اکھنیں میں ایک ترا سنگ آستانہ ہوا
بشکل سجدہ زاہد ہزار دانہ ہوا
سکند فتنہ کو موباف تازیانہ ہوا
یہ میری خوبی صمیمت ہے گرد فغانہ ہوا

تم اپنے تیر کے کیوں توڑ کا کردہی
اخذ اکے قہر کے بر سے تھے شہر پر ہنہر
بڑی ہیں وہ گھر ہیں بے پے کہ رشتہ کار
تھنبے نہ گھر میں وہ دم بھر جہاں نہ ہی چوٹی
رغا کا وکدہ ہے، خوبی تری طبیعت کی

نہ یحیم ہنرم سے جلد اٹھ گئے تھے ہر ناظم
حرف دیر میں مست رہے مغانہ ہوا

(۳۷)

کہ کڈرے آنے والے کوٹھاں دیوار پر در کا
کہ جس کے دل نہ ہو سینے میں اور کینہ ہو پھر کا
اگر جانارگ جاں میں سنا تھا کسی نے نشتر کا
کہ جو تیری سے اپنی، نور جھیلے روئے اختر کا
کہ نقش پائے رہبرین گیا تیکہ مرے سر کا
اڑاٹے ہیں کبوتر کی جگہ جو پر کبوتر کا
قد و قامت اتر لکھا، تو تھا تیری ہر ہر کا
ذرا نہ دیک آ کر کیوں نہ دیکھو کاٹ خنجر کا
کہ محو تک آ کے کھر اڑا چلے گا دوسرا غز کا

یہ نقشہ کرد با سبیل سرکش چشم نے گھر کا
بنان لیم تن ہیں سنگدل، ان سے وہ بت تیر
درازی سے تری ترگاں نے پایا دخل واں در
نترے روئے صفا پر کھیلے وہ نگہ دیکھی
بلد سے وہ گیا گھر کھل کے، یہ اقبال کیا کم ہے
وہ میرا نامہ کیا پڑھے، جواب نامہ کیا لکھے
ہر اکیوں مانتا ہے، جھوٹ کیا ہے، مہر تاباں بھی
مرے دل کی پیش سے تیر کا ہے تر خطا ہونا
نتری محفل میں خوش بیٹھا تھا، کیا معلوم تھا چو کو

ستم نہ ناظم آشفہ نہ ہر جس قد چاہے
نترے دل کی طرح اس کا کلیہ کبھی ہے پھر کا

۱۔ اضافہ شعر۔ خ

۲۔ غزل نہیں ہے۔ م

۳۔ دیکھوں۔ ما

چھٹا جو دل سے تواسیدہ جاگلر کے پار ہوا
 رقیب صبی کے لقمہ ہزار بار ہوا
 جہاں کا چرخ کی گردش پہ جب مدار ہوا
 ہوا جو تیر خطا، میں گناہ گار ہوا
 قدم، جو داہمیت میں استوار ہوا
 مگر یہ غم ہے کہ کیوں راز آشکار ہوا
 اکبر بیچ و خم زلف تابدار ہوا
 ٹلی میں دست گئی، میرا اگر فرار ہوا
 کہ اور کی حرکت سے ہی شرم سار ہوا
 بہت دنوں میں وہ بیدار پیشہ یار ہوا

عہد کی مرگ سے خوش ہوں، بلا سے تر ناظم
 خطاب اس کا پس از مرگ جاں نثار ہوا

دم غنیمت ہے مرے غم خوار کا
 ہاتھ میرا، اور دامن یار کا
 کشتہ ہوں اس شوخ کی زقار کا

چارہ گر ہے عشق کے آزار کا
 دوں گریباں کو کٹاکش سے نجات
 شورِ محشر مجھ سے سانگے گایا

-
- ۱۔ غزل نہیں ہے۔ م ۲۔ اب۔ خ ۳۔ مگر یہ ڈر ہے کہ۔ خ
 ۴۔ غزل نہیں ہے م
 ۵۔ شوخی زقار۔ خا، حب، خج، خد، ما

طاقت صحرانوردی گو نہ ہو ق
 کیا مزا دیتا ہے، جب آتا ہے یاد
 ہاتھ پیرائیں نادک افکن کی ہے آنکھ
 رک رہا ہے یاد سے دل، ہم نشیں!
 شہر میں از سبکہ میرا سیل اشک ق
 وہ محلہ جس میں ہے میرا مکان
 ایک ہے جب مزاج اسلام و لفر
 تپ میں مہرِ جہیز یا شویہ ہے
 صبرِ محشر سے ہے ناظم خوف کیا
 ہم یہ سایہ ہے علم بردار کا

میں ہوں پتلا لذت آزار کا
 ابلے میں ٹوٹ جانا خار کا
 مردمک تل ہے لبِ سونہار کا
 غیر ممکن ہے اب آنا پیار کا
 ہے نمونہ قلزمِ (ذخار) کا زخار
 گنج کہلاتا ہے دریا پار کا
 فرق کیسا، سبہ درناور کا
 گرم پانی، چشمِ دریا پار کا

(۲۰)

غضب ہے سامنا چشمِ حیا کا
 وہاں بھیجا ہے میں نے نامہ ہر کو
 ستم کرتے ہوئے ڈرتے نہیں، ہا
 اچٹ کر غیر کو لگ جائے گا
 طلب کیوں بچے سے کتنا سہلت، الحزب!
 مبارک ہو مجھے زولیدہ ہوئی
 یہ ضد ہے دفعِ علت پر نہ وہ ضد

خدا حافظ ہے ترے لپٹ پاک
 جہاں دم بند ہوتا ہے صبا کا
 بتوں کو کیا کھروسہ ہے خدا کا
 ہدف میں ہی سہی تیرا بلا کا
 مگر عاشق ہوں اک دیر آشنا کا
 مرا سہرا آشیانہ ہے ہما کا
 کہ خود ہو درد ہی دشمن دوا کا

۱۔ دیدار۔ ما

۳۔ زولیدہ ہوئی۔ ما

۲۔ غزل نہیں ہے۔ م

ہمیں شکوہ جفا کا اور ان کو
 صلہ ہے شکوہ مہر و وفا کا
 انگ کیوں ہو ہنسی جاتے ہو ناظم
 ہمیں دنیا ہے کچھ مہر و وفا کا

(۱۱)

مستلزم سپاس ہے شکوہ لہیب کا
 اس تپ میں کھینک رہا ہوں کہ دیکھے اگر مجھے
 تاثیر جب دعا کی ہو اٹھی، تو ہم لٹیں!
 کھیندے میں رشتہ درگم ل کے اکیر ہے
 مکتب میں قیس کو سبق عشق بھارواں
 چل تو بھی دیکھ، شیخ! کہ دیتا ہے لیا بہار
 دامن تک آگے چاک گریباں نے دم بیا
 نام آوری ہے خرم و شیریں کی، ورنہ بول
 آ یا زباں پہ نام نہ ظلم حبیب کا
 ہو جاے آب، خوف سے زہرہ طیب کا
 پھر کیوں کہوں کہل کہ برا ہو رقیب کا
 در کھول کیوں نہ دو قفسِ عذیب کا
 دخل ان امور میں ہیں ہر گز ادیب کا
 در پر صلیبیا کی تقاطع صلیب کا
 ہے دامن اور حبیب میں رشتہ رقیب کا
 مستہور ہو جہان میں مرنا غریب کا
 دنیا میں الیسا کون ہے کچھ جس کو غم نہ ہو
 صبر اس سوال قول ہے ناظم محیب کا

(۱۲)

جب شب کو میرا غل نہ سنا، کمر گراں ہوا
 مہر و وفا کی اور ہے بات، اک کی کیا خوشی
 آخر دل از دست کی چھپیں کا کیا علاج
 قدرت خدا کی میں نہ ہوا پاسباں ہوا
 دشمن کی صند سے دوست اگر مہرباں ہوا
 مانا کہ شاخ گل پہ مرا آشتیاں ہوا

ناگاہ شور و حشر کا سب کو گماں ہوا
 کہنے کو تارِ شمع بھی آتشِ فشاں ہوا
 پہنچا وہیں خدنگِ بلا، میں جہاں ہوا
 مہرِ تاپوں کو نہ کن پہ کہ عاشق کہاں ہوا
 بے نامہ ہر کے نامہ بہارا رواں ہوا
 ابرو کے سائے کا ہے کہنہ عیاں ہوا
 خاطر پہ غم لسا رکی میں کیوں گراں ہوا

نالحم یہ سب فریب ہیں، دم میں نہ آئیو

گر خبیثِ غیر میں وہ ترا ہم زباں ہوا

آہ و فغاں پہ میری کوئی رحم کیا کرے
 سوزِ دروں کمال ہے، باہر کی آگ کیا
 ہے ۲ کاہ و کہرِ باکی مثالِ انک میں مجھ میں لگ
 بیروین سے رقیب پہ کسی کو نہ ناز ہو
 پہنچا خود اس کے ہاتھ تک افراطِ طول سے
 خطِ ان کے لبثت لب پہ ابھی خیر سے کہاں
 بارِ غمِ فراق، ابھی ہے تو مجھ پہ ہے

جھوڑ کر ہو جس طرح کا سہ کوئی سائل اٹھا
 خود بخود ہو جب ہوا سے پردہ صحل اٹھا
 میں اٹھا بھی واں سے چلنے کو تو پا دھڑل اٹھا
 لوں گا کیا نوکِ زباں سے ترے رنج کا تل اٹھا
 ہم سے بھی گویا نہ بارِ منت قاتل اٹھا
 نامہ بہر کب ہو کے میرے نامے کا حامل اٹھا
 نیند سے کیوں اس طرح ہنستا ہوا کھل اٹھا

تیرے در سے میں اٹھا، لیکن نہ میرا دل اٹھا
 قیس کیا جانے کہ حیراد کی گنا منظر اٹھا
 گم رہنے پہلے ہی اپنا کر اٹھا تھا بندہ لب
 بوسہ عارضی مجھے دیتے ہوئے درنا ہے کیوں
 جب اٹھا غمِ نہ اس سے، اک ادا پر مر گئے
 شکوہ بارِ غمِ ہجر اں ہے ذرا میں مندرج
 بخیر نے آکر نہیں کی گدگدی گھر خواب میں

۲۔ شورِ حاشیہ پر درج ہے۔ خا

۱۔ حشر پہ۔ خب

۳۔ غزل نہیں ہے۔ خ، م

۴۔ ڈرتے ہو۔ خب

۵۔ حائل۔ ما

مگر چہ دکھتا ہوں کہیں، اور پاؤں پڑتا ہے
 پر غنیمت ہے کہ ہے منہ جانب منزل اٹھا
 اشک گو آتش ہیں ناظم مگر تیزاب ہے
 دیکھ چشم تر سے اپنی آسین غافل اٹھا

(۲۲)

ابہر سپہ اٹھا ہے بیڑے زرد شور کا
 دونا مہر اشتریک ہے نالے کے شور کا
 کھار دشنی سے بیر، نہ کھا شمع سے عناد
 بھر دیں کفن کو صے سے تو باقی کروں معا
 انسان کا عکس بھی مرے گھر میں نہ پاؤ گے
 کھس جام کالب اس لب شیریں سے مل گیا
 میں چاہتا کھاموت، سودن بھی اسے ملی
 آگئی ہے کسی کے جی میں کہ نکل اڑا لیتے
 ڈالا گئے میں پاؤں سے، نعل بہ لاغری

جے مے ہوں مسرت، زمزمہ کن کن کے مور کا
 گھر جا چیاں تو مینہ بھی برستا ہے زور کا
 ہوتے ہی روشن اس پہ جلا دار چور کا
 ہے خشت خم پہ قرض، مری خشت گور کا
 یہ زاد یہ ہے مرد مگر چشم کور کا
 جو مے بھر د پھر اس میں مزاد لے لکور کا
 کو شش کو میری رشک ہے پردار سور کا
 گولا بنا ہے مہر جیاں تاب ڈور کا
 جھپٹا کھا طوق گو نری انگلی کے پور کا

ناظم، پیو شراب، یہ کیا بات ہے کہ میں
 جے مے ہوں مسرت زمزمہ کن کن کے مور کا

-
- ۱۔ غزل ہیں ہے خ، م
 - ۲۔ اضافہ شعر۔ خب شو قلم ز دکر دیا گیا۔ خا
 - ۳۔ پرواز۔ خا، خب، خج، خد
 - ۴۔ بنا لے۔ ما

ہوا ہے خوں مژدہ اشکبار سے پیدا
 ہوا ہے دُڈ بھی توردے لغار سے پیدا
 تو چاہیے کہ نہ ہو مہرہ مار سے پیدا
 ننگ ہوا ہے زمیں کے غبار سے پیدا
 ہوئی ہے ناف غزال تبار سے پیدا
 خدا نے سسٹہ کیا کوہسار سے پیدا
 کیا ہے تیغ کو ابرو سے یاد سے پیدا
 شراد سنگ سے، آتش شرار سے پیدا
 ہوا ہے باغ ہی جو کچھ بہار سے پیدا
 شباب و موج نہ ہو جو تبار سے پیدا
 شکوہ گل ہے خروش ہزار سے پیدا
 نہ کیوں ہو کار گہ شاخار سے پیدا
 ہوا ہے تفرقہ نور و نار سے پیدا
 شمول ایک کا ہے ہر شہاد سے پیدا

خود اصل مذہب حق نفی شرک ہے ناظم

ہوئی ہے صورت لا ذوالفقار سے پیدا

نہ کہہ، کہ گل نہیں ہوتا ہے خار سے پیدا
 نہ کہہ، کہ آگ سے مشعل ہے کبیرہ کا اگنا
 گزندہ میں نہ ہو گر چارہ گزندہ ہناں
 غضب ہے خلی کے دل کی کہ درتوں کا ہجوم
 بخونہ قدرت خالق کا ہے کہ مشعل سی چیز
 بجائے لعل و زمرہ سے سنگ کا گھاٹا
 جھجری سے تم نے گعلی جھجری نہیں دیکھی
 نہ پوج آگ کو، پوج آگ کو جس نے کی اگلا
 حکیدہ قلم اس کا ہے، میوہ کیا، گل کیا
 ہوا کو گزندہ سکھا دہ اسم و ستامی
 نمود نامیہ ہے شاخار سے ظاہر
 نیا شگونہ، نیا گل، نئی طرح کا بھول
 فروغ ملکہ مہر و شرارہ آتش
 حقیقت ان صورت مختلف کی واحد ہے

۱۔ غزال نہیں ہے خام

۲۔ شعر حاشیہ بردرج ہے - خا

نیرد شکہ تھا، اب تک دیر ہو گیا
میرا عباد اور ز میں گیر ہو گیا
جو نالہ لب تک آنہ سکا، یتر ہو گیا
آئینہ صاف دیدہ و نخبیر ہو گیا
ہاں چند روز باعث تاخیر ہو گیا
سارا محکمہ خطہ کشمیر ہو گیا
جب لاغری سے نالہ زنجیر ہو گیا
جب قد خمیدہ صورت شمشیر ہو گیا
جس پر بڑی نگاہ وہ تسخیر ہو گیا
ہر مرغ، باغ طائر، لقا ہو گیا

ناظم محل میں غیر کے میری بلا ہے
وہ کو پہ اب رقیب کی جاگیر ہو گیا

دشمن سے راجا دوست کا تغیر ہو گیا
رونے سے غیر کے ترے دیر ہو اہوں شاد
دل میں رہا تو اس کی خلش نے کیا ہلاک
با آنکہ زخم پیرنگہ کا نشان نہیں
وعدے سے جانِ طالب دیدہ اور کیا بچے
گہری میں دو سرے نفس سر کو دعا
نگاہوں کنج زاد یہ جس سے تو کب
پیری میں کیا محال ہے قطع تعلقات
صیادِ خوہر کو کہیں احتیاج دام
بیر کھل رہے ہیں، پیرہنی پیراز کی مجال

عالم اُسے عدم کا مسیحا بٹھ گیا
جب عکسِ خال بن کے سوید اٹھ گیا
دھبہ ہو کس کا داغ نکھنا بٹھ گیا
حیرت چہا، میں پہ مسیحا بٹھ گیا

موردِ صور کا جب کہ ہیولی بٹھ گیا
آئے نظر نہ آئینہ دل میں کیوں وہ رخ
عشق اور مدعا طلبی، واہری سمجھو
سوزن ہوئی ہے دیکھنا کیا مانعِ صود

-
- ۱۔ غزل نہیں ہے۔ خ، م ۲۔ ہر گو کھلے ہیں، پیرہنی خد
۳۔ علم۔ خب ۴۔ غزل نہیں ہے۔ خ، م ۵۔ موردِ صود۔ خب

گریوں ہی ہے تو قاعدہ اچھا ہڑ گیا
 کشتی مری کھلی تھی کہ دریا ہڑ گیا
 دیکھا جو رہ گزر میں تماشاً ہڑ گیا
 کیا بے سبب خبا زہ ہے میرا ہڑ گیا
 اسٹک کر جو قیس بادیہ پیا ہڑ گیا
 گردن نیز گرد بھی گویا ہڑ گیا

کرتے ہیں ایک عذر دنیا ہر ستم کے بعد
 کیا میرے کام سے ہے روانی کو دشمنی
 صبرے جنوں پہ دوست کو رحم آئے نہ بخیر
 جاتی یاں سے کوجہ قاتل کو ایک راہ
 لیلیٰ عدم کو یکہ و تنہا جلی گئی
 وصلِ عدویٰ شب کی ورازی، خد اکا کھر

اردو زبان میں ایک نظم صرود لکھا
 ناظم، سخن میں نام ہمداد ہڑ گیا

(۲۸)

ختہ کشمش خوف و رجا رہنا تھا
 دم بدم منتظر بادِ صبا رہنا تھا
 ہم خفا رہتے تھے اگر ہم کو خفا رہنا تھا
 عشق میں شیفۂ حسن ادا رہنا تھا
 ایک ہی وار میں لسمہ لگا رہنا تھا
 کھوڑی دیر اس کو بھی انگشت نما رہنا تھا
 کچھ کو بھی تشنہ لب آبِ بعا رہنا تھا
 حکم بھر دست سے کیوں کچھ کو جدا رہنا تھا

ہم ترے در پہ رہے بھی تو وہ کیا رہنا تھا
 نہایت گل کی ہو کس دل سے مٹی، خوب ہوا
 مجھ کو تقصیر کا دھبہ نہ لگا یا ہوتا
 ہے ستم بھی تو آک انہ از گلہ کیا دل!
 دوسرے دار کی خواہش نہیں تھے، ہے ہے
 کیوں کر دے دھوی ہم طرحی ابرو، نہ تو
 خضر جب تو نے بھجائی نہ سکندر کی پیاس
 زندگی نام ہے امیزش جان و سن کا

-
- ۱۔ جب کھٹک کے قیس بادیہ پیا خب
 - ۲۔ غمزل نہیں ہے - خ، م
 - ۳۔ 'بھی' نہ ادا - ما
 - ۴۔ 'کی' نہ ادا - خب
 - ۵۔ مجھ کو نہ جدا رہنا تھا - خا، خد

در سے لپٹے ہوئے کیا کرتے ہو تم واں ادراپا
 منع طاعت کا ہمیں حکم سنایا ہو تا
 خلو سے یاں در مے خانے پہ آ رہنا تھا
 روز و شب مست مے ہوش رہا رہنا تھا
 آگے غصے میں عبت واں سے اگلے ناظم
 در جاناں پہ بدستور پہرا رہنا تھا

(۲۹)

روئیں کیا ہم کہ نہیں یاد پہ قابو اپنا
 حسن میں آپ کو سمجھا ہے برابر ان کے
 دیکھ آئینہ میں منہ، لالہ خود او اپنا
 اک کے سر زانو پہ تکتے ہیں کہ جب یہ سو جا
 سر کے نیچے سے چہرے کی زانو اپنا
 کہتے ہیں حاجت حاجت نہیں اپنے در پر
 آنے دے گا نہ فرشتے کو سگ کو اپنا
 کہتے ہیں حسن پہ مغرور ہوں، کس کو بوجھوں
 طاق نسیان دعا ہے خم ابرو اپنا
 خود جھمی کو نظر آتا ہیں بازو اپنا
 یاں یہ عالم ہے کہ کھٹتا نہیں آئیں اپنا
 شب ہیراں میں بھی خالی نہیں پہلو اپنا
 اُس نہال چین حسن کو آ جانے دے
 بل دکھاتا ہے کسے سر و لب جو اپنا
 دیکھ کر تیر مرے دل میں ترازو اپنا
 وزن کا حسن ہے دستور، خوشی کر تو بھی
 دوست سمجھا ہے کسے، کس سے ہے امید وفا
 ناظم مخزن دہ، دشمن ہے مگر تو اپنا

۱۔ جاتا۔ خوب

۲۔ غزل نہیں ہے۔ خ، م

۳۔ چہرے لیتے ہیں۔ ما

۴۔ بوجھوں کس کو۔ ما

بوجھوں کس کو۔ خا

نہ کیوں لا دکھائے سامنے ساقی نے آتش کا
نہ ہو گریاس مجھ کو اس شکارِ افکن کے ترش کا
لصو رہیں نہیں جتنا سو نقشہ جس پر لوش کا
سمایا ہو نظر میں جب اچلنا پیری ابرش کا
سبب یہ ہے کہ وہ دشمن ہے عشاقِ نملش کا
مرے ہم ان کے در پر تو گماں ان کو ہو غش کا
بناؤ لاکھ ہر قبح بیش قیمت ردے ناخوش کا
الہی دیکھیے انجام کیا ہو اس کشائش کا
بد آموزی میں لطف ہے وہ نجتک ابی الغش کا

مخالف جام مے ہجراں میں ہے طبع مشوش کا
بیا باں کو جلا دوں ناہا لے آتشِ رشاں سے
وہ آ بھی جائے تو پھر کون اس کو دیکھ سکے ہے
نہ سمجھوں آتشِ خاموش کیوں نہ برقِ خاطر کو
الحق ہے کہ ہاں میرے ستم کی تاب لاتے ہیں
سنا ہو گا کہ عاشقِ زندہ جاوید ہوتا ہے
سو اکی کے کہ دھوکا کھائے انساں کو کیا ہوگا
وہ کھینچیں آپ کو، میں جذبِ دل کا زور دکھلاؤں
نہیں تو شیرِ واں مانا، مگر پھر غیر کا ڈر ہے

یہ ناظم کیوں گلاب و بید مشکِ اکِ میں ملائے ہو
لقبِ صادق نہیں آتا ہے ایسے پہ بیغش کا

آتا ہے اکھیں رحم، مگر سر نہیں آتا
صبر آئے مجھے، رحمِ اکھیں سر نہیں آتا
فاصلہ کوئی اس کو چے سے پگر نہیں آتا
ہاں تندرہ بالمش و لبتہ نہیں آتا

کیوں نہ کہوں رحم ان کو کسی پر نہیں آتا
ہر چند وہ اچھے نہیں، پر میں بھی ہرا ہوں
اس در پہ ہے عشاقِ سی ہر روز ترقی
ہیں خاکِ نمیشوں میں بہم اور ہی باتیں

-
- ۱۔ غزل نہیں ہے۔ م
۲۔ دل کا اور۔ خ
۳۔ بید و مشک۔ خا، خد
۴۔ غزل نہیں ہے۔ خ، خب، م

کس وقت ہم اٹھتے ہیں کہ چکر نہیں آتا
 رونا بچھے آہ ۱۰۵ مڑہ تر نہیں آتا
 گودم میں کسی کے وہ ستم نہیں آتا
 رستے میں کوئی میرے برابر نہیں آتا
 بے شیشے کے خالی ہوئے ساغر نہیں آتا
 اکس وجہ سے دن کو وہ ترے گھر نہیں آتا
 کس نخل پر وہ منہ پہ پتھر نہیں آتا

تدبیر سے کیوں کر ہو بد دفع، کہ ناظم
 جو حادثہ آتا ہے وہ کہہ نہیں آتا

ہے دردِ قلب صغف میں پیشِ نظر اپنے
 کس کام کے بے لختِ جگر، اشکِ مسلسل
 ہے صحبتِ ہر روز اعیانہ کا رونا
 بچتا ہے مراجم، لعلِ آتشِ دل سے
 ہوں بزم میں، پردہ بھی اتنا ہوں کہ مجھ تک
 عاشق ہیں مہ و خور ترے، دتا ہے مگر ماہ
 صنم کو عبتِ شکوہ ہے سائل کی صدا کا

(۵۲)

ہنسنے میں بڑے نہیں ہنسی کا
 سننے میں وہ کب، کہا کی کا
 لب پر ترے دانت ہے کبھی کا
 دم بھرتے ہیں ہم بھی بندگی کا
 یہاں کام تمام ہے کبھی کا
 یہ نسخہ ہے نظمِ از رقی کا
 دعویٰ باطل ہے مدعی کا
 گھبراے نہ کیوں دل آدمی کا
 آجائے پیامِ آشتی کا

اندازِ دنیا ہے دل لگی کا
 بدگوئی غیر سے ڈروں کیا
 حلو اور کھچر ہے لطف و بے درد
 گھر چھو کو ہے دعوائے خدائی
 کیا کام ہے ہم کو تم سے باقی
 ہے خلق کو نسبتِ آسماں سے
 مرتے ہی سنا، کبھی نہ دیکھا
 نے مڑ دے، نہ چمچ داشت، نے وصل
 لڑ جائے گھر ایک بار قسمت

وعدہ کیے جائیں گو نہ آئیں اک طور ہے یہ بھی زندگی کا
 ناظم، نام اس کا کہ کل و مل
 ہے وزن غزل میں مثنوی کا

(۵۳)

یہ شکر کی جگہ کہ ترادہ لذر ہوا
 اچھا ہوا کہ نالہ مرا ہے انتر ہوا
 یہ مسجد نمازِ جماعت مگر ہوا
 یہ بھی کوئی بتاؤ کہ کس بات پر ہوا
 دن شب کے انتظار میں جوں توں بسر ہوا
 پھر مانگتے ہو، میں نہ ہوا شیشہ سُر ہوا
 اچھا رہا وہ بال کہ مو لے مگر ہوا
 جاتے ہی در در دل کے مجھے دردِ سر ہوا
 نئے عارض نگار نہ میرا جگر ہوا
 محزونِ احلاطِ اک و شیشہ ہوا

گھر گھر کے خال رہ کے برابر اتر ہوا
 پہنچا نہ صدمہ دل پہ ترے ہے خوشی کی بات
 غیروں کے ساتھ در پہ ترے چہ سا ہوں کو
 کہتے ہو سب کہ کچھ سے خفا ہو گیا ہے یاد
 گھر شب کو وہ نہ آئے تو مجھ پر ہری بنے
 کیا یاں کوئی دلوں کی دکان ہے کہ لے کے دل
 بھرتی ہوا جو زلف میں وہ تکتا شانہ ہے
 دنیا کی پچھلش میں پھنسا لہو ترکِ عشق
 اے لالہ! تو نے ہو کے بخود کیا کیا
 صرنگاں نے دل سے راہ نہ لی پر جوں میں

نے سب سے ہاتھ میں ہے نہ زنا دوش پر
 ناظم، نہ تو ادھر نہ ادھر، پھر کہ دھر ہوا

۱۔ غزل نہیں ہے - خ، خب، م

۲۔ نہ ہوا - خ

اٹھا پردہ نہ میرے آگے اس کے رہے روشن کا
 کمرے کوئی پیاں کیا وصف تیرے فقہ روشن کا مطلع ثانی^۲ کہ رشک آفتابِ حشر ہر ذرہ ہے روشن کا
 ادھر بھی پیاس کی شدت، ادھر بھی پیاس کی شدت
 بلا دل گول کرے، اتنی کیوں تر تارے کم ظرفی
 ہمارا خون ناحق ٹپک آیا لانا کہ عالم کو
 نہ کیوں کراہا، بیاہوں مطیع نفسِ امار
 نہایت سختی ایام سے دل کو تردد ہے
 لبانِ شمع جس نے دل مرا کل تک جلا یا تھا
 دیا اس زلف نے داغِ محبت میرے سینے کو
 دین غنیہ ہے، لبِ طبر، قد شمشاد، کل عارض
 یہ کس گل کے صبی آلودہ ہونٹوں کا خیال آیا
 تراد ز دِ حنا، دزد سخن سے کم نہیں ہرگز
 وہ لاغر ہوں مرنے تن پڑا جب گل کا سانی بھی
 وہی ہے گردشِ ایام باقی بعدِ مردن بھی

کیا قسمت نے پروانہ چہراغِ زہر دامن کا
 میرا خنجر ہے پیا سا خون کا، میں آبِ آہن کا
 بھری ہیں بوسلیں ساقی، چہاز آیا ہے لندن کا
 گماں قاتل کے دامن پر ہوا گلچیں کے دامن کا
 لباسِ دوست میں پہچاننا مشکل ہے دشمن کا
 الہی، خبر ہو، ہے سامنا مینا و آہن کا
 وہی گل آج پردانہ ہے مرے شمعِ مدفن کا
 چہراغِ اس گنج پر لا کر جلا یا سانپ کے من کا^۳
 مہاراد بیکفایت لہجہ نظارہ ہے گلشن کا
 بدن پر بن گیا ہر داغِ سنو دا بھول سوکن کا
 چہرا یا اس نے مجھوں مطلعِ خوشنہ روشن کا
 تو سمجھا دل، گرا شیشے پہ پتھر سیکڑوں من کا
 بگولے کی طرح بکھرتا ہے گنبدِ مرے مدفن کا

نہ ہو گا میرے دل سے دور ناظم، پردہ غفلت
 زمانے میں ہے جیسے ساکھ چولی اور دامن کا

- ۱۔ غزل نہیں ہے خ، خب، م
- ۲۔ مطلع ثانی درج ہے۔ خ
- ۳۔ سانپ کے من کا۔ خد

آج مطلع ہوا مصرع مری تنہائی کا
عہدہ خواستید نے پایا ہے مسیحائی کا
کیس یا یاد نہ بتا اس بیت پر جائی کا
سبب ناموری گوشہ ہے تنہائی کا
جامہ بد شغل کو بھستا نہیں زیبائی کا
کھاوہ در پردہ مقلد تری کلتائی کا
یوسف کھینچے گی ہوا لالہ صحرائی کا
فرش ہر راہ میں ہے ناصیہ فرسائی کا
کچھ لگاڑا نہیں اک گنبد مینائی کا
شکر مورا کو ہے قصر صف آرائی کا
سگہ سارے نے دیا آہوئے صحرائی کا
سلسلہ ٹوٹ گیا صبر و شکیبائی کا
سرنگوں ہم نے کیا آفت بالائی کا
طوق اترا نہ گلے سے تری رسوائی کا

آگیا دھیان میں مغفوں تری کلتائی کا
جب گزرتی ہے شب ہجر، میں جی اٹھتا ہوں
۲ ہر سوں ڈھونڈھا کئے ہم دیر حرم میں لیکن
آبرو گو ہر کلتا کو صدف نے بخشا
سست مغفوں کو کیا حیدت کرے بندش حیدت
سایہ کیوں کر قد کلتائے نبی کا ہوتا
داغ دل سے وہ مرنے آنگہ ملے گا اگر
آج کس خسرو خوبی کی ہے آمد آمد
کیا شکست خمیے کا ہو ظلم مستوں کو
عشق خط میں میں وہ لاغریوں کہ ہر دم چھوے
الفٹ چشم میں میں ہوں کہ مرا محبت کیا ہ
غیر کے ہاتھ میں دیکھی جو تری زلف دراز
شوق سے دل پہ ترا پیر ہوائی کھایا
آگئی موت بھی تمہری کی طرح، پیرا لے لہوا

جان بچنے کی نہیں ہجر صغم میں ناظم
تیز خنجر ہے جبرائیل شب تنہائی کا

۱۔ غزل نہیں ہے۔ خ، خب، م

۲۔ شعر نہیں ہے۔ خد

۳۔ شعر نہیں ہے۔ خد

۲۱
(۵۶)

طوق گردن بن گیا ہے حلقہ زنجیر پا
ہاتھ کا اپنے مقصورا کی میں، نہ ہے لقمیر پا
ہر قدم ان کو جو چپکائے تری تنویر پا
سغلہ جوالہ ہے ہر حلقہ زنجیر پا
واہ، لے تقدیر رخ، تقدیر سر، تقدیر پا
کھینچ لے آکر نہ صورت گرتوئی لقمیر پا
طوق گردن سنسلیاں، باز مہ ہے زنجیر پا
ڈھونڈھنے لگے تو الٹی ہوئی تقدیر پا
قدیم ضم گشتہ ہوا دنیا کا مانیر پا
کوچی لٹواٹی جو اس نے، کٹی بھی تقدیر پا

حجم لائے نے کھینسا یا فیدہ میں ناظم مجھے
ہے گریباں طوق، دامن صغف سے زنجیر پا

ہے جنوں میں صغف ایسا لب تودا منکیر پا
دو ڈکڑہم لے جھو اگیسو، یہ کئی ترخیب دل
لفش زریں کے ستارے کیوں نہ چلیں مثل مہر
وادی وحشت میں مجھ سا کون ہے آتش قدم
پاؤں پر ہے پاؤں، رخ پر لہخ، تریب کمر ہے سر
پاؤں پر دے سے نہ تم باہر لٹاؤ، ڈر یہ ہے
ہوں میں مجنوں جس پر کی کا، وہ مراد یوازہ ہے
نعل و اڑوں کئے جو پائے تو سن محبوب میں
صغف پیری میں زباہ نیز رفتاری ہوئی
کیوں لگیا میں دو ڈکڑہم ہوا ثابت لقمہ

۲
(۵۷)

خوں کا دھبہ جو نظر میرے لفن میں آیا
صبح ہونے نہیں پائی کہ چمن میں آیا
جب گداز جگر شمع، لگن میں آیا
دہر و شوق بد خشاں سے ختن میں آیا
ذکر تقدیر کا کیوں ذکر دین میں آیا

جوش کیوں مر گئے پر زخم کہن میں آیا
بیل غزدہ سے کیا کچھ صند ہے گل چیں آیا
کھل گئی بات کہ بیروانے سے تھا اس کو لٹاؤ
لعل لب دیکھتے ہی دیکھتے لی زلف کی راہ
نہ عدم کہتے بنے اب اسے ہمدم نہ وجود

۱۔ غزل نہیں ہے۔ خ، خب، م ۲۔ غزل نہیں ہے۔ خ

گوہن مرے رہا کوہ میں، عشاق کو جا
 خال رخ سے نہ ڈرا، کبیرہ خط سے نہ کا
 بہنیں مدنی ہے لمحہ دارِ وطن میں آیا
 کس طرح دل تری کاکل کی شکن میں آیا
 سرحد و غارہ سے کیا حسن خداداد کو کام
 فرقِ ناحق ترے بے ساختہ پن میں آیا
 سفرِ کلنے کی کہاں بہر میں فرصتِ ناظم
 دل کے بدلنے کو ہوں ہزم سخی میں آیا

(۵۸)

دھوکے بالوں کو کھڑے ہو کر سکھانا تیرا
 محبوب سے بے خود کو کہاں تفرقہ ابھر دصال
 سامنے سے ترے آئینہ اٹھالوں کہ مجھے
 ایسی کیا بات ہوئی غریب سے، سمجھی تو سنیں
 قدر انداز ہے تو، تیری خدائے شرم اکھے
 ۳ دم جگر کو خنکی کا نہ کھرا کر، اے شمع!
 شہرہ شہر ہے کا ترے در پر اے دوست!
 ۵ یاد آتا ہے تو ہوتا ہے ہو، ہجر میں دل
 تیری لغویر کا خاکہ ہے ہمارا مٹنا
 ۶ مجھنا ناظم دل خستہ کو، اے اب کریم!
 ۶ ناز تھا کچھ پہ، جو کہنا بہنیں مانا تیرا

-
- ۱ - غزل نہیں ہے۔ خ ۲ - داغ لگ جائے نہ تیری قدر اندازی میں۔ خا، خ، خد، ما
 ۳ - شو بہنیں ہے۔ خا، خ، خد، ما لم۔ مرے رہا جانمرا ادا اٹھانا تیرا۔ ما
 ۵ - شرم نہیں ہے۔ خب، م ۶ - بچہ کو مانا ہے پہ کہنا بہنیں مانا تیرا۔ خب، ما

میرے نالوں سے مشک جبرخ سارا ہو گیا
آدمی کے ساتھ سو آزار ہیں، یہ کیا کہ بس
غیر آئے جاے اس کو چھپی، کیا اندیشہ ہے
کیوں نہ ابرو سے ہلال عید کے قربان ہوں
یہ سمائی تھی کہ ہم سا کوئی دنیا میں نہیں
پھوڑ ڈالا سر تو کیا فریاد کی ایک میں نمود
مستشہ آدھارے کے آیا ہمدم آدمی ات کو
بن گئی ہے کوچہ جاناں میں اک دارالفا

شہر اسے کہتے ہیں، کیا کہنا ہے، ناظم واہ واہ!
اک غزل کو سن کے میں قائل مہار ہو گیا

جلوہ گر ہر طرف اک آئینہ سما نکلا
دہر کا آئینہ خانے کا سالقہ نکلا جوہر تازہ نکلا
کل تو وہ حفرت یوسف سے ہوئے تھے گستاخ
نعلی تھی بات میں شاخ
آج پھر تہ کرے عشق زلیخا نکلا
گل کھلے دیکھے کیا
گربہ سے دستگاہ دل ہمیں معلوم ہوئی
کہ یہ طوفاں ہے کوئی
جس کو سمجھے ہوئے تھے قطرہ وہ دریا نکلا
صفت تلزم سے ہوا

-
- ۱ - غزل نہیں ہے - خ
۲ - اب تو واں رہنے کا کیا اچھا سہارا ہو گیا - خانج اخذ ما
۳ - نہیں ہے - خ

کرد یا مجھ کو غم دہم و نفس سے آزاد آج ہر آئی مراد
 یز کیا شست سے صیاد کے اچھا نکلا دے خدا اس کو جزا
 وہ تو دو چار گھڑی بیچتے، آئے کیوں تھے کچھ تو اٹھتے ہی مڑے
 ہاے، حرف گلہ منہ سے مرنے لے جا نکلا ہے عتاب اُن کا بجا
 دازداری اسے کہتے ہیں کہ مرنے مرنے جو اہر چور سے
 کس پہ مرنے والوں مرنے منہ سے نہ اتنا نکلا دور اسرار تو کیا
 گھر یہ کے ضبط سے اس رخ کو بہا ہے خواب خانہ عشق خراب
 ورنہ کیوں دل کی طرف سینے پہ کچڑا نکلا ہو گا اب رونے سے کیا
 گھر نہیں آپ کو زطارہ دشمن منظور یہ تو فرمائیں صفور
 نامہ کیوں دوزن دیوار سے میرا نکلا یہ معجزہ نہ نکلا
 جاؤں کہتے کو میں، اللہ نہیں ہو سکتا مجھ کو کعبہ سے ہے کیا
 جستجو ہی تری کیا جانے کہ ہر جا نکلا بے خودی کا ہو ہر
 آج تک مول بے ہو گئے بہت دل تم نے سیکڑوں بٹڑے بنے
 کیے، میرا دل سودا زدن کیسا نکلا دل ملا یا نہ ملا
 دین دوست کی تنگی کا بیاں کیوں کر ہو ناظم انصاف کرو
 جس سے ہرگز نہ کبھی کام کسی کا نکلا میں بھی ناکام رہا

(۶۱)

میں کیا خوش اُن کے خواب میں آنے سے ہو گیا ستر سندھ ہوں کہ کیوں شب بچراں میں سو گیا
 تاسف کو ہو یقین کہ یہ زخمی کا دوست ہے خود بخیر گھر کی سوئی میں تھا گا پرو گیا

قاصد کیا تو راہ میں نامے کو کھو گیا
 تریبت پہ پھری آگے کئی بار رو گیا
 گرنے سے جو بچا اُسے نالہ ڈلو گیا
 کیوں ابر آشیانہ ہمارا کھلو گیا
 کون آگے نیشتر دک جاں میں چھو گیا
 اٹا پھرا کس طرف نہ پھرایاں سے جو گیا

ناظم، حکایتِ نغم ہجر اں تمام کر
 شکر خذ اکہ نا صبح بے صرفہ گو گیا

مدت میں گریہ کیا بھی سلا کوئے یار کا
 منظور کفار لغت کو اوروں کا قتل بھی
 کھو یا گھر اضطرابِ دل و اشکِ چشم نے
 گل جیں کی آگ سے بھی نہ حاصل ہوئی مراد
 دریاے خوں ہے دیدہ خونبار سے رواں
 یار ب، مگر یم میں کچھ ایسی ہی لیر ہے

(۶۲)

دل صد چاک کا رو ناپے، گریباں کس کا
 ہم سے روشن ہے مکتیں دیکھو، شیشا کس کا
 یہ بھی فرماؤ، کہ ہے دینے میں نقصاں کس کا؟
 یہ نہ دیکھا کہ مرے دل میں ہے بیجاں کس کا
 گو ہر اشک سے ہریز ہے داماں کس کا
 مہر سے داغ جنوں کے ہے بیباں کس کا
 قتل بے دشمنہ و کشمیر ہے آں کس کا
 ہم نوا نالے میں ہے مرغِ سحر خواں کس کا

کام اب رشتہ سوزن سے چلے یاں کس کا
 غیر کے گھر میں ہو، گو شمعِ شبِ افروز ہو تم
 بوسہ لینے میں ہے کیا فائدہ، پیچ کھینے ہو
 ہم لاشیں، خستگیِ دل کا ہوا نغم کچھ کو
 تیرے لب پارہ یا قوت ہیں، اماں ہم نے
 شہر میں باغ تیرے نام کا مشہور سہی
 ہے نزالت سے تجھ حشر بہ اٹھانا مشکل
 ہم نفسِ غنیہ سہی خوشِ نفسی میں تیرا

شعلہ طرہی عارض روشن بتر
آتشِ سنگ ہے سوزِ نغم پنہاں کس کا
ہیں بہت بندگیِ حق میں تو قیدیں ناظم
بندہٴ عشق ہوئے تم تو پھر بیاں کس کا

(۶۳)

آج ان سے پھر احوالِ دل زار کہوں گا
محضہ میں کہا ہو کہ ”ہم اب کچھ نہ کہینگے“
پیلے کہے دیتا ہوں، تم آرزو نہ ہونا
حبس آئینے میں جو نظر آجائے گامح کو
تم دیدہ گریباں کو کہا کرتے ہونا مسود
آوارہ و گمراہ مجھے کہتے ہو اچھا!
گھر بیٹھے ہوئے تم جو کہو گے مجھے محبتوں
دن کو اگر آنا نہ ملے گا مجھے در پر
دکھتی کہوں، اور کہ نہ سکو حجبِ شعلت
تم چاند سے منگوئے یہ کیا کیجیو نازش

استاد نے راہیں مجھے بتلائی ہیں ناظم
اب اور سی انداز کے اشعار کہوں گا

۱۔ جو۔ خ

۲۔ غزل سی ہے۔ خ

۳۔ ڈرتا تو ہوں۔ خ، ما

اک پردہ کھانہ آنے کا، وہ بھی اٹھایا
قاصد سے یہ سنوں کہ مراد پڑھا گیا
بیری گرہ کا دیہ ۵ خوں بنا کیا گیا
کیا جانے نہیں، کہ جو مر گیا گیا
اپنا سمجھ کے جو مرے گھر کو لٹا گیا
یعنی یہ ایسے ہیں کہ نہ ان سے سنایا
اب وہ کہا کریں، کہ میں کیوں دم میں آ گیا
جو مرے مدعا کو اشارے سے پا گیا

جے پردہ آئے کل جمعے صورت دکھایا
کا فرہوں، اگر ہی ہو توقع جواب کی
اپنے دل و جگر کا پڑا بیٹنا مجھے
کیوں مری صند سے سوں میں بیٹھو قیب کے
کیوں نہ کچھ اٹھائی، اوہ میں نہ تک دلیج ہو
سو تے ہی در دل کا بیاں اٹھ کھڑے ہو
خو اسٹش سے ان کی کام، دل ان سے بیاصول
ہے ہے، وہ مدھی کے نہ سمجھے فریب کو

تم خوش ہوئے ہو نرم میں آنے سے غیر کے
یہ بھی خبر نہیں ہے کہ ناظم خفا گیا

آخر روزِ چراغ شب بھرا ہو گا
دامنِ نر کو بچوڑوں کا تو طوفاں ہو گا
ورنہ آغشتہ خوں نامے کا عنوان ہو گا
رحم مجھ پر نہ سہی، غیر پیرا حال ہو گا

رات جانے کی نہیں دن بھی اگر بیاں ہو گا
غرقِ دریائے معاشی مجھے رہنے دو کہ میں
دمِ نثر پر مناسب ہے کروں صندِ لکڑی
قتل کرنے میں نہ کر دیر، کہ ہوں زلیت تنگ

۲۔ گل - م
۳۔ چلا - خا، خج، خد، ما

۱۔ غزال نہیں ہے - خ
۳۔ 'کا' ندارد - ما
۵۔ عنزل نہیں ہے - خ

جو حقیقہ کیا ہو، لطف داغِ جگر، یوں سمجھو
 واں شہادت کی خوشی کیا ہے، جہاں ہو یہ غم
 جھوٹے کیوں غنی ہو، ٹھیکیں سے اکٹھا ہو تا
 ہے لقمہ و سرِ سوزن، مرنے کا اک موئے لیاہ
 کہ میرے سینے میں آتشِ کدہ پہنہاں ہوگا
 کہ میرے قتل سے دلدارِ پشیمان ہوگا
 میں نے جانا کتنا ترے تیر کا پھکاں ہوگا
 میں سمجھتا تھا کوئی خیمہ ہراں ہوگا
 ابرِ سنیاں کی کبھی بات نہ ہوگی سرِ کبز
 جس جگہ خامہ، ناظمِ گہرا خشاں ہوگا

(۶۶)

میں نہرا آئینہ ہوں، جو رنگ واں ہو جائے گا
 ہے تیری عشق کو بھی حسنِ روزِ افروز کے سا
 تو اگر بن جائے گا ماہِ منور و دوسرا
 واں اگر ہوگا متاعِ آرزو بخشی کا قحط
 صیدِ گہ میں جو پھکاں ہوگا اگر تیرا خدنگ
 ۳ دیکھ لینا زخمِ دل پر مرہمِ زلفِ دیاں
 ۴ بہت پرست اگر کر بیٹے میرے مرقہ کا طواف
 ۵ واں دینِ گم ہے تو یاں فکرِ دین میں دیکھنا
 ۶ واں نزالت سے بدن میں گرجھیکا بربکِ گل
 ۷ لطفِ ہی مشہور ہوگا تو اگر جادو نوا
 نامِ میرا ناظمِ معجزہ بیاں ہو جائے گا
 یاں وہی نقشہ مری خاطرِ شاں ہو جائے گا
 آئے بڑا کمر میرا یارا امتحاں ہو جائے گا
 میرا دودِ آہ دسواں آسماں ہو جائے گا
 یاں بھی نرِ خ جنسِ جا بنازی گراں ہو جائے گا
 یاں رگِ مرثاں سے خونِ دل رواں ہو جائے گا
 سبزِ خدواں اگر رخ پر عیاں ہو جائے گا
 گرتیوں کا سجدہ گدہ آستاں ہو جائے گا
 کاسہ زانو میں میرا سر نہاں ہو جائے گا
 ضعف سے یاں خار کا سایہ گراں ہو جائے گا

۲۔ آئے بڑا کمر - خب

۱۔ غزل نہیں ہے - خ

۳۔ م۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ شعر نہیں ہے - خا

ہر اک ستارہ رخ خوب پر سپند ہوا
زمین تو لپیٹ ہے گواہ سماں بلند ہوا
وہ ترے قبضے میں آکر خم مکنہ ہوا
بوقت زمزمہ دم بار بار کا بند ہوا
مگر یہی کہ سزا دار ریش خند ہوا
عدو کے واسطے جو غم ہمیں لپٹ ہوا
کسی کا حلقہ گیسو اسے مکنہ ہوا
کہ وہ بھی عشق کا لذت چیش نر نہ ہوا

مہ دہفتہ سے خوبی میں وہ دوچند ہوا
سمار سینگے اسی میں، اگر نہ واں پہنچے
بلا کا زلف مسلسل سے پنج راجو بیچ
صدائے تینہ کی ہیبت سے بزم خسرو میں
ہوا نہ فائدہ، کچھ منع مے سے دعا کو
لکھا ہوا وہ سہاری ہی سہر نوشت کا کھا
بیڑی ہے اشک مسلسل کی پاؤں میں زخیر
محل رحم ہے، الہیہ، پر خوشی بھی ہے

اسی کا نام ہے دنیا میں تو میت ناظم

دو سے ادھر مراد دل دوچند ہوا

پر بہ روشنی کا یہ بیان نہیں اچھا
دل زلف مسلسل میں کھٹانا نہیں اچھا
غمہ اس کا اسے یاد دلا نا نہیں اچھا
نادان کی دطا کیا ہے، نشان نہیں اچھا
کہتا ہے کہ غم بیہوش کھانا نہیں اچھا

لیج کہتے ہو، سچ ہے کہ زمانہ نہیں اچھا
بگھڑتا ہے پھرے ہر طرف آوارہ، بلا سے
شرمندہ ہوئے پر کہیں صنداد نہ بڑھ جا
ک اس نے دطا غیر کی بیٹابی دل سے
غم کھانے میں کچھ نفع بھی ہوتا ہے کہ نام

۲۔ اگر - ما

۱۔ غزل نہیں ہے - خ، طا

۳۔ ہجوم اشک سے آنکھ اس کی ابرشیاں ہے یہ مجھو دے بت گوہرں پر نہ ہوا - جب، م

۴۔ بیڑی خد، خج ۵۔ غزل نہیں ہے - خ - ۶۔ شعر نہیں ہے - طا

مرد ے کا اٹھانا ہے طریق اہل کرم کا
 یوں خستہ کار پر سے اٹھانا نہیں اچھا
 کیوں آئے ہو تربت پہ مری ساکے عدو کے؟
 میں مرد ے ہوں مرد ے کا جلا نا نہیں اچھا
 تنگ آؤ گے لوگوں کی زیارت طلبی سے
 میں ہی سہی مرد ے کا جلا نا نہیں اچھا
 ناظم تم آئے ہو سے کے ڈھب میر نہ لغاد
 اس ساد ے پہ یہ نقش بیٹھا نا نہیں اچھا

(۶۹)

مجھ میں کیا ہے مگر اک دم کہیں اٹکا ہوگا
 وہ عبادت کو نہی آجائیں گے تو کیا ہوگا
 چارہ گر، خستہ غم کو نہیں جیسے کی خوشی
 ہاں تری نام وری ہے اگر اچھا ہوگا
 دم نکل جائے شمع شب ہیراں، اے کاٹا!
 جان بچ جائے گی ہم دم اگر ایسا ہوگا
 گر یہ نونل کو بھی تھی خواہش لیلیٰ، لیکن
 قیس مکس سا طلبہ عالمہ پیدا ہوگا
 سینہ آماج گہ تر نہ ہو، کیا ممکن
 بعد میر ے اثر گر یہ سے ممکن کو مرے
 جب کہا ان سے کہ ہے کچھ مجھے کہنا، تو کہا
 آئینہ خانے میں بیٹھا اسے پایا، ناگاہ
 کہتے ہو، ہم گئے اور اس کو خبر بھی نہ ہوئی
 سن لیا ہم نے، کوئی شکوہ بیجا ہوگا
 میں لیا کھانا سمجھ کر کہ وہ تنہا ہوگا
 ناظم اُس وقت ترا محو کھنا ہو گا

مے کہ لے میں نیشے سے جب سرفرو ہو جائے گا
 اس کے در پیر جاکے ہو آؤں، مزاحم کون ہے؟
 تمنا بجا، گھر کھانچے اپنے نہ مر لے کا یقین
 کر نہ خبرو، خواہش خاتون ارمن، ورنہ دیکھ
 بختیہ زخم جگر کی ہم نشیں! کچھ فکر کر
 دوست چپ بیٹھا ہے آؤ شکوہ سب جائز
 دل میں جوش آؤ کا گھر ہیں عالم رہا
 بندہ زد ہے اسے کیا حسن کی خوبی سے ہاں

کیوں کو پیچھے تیرا ناظم کر، لے آتے ہیں ہم
 قصہ سب فیصل مختار، لے رد برد ہو جائے گا

غیر سے نہ ار خفا ہو گیا
 گر یہ کی کچھ اور نہ دیکھی ہمار
 سر کو ہم آنکھوں سے کیوں نہ کر لگائیں
 سنہرے مڑکوں کی ہر آئی مراد
 عہ کے دن جائے کیوں عہ گاہ
 کعبے سے سیدہ فاطمہ لے در کو چلا

ناوک بیداد خطا ہو گیا
 دل کا مگر داغ ہرا ہو گیا
 تیری رہ سٹوٹی میں پا ہو گیا
 منہ سے دیوانہ رہا ہو گیا
 جیکہ درمے کہ وہا ہو گیا
 قبلہ مجھے قبلہ نما ہو گیا

ہم نے اٹھایا ہے وہ بارگاہیں
نکلیہ ہے اک پیر دلِ نغمہ یہ کو
کس سے کہوں کیا ہے عمرِ وقتِ نزع
بڑھ کے مرے ذرا کو بود دستِ خوش
جس سے قدِ چرخِ دوتا ہو گیا
نالہ بھی موسیٰ کا عصا ہو گیا
اس کا یہ کہنا کہ یہ کیا ہو گیا
خامہ مجھے مہر گیا ہو گیا

اُس سے امید و فنا، واہ واہ
خیر ہے ناظم، ہمیش کیا ہو گیا

(۷۲)

ہجومِ غم سے ہوا سنگِ حوصلہ دل کا
اُس ایک ترچھی نگہ سے نہ کیوں چھوٹیں دیں
حواس وصل میں الیہ اڑے کہ کیا کہیے
خدا کی دین ہے داغ، اور اُس کو خشتانی
نیشمین اُس کا سوہا ہے اور منظرِ چشم
یقین ہے بوسے کی ملتی لبوں کو دستوری
میانِ دانتوں میں تنغا سمجھ کے ماہِ با
فروغِ حسن سے پاتا ہے خاواۃ چشم

زباں پہ دم بہم آئے نہ کیوں گلہ دل کا
گلبر سے بھی تو محرف سے فاصلہ دل کا
لٹا ہے قرب میں منزل کے قافلہ دل کا
گلبر پہ دانتِ عبث پیسے آبلہ دل کا
مکان ہے آپ کے لائق دو منزلہ دل کا
جود دست سے نہ بگڑتا معاملہ دل کا
کیا کھا جاتا ہے می کیوں مقابلہ دل کا
علاقہ عشق سے کھاتا ہے سلسلہ دل کا

نہ درِ رشک رہے گا، نہ رنجِ پاسِ وفا
عدد سے کیجیے ناظم، مبادلہ دل کا

اس کلفت سے ہوا ظاہر کہ پنہاں ہو گیا
نامہ میرے غیر کے نامے کا عنوان ہو گیا
کوہ بھی گرسا مینے آیا، بیاباں ہو گیا
پیرے داغ رشک سے سر و چراغاں ہو گیا
غیر سننا ہوں، درجائوں کا دریاں ہو گیا
پنہ خود نشیہ، رعیت سے ذرا فشاں ہو گیا
مے کا پینا ہم پہ جے پیمانے آساں ہو گیا
وہ بھی میری جان کو چاہے ز ننداں ہو گیا

معتقد ہوں کعبے کا ناظم، ملکہ جاکر ہاں
عبرت اُٹی ہے کہ کیا بت خانہ دیراں ہو گیا

کہہ متا بندہ، گھر مہر د، خشاں ہو گیا
سادن کیوں جوڑا تھا میں نے ایک جانب سے رواں
تیشے کا دم کیوں نہ میری تیز گامی سے ہو نہ
کیا عجب، مہری اُتر پیرا نہ بن جائے، کہ سر و
تھا بہت کم رہا، پیچ ہو گا، قیامت آگئی
دینہ و دالند کب پہنچائیں الجھ فائدہ
سنبھال، خال الٹ دینے سے بن جاتا ہے جام
کال میں جو ان کے ہنسنے وقت بڑھتا ہے گڑھا

رات کی آمد ہے دن کے پوہ، ہونا شام کا
لا، اُتر غامہ کوئی آیا ہے میرے نام کا
بارغ کی پت جھوٹ ہے کچھ سے دور، دورہ جام کا
کچھ ملکر کنج لحد میں ہے گماں آراں کا
دیکھ لینا دُعا کا، سن لینا میرے پیغام کا
داغ الفت ہو نہ جس دل پر وہ دل لکھی کام کا

جے ہر اک انجام آغاز اک نئے انجام کا
نامہ ہر کھپیلہ نہ پیغام زبانی سے مجھے
ہجر ہے گویا پیارِ شاد کامی کی خزاں
فکر آسائش میں یارب، جان کوں دے پیوگی
آج ہو لیں جے مزہ، آخر مزہ دکھائے گا
گوا ہے ہم دم وہ گھر، جس میں نہ ہو رکن چراغ

چاک کرے پیٹ دشمن کا، سلوں کا دست
پسلیاں اُس کی بنی گئی زینہ اُس کے بام کا
جس میں پھنس جاتا ہے یوں اڑتا ہوا مرغ لٹا
روزن دیوار پیرا حلقہ ہے کس دام کا
ہم بھی بہرِ مغم کے ناظم بادہ آشاموں میں ہیں
دیہ ہر خوں پیالہ ہے مٹے گُلفام کا

(۷۵)

جلہ ہے بچہ بہ بچہ پیرنگلہ اُس آفتِ جاں کا
سمجھتا آپ کو ہوں چورِ دل میں، کوئے جاناں کا
بھری ہے اُک وہ دل میں کہ گھر نہ جائے گاجنہ لے
مگر اُس کی کہاں ہے؟ ہم نے مانا ہے مگر جس کو
بنائیں جادہ کو تا کا، ملے روزن کہاں اُس میں
قدح گردانیوں میں محو ہیں، کوثر کو بہوں پوچھیں
گہر سازی کہاں کی، میری چشمِ تر کی غیرت سے
خدا تو فیق دے پاس نکل کی، نامہ بہر دیکھا
جو پڑھتے ہیں نکل وہ زخم پر یارب! نہ دم لکھو
میری وحشت کا غوغا سن کے وہ بے اختیار آئے
ہنس کھ حسنِ باطن میرا، تیرے حسنِ ظاہر سے
ہنس کچھ کم دوازی اُس کی، تو اُس کی رسائی سے

انھیں بتوں پہ ہے دھوکا، شعاع مہرِ تاباں کا
کبھی گھبرا کے گھر لبتی سے ہوں رسدِ بیاباں کا
بنے کاشدہ فولاد، لوہا پیرے بیگیاں کا
سفید اک ہو گیا ہے بال اُس زلفِ پریشاں کا
بنے کیا سوزن چاک گریباں خارِ داماں کا
وہ اک جامِ بابل ہے ہمارے طاقِ لیاں کا
کلیجہ لہریا ہے آبلوں سے ابرسیاں کا
مرے دفتر میں بھی موجود ہے نام اُن کے دریا کا
ابھی باقی ہے داں گہرا کے اوندھانا نکلہاں کا
مگنہ جذبہ دل تار ہے میرے گریباں کا
زہ ہے یہ دل! کہ یوسف ہے تیرے چاہ زنجراں کا
نکلہ سے پیر کہاں جاتا ہے دھوئی پیش مڑگاں کا

- ۱۔ غزل ہیں ہے۔ خ
- ۲۔ نکلہ سے لیک دھوئی پیش کب جاتا ہے مڑگاں کا۔ خب، م

بہار ایسی بھلا کب آب و تاب تازہ لائی تھی نہ دیکھا تھا کبھی یہ رنگ، آنکھوں سے ملتساں کا
 عند دل دن کو گھیریں، رات کو گرتے ہیں پیراں گمماں ہوتا ہے گل پر، باغ میں شمع فروزاں کا
 نہ بنیا مے کا ناظم ان دنوں کفرانِ نعمت ہے
 ہوا ہے دوہرک کے کبہ موسمِ ابرو باراں کا

۳
(۷۶)

لو لعلی پر دھواں آیا مہادی آہ کا اب خہ ا حافظ، چرخ مہر و شمع ماہ کا
 دیر میں ہوں یا حرم میں ہوں، جہاں ہوں اے صنم! جسم حق ہیں ہو تو بندہ ہوں تری درگاہ کا
 اپنے مستاقوں کے بھی دل میں کبھی پھیرا کر د اے بتو! اک دن تو ہو آباد گھر اللہ کا
 لو قیامت میں قیامت ادر، ہر پاسو گئی ذکر چھوڑا کسی نے میرے نالہ جاں کاہ کا
 قتل گاہ عاشقاں بھی کیا تماشا گاہ ہے اک طرف ستور آہ کا ہے، اک طرف غل واہ کا
 قرب حق ہوتا ہے حاصل، ہر قدم معراج ہے فرس اپنے بت کے کا عرش ہے اللہ کا
 کل کیا تعادد و وصل، آج فرماتے ہیں وہ کہیے یہ مذکور ہے لس سال کا، لس ماہ کا
 یہ ذقن پر یار کے قطرے پسینے کے ہنس جوش کھا کھا (کر) ابل آیا ہے پانی چاہ کا
 خاک میں مل جائے روتق، آفتابِ حسرت کی جلوں فرما ہو اگر ذراہ تری درگاہ کا
 شان ہے اللہ کی، وہ ہیں مطیعِ ناکساں دعیان میں لائے نہ تھے جو حکمِ نادر شاہ کا
 ہے دیکھی رنگِ تن لاغزا ہوا اے عشق میں جو ہوا اے تہذیبی عالم ہو ہر گاہ کا
 کاش بہ ساتوں ملک ہی چرخ کھا کر گھر بیڑ میں کچھ تو دکھلا توڑا اے دل، اپنے تر آہ کا
 لے لیا مٹھوں جو میرا غیر نے، تو کیا ہوا کیا شعابِ شیر میں حصہ نہیں رہا ہ کا

۱۔ شہستان - خب ۲۔ ابر باراں کا - خہ

۳۔ غزل نہیں ہے - خ، خا، خب، خدام - لم - 'دہی' نہ ارد - ما

کیوں نہ تڑپے دل، جو دیکھے جلوۂ رخسار بار
 سیر کو آئے اتر بازار میں وہ لالہ رو
 عشق نے کس کو ہنس بخشی ہیں داغوں کی دم
 باغ کو ادکس کیا کس سر و قد محبوب نے
 زخم میں پیدا محک کرتا ہے ہر توماہ کا
 غارہ بنوائے ہر اک محبوب گزر راہ کا
 مینے ہے کیا عام، اس سرکارِ عالی جاہ کا
 طوق ہے عمر کی گزند میں کہ ہالہ ماہ کا
 زیب کعبہ ذات لختی جس کی، جہاں سے اٹھ گیا
 اس بے ناظم، سبہ جامہ ہے بیت اللہ کا

ب

(۷۷)

کچھ غم ہنس ہے صاف مجھے گھر دیا جواب
 نے تابِ قطع دشت، نہ نیروے چاکِ جیب
 صرصر سے جل کے پوچھے ناچار کمرگزشت
 بات ایسی کون سی ہے کہ جس کو بڑھائیے
 پوچھیں کب اہلِ قافلہ، بچھوڑے ہوئے کی با
 مطلب ہے ایک، پیر و سنم گرنہ ز طبع
 ۲ خوفِ خدا پریش محسنہ کا ان سے حال
 کیا کم ہے یہ خوشی کہ ملا بات کا جواب
 مات سے دے چکے ہیں مجھے دست دیا جواب
 لائی ہنس پیام کا میرے صبا جواب
 اک مختصر سوال ہے، یا بوسہ یا جواب
 ہے میرے نالے کے لیے بانگِ دوا جواب
 ہر بار چاہتا ہے کہ دیکھیے نیا جواب
 ۳ کہتا تو ہوں میں، دیکھیے ملتا ہے کیا جواب

۱۔ دیا۔ ما

۲۔ خوفِ خدا پریش محسنہ کا حال میں کہتا ہوں ان سے دیکھیے ملتا ہے کیا جواب، خلا، ما

۳۔ کہتا تو ہوں یہ دیکھیے ملتا ہے کیا جواب، خ، خب، م

مے پیچھے بہا رہیں، یو چھے اگھر خدا
ہے عذرِ ذوقِ بخششی آب و ہوا جواب
ناظم، ہم اُن سے ردا کئے جاؤ حال دل
کب تک نہ دینگے از روِ شرم و حیا جواب

پ
(۷۸)

کہنے کا نہ مانے برا آپ
کہتے ہیں غیبتِ عنبر، کیا آپ
ہر سجدے پہ آں سلام کیجیے
ہے طرہٴ خمِ کجی کا پردہ
گردش میں ہے جس سے امکان بھی
کیوں جائیں جنارے پر عہد کے
کیا جھوٹ ہے، ہم نے گھر کہا جان
ٹہراؤ نہ سوت جانِ محم کو
کیوں کہیے کہ "جلد آئے بار"؟
یو چھو نہ کہ گونز کہ ہر ہے

کیوں کہیے، ہمیں برا کہلا آپ
ہیں کوئی جنابِ کبر یا آپ
میں بندہ ہوں، پرہیز خدا آپ
ہیں خلق کی جان کو بد آپ
اکھتے ہیں وہ چشمِ فتنہ زار آپ
کہلائیں گے رو دا آشنا آپ
ہیں شہرۂ شہر بے وفا آپ
"کس دن ہوئے خیرِ آزما آپ؟"
ہیں حشر سے ہم کو مدعا آپ
نذر ہے ہیں ادھر سے بار بار آپ

ناظم پہ عتاب کیوں ہے، کیے

ہے خلوتِ خاص میں ہوں یا آپ

-
- ۱۔ کہلا برا آپ خ
۲۔ پر خ
۳۔ نہ خ

بہ خواب ہو گئے، نالہ مرغِ سحر سے آپ
 گھبرا گئے، ترادشِ خونِ جگر سے آپ
 کیا اب بھی گھر نہ جائیں مری نظر سے آپ
 اندیشہ ناک ہوں نہ میری چشمِ تر سے آپ
 تلوارِ گول ڈالے، اپنی کمر سے آپ
 حیراں ہوں آگئے ہیں مرے گھر، کدھر سے آپ
 اکٹھا جائیں گے ہم آج تری رہ گدڑ سے آپ
 ناحق الجھ رہے ہیں مرے نامہ بہر سے آپ
 اچھا ہے میں ادھر سے چلوں، ادھر سے آپ

سوئے ہیں آگے باغ میں کیوں اپنے گھر سے آپ
 آئے تھے بلوچنے مرے آنسو، کدھر چلے
 دل میں جگہ نہیں ابی ملنے سے غیر کے
 اس سیل کا ہے میرے ہی دل کی طرف بہاؤ
 میں جانوں اور جنبشِ مرگاہ کی نوکِ جھوک
 بعد از کمالِ مشقِ لقود، یہ بے خودی
 عشاقِ رہ نہیں کی یہی بھگڑا ہے تو فر
 میں آگیا ہوں، لو مجھے دد جو جواب ہے
 منظورِ کبرِ باغ ہے، گو مرے گھر نہ آئیں

ناظم، غلط ہے مہر و مروت کی چشمِ داشت
 واقف نہیں ہیں انسِ صنمِ حیلہ تر سے آپ

د

عمر ساری مری ہو جائے لبِ آج کی دات
 حشر تک زندہ ہوں، بچ جاؤں اگر آج کی دات
 رشتہٴ رشتہٴ بنا تا دِ نظر، آج کی دات
 ہے مراد دست، مراد دست نگہ آج کی دات

ہے شبِ وصل، نہ ہو کاشِ سحر آج کی دات
 وصل ہے عمرِ فزا، کاش نہ ہوں شادی کر
 پر تو عارضِ جاناں سے ہیں، آنکھیں روشن
 ساقیِ الجنِ خاص بنایا ہے مجھے

۱۔ گھر نہ آؤ خا، خج، ما

۲۔ محبت سے حب مہر و محبت کی۔ خا مروت سے۔ م

کس طرح نکھرے ہوئے پھرتے ہیں، اللہ غنی
مہراش شونے کے پیرائے میں مل جانے کو
لکھ ہے مجرہ و ایوان^۳ میں چراغاں ہر سو
نہج حسن اک میں ہے بیناں، یہ ہے کج بندہ حسن
روز نور و زکواکب ہے مگر آج کی رات
چاہتا ہے کہ بنے حلقہ زر آج کی رات
سر لبر فرش ہیں، پروانے کے پیر آج کی رات
کیوں نہ خلوت کدے کا بندہ ہو در آج کی رات

بار و ان تک نہ ملا، آدمی ایشا آیا
ہم نے منگوائی تھی ناظم کی خبر آج کی رات

(۸۱)

مریضِ غم کو عیادت ہے ناگوار بہت
اگرچہ دیکھے ہیں نیرنگ روزگار بہت
وہ عذر ہائے موثرہ کہ کیا کہیے
نہ پہنچے آپ کو صدمہ، کچھ کے توڑ پیے گا
زمین پہ گھر کے بھی ہوئی نہیں کٹا بٹل
موا ہے ایک وہ خار اتر اتر، تیریں پر
ہنوز جمع ہیں اہلِ وفا، مگر ان میں
غزالِ چشم کو تاکے ہوئے ہیں اہلِ نظر
امید داد ہیں کم، نا امید وار بہت
اگرچہ حسن کی وادی میں ہیں شکار بہت

وہ شونے، بیچ ہے کہ عیار پیشہ ہے، ناظم
۷۔ ہر اپنے کام میں ہم بھی ہیں ہوشیار بہت

-
- ۱۔ کواکب - خد ۲۔ حل جائے مجھ کو - ما ۳۔ ایوان و چراغاں - خج، ما
۴۔ حسن مطلع درج ہے - خ ۵۔ ہوا - ما ۶۔ وے - خ، فب، م
۷۔ یہ ہم بھی کام میں اپنے ہیں ہوشیار بہت - خ، فب، م

تھی آسماں پہ میری چڑھائی تمام رات
وہ مے پرست ہوں کہ نہ پائی اگر شراب
ہم خانہٴ عدو ہو، مبارک ہے اُسے
کیا خوش رہا یہی دوست کی لقاویر جان کر
بکھری رہی ہے شب مرے بازو پہ زلفِ یار
بڑھتا ہا بدن میں مرے دم بدم لہو
تھامے حوصلے سے زیادہ غمِ فراق
نہمِ ستم نے وصل میں کیسا ستم کیا

بھینکا کیا ہوں پتر ہوائی، تمام رات
کی خونِ دل سے کارِ دوائی، تمام رات
جھگڑا تمام روز سرطانی، تمام رات
تھی کل جومہ کی جلوہ نمائی، تمام رات
کرتار ہا ہوں غالیہ سائی، تمام رات
سینے پہ بھقا وہ بکت خنائی، تمام رات
اک داستانِ اُس کو سنائی، تمام رات
شعلِ اُس نے کل جھپٹ نہ دکھائی، تمام رات

سچے ہیں اپنے دے کے، آتے وہ خواب میں

ناظم، مجھی کو نیند نہ آئی تمام رات

لُظْمِ مٹی بھر گئی روزِ شہاد کی صورت
مہ دو ہفتہ میں ملتی ہے یار کی صورت
بگڑ گئی مرے مشقِ عباد کی صورت
بدل گئی مرے سنگِ مراد کی صورت
بغاڑ دیتے ہیں، دہشتِ چار کی صورت
بھرا وہ دیکھ کے بیمارِ دار کی صورت
دکھائی دیتی ہے اجرائے کار کی صورت

بلکہ ہے لبکہ سب انتظار کی صورت
لہڑ لعل سخن گوئی و نہ گسِ نثار
غضب ہوا کہ بگولا بنا، وہ ڈرتے ہیں
سپیش سے میری ہے گردش میں آسبائی طرح
کھنڈر ہے ہیں پر ایسے کہ داہ میں ہر روز
ترے مریض کے کل دیکھنے کو جو آیا
نہ لے گا گریہ مقرر اثر کہ روتے ہیں

مگر ہے ہجیر کا پایاں، کہ ہے مری وہ شعل
گیا تھا کیوں زن خسرو کی تاک میں فریاد
یہ وہ مثل ہے کہ کی اختیار مزدوری
قرب شام ہو جو روزہ دار کی صورت
کہ سنگ راہ ہوے کوہ ساد کی صورت
بہی نہ جب کہ کہیں روزگار کی صورت
وہ کھیر بہار کو جھنڈے گاتا زنی، ناظم
خزاں سے جس نے بول دی بہار کی صورت

(۸۲)

ہم نے سو سو طرح بنائی بات
تج تو کہتا ہے، دوست دشمن ہے
بات کے گلٹنے کا شکوہ کیا
وعدے پیر انس سے کیوں قسم مانگی؟
ہم کو دشمن سے ہوئی معلوم
کیا سب وصل کو گھٹانا ہے
یہ بھی ان کے دہن کی خوبی ہے
شہر سے کیوں کر رہ دہنم کفر
واں سے جا کر خبر نہیں لایا
س منے اس کے بن نہ آئی بات
ہم نے ناصح کی آزمائی بات
ہو جہاں قطع آشنائی بات
مفت بکڑی بنی بنائی بات
دوست نے ہم سے جو چھپائی بات
نغم ہجراں کی کیوں بڑھائی بات
کہ سمجھ میں مرے نہ آئی بات
ہم نشیں، تو نے کیا ڈالی بات
ہے کہیں کی سنی سنائی بات

بھید اپنوں سے بھی نہ کہہ ناظم
منہ سے نعلی، ہوئی پیرائی بات

عید ہو، گر نظر آجائے سحر کی صورت
پائے جو آبلہ پائی میں گھر کی صورت
کہ کبھی آہ نے دیکھی نہ اشک کی صورت
رنگے مرغ چین، بالش پیر کی صورت
جانتا ہے کہ بنے حلقہ زر کی صورت
ہم نے جانا، نظر آئی ہے مکر کی صورت
خیر ملتی ہے تری راہ گزری صورت
جو چھتے کیا ہو، سرے زخم جگر کی صورت

ہے سب غم کی بڑی خوف خطر کی صورت
کھینچتے ہیں دشت نور دی کاہم اس کو پامرد
یہ بھی ہے خوبی تار کی سب پائے فراق
فرش گل پر، چمنستان میں جو تو آ بیٹھا
مہر تاباں ترے پیراے میں ملنے کے لیے
معا تری زلف فرو ہشتہ میں اک بال لکھیا
خلد کو کیوں کہے نقشہ ترے گھر کا کوئی
نہ علاقہ کہیں ٹانگے کا، نہ مرہم کا لگاؤ

مہر طرف نقش رخ دوست عیاں ہے، ناظم
ملتی ہے مت کہ لے میں کیا، مرے گھر کی صورت

ٹ

(۸۶)

عاشق کے حق میں ہے نفس اژدہا کی چوٹ
روشن رہا چراغ، بجائے گھر کی چوٹ
کیا مہر ہے تپا نیچے، باد صبا کی چوٹ
کرتی ہے در نہ کون کونالاں، صدا کی چوٹ
ایسی سپر سے رکتی ہے تیغ، قضا کی چوٹ

صبح سب وصال میں آواز پاک کی چوٹ
نور خدا، ہجوم بلا میں نہ کم ہوا
یک دست ہو گیا دین عنچہ پاش پاش
یہ تو ہی ہے، جو نالہ عاشق کی تاب لائے
ابر و کی زد سے جان بچی، تل کی ادھ میں

۲۔ گنتے ہیں۔ خا، خب، خج، م، ما

۱۔ غزل نہیں ہے خ

۳۔ کو خ، خب، خد، م، م، چوٹ خ ۵۔ اکھتی۔ ما

کھٹکا نہ کیوں ہو وصلِ عدو کا، کہ خود بخود
جو اُس سے مجھ پہ گزری ہے اُن کی خبر کیسے
رہ زن نہ آئے تو بھی مرا کام ہے تمام
دل پر لگی کٹائشِ بندہ قبا کی چوٹ
گیسی کا زخم رکھتی ہے بہتر مردِ حیا کی چوٹ
دل پر لگی ہے میرے، وہ بانگِ دراکِ چوٹ
ناظم کو اور باغ میں لے جاؤ وقت صبح
دیکھی نوا لے بلبِل خویش نوا کی چوٹ

ث

(۸۷)

جاں فشنائی کا داں حسابِ عبت
ماہِ تاب اور کتناں کا عالم ہے
فضلِ در کی کلید نا پید ا
زلفِ پیر خم ہوا سے کیوں نہ ہلے
دُعا سے بھیننا ضرور، مگر
مرے اشعار سب بیاہنی ہیں
ہے سہاوی نظر میں حرمت ہے
یاں ہیں کفر و دین و خوف و رجا
نہ لو اب اس میں ہے، نہ اک میں اثر
جو کہو اُس کا ہے جوابِ عبت
عارضی دوست پر نقابِ عبت
اب مٹنا ہے فتح بابِ عبت
آپ کھاتے ہیں پیچ و تابِ عبت
دوست سے خواہش جوابِ عبت
ہم نشیں، فکرِ انتخابِ عبت
پیچش اہلِ احسابِ عبت
لطف بے فائدہ، کتابِ عبت
صبر بے سود، اضطرابِ عبت
وعدہ اُس نے کیا تو کیا، ناظم
عبت اے خانماں خرابِ عبت

۱۔ کٹائش خا، ما
۲۔ مجھ پر خ
۳۔ و لے خ، خب

جب کہو، کیوں ہو خفا، کیا باعث
 بھولی صورت کی ہے خوبی، ورنہ
 میں نے کی آہ، تو بولے تا گاہ
 آتا ہے دیکھ کے انجمن کو خیال
 وعدہ کرنے کی ضرورت کیا تھی
 گھر نہ تھی بہر میں امید وصال
 ادم نعلتا ہے مرا رک رک کر
 چشمہ خضر میں ہے، بے شک
 تم نہ ترکِ جفا، کیا امکاں

کہتے ہیں، پوچھنے کا کیا باعث
 ہو وعدہ دوست نما، کیا باعث
 ہو گئی گرم ہوا، کیا باعث
 ہے فلک آبلہ پا، کیا باعث
 کعبہ نہ آنے کا محلہ کیا باعث
 جیتے، بنے کا ہوا کیا باعث
 کند ہے تیغِ عفتنا، کیا باعث
 آب ہو بحرِ فرا، کیا باعث
 ہم نہ رہیں ترکِ وفا، کیا باعث

نالہ کرتا ہوں ناظم، تاثیر
 تیرا ہوتا ہے خطا، کیا باعث

ج

جمعیتا ہوں ہے دیدہ شب زندہ دار آج
 مرنے سے اپنے خوش ہوں، کہ انجان بن کے وہ
 کل گر ملی نیابتِ رضواں، تو کیا ملی
 تشبیہ کل، کاب سے دی میں نے آنکھ کو
 زندوں کو آج تک نہ سنا تھا کہ اب قبر

انجمن ہی میں نہیں گئے ہم اک کو شمار آج
 ہر اک سے پوچھتے ہیں مجھے بار بار آج
 دیں کاش، اس کے گھر کا مجھے اختیار آج
 تو سن پہ بے اکاب ہوئے وہ سوار آج
 کیوں دے رہا ہے نغمہ جمعے اتنا فشار آج

رہنے نہ دے گا گھر میں دل بے قرار آج
عہد وفا کو اور کس استوار آج
پھر وجہ کیا کہ مے نہ پیش بادہ خوار آج
شیر و شکر پہ ٹوٹ پڑے روزہ دار آج
کب تک رہنے کہ بارغ میں ہے کیا بیمار آج

صبر اتو ہے، نہ پائیں گھر اس کی گلی میں بار
کھو تو قبا کے بند، کہ ہم اس گھر کے ساتھ
بے فصل گل میں دہر، نمونہ بہشت کا
ہے عید، مے کدے کو چلو، دیکھتا ہے کون
دیکھانہ تم نے، آخر اسے اڑا قیب

ناظم کے دوست ہو تو نہ دنیا نوید وصل
ہاں یوں کہو، کہ لائیں مے خوش گوار آج

(۹۰)

شایہ شمیم گل سے کرے کچھ صبا علاج
کس سے پھر اس مر لیں کا سو، اے خدا! علاج
آخر تو اسہا میں ہے ترک دوا علاج
لحویہ، صدقہ، سکر، تغول، دعا علاج
نخم ہائے جاں نواز و مرض ہائے لا علاج
کھرتے نہ اپنی نر گس بیمار کا علاج
بیرا یہی ہے اے صنم بے وفا علاج
اچھا ہوانہ میں، ملکر اچھا ہوا علاج

جب حلق سے صلاب نہ اترے تو کیا علاج
صبی کو جواب صاف دیا ہو صبیح نے
ادل پی سے کہوں نہ اسے اختیار کیوں
بچتا نہیں مر لیں محبت، ہزار ہو
عشق ایک رنج ہے، ملکر اک میں ہو بیچ
کیا چارہ جو ہوں اُن سے، کچھ آتا لیں اگر
زنار، توڑ تار کے ایماں کیا قبول
کیوں نہ کہوں کہ چارہ گروں کا قصور تھا

تھامے ہوئے ہے میرے دل ناتواں کو آہ
ہے پیر کو زہ لہشت کا، ناظم، عصا علاج

۱۔ عہد وفا خ

۲۔ بادہ خوار خ، م

(۹۱)

گردوں پہ دن کو، زہیر میں وقتِ شام کوچ
چلنا کسی طرح نہ بنا تو ٹیکھل چلے
گھبراؤ کیوں، ادھر کو پھرا جائے گا ضرور
سن کر خبر سفر کی مجھے تا ملال ہو
ہے جوشِ گریہ بہ، تو کس کیوں نہ اہل شہر
ہم راہ نوا دتھے، نفسِ داپس تلک
روتے ہیں اہل صومسہ، دن الوداع کے
گو باغِ نازِ روزے کو سمجھے ہیں زادراہ

ہے آفتاب کو لہریں دوام کوچ
ساندہ شمع کے ہے بہارِ مقام کوچ
کرتا ہے خطِ جنبشِ دوری پہ جام کوچ
کیر و شکار کا بھی وہ اکتھے ہیں نام کوچ
کشتی میں مثلِ نوح علیہ السلام کوچ
باقی رہا نہ جادہ، ہوا یاں تمام کوچ
کرتا ہے اُن کے زخم میں ماہِ صیام کوچ
زیادہ کا ہے جانب دارِ السلام کوچ

ناظم، خد کو علم ہے، اگلے جائے منہ کہ ہر
یاں سے تو ہے بجانب بیتِ الحرام کوچ

ج

(۹۲)

پوچھوں جو پاؤں توبِ مسیحی کسی طرح
شہرت ہوئی فقیری و عزالت کی، پروہ کوٹوٹ
شاعر بنے، نہ یلم بنے، فقہ خواں بنے
دکھلاؤں حال کیا اکیس، جن کی تمام عمر
کہتے ہیں جھپ کے رات کو بیٹا ہے ادڑے
سننے ہیں ہنرمیں وہ بناتے ہیں غر کو

ہو گا صریح عشق بھی اچھا، کسی طرح
آیا نہ میرے حیرے میں سنہا، کسی طرح
پائی نہ اُن کے دل میں مگر جا، کسی طرح
دیکھی یہی طرح، کہ نہ دیکھا، کسی طرح
واعظ سے راہ کیجیے پید ا کسی طرح
دیکھیں گے آج ہم بھی ثنائ کسی طرح

روتا ہوں سن کے کشتی میں اُن کا ادھر اقصہ
 میں اور چاہوں اور کو، میرا جیسا ہوں یہ
 دیتے نہیں جو بوسہ، جلو دل ہی پیر دو
 ناظم، خط اُن کو شوق سے لکھتا، مگر خباب
 معلوم کر لیں نام ہم اُن کا کسی طرح

(۹۳)

اسٹک سے لاغز نہ کیوں ہو جاؤں میں ہو کی طرح
 حسن کی سطوت غضب ہے، جب تم اُدباغ میں
 عاشقوں کو رخ کا کیا غم ہو، جب اک قوم کی
 آئے رخصت کو لیکن، میرا درد نادیکھ کر
 آدمی ہیں گریہ اچھی صورتوں والے تو کیوں؟
 اُن کے دو پر غر، دریاں کا ہے شاید بیشکاد
 میں ہوں دن وحشی کہ وحشت سے مرے گو کا پر آغ
 عاشق اپنی زلیبت میں، مرد کسی عالمی کا ہے
 ذوق خون ریزی میں ہیں اُن کے نزدیک، آلات قتل
 اپنی صورت کسی طرح دیکھیں کہ اُن کے ادھر
 اب ستم کہنے پرے اتنے، کہ ناظم، ان دنوں
 طبع بھی ناساز ہے، معشوق بہ خوبی طرح

- ۱۔ اُدھر کا قصہ خ
 ۲۔ غزل نہیں ہے خ، خب

(۹۴)

اُنکے میں ڈورے عجب ہیں یا سرخ
 کب ٹپکنا ہے دم گفنا ر خون
 شست سے تیری ہنسی جمیو ٹاؤن
 عاشقوں میں ہو وہ کیوں کمر رخ و
 آئے اب جیشم سے کفادشت کبر
 خون بہت ہیں ہر پہ اُس رفاک کے
 جوش خون سے میرے جاک جیب کا
 دتے دتے یہ ہوا آنکھوں کا رنگ
 آج تک دیکھا نہ کھا زناو سرخ
 کیوں ہے اے طوطی، تری صفاد سرخ
 جو نہ ہو بیگیاں سے تاسو فار سرخ
 ہو نہ جس کے خون سے چوب دار سرخ
 اب ہے خون دیدہ سے ہر خار سرخ
 تھی سفید اور ہو گئی دستار سرخ
 ہے رگ گل کی ہر طرح ہر تار سرخ
 نہ اے سے ہنسی زہنا سرخ

ناظم، ایسے شعر پاک آتے ہیں کب
 ہیں کہاں پیدا، در شہوار سرخ

(۹۵)

قتل پر غیر کے باندھو نہ کمر، میرے بعد
 سو پریشاں و سید پوش ز نظر کیوں اُد
 اب خبر چاہیے لینی، کہ کرد گئے افسوس
 میں تو اٹھنے ہی کو کھا بنزم سے، کیا ہو جاتا
 قہر میرے آئے وہ بے پردہ، لیے غیر کوں کو
 عاشق پاک وہ بڑا ہے، مگر میرے بعد
 بند کمر نا کھا بھتیس اوزن دور میرے بعد
 تم کو پہنچے گی اگر میری خبر میرے بعد
 جام مے غیر کو دیتے تم اگر میرے بعد
 ۱۵۱۷ء آ۵۰۰ کیا خوب اثر میرے بعد

۱۔ ہیں عجب ڈورے بجشتم یا سرخ - خ، خب، ام ۲۔ پیر - خ، خب، نج، خد، م، ما

نہ وہ سب لہر شک، اور نہ وہ شور و فغاں
لائے کس کے لیے، پہنچائے کیسے، جائے کہاں
نہاؤں کیا شہر میں آشوب، کہ جواب نہ رہا
کھامری ز لیسیت میں جیسا مرا مکن ویرا
خلق ہے شہر میں بے خوف و خطر میرے بعد
بوئے گل سے ہے خفا بادِ سحر میرے بعد
متم نے کیوں ترک کیا عزم سفر، میرے بعد
اب ہے دلیسا ہی تیرا راہ گزر، میرے بعد

اجاننا لظم میں ناظم اُسے میرا پیر
کوئی مجھ سا اگر آجائے نظر، میرے بعد

(۹۶)

ہے روز و شب وہ شک شکم بواہوس کے گرد
مردم ہوں قبول سے یاں تک، کہ شعلہ بھی
گرا نکشاف راز نہ منظر ہو اُسے
وہ خورد سال اور اُسے گھیرے ہوئے ہیں غر
یا گل بنا کے ہے کہ سے جب دیا نکال
مدت ہوئی موئے ہوئے مجنوں کو ہر ہنوا
جلین سے دیکھتا ہوں تماشا بہار کا
صنہ ہے کہ بوسہ دے سکوں اسی کی اکاب کو؟
ہے شوق اسی کے وہ صفا طہری دید کا
کیوں قند بھر رہا ہے خدایا امگس کے گرد
کھٹکا کبھی نہ آئے مرے خار و خس کے گرد
کھٹکا کبھی نہ غیر، مرے ہم نفس کے گرد
بیٹھے ہیں جانور کثر بنیم اس کے گرد
مقا کو دکاں شہر کا حلقہ عکس کے گرد
کرتی ہے روح طوف صدائے جبرک کے گرد
رہتا ہے کچھول والوں کا میلہ فقس کے گرد
خوبانِ شہر جمع ہیں جس کی فرس کے گرد
قدسی طواف کرتے ہیں جس کے کھس کے گرد

ایسے ظلم لغز کے صدقے نہ جائے کون
بھرتا ہے جبرخ ناظم معجز نفس کے گرد

۱۔ جاننا ما

۲۔ غزل پڑی ہے خ، ف، م

صیاد کو ہوا ہے مرا نالہ یاں لپنہ
 بے پردہ ہنرمیں، کوئی کیوں شمع ساں چلے
 جیتا ہے، اور تم اُسے کہتے ہو جاں نثار!
 مہلتی ہے روزِ خاں لہنیوں کو داں لہراب
 دیکھ نہ کیوں مرے مرنے اشکبار کو
 کوشش سے جو ملے وہ نہیں ہے فتوحِ غیب
 خود میں ہیں جتنے، اتنے ہی باہک ہیں پہلی ق
 ہے حسنِ رخ میں شہرتِ خورشیدِ ناگوار
 ناظم، اگرچہ میر بھی تھا خوش سخن، مگر
 ہے ہم کو شیوہ اسد اللہ خاں لپنہ

کوئی یوں عشق میں اسوانہ ہوا میرے بعد
 کس نے اس حلقہ کا کل میں پھنسا یاد کو
 وہی تم ہو، وہی خنجر ہے، پیرِ القاف کرد
 جب نہ ہو کوئی جفاکش، تو جفا کا کیا طعن
 غیر کا منہ ہے، کہ گھر تم پہ لٹا دے ہر بار
 میری ہی قبر ہے انگشتِ غام میرے بعد
 کون اُس چشم کا بیمار ہوا، میرے بعد
 ہا کہ پھر ہا کہ دھڑلے بیٹھے ہو کیا، میرے بعد
 کیا کرد، گھر نہ کرد ترک جفا، میرے بعد
 حلقہ ہو جاؤ گے بے برگ و ثوا، میرے بعد

۲۔ مجھے خا، خب، خج، م، ما

۴۔ اندازہ داں خ، خب، خد، م

۶۔ غزل نہیں ہے خ

۱۔ یاں رخ، ما

۳۔ اُسے خب

۵۔ دے خ، خب، م

نکست زلف کا اب کوئی خریدار نہیں
شہر میں پھرتی ہے بے کار صبا میرے بعد
خط مرا پڑا کہ تمہیں رحم تو آیا، لیکن
یہ بھی قسمت کا لکھا تھا کہ پڑھا میرے بعد
ناظم، اپنی جو کچی تیز روی دکھلاؤں
پہنچے منزل پہ مرا راہ غما، میرے بعد

۵
(۹۹)

دل ہو تو کیجیے آہ کی تاثیر پر گھمنڈ
جانی رہا مکان، تو کیا تیر پر گھمنڈ
باتوں میں کوئی کام لگتا ہے، ہم نشین
تھا نامہ ہر کو خوبی نقد میر پر گھمنڈ
دیکھا، عدو کا جنبش ابرو نے کیا کیا
ہے اب بھی تم کو ہر شے مستحضر پر گھمنڈ
گھر تو نہیں ہے، پیر تری تمثال ہو تو ہو
ہے مہ کو اپنے گردہ لقویر پر گھمنڈ
واعظ، برے ہیں رند، چلے جاؤ تم شتاب
اچھا نہیں ہے عزت و توقیر پر گھمنڈ
جو کچھ ہوا ہے اک کی کچھ اس کو خبر نہیں
بیجا ہے یاری غلب میر پر گھمنڈ
وہ حور ہے پری نہیں، آجائے سامنے
نظر آگئی ہوں صورت ہر مہر و شہود کا
ناظم، ہمیں تتبع غالب بہ ناز ہے
ہو گا کسی کو پیر دی صبر میر پر گھمنڈ

۱۔ رحم نہ آیا خب

۲۔ منزل نہیں ہے خ

۳۔ اب بھی ہے خب

دوست نے سوچ دیا ہے اُسے اپنا تعویذ
 زلیست بائی ہو تو کرائی ہے دعا بھی تاثیر
 صنف سے جس کی یہ صورت ہو وہ یا خان بچے
 کھئی کھدی تیشے سے جس سنگ پہ لیریں کی کثیر
 زحمت خلق سے البتہ صیر ہو نجات
 سحر و نیرنگ نہ سیکھو، پئے لیرِ قلوب
 سب کو دیکھا کروں، اور مجھ کو نہ دیکھے کوئی
 وہ بھی بازو سے مرے، راہ میں کھل بڑتا ہے

ہاتھ آیا ہے عد دے، کوئی اچھا تعویذ
 نامہ عمر ہو چاک، تو کیسا تعویذ
 پاٹ چکی کا بچہ گردن میں، گلے کا تعویذ
 کاش فرہاد کی وہ قبر کا ہو تا تعویذ
 گر بنے مرد مکد یہ وہ عنقا تعویذ
 دل فریبی کو ہو عم آپ سہرا پا تعویذ
 کیوں جدائم سے رہوں پاؤں لیرِ تعویذ
 دفع ہر درد پہ چل جاتا ہے جن کا تعویذ

کچھ تو یارب! اثر اُس شوخ ستم گر پہ کرے
 آج کچھ ڈٹا میں ہے ناظم نے بیٹھا تعویذ

جب لکھا ہم نے ڈٹا، اشکوں سے ہوا تر کاغذ
 گر لکھوں اپنی اکیر کی وقائع کی کتاب
 وہ بڑھیں بھی، تو کھلے کیا مرے مکتوب کا حال
 حسنِ ڈٹ سے مرے، اتنا متعجب کیوں ہے
 میرے ڈٹ مانعِ نظارہ ہیں، خو ہے ان کی
 ڈٹ میں اندوہِ گراں باری غم لکھتا ہوں

یوں ہی ہر روز تلف ہوتے ہیں اتر کاغذ
 ہو گر فتارِ ڈٹا رشتہ، مسطر کاغذ
 ہے سید فرطِ نقاش سے کراہی کاغذ
 ڈٹ لکھا ہے تری لقویر پہ، اکہ کر کاغذ
 رکھتے ہیں روزانہ دیوار کے اندر کاغذ
 ٹوڑ ڈالے نہ کہیں بال کبوتر کاغذ

اس تلہ زم کو تو دیکھو، کہ جو بھیجے تم کو ق شوق دیدار میں لکھ لکھ کے مکر کاغذ
 بھاڑ کر پھینک دیے تم نے، پیران ناموں کے جمع ہیں سرمہ فردشوں کی دکان پیر کاغذ
 میری کمر بیر سے ہے نفع پہنچتا، ناظم
 کاغذ زر کی برابر ہے مرا پیر کاغذ

۱
 (۱۰۲)

الہری میں بوقت نزاع آ کر
 جو کھانے کی مہم کھائی نہ ہوئی
 لگا دیکھا جو تم نے شمع میں جوڑ
 نہ جاتے تم، نہ جاتی جان میری
 نصیحت کا نہیں اب وقت، نا صبا
 وہ گھر آئے سمجھ کر حلقہ دام
 نہیں کچھ کعبہ و بت خانہ سے کام
 غضب کیا کھا، اگر عہد نہ ہوتا
 چلے وہ بیڑیاں میری بڑھا کر
 تو میں کیوں مرنے جاتا نہ پھر کھا کر
 اٹھے محفل سے کیوں آنکھیں جہرا کر
 بنے کیوں جان کے دشمن تم آ کر
 اٹھا پاؤ ایسی باتوں سے، دعا کر
 ہوا سر منہ میں آنکھیں بچھا کر
 کہاں جائیں اسے ہم دل میں پا کر
 بگاڑ دمنہ کو اپنے کیوں بنا کر
 وہ گھر کو دیکھنے آئے ہیں، ناظم
 نہ کیوں بیٹھا رہا میں گھر لٹا کر

۱۔ ہمیں کیا کعبہ و بت خانہ سے کام کہاں جاویں اسے اپنے میں پا کر خ

(۱۰۳)

فتیس دیوانہ بنا عاشق لیلی ہو کر
اب کہاں راحت و عشرت کا پتہ ملتا ہے
بہرا بیچارہ مسیحا سے نہ اچھا ہو گا
راز میرا ہے اکھیں غریب سے کہنا فتنہ طور
خوش ہیں سب غنچے کے کھلنے سے، کمرے کو خیال
حرمت مے میں، سنا کیجیے دعا کا کرے بیلا
قتل سے میرے عبت ڈراتے ہو، دب جائی
دیر کیوں کی ہے قیامت نے، کیس جلد آجے

ہم بھی اچھے، ہے ناطق، کہ جو کچھ دیکھ لیا
کوئی کیا دیکھے گا، اکیس عہد میں پیدا ہو کر

(۱۰۴)

مل جائیں از دحلم میں ہم، ہے یہ ہم سے دور
جتنے قدم زیادہ ہوں، اتنا زیادہ اجر
شداد شکر کر، کہ گئی در پہ پیرے جاں
پیرد ہوں، گرچہ پاس ادب بھی ضرور ہے
جا ہوں کہ حال و حسرتِ دل کچھ رقم کروں
دیکھا ہے دام و دانی کا دستور یاں نیا
دم بھر میں جا پہنچتے ہیں یاں کے مقیم وال

اک گھر جہاں بتائیں گے، دیرِ حرم سے دور
گھر برہمن کا چاہیے بیتِ العنم سے دور
جب تھا مقام شکوہ کہ مرتا ارم سے دور
اکٹھا ہوں پاؤں خفہ کے نقش قدم سے دور
بھاگیں حروف وقت نگارِ رشِ قلم سے دور
خالِ ذعن ہے طرّ پہ پہیچ و خم سے دور
یہ مرحلہ پیش ہے سوادِ عدم سے دور

ہیں کھیل سب منافی سؤگت، کہ اہل جاہ
 ۱۵ جاتے ہیں شعرا میں خیل و حشم سے دور
 ناظم، یہ تار بجلی کی لعلی ہے ۱۵ خوب
 بائیں کر بیٹھے، پیار ہو کتنا ہی ہم سے دور

(۱۰۵)

سنبھال د اخطا، رہا اپنی، خدا سے ڈرا، اک ذرا حیا کر
 جو پہنے کانوں میں اس نے کبرے، تو ہوئے کان برسوں
 بتوں سے اے دل، خدا بچا لے، قیامت ان کی بناؤں ہیں
 بڑی جگہ پھرائے ثانی، مایاں اس نے بڑی دغا ہے
 کہاں وہ دن اب، کہ دیکھتے تھے، وہ جا آئینہ منہ بھادا
 ہوئی جو ابرو کو اس کی جنبش، تو ہو کے لیل ہو ایسے دم
 نہ ہاتھ اٹھا متل سے ہمارے، کہ دل دکھانا ہر ہے قاتل
 نہ پوچھ احوال ہم سے ہمدم! ہماری آہ کثر افشاں کا
 مریض الفت کی چارہ سازی، اور اس پہ دیکھو فن حکمت
 سنا جو دے کا حال اپنے، تو بھوٹ کر ابرو خوب رویا
 ہر ایک غنچہ ٹپک ٹپک کر، صبا و شبنم سے کہ رہا ہے

جو یاد آتا ہے مجھ کو ناظم، تو لوٹ جاتا ہے سانپ دل پر
 بلدیش لینے کو منح کرنا، وہ ان کا آنگیں جمعھا جمعھا کر

۱۔ غزال نہیں ہے خ، خب، م
 ۲۔ لوٹ کر خا

جو ہے تو کچھ گل و بلبل سے ہے، چمن کی بہار
سہیدِ عشق کے دیکھے کوئی کفن کی بہار
فرانِ باغ سے مانا ہے انجن کی بہار
مکودِ خط سے بڑھی، زلفِ پیر شکن کی بہار
بکھی جو شمع، تو جاتی رہی لگن کی بہار
اب آنے والی ہے اس کنبہ کھن کی بہار
ہمیشہ مسفلِ فشاں، زلفِ پیر شکن کی بہار
تو ہے بہارِ خیاباں سے بڑھ کے بن کی بہار
کہ بھل انار کالائی ہے، کون کن کی بہار
شکوہ گھر میں لائی ہے پیر بن کی بہار

ہنسِ حباب میں لہریں دلہن کی بہار
لہو ات مژدہ تر ہے، خوں فشار ہر تار
بتوں کے ہوئے منہ زار، جب ہم اُبیٹے
شکوہ نامیہ ہے کبڑہ گردِ سنبل کے
فردِ غمار تہی کا کچھ اعتبار نہیں
کھیلے گا گل کی طرح آنسماں، ہر روز نشور
سوادِ خطہ خط کا یہ افتخار ہے کہ ہے
بہار سے ہے غرضِ گردِ فور کبڑہ و گل
پتا ہی اب بھی کیر چاک چاک کامتا
سفید کیوں ہوئی آنکھیں، ریش کنواں کی

زمین ماریہ کی خاک، نور ہے ناظم
مٹی ہے خاک میں یاں، باغِ پنجتن کی بہار

اکھ دیا خود دوڑ کر، میں نے گلہلوں پر
اُس کا چلنا، زخمی کا چلنا ہے گویا تار پر
ذرے کو فیشک ہے میرے اوزن دیوار پر
باڑھ کا بھی دم لعلتا ہے تری تلوار پر

پیش جائے تانہ میرے خوں کا دھوی یار پر
جادہ دینا ہے صمد، مریا ہوں اس رفتار پر
کی ہے دودِ آن کے مسدود، راہِ آفتاب
کیا عجب گردِ ستِ بازو پر ترے ہم جان میں

۱۔ غزل نہیں ہے خ، م ۳۲۔ 'بہار' ندارد خ

۳۔ غزل نہیں ہے خ، خب، م

اڑتے دیکھے ہیں ترے کوچے میں کل دو چار پر
ہے چڑھائی سمجھو صد دانہ کی، زنا پر
اور ہنس لے غیر، میری آہ آتش بار پر
بھراٹھیں گی یہ بنائیں، سب اسی آثار پر
نالہ ببل کو بیٹا پائیں گی، منقار پر
رشتہ ہے مجھ کو عدو کی، خواہش دیدار پر
رات کیا اس زلف کا چھاپا ہے سنبھل زار پر
بے خودی سے دھوپ چڑھ سکتی ہیں دیوار پر

آبلوں سے خوں وہ پٹکا ہے کہ، ناظم کیا کہوں
ہے نشان باقی ہمارا، دشت کے ہر خار پر

رنگ سے جانا، کہ ہے میرا ہی مرغ نامہ ہر
مذہب اسلام میں ہے، لہجہ مستحسن جہاد
روئے گا خاکستر اپنے گھر کو اک دن دیکھ کر
نقشہ بگڑے گا بھی دنیا کا، تو جب وقت آئے گا
ہے وہ جب تک باغ میں، ہرگز نہ ہو شورو غل
جانتا ہوں دیکھنا تیرا مسیہ ہے کسے
کیوں نہیں رہتی ہے باقی، شب کو سنبھل کی خود
رات دن کو چے ہیں اُن کے دن ہے، مگر بوجھو کہ کیوں

(۱۰۸)

دل لیا چاہتے ہو ہم سے، تو لو، ہاں، جھک کر
کیا کرے بیہمدہ شاخ مڑا خشاں جھک کر
شاہ خوباں سے مل، اے سرو خراماں جھک کر
یعنی یاں آئے گا بے ساختہ ان جھک کر
بن گئی دوسری تہ، کٹم سے مڑوٹاں جھک کر
جا لگی کان سے، زلف پر لیاں، جھک کر
راست یہ ہے میں ہوا اور پینیاں جھک کر

جس طرح تیغ، کہ لے موئے میں جاں جھک کر
ایز ش بار میں، کیا فائدہ خلق نہیں
کوئی الحق، کوئی باغی تجھے کہتا ہے، سنا
شیخ نے حجرے کا دروازہ دکھا ہے بیجا
چاہیے تھا، کہ رخ دست پہ دوہرا ہو نقاب
کہ کے کچھ کان میں، بڑھ جائے گی آگے شاید
۲ عجز سے بھی مرے، سیدہ ہانہ ہوا دہ کج رو

۱۔ غزل نہیں ہے خ، خب، م

۲۔ شعر کا اندراج حاکمیت پر ہے خا

ہر سے جاتا ہے ابھی ابر بہاری، دیکھیں کیا غنیمت ڈھائی ہے، دیوارِ طلستاں جھک کر
شاہِ لندن کے سوا، کون ہے البیاناظم
کہ سدا سدا کو کسریں، مقبرہ خاقان جھک کر

(۱۰۹)

چڑھائی ایسی ہے کسی نامراد کے گھر پر
ہر ابر ان کے ستم یوں ہیں جسمِ لاغر پر
کہاں نزولِ حوادث میں استیلا، کہ ہے
رہے جنوں! کہ جب آیا ہے سامنے فساد
ذو اب کے جلد پہنچ جائے گا ہلکے پر کیا
اگر نہ پہنچ میں فریاد کا سر آ جاتا
ہم اپنے سگے بیاباں سے اداس لگاتے
نہ دو نزاع کو اسنا بھی طول، ڈرتا ہوں
کہ آج سعلہ ہوا ہے سوار، سر پر
حروف جیسے لکھے جائیں، خطِ صیقل پر
بزد گاہ میں بارانِ ریز، بشک پر
لوہے کے جوش سے رگ جا پڑی ہے لکڑ پر
کھٹے کا نامہ، چلے گی چھری، کبوتر پر
تو خوب تیشے کا بیٹھا کھالفتی پتھر پر
ہرن کی کھال پر آ بیٹھے ہیں، ترے دم پر
کہ جا پڑے نہ کیس بات، روزِ محشر پر
۳ ملی ہیں آج کف پائے یار سے، ناظم
بجا ہے دوں اگر آنکھوں کو میں جگہ کسر پر

۱۔ غزل نہیں ہے خ

۲۔ پہ خ

۳۔ 'ملی ہیں' نہ ارد خ ملیں ہیں ما

انیا کے لیے ہے مرایا سے لگاڑ
 گھڑی وہیں، کلیم نے پایا جہاں جواب
 بیجا ہے دل کو قرض پر، انجام دیکھنا
 ہے دشتہ ایک، کھیر یہ کٹاکش نہ چاہیے
 کہتا تھا درِ دل مرا ان سے کبھی، سو آج
 گواں تک گیا ہے ذرّہ، پیر آتے چھوڑ
 پہنچاؤ اب وہاں، چھپا کر کسی طرح
 وہ شکوہ کرتے ہیں تو جیسے چاہیے لکوت

ہو جائے کاشی ابار کا انبار سے لگاڑ
 ہو کیوں نہ کچھ کو طالب دیدار سے لگاڑ
 ہو جائے گا ضرور فریدار سے لگاڑ
 اچھا نہیں ہے کلبے کا زنا ر سے لگاڑ
 اُن کا بھی ہو گیا مرے غم خوار سے لگاڑ
 جادینے پر ہے روزن دیوار سے لگاڑ
 صیاد کا ہے مرغ گستاخ سے لگاڑ
 بڑھ جائے حج میں اُن میں نہ تکرار سے لگاڑ

کمر لیجو توبہ، اب تو وہ دیتا ہے، پی شراب
 ناظم، عیب نہ اس بتے خوار سے لگاڑ

ہو کیوں نہ الگ سمجھ و زنا رک آواز
 رہتے ہیں ہم اس کو جے میں، گوبار نہ پائیں؟
 مافول کہتیں، گستاخ مرے نالے کی لاؤ
 کہتے ہیں یہ زیور ہے بڑا بیٹ کا ہلکا

ہر پردے پہ جاتی ہے بدل، تار کی آواز
 کھلتا ہے تو سنتے ہیں دریا کی آواز
 ہے کند چھری مرغ گستاخ کی آواز
 خلخال سے پیدا ہوئی رفتار کی آواز

۱۔ رشتے خ، خد، م ۲۔ وہاں خام، ما ۳۔ پڑ جائے م
 ۴۔ نہ پادیں۔ خ

کیوں آگے کہو در پہ، کہ دنگھر میں نہیں ہیں
معلوم ہو کیا عالم کثرت کی حقیقت
جے نالے کے جیتا ہو تو دم بھر نہ رہے وہ
مدت میں بھرا ہے، کوئی بوجھو کہ کہاں تھا
کیا ہم نہیں پہچانتے، سرکار کی آواز
سمجھائی نہیں دیتی ہے بازار کی آواز
آئی نہیں کل سے ترے بیمار کی آواز
آج آئی ہے بھرکان میں غم خوار کی آواز
اُس کو جے میں کیوں سُورہ فغاں کرتے ہو، ناظم
پہنچے گی کب ان تک پس دیوار کی آواز

س

(۱۱۲)

گھر ہے حجہ سوختہ جاں کا کرن ناد کے پاس
یاں بھی ہے سایہ دیر چین و آب وداں
خوں چکاں نالہ بلبلی کی صفت سن کے نہ طرز
نکلیت بادہ کُلفام تو آئی رہتی
دیکھیں اب منع کرے گا ہمیں کیوں کدربا
ہم پجاری نہیں، تم بت نہیں، سمجھو تو ہسی
کل سنا ہے کہ مرض کھونے کا کوئی گھر کے
دی دوا لکھ کے، پیرائے خستہ نے لی دان عدم
طا نراڑ تا نہیں ہو کر، مری دیوار کے پاس
بیٹھ جاؤ، قفس مرغ گھر قناد کے پاس
بوجھتے ہیں کہ "کوئی زخم ہے متعار کے پاس"
گھر بیمار نہ ہو خانہ خمار کے پاس
طرح سے خانہ بڑی ہے درد لدا کے پاس
کچھ تو خواہش ہے کہ ادا آئے ہیں گھر کے پاس
اک بڑے چارہ گراؤں ترے بیمار کے پاس
لنہ یہو نچا بھی نہ ہوگا ابھی عطا کے پاس
اشک کے ساتھ لے لے کت دل آنے ناظم
لعل و یاقوت بھی لٹھے چشم گہر بار کے پاس

یہی ہے گھر مرے بخت سیاہ کی گردش
 گلہ ہے کچ رویشی کا، وگرنہ کیا غم کھا
 مٹا نظارہ ہی کرتا ہے محو افسان کو
 وہ روزِ حشر میں بھی ڈھونڈتا گواں پھرا
 فدا ہے صورتِ فالو س جیسے گرجِ چرخ
 لبسانِ چرخ ہے، دورِ جامِ دے دیا
 نعل کے دل سے، مرے دل پر آ لٹا
 نہیں ہے گردشِ چرخ کبود کارونا
 نظر نہ آئے گی پھر مہر و ماہ کی گردش
 فلک کی ہوئی اگر واہ واہ کی گردش
 برائے نام ہے، جامِ نفاہ کی گردش
 مٹی کبھی نہ ترے داد خواہ کی گردش
 ہے گی گردشِ ترے صید گاہ کی گردش
 ہمیں لپٹہ نہیں گاہ گاہ کی گردش
 کسی نے دیکھی ہے یہ تر آہ کی گردش
 بلکہ ہے یار کی چشمِ سیاہ کی گردش

رہے گی یاد بہت اہل ہند کو، ناظم
 سواد ہند میں باغی سیاہ کی گردش

ہے آئینہ خانے میں تراذوقِ فراق
 بے زخمہ صہود دینے لگے ساز، کجب کیا
 ہو گرنہ ترے بارغ میں آنے کی توقع
 وہاں قافلہ منزل پہ بھی پہنچا، کہ ہم اب تک
 کرتے ہیں بہت سے ترے ہم شعل، جدا رقص
 گھر گھر نے لگیں خود بخود، آلاتِ غنا رقص
 کیوں سرو کو تعلیم کرے بادِ صبا رقص
 کرتے ہیں بیاباں میں بادِ اُردا رقص

۱۔ میں . خ ۲۔ غزل میں ہے خ ۳۔ گھر ہو خا، خب، خج، خد، م
 ۴۔ مگر اب تک خا، خج، خد، ما ۵۔ ہم کرتے ہیں صبر میں بادِ اُردا رقص خا، خج، خد، ما

یہ دادی نغمہ دن، کہ گُترا جائیں ادھر خضر
رعشے سے کُرتے ہا کھ میں حُفرت کے عصارِ قس
معقول سہی وجہ کا حیلہ، مگر اے شیخ! ق
یوں ہے تو خرابات میں آؤ، کہ کسرا کسرا
یاں ہم کو یہ آوازِ دف و چنگ مبارک
بے کشمکشِ خرقہ و لہجہ و رداءِ قس

ناظم، تیرے اشعار میں ہیں معنی توحید
اس زمزمے پہ کرتے ہیں مردانِ خدا و قس

ص

(۱۱۵)

یاں پالشی کی تمنا ہے نہ سبتہ سے غرض
سور سینے خاکِ در پیر، ہے تیرے در سے غرض
ہجر میں جلتا ہے لب، اسبابِ رافتِ کافریہ
نہیند کا اڑنا ہے ہم کو، پالشی پیر سے غرض
یہ کھڑا نا افس فضا میں دیر تک منظور ہے ص
ایک یہ بھی ٹوٹا ہے، بہرِ دفعِ چشمِ زخم
ور نہ حق کو کیا ہے طولِ روزِ محشر سے غرض
دیکھنا شوخی، کہ میرا بوجھتے پوچھتے ہیں گھر ص
حق نے پیدا کی شریعت، تانہ ہو گراہِ خلق
اپنی آرائشی نہیں ہے، ان کو زیور سے غرض
جس نے نشان ہے دوست، وہاں نامہ پیچھے رکھ
سن لیا ہے یہ، کہ اس کو کچھ نہیں گھر سے غرض
بے نشان ہوں، تانہ ہو گراہِ خلق
سین لیا ہے یہ، کہ اس کو کچھ نہیں گھر سے غرض
بے نشان ہوں، تانہ ہو گراہِ خلق
سین لیا ہے یہ، کہ اس کو کچھ نہیں گھر سے غرض
بے نشان ہوں، تانہ ہو گراہِ خلق

دیکھتے ہیں اس صفتِ مرزا کا، اکی صورتِ میں لیر
اور ناظم ہم کو کیا ہے، فوج و لشکر سے غرض

۱۔ بگ خب، حد ۳۔ رخ نوح؛ غالب نے اشعار کی پسندیدگی کا اظہار

۳۔ بنا کر کیا ہے۔ کچھ اشعار پر صرف ایک ص بنا ہے کچھ پر دو بنے ہیں اور جو بہت زیادہ پسند ہیں

ان پر بہت شان ہیں مرتبہ بنا گیا ہے۔ آئندہ اشعار میں ص لکھنے کی عادت میں غالب نے پسندیدہ اشعار کی
شان دہی کرتی ہیں

میں نے کہا، کہ ”دعوی الفت، مگر غلط“
 تاثیر لہذا وزاری شب ہائے تار جھوٹ
 سوز جگر سے ہو نہت یہ تپنخالی، افتر
 ہاں، سینے لیے غالتش داغ دروں دروغ
 آجائے کوئی دم میں، تو کیا کچھ نہ کہجیو ۳
 بوس دکناں کے لیے یہ سب فریب ہیں
 لوصب آفتاب کہاں اور ہم کہاں ۴
 سینے میں اپنے جانتے ہوئے، کہ دل نہیں
 کہنا ادا کو تیغ، خوشامد کی بات ہے
 مٹھی میں کیا دھری لقی، کہ چیلے سے بونہی
 پوچھو تو کوئی مرے بھی کرتا ہے کچھ کلام
 ہم پوچھتے پھر میں کہ جنازہ کدھر گیا
 آیت نہیں، حدیث نہیں جس کو ماننے
 یہ کچھ سنا جواب میں، ناظم، کہ تم کیا
 کیوں یہ کہا، کہ ”دعوی الفت، مگر غلط“

کہنے لگے کہ ”ہاں، غلط اور کس قدر غلط“
 آواز ہ قبول دعا نے سحر غلط
 شور فغاں سے جنبش دیوار و در غلط
 ہاں، آنکھ سے تراوش خون جگر غلط
 عشق مجاز و حقیقت نگر غلط ۳
 اظہار پاک بازی و ذوق نظر غلط
 الحق نہیں، ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط ۴
 ہم کو سمجھتے ہو، کہ ہے ان کی کمر غلط
 سینے کو اپنے، اس کی سمجھنا سپر غلط
 جان عزیز پیش کش نامہ ہر غلط
 کہتے ہو جان دی ہے کمرہ گذر غلط
 مرنے کی اپنے اور اڑانی خبر غلط
 ہے نظم و نثر اہل سخن کمر لبر غلط

۱۔ ”سے“ نہ اردخ

۲۔ عاقل نہیںخ

غیر نے پیرا کے کیوں سنا یا خط
جیب سے نامہ ہر کی خط پایا
مٹ گئے حرف، لہجہ تھیں غنائ
ہاتھ میں خط لیا، کہ دم نکلا
تاکسی کی کہیں نظر نہ لگے
وہ نہ دیں خط تو نامہ ہر کیا لائے
طائر نامہ ہر کہاں پیدا
ایک دھوکا دیا تھا، پیر نہ چلا
نام کو تو بدل نہیں سکتا

پڑھ کے بازو پہ عم نے باندھ لیا
ناظم، الیسا کہاں سے آیا خط

کرتا ہوں خوں سے دامن قاتل کی احتیاط
ساحل پہ آگے لگتی ہے ٹکڑے سفینے کو
گھس گھس کے تار تار ہوئیں، مثل مڑے سر
اس رخ کا جلوہ تجھ کو مسخر ہے دل فقار
لگتا تھا حالِ موزِ جگر، پیر نہ لکھ سکا
ہزیم تباہی میں آئے ہو، لگ جائے گی نظر
مجنوں ہے ساکھ نائقے کے پھر کیوں نہ ہو کھلا

اس خستگی میں دیکھیے، بسمل کی احتیاط
ہجراں سے وصل میں ہے سوادِ لی احتیاط
کیا ہو سکے جنوں میں سلاسل کی احتیاط
سب چاندنی سے کرتے ہیں بسمل کی احتیاط
کرتی پڑی ہے ملک و انامل کی احتیاط
لازم ہے اپنی شعل و شامل کی احتیاط
محفل نشیں کو، پیردہ محفل کی احتیاط

سب اہل بزم، بے خود بے حس ہیں، سائیا! ناچار تجھ کو چاہیے محفل کی احیاء
 وہ دن سے بچ کے آئے تو کھٹکا ہے چور کا
 ناظم، ہلاک کھرتی ہے منزل کی احیاء

(۱۱۹)

بے دیے ۱۷۱ کیو تر خط ۳ یوں پہنچتا ہے ادبیر ادبیر خط
 ہرز ۱۷۱ ہو اسکر اسکر خط ص م ایک خط کے بنے بہتر خط
 قتل ہوئے ہیں نامہ بر ہرز ص لاش پر لاش اور خط پر خط
 روز اک نامہ بر کہاں بیٹے یوں ہی اک جھوڑا ہوں لکھ کر خط
 کیا قلم نے کثر فثانی کی کچھ بھڑکی بن گیا مرا ہر خط
 جا رہیں گے کل ان کے سہمسے لکھ کے دے آئے ہم سر خط
 جو کے بیٹے ہیں میرا نام ق وہ لکھیں گے مجھے مقرر خط
 کس طرح سر نوشت کو بدلوں خط میں مل جائے غیر کے گھر خط
 بڑھ تو ہیں گے وہ میرا نام بھی آئے رہتے ہیں اس کے اکثر خط

۱۔ حور = خبر ۲۔ بن دیے = م، ع

نوٹ از غ :- "اگر بن دیے اکٹھا منظور ہیں تو بے دیے، اپنے دیکھو۔ لیکن میرے نزدیک
 'بن دیے' فصیح ہے۔ چنانچہ میرا کٹر ہے۔"

میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبہ دل اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
 اس سے قطع نظر یہ جو مثل مستور زبان زہد جمہور ہے کہ بن آئے کوئی نہیں مارتا
 اس کو کوئی کیا کرے گا۔ غرض کہ سی اپنی طرف سے اس لفظی سفارش کرتا ہوں مگر
 آپ کی اطاعت منظور ہے۔ ایک بار عرض کر کے پھر نہ کہوں گا۔ غالب ۱۲
 (بقیہ اعلیٰ صفحہ پر)

دیکھ کر نام پھینک دیں گے ضرور
بچہ نہ لیں گے کبھی مکرر ذ
ڈاک گھر میں ٹکٹ اپنی باقی
ناظم، اتنے گئے ہیں ذ پر ذ

ظ

(۱۲۰)

گالیاں دینے میں ہم کو اپنی زہار لحاظ ۳ پوچھیے بات، تو ہو مانع گفتار، لحاظ
بیچ ہی تھا، عہد وفا کے دل اس کو دینا ۴ اگیا وقت پہ کرے ہوئے تکرار، لحاظ
فرش پہ ہیں لبس راہ گزر، دیدہ و دل ۵ چاہیے ہم کو بھی اس کا دم رفتار، لحاظ
جیب و دامن کو کیا کر لبر لودنوں ۶ کچھ نہ آیا تجھ، اے دیدہ و خوبا، لحاظ
ایک برس سے پہ کبھی دوں نہ دل دجاں دوز ۷ کیوں کرے مول چکانے میں خریہار، لحاظ
وہ خجل اپنی جفاؤں سے ہے میں خوشی ہوں ۸ کچھ ایسا ہوں نہ کرتا ہے مر یار، لحاظ
کیوں کہیں غیر سے خلوت میں وہ صورت پیش ۹ جس کے ہونے سے کرے صورت دیوار، لحاظ
چاہیے تجھ سے اس بندہ آزاد ملول ۱۰ چاہیے تجھ سے کریں کار و بندہار، لحاظ
نہ تجھ حشر کا اے فتنہ ایام، خیال ۱۱ نہ تجھے خلق کا، اے لوح لسم کار، لحاظ

ہم سے چھٹی ہے کہیں بادہ پرستی، ناظم
منہ یہ دعا کا کیا کرتے ہیں ناچار، لحاظ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حسن مطلع درج ہے ج

سم۔ غالب نے "ان" کے قلم زد کر کے "اس" کے بنا دیا اور لکھا

"اوکی کامشار الیہ رقیب ہے بس پھر جمع کا صیغہ کیوں لکھا جائے"۔ غالب غ

۱۔ کار و بندہار۔ ما ۲ کے خا، خب، بخ، ما

ہے سحت لفتہ دل، ترا بیمار، وقت نزع
 دل دے کے زندگی میں دغا پائی تھی، تو اب
 تمہا میں غریب راندہ، گاہ بت، مگر
 تا دخل میری سچی کو بھی ہو، ہلاک میں
 حوریں کھڑی ہیں جام لبالب لیے ہو
 مرنے سے پہلے ہم نے قیامت کی لیر کی
 کافر کو جان دی ہوئی اس کی ہیں، مگر
 واں کس طرح سے دیں گے نیکرین کو جو
 جو تشنہ خوں کا ہو، اور ایمان کا عدو
 آیا ہے اکی لے کہ مگر اضطراب میں
 ناظم، ہنس ہے موت سے کم، اک طرح کا اشک
 وہ اور مہربان کا نظم خوار، وقت نزع

مل جائے اس کو شربت دیدار، وقت نزع
 کرتا ہوں جان دینے میں ٹکڑا، وقت نزع
 ٹوٹا جو ناگیاں مرا زنا، وقت نزع
 مکتوڑا سار ہر ہے مجھے درکار، وقت نزع
 پیش نظر ہے خانہ خمار، وقت نزع
 یاد آگئی وہ شوخی رفتار، وقت نزع
 جس کا کہ نام لیتے ہیں دیندار، وقت نزع
 جب یاں ہیں بے طاقت گفدار، وقت نزع
 ہر سس کو آئے کا دیکھ کار، وقت نزع؟
 میں سجدہ کر اکھٹوں اسے ال بار، وقت نزع

پہلے سیکھ طرز بال افشانی پروانہ شمع
 چاہتی ہے گرمی شمع پروانہ شمع
 سرگدشت سفلہ درد اد اشک آتش
 طرہ موج دغا کے پیچ و خم کیوں نہ گھٹیں

کھیر بنے پروانہ شمع رخ جانانہ شمع
 در نہ کیوں سر پہ لیے کھیرتی ہے آتش خانہ شمع
 ہے تجھ اچھی طرح از بہرہ افشانی شمع
 گاہ کا ہے باد سے لبتی ہے کارخانہ شمع

کچھ ہنسی بیڑا ہتے، تو کیا گردن میں لٹکانے کی طرح
 باغ میں کچھ کو جو دیکھا ہے تو جگنو کی طرح
 شمع کی لود کیجھ کر مستی آیا یہ خیال
 جل کچھ تو بھی، اگر پردانہ خاں کٹر ہوا
 ناحی اشکوں کا بنائے سب سے صد دانہ شمع
 ارٹنی پھرتی ہے بہ کعلیف دل دیوانہ شمع
 یعنی انگلی پر پیر نچائی ہے کھڑی پیمانہ شمع
 دی خدا نے داد، اس بے چارے کی دیکھانہ شمع

خلوت اہل سخن میں ہے، کچھ اک کی شان اور
 گھر یہ ہے ناظم، شکوہ از ۱۲۱ ہر کاشانہ شمع

غ

(۱۲۳)۳

سہقر کا بت ہے وہ، ہنسی جس کے جگر میں داغ
 فط میں کبھی کیا تھا رقص، میں نے سو ز دل
 وہ گرم ادھوں میں کہ جبہ ہر سے گزر گیا
 دھبہ لگا ہے، شوکت جبرخ بلند کو
 آہوں کا میرے گھر میں جو گھٹنا بادھواں
 نخل و خامی دیکھیے آتا ہے کیا مٹر
 طادس، لالہ زار میں تو نے کیا ہے رقص
 تا تیرے ردے سادہ کار و کش نہ ہو
 بہتر ہے نحت دل سے ہماری نظر میں داغ
 اب تک چپک رہا ہے، کف نامہ ہر میں داغ
 مدت تک آئے سب کو نظر، وہ گزر میں داغ
 ہے میری دود آہ کا، جب سحر میں داغ
 ہر سود کھائی دپتے ہیں دیوار و در میں داغ
 بیدار ہوئے ہیں گل کی جگہ اک سنہر میں داغ
 جو رہ گئے کچھ کے ترے بال و پر میں داغ
 ڈالا ہے خاص، اس لیے جرم قہر میں داغ

ناظم، یہی دعا ہے، کہ میرا خدا مجھے

دکھلائے رشک کا نہ کبھی عمر کوہ میں داغ

۱۔ اشکوں سے خب اشکوں کا بنادے غ۔ خد

۲۔ یہ آیا خیال خ، ما لم۔ غزل ہنسی ہے خ

کہاں سے لائے گا، اہ کسراہ بار چراغ
ہم انس پری کے ہیں طالب، کہ ایک بار نہ آئے
یہ ہے اس آتش سیال کی دہشتانی
خبر ہے عرس کے فریاد کی، محب کیا ہے
دل رقیب، انس ابرو میں یوں ہے بے موقع
وہ گل کے نام کی عاشق ہے، تم سمجھتے ہو
مہ صیام میں ہے روتی صہوجی مفت
کبھی جو کوئی چلنا ہے کرمک شب تاب
محبت ہے روتی محفل ہر اہل شہر کو ناز

جلے ہماری طرح کب، جلے ہزار چراغ
جلدے گرج پری خواں، ہزار بار چراغ
کہ جام بادہ کو کپتے ہیں بادہ خوار چراغ
بنے جو کوہ کے ہر سنگ میں سزار چراغ
کہ جیسے طاق میں اکھ دے کوئی گوار چراغ
کہ صند سے سرتی ہے گل، بادہ نو بہار چراغ
جلدے آخر شب کو ہیں روزہ دار چراغ
سمجھتے ہیں اسے مرغان شاخہ چراغ
کہ باغ و داغ میں روشنی ہیں بے شمار چراغ

فردغ اہل سخن، سوز غم سے ہے ناظم
جلے جو نخل، تو ہیں اس کے برگ و بار چراغ

ف

(۱۲۵)۲

کھینچوں تو ہے یہ ڈر کہ کہیں کھینچ نہ جائے زلف
ہر پیچ و خم میں الجھے ہوئے ہیں ہزار دل
پڑتی ہے خلی کی خط نورستہ ہر بھی آنکھ
کھینچنے سے پہلے کاش، سمجھتے کہ سر ہر

حبوڑوں تو جھوٹی ہیں، بیہات ہائے زلف
مشاطہ سے کہو، کہ سمجھ کر بنائے زلف
مستحکم ہیں پیچ و تاب لکھا ہے تو کھائے زلف
ہیں حلقہ ہائے دام بدلا حلقہ ہائے زلف

- ۱۔ غزل نہیں ہے . خ ۲۔ ہزار بار . ما ۳۔ پہ . خا، فب
۴۔ غزل نہیں ہے . خ ۵۔ کھینچو . ما

ہم بھی تو دیکھتے، کہ وہ کرتے کسے اکیر
 کھاوا متی کب اتنی درازی کا احتمال
 کھینچے ہیں شانے نے ستم آرزو دہر
 بار بار دے بالشی^۱ و لبتہ سے بی نہ ہو
 گھر دام ان کے دوش پہ ہوتا، بجائے زلف
 میں زیر خاک کبھی ہوں اکیر بلائے زلف
 سستی سے ہاتھ اٹھائیے، تو ہاتھ آئے زلف
 لائی ہے باد، راکھ جاں فراتے زلف
 ناظم، یقین ہے، ہوئی اگر دست و س مجھے
 دیتا سوادِ ملکِ فتن، رو نمائے زلف

ق

(۱۲۶)^۳

مٹی نہ وصل میں بھی، کلفتِ زمانِ فراق
 جہاں میں کیا پہنی ہوئی خراں کے لعبہ پیار
 خوشنا حبیب، دادا ہائے دلستانِ جیب
 فغاں کو جانتے ہیں ہم، درائے وادیِ غم
 نہیں ہے اشک، یہ ہے نورِ دیدہ ہجران
 جگر لہرا ہے کیا، گرمی نگاہِ عتاب
 فراق کو نہ کہو کیوں، کمانِ تیرا جل
 دم گسستہ ہے، آیا طغابِ خیمہ ہجر
 غبارِ دشت ہے، افزائشِ جمالِ جنوں
 تمام رات کہی، ہم نے داستانِ فراق
 بہارِ وصل نہ کیوں ہو پس از خزانِ فراق
 بدافراقِ دالم ہائے جالستانِ فراق
 نفس کو مانتے ہیں گردِ کاروانِ فراق
 نہیں ہے داغ، یہ ہے کلمحِ دو دمانِ فراق
 جگر شغاف ہے کیا، تیری سنانِ فراق
 اجل کو کیوں نہ کہو، ناوکِ کمانِ فراق
 دل بربستہ ہے گویا، کبابِ خوانِ فراق
 متاعِ درد ہے، آرائشِ دکانِ فراق

۱۔ پڑھوں یہ مصرعِ حافظ، تو ناظم، آمیں کہ
 کہ روئے ہجر سب باد و خانانِ فراق

۱۔ اٹھائیے تو ہاتھ آئے زلف۔ ۲۔ بالشی لبتہ۔ ۳۔ غزل نہیں ہے۔ خ

۴۔ ۵۔ کہوں، خا، خب، ما ۶۔ ۷۔ ستر نہیں ہے۔ خا

(۱۲۷)

گیا جی میں جو وہ تند خو، تڑاق پڑاق
 کہاں سے خون میں جوش اُگیا، کہ سرتاسر
 لگائے دار جو اس نے، تو میں نے یو سے بے
 ہزار غنچے ہر ابر چٹک لئے، گویا
 مریضی تخم کی کچھ ایسی بگڑ گئی صورت
 جھوٹی نہ تڑاق تقدس سے محتسب نے، مگر
 نہ جھوٹا عاشق بے دل کو، نا صبح بیدار
 نوائے زاع و فضا نے جن، ہزار افسوس
 بگڑ کے اس نے سنائیں ہزار ہا کڑیاں
 ۸ روش روش پہ جن میں چٹک لئے غنچے
 ۱۰ کہاں سے خون میں یہ جوش اُگیا، کہ اے ناظم
 جگر کے زخم کا ٹوٹا رنو، تڑاق پڑاق

۱۔ غزل نہیں ہے خ، م

۲۔ یہ غزل حاشیہ پر درج ہے مندرجہ ذیل مقطع دوسرے شعر کے بعد لکھ کر مکمل کر دیا گیا ہے

نشاط خیزی ناظم کنار دیا پر وہ دھویوں کی دم شست دسو، تڑاق پڑاق خا

۲۔ اصناف شعر خب، خد ۳۔ سحر ندارد خب م۔ ناز غمزہ خد

۵۔ وہ خد زار و نزار ادا، تو تڑاق پڑاق خب، خد

۶۔ زار نزار خا ۸، ۷ سحر نہیں ہے خب ۹ 'تو' ندارد ما

۱۰۔ مقطع میں مندرجہ ذیل شعر درج ہے

نشاط خیزی ناظم کنار دیا پر وہ دھویوں کی دم شست دسو، تڑاق پڑاق خب، خد

یوں تو ہو جاتا ہے ہر ایک عیش و عشرت کا شریک
 الیسا کیا آساں ہے اس عالم کا ہر ہم مارنا ۴
 جب نہیں دل ہی، تو کس سے غم گساری کی امید
 ملک ہے معشوق، طالب اس کے ہیں باہم رقبہ
 ہوں خد اکا بنہ، بہت سے بھی رسم و راہ ہے
 منزل آخر ایک ہے، دود و دم آگے سے
 روزن اکھٹا ہوں، صبحی پی کے نہٹام سحر ۴
 داعطا اجنت میں شہد و شیر تم کو نوش جاں ۴
 ہے جب اس ملک ہمارا، اہل صورت سے ہنگر
 دوست کہتے ہیں اسے جو ہو مصیبت کا شریک
 وہ فرام ناز بھی ہو گا قیامت کا شریک
 تھا یہی بے چارہ، میری رنج و راحت کا شریک
 دشمن جاں ہے مفرد جو ہو دولت کا شریک
 کیوں نہ ہو شیخ و برہمن کی عبادت کا شریک
 وہ روی میں، میں بھی ہوں ہر طرفیت کا شریک
 شام کو مسجد میں ہوتا ہوں جماعت کا شریک
 صیون دے میں ہوں میں البتہ حضرت کا شریک
 چاہیے ناچار ہونا رسم و عادت کا شریک
 صبر و فیاض سے دونوں میں ناظم بہرہ یاب
 میں بھی ہوں استاد کی حسن طبیعت کا شریک

ہم لاشیں! صورت آرائش عالم، لب تک
 کیا نہ سو کھیں گے لاش تک، اور نہ دم ٹوٹے گا
 چارہ نہ کر جمعوں، کہ جمعہ میں ہیں طاعت باقی
 جاودانی سہی یہ نقش، مگر ہم لب تک
 گریہ پے در پے و فریاد دما دم لب تک
 زخم دل، لطمہ خور پینہ، مرہم لب تک

-
- ۱۔ غالب نے ہر ایک کا الف مشاکر ہر ایک، کر، یا۔ حاشیہ پر نوٹ لکھا ہے
 "جہاں ہر ایک اچھی طرح نہ آئے وہاں ہر ایک لکھیے۔ ہر ایک کیوں لکھیے۔ غالب" غ
 ۲۔ ہے۔ ما۔ ۳۔ کر کے۔ خ، حب، غ، م، لم۔ نوٹ از غالب "بلکہ شریک غالب۔ غالب" غ
 ۵۔ غزل نہیں ہے۔ خ

دیکھیے کب، مسی ابریاں کے دن پھرتے ہیں
 کو چہ زلف کی بھی کیر نہ، اے مرشدِ شہر!
 اکون ہو گا کہ نہ ہو معتقدِ فضل بہار
 ۳ آتشِ اشک سے کیوں لوٹ، یہی ہے بلبل
 بھاڑ ڈالو سرے ناموں کو تلے گھر نہ جواب
 تیرے بیمار کی بالیں سے گرا لے جائے تو خوب
 اُس خود آرا گور ہے غیر کا ماتم، کب تک
 قہر دل بستگی کا صل پہر خم، کب تک
 ۲ موسم اچھا ہے، یہ یہ کہیے کہ موسم کب تک
 اے صبا! باغ میں وصلِ صل و شبنم کب تک
 ہوں گے دیوار کے رذن میں فراہم کب تک
 مفت ضائع ہو دم عیسیٰ، مرہم کب تک
 بہت سے ناخوش ہے تو کیوں الگ ہنسی جاتا، ناظم
 دیر میں نہ گھر کعبہ و زمزم، کب تک

گ

(۱۳۰) ۴

ہے کہو داس کی طلیساں کا رنگ
 نو بہار آئی، اور کیا ہو گا
 غم و شادی کا ایک عالم ہے
 ڈر گیا سگ، ہما ہوا بیزار
 ایک کو رنج، اک کو راحت ہے
 آگ پر کامگر یہ تا بنا ہے
 باغ میں خشناک بیٹھے ہو
 مانجی کیوں ہے آسماں کا رنگ
 کچھ نکھر جائے گا خزاں کا رنگ
 زرد ہوتا ہے زعفران کا رنگ
 سقا کیہ میری استخواں کا رنگ
 یہی داں کا ہے جو ہے یاں کا رنگ
 کیا بہ لہا ہے آسماں کا رنگ
 ۵ دیکھتے بھی ہو باغباں کا رنگ
 ۶

- ۱۔ سحر نہیں ہے۔ خا ۲۔ موسم اچھا سہی، پر یہ تو کہو ہم کب تک خد
 ۳۔ سحر نہیں ہے خب، خد، خ، م سحر حائثہ پر درج ہے خا، خج
 ۴۔ غزل نہیں ہے خ ۵۔ قطعہ اس شعر سے شروع ہوتا ہے خب، م ۶۔ قطعہ اک شعر سے شروع ہوتا ہے
 خا، خد، خ

کیوں کرو اس قدر ترش روئی جس سے کٹ جائے زعفران کا رنگ
کیا غضب ڈھائے، دیکھیے، ناظم
ہے ہر اچشم خوں فشاں کا رنگ

ل
(۱۳۱)۱

کی ہے آراستہ الجھنے نے ملک بہر محفل
خود دہن بہ خو ہے، اور اگلے ہیں مصائب بدو
۲ وجہ گو کچھ ہر دہن خوش ہوتے ہیں خوں ہیزی سے
تیرے کشتے نہ گئے جائیں گے، مجھ کہیں
۳ قہر ہے سائبہ اسجاد کا حائل ہونا
دم بہ دم، وقص شہر کی نظر افروزی سے
واقعی مرگ عدو، حیلہ ہے واں جانے کا
سرو، قصدہ و گل ناطق و نرگس سینا
خوب و تازگی و رونق و زیبائی میں
بہر عمل کی وہ معافات، یہ اقبال کی بات
ق ۵ ہر طرح اُن کی ہے حبت کے برابر محفل
ہو کبھی سعی سے اپنی نہ مسیر محفل
حکیم ساقی کا ہے ناظم، کہ ہیں ذوق فرا
بے گل و لالہ جن، بے دے و ساغر محفل

-
- ۱۔ غزل ہیں بے - خ، خب، غ، م ۲۔ وضع، خج، ما
۳۔ شعر ہیں بے - خد - لم - سے - خا، خج، خد
۵۔ قطعہ درج ہیں بے - خد

(۱۳۲)

سینے میں میرے غم کو عبث ہے گمانِ دل ص ہے ایک داغ، اس کو سمجھ لو نشانِ دل
 پہلے ہزار بار نہیں آزما چکے کھرتے ہو اے کے دل کو عبث امتحانِ دل
 سوداگری ہے، شعبہ بازی نہیں ہے کچھ ہیں داغ ہائے سبب، متاعِ دکانِ دل
 یاں نالہ و فغاں کی چلی جائے چھوڑ چھاڑ کیوں بے صدا رہے، جبریں کارواںِ دل
 اس گھر کے کھالِ نصیب میں لٹنا اس طرح غم ہائے جاں گداز ہوئے مہمانِ دل
 پیچھے سنا نہیں کہ پڑ میرا لے عکس ہو دل پڑے سینے میں ہو تو ہو از دانِ دل
 پینے کو خوں کے چشم بنی ہے ایاغ غم کھانے کو غم کے، زخم بنا ہے دیانِ دل
 افشوک ہے، کہ ہم نے نہ کی آلودگیِ قدر ملتا ہے مفت خاک میں گنج، روانِ دل
 ناظم، دن میں ہی ہوں کہ جو لانا ہوں تابِ غم
 میرے جگر سے جو چھوے سو رہناںِ دل

(۱۳۳)

بانگین سمجھے ہیں قابو میں نہ آنا شبِ وصل ص بیچ پر چاہیے، ایسے کو چڑھنا شبِ وصل
 دیکھنا، اک قدر اے چرخ، بڑھنا شبِ وصل کہ گلے صبح کا ہرگز نہ کھٹکا نا شبِ وصل
 کچھ نہ ہو طولِ نوا سنا ہو کہ ہو جائے تمام شبِ ہمراں کی مصیبت کا فسانا شبِ وصل
 چاہیے تھام لے بازو پہ بکھرے ان کا پہنچ کی بات ہے، زلفوں کا بیانا شبِ وصل
 غیر کے سامنے الہیہ مستم کھاتی ہے ورنہ کس واسطے سردی میں نہانا شبِ وصل
 دم پڑا بنی ہے، جب ہجر میں یاد آتا ہے وقت پر شمع کا سرمائے بچھانا شبِ وصل
 مطرب آتا تو کچھ الغام بھی لیتا آخر کیوں لپیٹ آئے نہ ہم سائے کا نا شبِ وصل

کس مرض کی ہیں دوا، مطرب و ساقی دہنیم
 وقت کا نام نہ لوں گا، یہ دعا ہے یا رب!
 ان کو منظور ہے خلوت کا مٹا ناشب و صل
 صبح کو آوازِ مودن نہ سنا ناشب و صل
 کچھ نہ بن آئی تو کہنے لگے، اچھا ناظم
 یاد رکھنا، یہ ہمارا بھی سنا ناشب و صل

(۱۳۲)

جبر سے میں نے کیا ہے، اُن کو مہماں آج کل
 کھل گیا ہے، اُن سے میرا لبِ پیہاں آج کل
 عمرق ہوں گردن تک، اشکِ چشم دریا بار میں
 لہکے چھائی ہے مرے ادزسیہ کی تیرگی
 آگیا برسات کا موسم، وہ اب کیوں آئیں گے
 بات کی تیج ہے، جو ناصح سے کیا کرتا ہوں بحث
 کوئی بھی ہے تیرے دکھ لے دے دفاہو نے کادن
 جادو رہ گیا سہرا سہرشت ماہی بن گیا
 بکھر کھلی دست جنوں کی پارہ دوزی کی دکان
 بکھر ہوئی سودا کے زلفِ عربز کی چھوڑ چھاڑ

۳ بن رہا ہے گھر مہ کنواں کا رنداں آج کل
 ۳ ہیں بہت سے آدمی ان کے نگہیاں آج کل
 حلقہ گزرا ہے، دور گریباں آج کل
 اختر سنب گرد ہے مہر و خشاں آج کل
 اُن کے ہاتھ آیا ہے عذر باد و باراں آج کل
 ورنہ دل دینے سے ہوں میں خود لپیٹیاں آج کل
 کب تک اے غارت گردین، دل دجاں، آج کل
 بکھر کھچا جاتا ہے دل، سوئے بیاباں آج کل
 جمع دامن میں ہیں اجزائے گریباں آج کل
 بکھر نظر آنے لگے خواب پریشاں، آج کل

دیکھنا، حسن نظام نظم، اے اہل سخن!
 منتظم ہو نے یہ ہے، ناظم کا دیواں آج کل

پیری میں بھی بے دلولہ شوق نہیں ہم
سمجھے ہیں، کہ صٹ جائے گا تو با ذہا تقہیر
حق یہ ہے، کہ کعبہ کی بنا بھی نہ بڑی کفی
اب تک ہے اسے دام میں لانے کا ارادہ
جب ان کو ہے لٹس ہی کا لیکلہ تو ہونے ہیں
شہرت نہیں عجوں کی برابر، یہ مستم
سہتی سے ہمیں بہرہ ملا ہے فقط اتنا
سباح جہاں گرد ہیں، آنکھیں ہیں یان بھی
یہ طرز کسی اور کو کب یاد ہے، نا ظم
ہیں رنجی میں پیرو اندازِ حزیں ہم

(۱۳۶)۵

کیا فائدہ، نا حق ستم اتنا نہ کر دتم
یہ ظلم جو تم کرتے ہو، بے جا ہیں گویا
کہتے ہیں کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں، کروں کیا؟
حق سے تو ڈرو، گھر مری پروا نہ کر دتم
کہتے ہو مجھے، شکوہ بے جا نہ کر دتم
کہتے ہو کہ "دل جوئی اعدا نہ کر دتم"

۱۔ رکھیں ما

۲۔ نوٹ از غ: "یہاں ایک ٹی جگہ 'اک' بے یائے تحتانی درست ہے۔ مگر ہرگز ساکھ

'ہریک' ہونہ ہر اک۔ غالب" ۳۔ ترے۔ خ، خا، خب، خذ، غ، م

۴۔ یہاں۔ نوٹ "بیان ہوزن دہاں فصیح ہے۔ بے ضرورت نہ چاہیے۔ بیان بے یائے تحتانی تلفظ افصح ہے۔ غالب

۵۔ منزل نہیں ہے۔ خ

نے دام، نہ دانہ، فقط اک لٹہ وفا کی
 انس نہ گس فتاں کے سہارے بہے گردوں
 مرنے کی جگہ یہ ہے، کہ سن کر مری تقریر
 ہم عم کو برا کہتے ہیں، یا خو کو عیاری
 دیکھو کہیں صیاد لٹم پیٹھ نہ آجائے
 کیوں آکے کھینٹے کوئی، تر الیسا نہ کرد عم
 ہرگز نہ اٹھے فتنہ جو ہر پا نہ کرد عم
 بولے بھی تو یہ بولے، کہ غوغا نہ کرد عم
 لو، خو کے بھی اچھے سہی، جھگڑا نہ کرد عم
 "مرغان چین! باغ میں غوغا نہ کرد عم"

عم ہمیشہ رو اہل خرابات ہو، ناظم
 اند لیتے دین و غم دنیا نہ کرد عم

ن

(۱۳۷)

کلام سخت کہہ کر، وہ کیا ہم پر ہرستے ہیں
 بنا کر قطرہ واں گوہر، تو یاں گوہر ہرستے ہیں
 عرق ان کا نقاب رخ سے جب ٹپکا تو ہم سمجھے
 جھیلنا جس نے دیکھا ہو تری پلکوں کا وہ جانے
 اتنا شاد دیکھ، سیلاب بہاری پر جالوں کا
 ترے در پر گد اور نہ کے غش کھا کھا گئے نہ
 سرخ شک چشم سے نالے رواں ہوتے ہیں دیکھے
 جلد فرم تو کیا، ہر جو دھوئیں اٹھتے ہیں زمین سے

لب ان کے لعل ہیں، ہر لعل سے پتھر ہرستے ہیں
 ہمارے دیدہ تر، ابر سے بہتر ہرستے ہیں
 کہ مہ پر چھا رہا ہے ابر، اور آخر ہرستے ہیں
 وگرنہ کون مانے گر لکھوں، خنجر ہرستے ہیں
 اٹھالا، کشیشہ ساقی، ابر سے ساغر ہرستے ہیں
 دل و جاں پتے پھرتے ہیں، سرو افسر ہرستے ہیں
 کہے کون اس کو رو نا، دیدہ ہائے تر ہرستے ہیں
 ستم ہے ہن کے بادل، کشت دشمن ہرستے ہیں

مری ہستی، مگر فصل بہار شعلہ ہے، ناظم
 شر پھلتے ہیں، داغ اگتے ہیں اور اگلے ہرستے ہیں

اوہ جب آپ سے اپنا پردہ نہیں ۲ تو بند مباحسن طرح داکریں
 اگر ہم نہ اُن کی غنائ کریں مطلع ثانی ۲ تو دہم یہ کیوں ناز بے جا کریں
 اسے لوگ کیوں سہرتا ہاں کہیں ۴ جسے دور سے بھی نہ دیکھا کریں
 کیا اُس نے قتل، اور میں نے معاف ۴ محبت اہل شہر، اس کا چہرہ جا کریں
 پھر ۷ قیس آوارہ، ہم وہ ہنسی ۴ کہ محشوق کو انہیے اسوا کریں
 مرے دردِ دل کی ہے پیرش دوا ۴۴ اگر محبہ کو پوچھیں تو اچھا کریں
 خدا بے نیاز اور بے سنگ دل ۴ کہو کس سے ہم راہ پیدا کریں
 جلو، پھر کہیں اُن سے ہم حال دل ۴ یہی پھر کہیں گے کہ ہم کیا کریں
 جنہیں فصل گل میں نہ ہو دترس ۴ کہ سامان عشرت مہیا کریں
 وہ قمری و بلبل کو مطرب بنائیں ۴ گل و سرو کو جام و منیا کریں
 انہیں کیا ہو ناظم، قیامت کا خوف
 جو ہر روز اک فتنہ برپا کریں

منانہ، ستم بھر ہے سوال نہیں ۴ نہ دو جواب، سنے جاؤ، کچھ ملال نہیں
 سنا بھی تم نے تو کس سے سنا، خدا کی پناہ ۴ کہا ہے غیر نے جو کچھ، وہ میرا حال نہیں
 یہ بڑی کم سخی ہے، کہ تو نے میرا حال ۴ کہا ہے غیر سے، لیر کچھ بہ احتمال نہیں

-
- ۱۔ جو اپنے سے بھی اپنا پردہ کریں خ غائب جو اپنے سے بھی "کاٹ کر وہ جب آپ سے" کر دیا۔ خ
 ۲۔ وہ خ غالب نے "وہ" کاٹ کر "تو" کر دیا۔ خ ۳۔ مطلع ثانی درج ہے۔ خ
 ۴۔ ہرزہ خ، خب، غ، م ۵۔ ڈر خ، خ، خ، ما ۶۔ پہ خ

۲ اپہ کیوں کہوں کہ مجھے حسرتِ وصال نہیں
چین میں کیا کوئی مرغِ شکستہ بال نہیں
شبِ فراقِ مگر سو ہزار سال نہیں
پیالہ کوئی بہ از سا غمِ سفال نہیں
سوائے سرد نہیں، سایہ نہال نہیں

دوام وصل ہے، گو عالم لقو میں
نہ کہہ کہ کون ترا ہم صغیر ہوئے گا
نہ طولِ روزِ قیامت کا کبھیہ استعجاب
نہ آئے رنگِ نظرائے پیئ ہزاروں میں
چین میں کیا کوئی فصلِ خزاں میں چائے، کہ وں

۴ وفا شکاریِ ناپٹم، یقین نہیں، نہ سہی
یہ کون شخص ہے، اس کا بھی کچھ خیال نہیں

(۱۲۰)

دیکھتا کیا ہوں، کہ کمرِ گرم عتاب آتے ہیں
کیوں پھر افس بزم سے ہم خانہ خراب آتے ہیں
بینے طولِ شبِ ہجر اں کا حساب، آتے ہیں
سنہ پہ ڈالے ہوئے دو چار نقاب آتے ہیں
یادِ پیری میں اب ایامِ شباب آتے ہیں
حسرتیں دل کی وہیں خاک میں آتے ہیں
واں سے جو آتے ہیں، وہ پایہِ رکاب آتے ہیں
قتل کو میرے پاسید ثواب آتے ہیں

خبرائی تھی، کہ وہ مستِ کثراب آتے ہیں
یہی سمجھو، کہ نکالے ہوئے ہوئے، ورنہ
کچھ تو بڑا جائے شبِ وصل الہی! کہ وہ آج
دیکھنے کو مرے آتے ہیں، پر انا دیکھو
نوجوانی میں کبھی قدر نہ جانی، افسوس!
کوچہ یار سے بے آئے نہیں بنتی، پر
عدمِ آباد سے یاں آئے اقامتِ معلوم
نہ وہ مومن ہیں، نہ میں کافرِ حری، کوہِ کیوں

۳

- ۱۔ یاں خ، خب، م یہاں غ
- ۲۔ مگر یہ کیوں میں کہوں حسرت وصال نہیں غا، غج، خد، ما
- ۳۔ کرو غ
- ۴۔ نوٹ: "سبحان اللہ! کیا امیرانہ معنوں ہے۔ غالب" غ
- ۵۔ یہ غ

اقاصد وں کے کہیں انعام میں بٹ جائے نہ ملد
جلد اب مرے ناموں کے جواب آتے ہیں
۲ غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی، ناظم
داں میں جانا ہوں تو کہتا ہے، نواب آتے ہیں

(۱۲۱)

کہاں ہے تو کہاں ہے اور میں ہوں
لب جاں بخش جاناں کا ہوں کشتہ
وصال دائمی کا ہے لقو ر
ہنری ہر اک کو اس مے خانے میں بار
مری وادی میں لے آیا ہے ناقہ
مزد دینا ہے تنہائی میں ردنا
اکٹھا دو دن کو، پھر شب کو بدستود
تخل کی ہنری اب تاب، نہ نہاد
گل کو گل چیں کہاں، فصل خزاں میں
سنب ہمراں میں ہو کون اور دم ساز

ولایت کا سفر مشعل ہے، ناظم

یہی ہندوستان ہے اور میں ہوں

۱۔ نوٹ: "یہ معنوں سے اُپ کے کون باندھ سکتا ہے؟ غالب" غ

۲۔ نوٹ: - پائے، کیا نیا معنوں سے

۳۔ اور ما

۴۔ "و" ندارد ما

(۱۲۲)

رونے کی یہ شدت ہے کہ گہرا گیس آ نکلیں
 دل سخت ہے کافر کا، پیر آنکھوں میں حیا ہے
 محراب میں ہوتا نہیں مستوں کا گزارا
 وہ طالب دیدار کے پاس آئیں، مگر کیا
 فرہاد نے کیا دیکھ کے، سر تینہ سے کچھوڑا
 دل دے کے ریا گریہ خویش کا مجھے شغل
 چہرہ دھتے نہیں اب میری نظر میں وہ خوردنید
 آکر ترے کوچے میں، نہ ہم سے کچھ بنا آئی

اشلوں کی یہ کثرت ہے کہ تنگ آ گئیں آنکھیں
 سنتے ہی جفا کا گلہ، شرما گئیں آنکھیں
 ابرو کے نیلے خوب جگہ یا گئیں آنکھیں
 حیرت کا یہ عالم ہے، کہ تو یا گئیں آنکھیں
 سو جہانہ کچھ اس رو سے کہ پتھر گئیں آنکھیں
 باقی کچھ جگر، سو اسے یوں کھا گئیں آنکھیں
 دیکھا تجھے کیا میں نے، کہ کترا گئیں آنکھیں
 جاتے ہوئے اک مینہ تھا کہ برس گئیں آنکھیں

۳
 انا بھی نہ سمجھے کہ بدلے دل وہ ہیں ہیں
 ناظم، ہمیں کیوں اس کی لینا گئیں آنکھیں

(۱۲۳)

جس میں نہ لخت دل ہو، وہ دامن ہی نہیں
 اس زلف کی طرح، کہ لگی ہو ہو اچھے
 میرا قیوب بن کے کھیرا، جواد ہو گیا
 مل جاتے ہیں تو کہتے ہیں ”اچھی طرح تو ہو“ ۴
 یاں آرزوئے عذر دستم، اور واں ہنوز

جس میں نہ چاک ہو، وہ گریبان ہی نہیں
 دل بے قرار بھی ہے، پریشان ہی نہیں
 قاصد کو دیکھتا ہوں تو اسان ہی نہیں
 گویا ہمارے جی میں کچھ ارمان ہی نہیں
 اپنے کیلے سے یار لپٹیمان ہی نہیں

۲۔ 'یوں' ندارد۔ خد

۱۔ خونی۔ خب، ما

۳۔ ہے۔ خا، خب، م، ما

۴۔ اُن کی۔ خب

ایوان و صحن و حجرہ و لبناں کراؤ بہر
 سب کچھ ہے میرے گھر میں، پہ مہمان ہی نہیں
 قاصد شکستہ یاد کبوتر شکستہ بال
 جانے کا ذکر کے واں کوئی عنوان ہی نہیں
 خوش ہو رہے تھے ہم، کہ بنا یا ہے ہم نے یاد
 دیکھا تو ان کے در پہ وہ در بان ہی نہیں
 ناظم، نہ اکھانس اُپوئے وحشی سے چشم لطف
 جس میں نہیں ہے انس، وہ انسان ہی نہیں

(۱۲۲)

یہ قیامت ہے کہ بیمار کو متعل سمجھیں
 آئیں، لے جائیں ابھی دل کو، اگر دل سمجھیں
 ان کے کھینڈے میں پھنسا یا ہے خدا نے، جو لوگ
 گناہ زار کو، گلابانگ عنادل سمجھیں
 میرے اشکوں سے بنا ہے کرہ خاک وہ بھر
 قلعہ قاف کو جس بکر کا ساحل سمجھیں
 ہم کو بننا پڑے ہاروت، عیاذُ باللہ م
 کیوں تری جاہِ ذقن کو چہ بابل سمجھیں
 الے وہ ایسا ہی سہی، پیر ہے تنزل و پیش م
 بد بگلوئی ہے، جو بچہ کو مہ کا مثل سمجھیں
 کون سے چشمہ خوں، کس نے رواں دیکھا تھا
 سعی فر یاد کو، ناداں ہیں جو باطل سمجھیں
 کیا لکھیں نامہ کسی کو، جو نزاکت کے سبب
 جس چین میں وہ بت شوخ کرے جلوہ گری
 جل کو داں اہل نظر، طائر لہل سمجھیں
 معرفت عابد و عالم کو کہاں ہے، ناظم
 بس یہ اتنے ہیں، کہ اوراد و مسائل سمجھیں

-
- ۱۔ سب کچھ تو میرے گھر میں ہے مہمان ہی نہیں۔ خا، رخ، خدا، ما
 ۲۔ 'ہیں' نہ ارد۔ ما ۳۔ کھینڈا ہے ہیں۔ ما ۴۔ نالہ راز خدا
 ۵۔ عالم و عابد۔ خا

ہے اس لیے زباں، کہ یہی گفتگو کریں
 کچھ بھی ملے سہراغ، تو ہم جستجو کریں
 دل ہی میں کیوں نہ وصل کی ہم آرزو کریں
 ہم کیا شکایت بہت مرغولہ مسو کریں
 سمیٹ جائے دل، تو ہم رگ جاں سے دفن کریں
 پہنچیں گے آبِ خضر یہ ہم، تو دھن کریں
 وہ میں کو زور، یہ رز کو مے مشکبو کریں
 آوارہ میری خاک کو، کیوں کو بکو کریں
 قد کو ہم اپنے، یارہ دست لبو کریں
 جو خاکار ہیں، وہ میری ابرو کریں
 محشر میں بچو کو، میرے اگرو و برو کریں

کم ہے علی کی مدح میں ہم جو غلو کریں
 و اں قرب و بعد و سمت و جہت کا نشان ہیں
 اظہار کیا ضرور، کہ معشوق ہے غنود
 ہر بیچ دھم میں آپ، جب الجھا ہوا ہوا دل
 بخشش میں بھی ہے یاس و فاد و ست سے اگر
 ۱۲ صوفیہ ہیں بار بار ہمیں زندگی سے ہاتھ
 ہے کہیا گروں سے سوا، مے کشوں کو نفع
 دامن جھٹک کے جا میں وہ غیروں کے گھر بھلا
 ۱۳ ایشیت خمیدہ در صینا نہ ہے، اگر
 ۱۴ آلو کی طرح آنکھ سے اسی کی گراہوں میں
 وہ جان، جو دوبارہ ملی ہے، خدا کرے

اس نے گناہ کش کو دیا، کیا سمجھ کے دل

ناظم سے آج دل میں ہے، ہم گفتگو کریں

۱۔ نزل نہیں ہے۔ غ، م ۲۔ دھوتے غ، خ، ب، خ، ما

۳۔ خضر یہ تو ہم۔ خ ۴۔ اضافہ شعر غ، خ، خ، خ، خ، خ

۵۔ شعر نہیں ہے۔ غ، خ، ب، خ

لنہ خا میں مقطع کی داہنی طرف یہ شعر درج ہے۔ مولانا متیاز علی عریانی نے نشان دہی کی

ہے کہ یہ خط امیر مینائی کا ہے

لنہ خ میں یہ شعر میں بھی درج ہے اور داہنی طرف حاشیہ پر بھی لکھا ہے مگر ذرا فرق ہے

۶۔ دل ہی میں۔ خ، خ، ب

ڈھالتا ہوں شب کو اینٹیں، قالبِ گلیر میں
نام اُن کا آسماں بٹرا لیا، مگر میر میں
دل پہ لگ کر تیر، دھنس جاتا ہے پیٹیاں تیر میں
مزد دونا چاہیے قاصد کو کیوں تاخیر میں
آگے اک بٹجرز میں تھی، قیس کی جاگیر میں
جو نہیں باہم دگر ملنا، مری تقدیر میں
جو لہو فریاد کامل جائے، جوئے شیر میں
سادہ کاغذ چھوڑ جاتا ہے، تری تصویر میں
کیا غضب تیری ہے، قاتل کی دم شمشیر میں
چاندنی چھٹکی ہوئی ہے، خانہ زنجیر میں
کچھ گئی شوخی بھی تیری، کیا تری تصویر میں

ان دنوں اک سنج ادکلے گھر کی ہوں تعمیر میں
اب لکھیں گے شکوہ بیداد، ہم دل کھول کر
کیوں کرو تھکد لیج، میں نے کر لیا ہے دل کو سخت
تھی مسافت کم، وہ خود وال دیر تک بٹرا رہا
میرے قیفے میں ہے کس تا سہر بیا بان جنوں
حرف مفرد ہی لکھے تھے، خط پیشانی میں کیا
قعر شیریں کا بنے صبح و شفق، کیا ہر ہے
۶ گھر نہیں سوہوم، تو نقاشی کیوں جائے گھر
پہلے دم لعل ہے، بعد اس کی جرات سے لہو
۸ ہوں جو دیوار، کسی کے چاند سے رخسار کا
۹ دست مانی سے الٹی، کیوں ترطیب کمر بڑی

جز متاع کہنہ و نو، ادکلے ایشی میں نہیں
فرق ہے گھر نظمِ ناظم، ادشعر میر میں

-
- ۱۔ غزل لکھیں ہے۔ غ، م ۲۔ کردوں۔ خ ۳۔ دونا دیجیے خ، خب
م۔ خط کی پیشانی۔ خ، خب ۵۔ صبح شفق خ، ما ۶۔ اضافہ کثر خ، خب
۷۔ غضب ہے تیری خ
۸۔ ۹۔ شعر نہیں ہے۔ خ نسخہ خام میں دونوں اشعار دو کمرے ۱ صفحے کے حاکمہ پر درج ہیں مولانا نثری صاحب
کے مطابق خط امیر مینائی کا ہے۔ شعر کا دوسرا مصرعہ اسی طرح لکھا ہے شوخی محبوب ہے کیا کچھ گئی تصویر میں
اس کو قلم زد کر کے اسی طرح کر دیا گیا ہے کہ کچھ گئی شوخی بھی تیری کیا تری تصویر میں نسخہ خ میں یہ اشعار
حاکمہ پر درج ہیں اور ان کے اوپر لکھا ہے یہی دونوں کمرے میں مہر کی ۷ درمیان لکھی ہیں گھر ترتیب اور خلاف ہے
۱۰۔ کچھ ہرگز نہیں خ، خب

وہی گل ہے طسٹاں میں، وہی ہے شمع محفل میں
ہزاروں بن گئی ہیں کشتگانِ خال کی قبریں
ہیں روشن دلوں کی قدر، کچھ اربابِ ظاہر کو
یہ عالم نور کا ہے، جلوۂ داغِ محبت سے
سیا ہی خونِ سودا کی، یہ وقتِ قتلِ کام آئی
یہ کس زہرہ جس کی انجمن میں آمد آمد ہے
نظر آتا نہیں مانندِ ابرو، ایک ماہ نو
نہ ہو منکر، نہ ہو منکر، خدا دے، خدا دے
ہیں جو ہر، لیے ہیں کہلہ شوقِ قتل میں بو سے
وہ آوارہ ہوں میں، ہے ختمِ مجھ پر تیز رفتاری
مٹا، لے گسٹوئے پیچاں کی جب تعریف لکھا ہوں
فلک پر جائے عیسیٰ ہے، گیارہ زیرِ زمیں تاروں
لبشر تنہا نہیں دیوانے، انسِ شمشادِ قامت کے
مٹا حرفِ محبت، آپ کے عارض پر ڈٹا لکلا

وہی پوست ہے زنداں میں، وہی لیلیٰ ہے محل میں
جلہ تل بھر ہیں باقی، زمین کوئے قاتل میں
اجازت بیٹھنے کی کٹھ کو دی، کس نے محفل میں
ہیں کچھ فرق میرے دل میں اور خورشیدِ منزل میں
لگا یا سرمہ چشم جو ہر شمشیرِ قاتل میں
بچھا یا ہے قمر نے چاندنی کا فرش، محفل میں
مہینوں، ہتے ہیں وہ حسرتِ مدِ مقابل میں
رجوعِ قلب ہو جاتی ہے جس کی سمت مشکل میں
ہمارے نقشِ دنداں ہیں لبِ شمشیرِ قاتل میں
کہ ہیں مقراضِ دلوں پاؤں میرے قطعِ منزل میں
قلم پابند ہو جاتا ہے سطر دلی سلاسل میں
زمینِ داسماں کا فرق پایا حق و باطل میں
شجرِ حکمرانے ہوئے ہیں عشقِ پیچے کی سلاسل میں
ہمارا نام اب لکھیے تو لکھیے، فردِ باطل میں

امیدِ مودلت، انسِ شاہ سے ہے مجھ کو، اے ناظم
سوئی جس کی ولادت بھی زمانِ شاہِ عادل میں

۱۔ غزل، ہنس ہے خ، خب، خ، م

۲۔ حسرتیں خ، ما

(۱۲۸)

دل میں اتری ہے نگہ، وہ گئیں باہر پلکیں
فرط حیرت سے یہ بے حس نہیں کرا کر پلکیں
یہ درازی ہے، کہ وہ سوخ جہ ہر آنکھ اٹھائے ۴
کیا تماشا ہے کہ ڈالے مرے دل میں سودا
نرگس، انس غیرت گلزار سے کیا آنکھ ملائے ۴
ہے غم مرگ عدو بھی، بہت کافر کا شاؤ
چاٹ دیتا ہے تڑا دل، انگلیں فوں ریزی کی
لے گئیں دل کو، وہ در دیدہ نغاہیں، اب یاں
کینہ کچھ شرط نہیں، اُن کی دل آزاری کو

ہے یہی گریہ خویش، تو کسی دن، ناظم
یوں ہی رہ جائیں گی آپس میں چپ کر پلکیں

(۱۲۹)

سرہائے خوں چھاں میں پڑے، کوئے یار میں
میں جانتا ہوں، میری فغاں سے ارڑی ہے نیند
آدم نہ جب بہشت میں گندم سے بچ سکا
یوسف سے گھر حسین بنائے خدا ہزار

دیکھیں، دکھائی دے ہمیں کیا اب کی بار میں
داں جاگتے ہیں، غیر کے وہ انتظار میں
ہم سے شراب ناب جھپٹے کیوں بہار میں
ہو گئے تم اُن میں ایک، کہوں گا ہزار میں

۱۔ جو خب، رنج، ما ۲۔ لائیں۔ خ

۳ جھپک خ، خانج، خدما چپک کر۔ خ

نوٹ ازخ "جھپکنا اور ہے چپکنا اور ہے۔ یہاں چپکنا منظور ہے۔" غالب

میری وفا کی داد، نہ جرمِ عدو سے بحث ۴ کیا خوبیاں ہیں میرے لغافلِ شعاد میں
 طولِ شبِ فراق کا نبٹا ہنسِ حساب روزِ شمار کو نہ اکیس، گر شمار میں
 فصلِ بہار میں نہ رہا، خوفِ چشمِ بد پنہاں ہے آستیانہِ مہر، برگ و بار میں
 آگے بڑھا جو حجب سے، نہ پہنچا مراد کو گھر میں ایک، ایک مہر کو دسار میں
 جو فردِ ہرے ہیں، وہ مجھے اچھا کہیں گے کیوں آئینہ کو فروغِ ہنس، رنگِ بار میں
 تھی سینہ حقِ چشم، وہ طالع کو مل گئی ۴۴ ہے کسی کو دخل، تجسسِ پردہ گاد میں
 جو ٹھکانا ہے، کہ لگا استخوان پر گویا ہمارے پہرے لگے، یرِ یار میں
 محسوس کسی کے بس کے ہیں، ناظم، خدا سے ڈر

صیرا ہی دل ہو کاش! مرے اختیار میں

(۱۵۰)

بھید کے معلوم کرنے کے لیے غمِ خوار ہیں
 چشمہ آئینہ میں کھاتا ہے غوطے اُن کا کسی
 میرے آنے کا یہ کھٹکا ہے کہ دباں یک طرف
 موجِ گرداب کا، کشتیِ لٹینوں کو ہے غم
 کیوں کہے کوئی، وہ کب سنتے ہیں میری لڑکت
 سر و پا درِ چل کے نظارے سے کیا غلط ہو
 ہے نزالِکِ مانعِ ذوقِ خود آرائی انہیں
 ہے شبِ وصلِ عدد، کیوں مٹھیں اس دیاں
 عاشقِ زار اس کے ہیں، کہنے کو میرے یار ہیں
 کسی قدر یارب، وہ اپنے نشہ دیدار ہیں
 روزِ دہوارِ داں کے، دیدہ بیدار ہیں
 ڈوب کر جوتہ کو پہنچے، اُن کے بیڑے یار ہیں
 اور کہیں گے بھی تو کہہ دیں گے، کہ "ہم ناچار ہیں"
 جو قیامتِ قامتوں کے عاشقِ آفتاب ہیں
 جو ہر آئینہ واں، پائے نگہ کو خار ہیں
 آج یارب، انجمِ دافلاک کیا ہے کار ہیں

۱۔ غزلِ ہنس ہے خ

۲۔ دیدار ما

نام کو ہے بیت، لیکن کچھ ہیں غیراز میں گھر نام اہل سخن کے بے درد دیوار ہیں
سادہ دیواروں کو غلط سمجھے ہو، ناظم سادہ دل
ان کو کچھ لا کون کہتا ہے، بڑے ہشیار ہیں

۱ (۱۵۱)

عاشقِ حق ہیں، ہمیں شکوہ تقدیر نہیں
لکہ آنکھوں سے اکیروں کے پے تختِ جگر
کشتی پاس تو آ جائے، مگر بڑے پاس
سب کے اس عمر میں ہو جاتے ہیں ایسے ہی حاکم
۳ گھر کی دہرائی کو کیا دوں، کہ یہ پہلے سے
آدمیت نہیں کچھ سی، یہ عہد کی ہے غرض
حبش ابرو کو ہے، لیکن ہیں عاشقِ پہ لگا
ہمتِ مرغِ سحر خواں ماہوں قائل، کہ اُسے

پیچِ مسحت کا، کم از زلفِ گہرہ گیر نہیں
بے نگیں، آج کوئی خانہ زنجیر نہیں
بزن و تیر ہی ہے، دشمن و شمشیر نہیں
کچھ سے کچھ شکوہ ہمیں، اے فلک پیر، نہیں
سنگِ آسنا ہے کہ گنجائش تعمیر نہیں
یوں پری کہنے میں، مانا تری تحقیر نہیں
نمِ کماں کیوں لیے پھرتے ہو، اگر بڑ نہیں
ناٹے سے زمرہ مقصود ہے تاثر نہیں

اپنے استاد کے انداز پہ میرا ہے کلام

مجھ کو ناظم، سوکس پیر دی قیر نہیں

۲ (۱۵۲)

کم نہ جانو لٹوں کو گیسو میں
کھینس رہے ہیں دل، ان کے ہر موی
مشکِ تلتا ہے یاں ترازو میں
رک کے چلتا ہے شانہ گیسو میں

۱۔ غزل نہیں ہے خ ۲۔ اہوں خائب، فح، خدام، ما ۳۔ سحر جائیداد پر درج ہے غ

۴۔ غزل نہیں ہے خ

میرے بس میں اگر ہنس، نہ سہی
عشق بازی کی گھات ہے کچھ اور
نام بابل کا ہے، غلط مشہور
مثل اُبتہ خانہ پیدا ہے
بارِ غم نے بڑی گرائی کی
گل کا نام، اک نکل گیا تو کیا
حبیت و جلاک و شوخ و شند سہی
آدمیت ہی کا نہ ہونا ہے

غیر کے بھی نہ آؤ قابو میں
زور کھاکو کن کے بازو میں
سحر ہے تیری چشم و ابرو میں
تیری صورت، مرے ہر آنسو میں
سہرا دھنس گیا ہے زانو میں
کلم ہی اچھے ہو، رنگ میں بویں
اتنی تندی نہ جا پیے خوں میں
ورنہ عیب اور کیا ہے آہو میں

خضر ہے دادی محبت کا
کیوں نہ ناظم کے ہم قدم چومیں

۲ (۱۵۳)

سفینے عرضِ ناپس، عشق کو ہم قطع کرتے ہیں
شبستان میں ہو، باغوں میں گھیلو، حج سے کیوں بچو
۳ قبروں کی حقیقت ہم سے تم پوچھو، کہ ہم نے بھی
دبا بیٹھے ہیں دل، اور اُن سے جب کُلفندو کبھی
بہڑے ہو منہ لیٹے ہار کر، بو سے ہنس دیتے
ہم اُن کے باعث شہرت ہیں، اور اُن کو بے ہند ہم

نہ سمجھو ہم کو غرقِ بحر، یوں بھی یاد اترتے ہیں
کہ راہیں کسی طرح کٹتی ہیں، دن کیوں نہ گزرتے ہیں
ہو سنا کوں کے سینوے، اُبتہ اس میں خوب بہرتے ہیں
کبھی نخوت سے چپ ہو رہتے ہیں، گاہے مکر تے ہیں
جواہری جو بہرے ہوتے ہیں وہ یوں ہی پسرتے ہیں
ہم اُن کا نام نہ کرتے ہیں، وہ ہم کو نام دھرتے ہیں

۱۔ ہنس، خب، غ، م

۲۔ غزل ہنس ہے۔ خ۔ ۳۔ رفیقوں۔ ما

۴۔ گہلڑے۔ خد۔ ۵۔ بہڑے خب، غ، م

اندھیری رات میں تنہا، رہ میرے گھر کب اُس کے
 گیا جو تاحہ بریاں سے، وہ عاشق بن گیا اُن کا
 وہ سن کر درِ دل کہتے ہیں، بھر میں کیا کروں، ناظم
 خلاصہ آپ کی تقریر کا یہ ہے کہ مرتے ہیں

(۱۵۲)۳

خوش ہوں کیا، اک جھاڑ روشن کن کے بزم طور میں
 روشنی اتنی ہو جس کے، عارض پر نور میں
 کچھ نہ کی ہرگز، سہاری خانہ ویرانی کی فکر
 خانہ زبور ہے دل، نیش غم سے، کیا عجب
 ایک دم ٹلتا ہنسیاں سے، خدا کی شان ہے
 حسد ہوں اُس سبزے کا، جس کی ہو عارض پر نور
 وہ سرطیں ہو جائیں صنایع، یہ سڑے بن جائے
 لہکے ترے کاحل پر خم نے کھوئے اُس کے ہوش
 مقصد اپنا ڈوب جانا ہے، محیط نور میں
 کیوں نہ ساکت اُس کے بھرے سایہ شب و بکور میں
 سحر جس نے بھر دیا، اُس نرگس مخدور میں
 جائے خوں، گر شہد پیدا ہو کرے نامور میں
 رنج نے پائی ہے کیا راحت، تن و بکور میں
 زہر کھوڑا سا ملا دو، مریم کا فور میں
 سبب دہہ میں کب ہے وہ خوبی جو ہے انکسور میں
 ہاتھ سے رنواں کے چھوٹا، شانہ زلف خود میں
 قبا، پیما نہ، ناظم میں بھر دے ایک بار
 جس قدر باقی رہی ہو ہے، خم منصور میں

۱۔ تنہا مرے گھر کب وہ آئی گے خا، خب، م، ما

۲۔ سن کے خب

۳۔ غزل نہیں ہے۔ خ

۴۔ 'مرے'، 'نذار د'۔ ما

جی جھوڑ دیں گے دونوں، چل تو سہی چین میں
 دیکھے جو جلوہ فرما، داں گچھ کو انجن میں
 مانا کہ مہر کا بھی، تیرا ہی سا ہے چہرہ
 حسن بیاں دیا تھا، انعام کیوں نہ دیتا
 تو نے جو کل بنایا، گیند لے لے کھول کو گیند
 بکھے نا تمام دونوں، ہاں اک میں شک نہیں
 ہنگام غسل میرے، کافور کون لا یا
 جل کر مرے پھر اُس بہر، مر کر جلے دو بارہ
 ہے اُنک و پو پہ جھگڑا، نسرین و نسرین میں
 طادس دار گلشن، کپور نے لگے چین میں
 کچھ فرق چاہیے ہے، آخر نوہ کہن میں
 خالق نے بھر دیے ہیں، موتی ترے دہن میں
 بھولا نہیں سماتا، صد برگ پیر ہن میں
 معجون سے کچھ زیادہ جزات تھی کوہ کن میں
 دھونے سے زخم کس ہے، مرہم کی بو کفن میں
 دیکھی تھی ہم نے خوں کیا کیش برہن میں
 واں قبر اور مرزا، یاں آتش اور ناسخ
 ہم ہیں یگانہ ناظم، شعر و سخن کے فن میں

قیامت ہے رباوہ شورش دم ساز عدو بہرہوں
 گری ہے اُس کے در پر زندگی میں آبرو بہرہوں
 وہ اب جھوٹے نہیں دیتا ہے اپنا حجہ کو دامن بھی
 اجل کو جان کیوں کردوں، یہ حق باد صبا کا ہے
 بنے جو خاک سے مجھ تزنہ لب کے بعد مرنے کے
 ہے یاں جس کے دم کھردلیکھنے کی آرزو بہرہوں
 ہے گی لہجہ میرے بھی رداں، دال آب جو بہرہوں
 کیا ہے آپ، جس نے جیب میں میرے، خو بہرہوں
 کہ پہنچائی، یہی ہے حامل مشکلیں کی بو بہرہوں
 ہے خم خانے میں یارب، سلامت وہ سب بہرہوں

۲۔ گل برگ - خب

۱۔ غزل نہیں ہے خ

۳۔ غزل نہیں ہے خ

۴۔ دیتا ہے حجہ کو اپنا دامن بھی خا، خب، خج، خدام، ما

بڑھی ہر صبح میں نے آیت استغفر بہر سوں
 بیا ہے میں نے بے پیمانہ دساغفر بہر سوں
 لڑائی کا سبب ڈھونڈھا کیا ہے جنگجو بہر سوں
 کہ وعدہ کر کے گنوا تا ہے دن عاشق سے تو بہر سوں
 پھر اہوں جس کے گھر کی جستجو میں کو بکوبہر سوں
 بیم چیکار ہا ہو خشک ہو کر، جو ٹھلو بہر سوں
 بڑھی ہے میں نے مسجد میں نماز بے وضو بہر سوں
 چلیں کیوں کر، چلیں کب، یہ، پھٹی گفتو بہر سوں
 رہے ہیں ہجر میں وا، دیدہ دیدہ ارجو بہر سوں

کھلا میرے لیے اک شب، نہ اُس کے گھر کا دروازہ
 کفِ ساقی سے جام ے سے تو کچھ تلافی ہو
 نہ سمجھو تم، کہ میری عاجزی پر رحم کھاتا تھا
 توقع ہے عدو کو ترے آنے کی، وہ کیا جانے
 عدو کے خط کے سر نہاھے سے آج اُس کا بتایا
 جنر آب تیغ و خنجر اور بان، اُس میں کیا اترے
 بھلا کیا طعنہ دوں زیاد کو، زہد ریائی کا
 خوشی کیا، گر کیا ہے اک نے وعدہ شب کے آنے کا
 ۳۔ تعجب ہے قیامت کو بھی پھر کھلنا ان آنکھوں کا

۴۔ نہ تھے حکام عادل، وہ بھی اب داں آگئے ناظم

رہے گا کارٹا امن و راحت، لکھنؤ بہر سوں

(۱۵۷)۶

زندہ مردوں کو، تری تان سے ہم دیکھتے ہیں
 بچو کو الے یاد، کس ارمان سے ہم دیکھتے ہیں
 درہیں جس دم کچھ دالان سے ہم دیکھتے ہیں

مردہ زندوں کو تری آن سے ہم دیکھتے ہیں
 دیکھ لو بھی، کہ کھلا ہے تہ خنجر، لیکن
 محو ہو جاتے ہیں ہم، صورت دیوار کے مثل

- ۱۔ کھلا میرے لئے شب کو خا، خب، خ، م
- ۲۔ خوشی کیا، اُس سے پڑا ہے جو وعدہ خا، خج، خد، ما حاشیہ پر درج ہے۔ خج
- ۳۔ تعجب ہے قیامت کو بھی کھلنا میری آنکھوں کا خا، خج، خد قیامت کو یہ کھلنا میری آنکھوں کا۔ ما
- ۴۔ مقطع کا شعر لبر قلیط میں بیروں کے ہونے سے رات دن ناظم رہا ہے ہم کو اندر کا الحاد لکھنؤ بہر سوں
- ۵۔ 'ناظم' نذر د خج ۶۔ غزل نہیں ہے۔ خ

کس سے کہیے کہ تجھے کان سے ہم دیکھتے ہیں
محترز صورت ان سے ہم دیکھتے ہیں
نعلش کو اُس کی بڑی شان سے ہم دیکھتے ہیں
کچھ زیادہ تجھے طوفان سے ہم دیکھتے ہیں
دیکھتے ہیں تجھے، جب دھیان سے ہم دیکھتے ہیں
دم بدم ترے گریبان سے ہم دیکھتے ہیں
دشت میں نخل جو گنجان سے ہم دیکھتے ہیں
اور کچھ دور تری جان سے ہم دیکھتے ہیں

قافیہ اور بدل کر، غزل اک لکھنا ظم
تجھ کو اس فن میں بڑی شان سے ہم دیکھتے ہیں

جب ترانام سنا، تو نظر آیا، گویا
آہوئے دشت ہو یا کلبِ دری ہو، کہ مہیں
غیر کا مرد، مگر ہم نے اٹھایا ہو گا
سننے ہیں اُس کی بھی شدت، مگر اے دیدہ ترا
ذرا دھیر دھل و خار میں ہر سو موجود
کیا لطافت ہے، کہ جو کچھ ترے دل میں آیا
جوش و حسرت کا یہ عالم ہے، کہ دم و کتابے
حال دل کا اُس کیا تجھ سے، کہ اُس کے کنار

(۱۵۸)

ترے بیار میں دم دیا ہے، جو ہم دیکھتے ہیں
ہم یہیں خالی بنا گوش صنم دیکھتے ہیں
یہ ستم ہے کہ عدد پر بھی ستم دیکھتے ہیں
سب کھڑے کیر گرا بناری ہم دیکھتے ہیں
یوں جو پشتِ فلک پیر کو خم دیکھتے ہیں
یڑی اب داہ، ہم اے ابر کرم! دیکھتے ہیں
اور ہم بیٹھے ہوئے نقشِ قدم دیکھتے ہیں

عبث آئینے میں آمدِ شہِ دم دیکھتے ہیں
جائیں کیوں دور، کہ چو میں حبرا لا سود کو
خاص ہوتا تو نہ تھی جائے شعاہت، زہار
ترے عاشق کا حنا زہ نہیں اکھٹا ہرگز
دستگیری بھی کرے، اہل زمیں کی، اے کاش
دانے ڈالے ہوئے کچھ بھوٹ بھی لعلیں، سرت
گئے گھر غیر کے ان آنکھوں کے آئے سے وہ، ہائے

۱۔ غزل نہیں ہے - خ

صورتِ آئینہ و جام میں اربابِ نظر
حسنِ اندازِ اسکندر و جم دیکھتے ہیں
سچ کو حضرتِ ناظم، نہ چھپاؤ ہم سے
کیا ہے جو ہم ہمیں اُس کو چہ می کہ دیکھتے ہیں

(۱۵۹)

لے کے اپنی زلف کو وہ پیارے پیارے ہاتھ میں
ساقیا! دونوں جہاں سے پھر تو بڑا پیار ہے
عاشقوں کی آنکھ سے ہر دم بہرستا ہے ہو
خوب ہے، تیری حمایت باکے کوئی نقدِ دل
حشر میں ہم سمجھے، آیا یار کے خدا کا جواب
جب کبھی دستِ حنائی سے کترتا ہے وہ شوخ
منہ چڑھانا، بے سبب ہر دم بکڑنا چھوڑ جائے
دستِ ساقی جامِ جمشیدی سے بڑھ کر ہے مجھے
وصل ہے اک شہسوارِ حسن سے شامِ دسم
غلہ تھی اُن کو، کہ کیوں کر کیجیے عاشق کو قتل
مثلِ شاخِ گل، لچکتی ہے گلوائی بار بار
وائے قسمت، دیکھنے یا سُننے ہم آنکھوں سے بھی
کہتے ہیں افشاں کے ذرا لے لے کے پیشانی سے
بندِ محرم کے وہ کھلو اتے ہیں ہم سے بیشتر

کہتے ہیں، فتنوں کی چوٹی ہے ہمارے ہاتھ میں
گُر لپٹے آئے دریا کے کنارے ہاتھ میں
رنگِ پر ہے آج کل مہندی تمہارے ہاتھ میں
اے پری! دردِ حنائی مال مارے ہاتھ میں
نامہ اعمال جب آیا ہمارے ہاتھ میں
برق بن جائے ہیں افشاں کے کنارے ہاتھ میں
ہوا گر غصے میں آئینہ تمہارے ہاتھ میں
دونوں عالم کے میں کرتا ہوں نظارے ہاتھ میں
ہے عنانِ ابلق گردوں ہمارے ہاتھ میں
آگئی تیغِ ادا و ناز بارے ہاتھ میں
گجر لے بھولوں کے میں یا لنگ تمہارے ہاتھ میں
لے کے مشاطہ ترے گیسو سنوارے ہاتھ میں
آسمان سے ہم نے یہ تارے اتارے ہاتھ میں
آج کل کو نے کی چڑیا ہے ہمارے ہاتھ میں

۱۔ غزل نہیں ہے خ، خب، خد، خ

نسخہ خاویں یہ غزل مرزا نعرشی مص کے مطابق امیر مینائی کے خط میں ہے ۲۔ ہمارے خا ۳۔ جھوڑو۔ ما

نبض پر حجبِ دل جلے، اُغلیاں دکھیں اگر
 ہاتھ اُنابِ دل گم گشتہ کا صحنِ ہنس
 اے مسیحا! اُگ لگ جائے گی سارے ہاتھ میں
 حجب، ہٹا دے دِخا جا کر تمہارے ہاتھ میں
 دل مرا مٹھی میں لے کر مجھ سے کہتا ہے وہ نوح
 ”کیا ہے اے ناظم، تبارِ تو ہمارے ہاتھ میں“

(۱۶۰)

اپنا اپنا رنگ دکھلائی ہیں جانی چوڑیاں
 اک ذرا رنگِ نر اکت بھی رہے مدِ نظر
 داغ کھا کھا کر ہزاروں دل لہو ہو گئے
 ہاتھ کھینچے کیوں نہ آرائش سے وہ نازک بدن
 عاشقوں کے زخمِ رد و کر لہو ہنس ہنس پڑیں
 رنگِ مہندی کا ترے دستِ نگار میں ہنس
 قہر کرتی ہے لچک ہاتھوں کی تیرے رقص میں
 دیکھنے والے تمہارے، دل بجائیں کس طرح
 میرے ماتم میں اتاریں، آگے میری قبر پر
 چار دن آرائشوں سے ہاتھ اٹھانا چاہیے

آسمانی، اور غوانی، زعفرانی چوڑیاں
 دھان پان اے جان تم ہو پیو دھانی چوڑیاں
 کل کھلی پہنیں جو تم نے، اور غوانی چوڑیاں
 ساعہ نازک پہ کرتی ہیں گرائی چوڑیاں
 مہندی ملتے ہو تو پیو زعفرانی چوڑیاں
 سر ہی ہیں اے پیری آرائشِ فانی چوڑیاں
 بجلیاں بن کر چمک جاتی ہیں جانی چوڑیاں
 آفتِ جاں تم، بلبلے ناگہانی چوڑیاں
 دے گئے یوں مجھ کو وہ اپنی نشانی چوڑیاں
 سوگ میں عاشق کے لازم ہیں بڑھانی چوڑیاں

عمیہ کو ہے نازِ نینوں، صحتِ ناظم کا حبس
 ہوں نئی آرائشیں، اتم میں پیرانی چوڑیاں

۱۔ غزلِ ہنس ہے خ، خا، خب، خد، خ، م

(۱۶۱)

میر نہ کہیے گا، سنا کر مجھ کو
یہ کہے کون، کہ کیا جانتے ہیں
چاہتے ہیں، کہ سینیں مر جانا ۴۳
تو بھی بن جاؤ گے لیلیٰ کی نظیر
بت بنایا ہے مجھ نے مجھے
میں یہ سمجھوں کہ کیا مجھ کو نہال
اعنی زلف کا رہتا ہے خیال
مے پرستی میں کھلے راز تمام

ناظم، احسان خدا کا، کہ ہوئی
دولت وصل میسر مجھ کو

(۱۶۲)

ہم نہیں چاہتے کہ دولت ہو
اخست عرصہ حال کیا مانگوں
دیکھنا کیا دکھا رہا ہے مرا
بے وفائی کا داغ کیسا ہے
کعبے میں بت نہیں، تو ہم کیوں جائیں ۴
آسین بھی بخور ڈالیں گے

کون محنونِ محبت و محبت ہو
کہ نہ بیٹھیں کہیں کہ رخصت ہو
سینہ ہوا در داغ الفت ہو
ہم نے مانا کہ مادہ طلعت ہو
کوئی تو دل لگی کی صورت ہو
اشک کے پونچھنے سے فرصت ہو

اُس پہ کیجے گمان شکوے کا
خط پیمانہ کا ہوں حرف شناس
کفر و اسلام سے اسے کیا بحث
وہ بھرا چاہتے ہیں دوزخ بھی
درد کی گر دوا ہنسی، نہ سہی
منہ ترا دیکھنا نصیب نہ ہو
وعدہ وصل پر ہے اپنی حیات
کچھ تو وعدہ ہو، گو قیامت ہو

نم ساناظم، ذہین اور دانا
اک طرح مبتلائے الفت ہو

(۱۶۳)

کم سمجھتے ہنسی، ہم خلد سے مے خانے کو
بے وفا کون کہے گا، کہ بغیر از سر شمع
صدیہ مستمت میں نہ تھا، کیت سے لٹا ہو مگر م
شکن زلف مسلسل میں جو دیکھا ہر وقت
جو سنا ہے وہ ہم آنکھوں سے بھی دیکھیں یارب!
بھوڑ تائیکوں ہے جلد دل بھینوئے نا ص
دل لگی کی کوئی صورت نظر آئے، کیا ذکر

دیر ہ حور کہا جا ہیے پیمانے کو
آگ پر گرتے نہ دیکھا کبھی پروانے کو
دام اٹھاتے ہیں تو بڑا آئے ہم آواز کو
شک میرے دل صد جاں پہ ہے شانے کو
غیر کہتا ہے ارم، یار کے حادثانے کو
آگ لگ جائے الہی، ترے سمجھانے کو
کعبے کیوں آئے تھے، ہم جو بڑے بت خانے کو

- ۱۔ لٹا۔ خب
۲۔ پردانے کو ما
۳۔ سفر حاشیہ پردارح ہے۔ خا
۴۔ آدے خ، خب، نج، غ، م
۵۔ مے خانے کو خب

اپنے مقصد کے لیے تو بھی مگر لائے اجوع صرم کاش، مجذب کہیں سب ترے دیوانے کو
 اُن کی خلوت میں مجھے بار کہاں ہے، ناظم
 قلعہ خواں کاش، سنادے مرے اسانے کو

(۱۶۲)

کہتے ہو جائیں گے، بھر کیوں نہیں جاتے، جاؤ میرے جینے کی جھے راہ بتاتے جاؤ
 واجب القتل ہیں، زلیست سے بیزار تو ہوں ۳ لو، اب آئے ہو تو جھگڑا ہی مٹاتے جاؤ
 ہاں، ستھادت طلباں پے بہ پے آتے جاؤ
 میں تو سائل ہوں، فریدار نہیں، کیوں الجھوں ۳ قحمت بوسہ لب، روز بڑھاتے جاؤ
 عصفہ کیسا؟ نہ مجھے زجر نہ دریاں کو نہیں درنگ آئے ہو تو آواز سناتے جاؤ
 کشتہ، تیغ کر، بیج ہے نہیں درکار کفن خاک میں نعش کو میری تود باتے جاؤ
 شعلے آہوں کے نعلتے ہوئے دیکھا تو کہا ۳ "راں بازار میں منہ سے نہ اڑاتے جاؤ،
 میں نے بھو لگا بھی تو کیا تم نے تماشا دیکھا گھر کو اچھا ہے کہیں آں لگاتے جاؤ
 کی ہے گرد عورت ناظم، تو تعلق موقوف
 خم کے خم، بادہ کھلگوں کے منگاتے جاؤ

(۱۶۵)

کہاں گئے ہیں مشبک دل و جگر دیکھو دراز دستی مرزا گان، رخنے گھر دیکھو
 مجھے اٹھاتے ہو کہہ کر، کہ ہے یہ خلوت خاص وہ کون لوگ چلے آتے ہیں، ادھر دیکھو
 بیڑا ہے ایک لہروں کچاں پہاڑوں میں نہال کو شیش زریاد کا مگر دیکھو
 کیا ہے دیہہ دل نے دموں میں کام تمام سرشک بے غم کو آہ بے اثر دیکھو

ہمیشہ یاد خدا میں ہو شیخ مخم، لیکن
 دو بیٹے تان کے میں بڑا رہا ہوں، یارب جلد
 اڑا یا سر مرا حلال دے کہاں، لیکن
 جو اگلے ہو مرے گھر، تو کوئی دم بھر د
 سیاہ ہو رہی ہیں دو دہل سے دیواریں
 غلط سہی اثر آہ و نالہ، بیر ناظم
 رہے نہ دل میں ہو کس آؤ، یہ بھی کر دیکھو

(۱۶۶)

مخم اپنے حسن کو کیا اے نگار سمجھے ہو
 نہ میرے دل ہی کو تم لالہ زار سمجھے ہو
 بھلی تمہیں میرے روتے پہ مے کشی ہو جی
 یہ تم جو برق سے کرتے ہو ڈار کے انگلیں بند
 قدم کبھی نہیں رکھتے ہو سنگ در پہ مرے
 جھانے یار کا کرتے ہو شکوہ جفرت دل
 بکھارے ذکر میں اپنی عنود سمجھا ہے
 ہوئے ہو ایک بت دل فریب پر عاشق
 صلاح و مشورہ رکھتے ہو مجھ سے اور کچھ
 کر نیک دولت ناز و نیاز رکھتے ہو

اگر ہنس کر م کردگار سمجھے ہو
 سرشک چشم کو بھی آتش سمجھے ہو
 مگر ترغیب ابر بہار سمجھے ہو
 اسے کسی کا دل بے قرار سمجھے ہو
 کس شہید کا سنگ مزار سمجھے ہو
 اسے بھی کیا لستم روزگار سمجھے ہو
 محبت رقیب کو تم راز دار سمجھے ہو
 زلکہ آپ کو ناکردہ کار سمجھے ہو
 فنون عشق کا آموزگار سمجھے ہو
 ایسے خلوت مشبہائے نار سمجھے ہو

اگرچہ خوش ہوں، پر آتا ہے رحم بھی تم پر کہ مجھ سے غم زدہ کو غم گسار سمجھے ہو
 و غابہ بیٹھے ہو تکیہ کیسے ہوئے، ناظم
 بنائے عہد کو کیا استوار سمجھے ہو

(۱۶۷)

بعد مدت مجھ سے کہتے ہو، کہ کیا بیچارہ ہو، کوئی سیکھے تم سے مگر اپن، بڑے عیار ہو
 ہے وہ سوئی، جس کو اپنا فائدہ درکار ہو م یاں دکان جل جائے، گر کچھ گرمی بازار ہو
 اور اچھا ہے کہ بیٹھے دیکھیے دریائی سیر سیل کا کیا خوف، جب گھر بے درد دیوار ہو
 کفر و ایمان سے ہے کیا محبت، ایک ٹوٹا چاہے ہاتھ میں لپیچ ہو، یادوش پیر زنا رہو
 اک مزا اللہ ملتا ہے، سودن بھی مشترک م بوسہ کیا پٹنے ہے، کہ جس کے دینے میں تکرار ہو
 ہو کسی مذہب میں انساں، اصل مطلب ہے نجات پار اتر جانا ہے جس کی کھوٹے میں بیڑا پار ہو
 جانتا ہوں پوچھنے آؤ گے، لیکن کب، کہ جب بیت کرنا، بلکہ دم لینا مجھے دشوار ہو
 رفت و روب دیر میں اچھا گزر جاتا ہے کس طرح یارب جیے، جو آدمی بے کار ہو
 مٹ گئی وہ خواب میں بھی دیکھنے کی چشم نہشت کیا کروں، جب دشمن جاں دیدہ بیدار ہو
 آخرت میں مجھ کو یارب، دوزخ و جنت سے کیا واں بھی میں ہوں اور میری آہ آتشبار ہو

چاہتے ہو مجھ سے ترک دیں، تو کہتے کیوں نہیں
 ستر ط کیسی ہے، کہ ناظم گر سہارے پاہ ہو

۱۔ دیکھتے تھ

۲۔ اتر جاتا ہے - ما

اپنے ہی بیچ دشمن کے ہیں سہارے گیسو
سسر کشی کرتے ہیں ہم سے بھی، ہمارے گیسو
دام گیرائی عنقا ہیں تمہارے گیسو
پیر بنائے نہ گئے خوف کے مارے گیسو
ہیں زیادہ ذلّ عارض سے بھی پیارے گیسو
سسر دامن تلک آچنبچے ہیں بارے گیسو
کاش، دیتے نہ صبا کو تم جارے گیسو
اُس کو کیا کام پڑا ہے کہ سنوارے گیسو

یہ دماغ اُس کو کہاں ہے، کہ سنوارے گیسو
شانہ کرنے میں کہا مجھ سے، کہ دیکھا تو نے
آکھپتی ہے مگر اس سلسلہ مشکلیں میں
شانہ و آئینہ مشاطہ انگٹا کر لائی
اس نئے آنے ہوئے میں وہ کہاں لاؤ بیٹ
نظر آنے نہ لگے پاؤں میں زنجیر کہیں
بیچتی پھرتی ہے وہ کوچہ بازار میں مشتک
حبس کو منظور ہو عالم کا پریشاں رکھنا

دام موقوف ہے بچھا رکھے ہیں، گویا ناظم
حشمت و ابرو کے سمجھتے ہیں اشارے گیسو

زنگ جان آئینہ دل کا، امید و بیم کو
آگ نے جو کیر دکھلائی تھی ابراہیم کو
حشمت کم سے کیوں نہ دیکھوں قیس کی تقدیم کو
گر بنائیں آتش گل سے ٹھلا کر سیم کو
خاک پر کھینکو نہ حرمت شہر ہے تکریم کو
ہے سلام اپنا یہیں سے، کو شر و تسنیم کو

جاسنا ہے دیکھنا گرجھوڑت تسلیم کو
اُس کے روئے اُنشیں سے مجھ کو آتی ہے نظر
تعدادہ ناقص، منحصر ہے مجھ پہ تکمیل جنوں
ہم نشیں شاید نمونہ اُس کے پیکر جانے
باز رکھو مے کشی سے ہم کو، لیکن صوفیو
کہنہ و آب رواں و دور مے کیا یاں نہیں

اے سخن گوئی میں چشم یار، ہم چشم دہن
 وہ کو اکب سےمیں منسوب، اور تو ہے نور حق
 صاد بہر اعداد میں غلبہ نہیں ہے مہم کو
 تجھ سے کیا نسبت نہیں، خوبان بہفت اعلیم کو
 ۱۵۱ ٹٹے محفل سے ناظم، محبہ کو آنا دیکھ کر
 اور میں سمجھا کہ اٹھتے ہیں مری نوظہیم کو

۲ (۱۲۰)

اور کیا نالہ و فریاد سے حاصل محبہ کو
 سو جہاں سایہ دگر چشمہ، وہیں بیٹھ رہا
 اشک وہ آتش سوزاں ہے، کہ یاں گور سیٹھ
 کھول کر اپنی کمر سے جو دیا غیر کو، ہائے
 گردن و نئے نہیں زنداں میں نہ ہو، ذوق تو ہے
 در دلدار پہ کیا بھیس بھول کر جاؤں
 ایک ہیں معنی و آرام و سکون، آئے نہ کیوں
 ہے غرض میرے اٹھانے سے رضا جوئی غیر
 بھیرد کیجے کہیں گہرا کے، مراد دل محبہ کو
 ۱۵۲ دی میں نہیں اندیشہ منزل محبہ کو
 بیوقوفی دیتی ہے تری گرمی محفل محبہ کو
 کاش، کرتے وہ اسی دشت سے بسمل محبہ کو
 وجہ میں لاتی ہے آواز سلسل محبہ کو
 کہ نہ بیٹھ کوئی کچھ جان کے بسمل محبہ کو
 قعود، یا میں نظر، صورت ساحل محبہ کو
 دوست سمجھا ہے مگر پردہ محل محبہ کو
 کیا ہے خوف شب تاریک، جو ہے ہو موجود
 جام لہریز ہے ناظم، مہ حاصل محبہ کو

۳ (۱۲۱)

تعلف کیا ہے گر صورت میں مہر و مہ سے ہر ہو
 غلط سمجھے ہیں، یہ مانا، پیرائے کو دوست سمجھے ہیں
 طریق ظلم میں بھی دو قدم گزروں سے بڑھ کر ہو
 نہ مابین وہ عدو کی بات کو، یہ بات کیوں کر ہو

۱۔ کثرہ حالیدہ بہر درج ہے خا ۲۔ غزل نہیں ہے خ ۳۔ محبہ نہ ارد خب لم غزل نہیں ہے۔ خ

کہ یہ وہ سبب ہے جس کے بعد صبح روز محشر ہو
دکھا دوں کیر وحشت، گرز میں صحر اسر ہو
کبھی کچھ گرزش سر ہو، کبھی کچھ دورِ غم ہو
مٹے دن داغ کس عنوان، جس کا نقش دل پر ہو
نبوں کو کیوں کر لے تو عظیم، جس کا باب بت کر ہو
اُسے پانی نہیں ملتا ہے، جس کا خضر ہر ہو

تو قح انس سے کیوں کر غم گسار دی لی بڑی ناظم
کبھی بھو لے سے بھی جس نے نہ پوچھا ہو، کہ کیوں کر ہو

سبب غم کی درازی، فقہ کو تہ، یوں سمجھ لیجے
کہیں دریا، کہیں کہسار، کیسا دل الجبتا ہے
ہمیشہ کیوں خارے میں گزرے عمر، ہاں ساقی
سویدہ کا کسی نزلک سے کب چھلنا یقین آئے
خلیل ان کو مقدر، خانہ زاد اپنا سمجھتے ہیں
نملک کو جب ضد آئی ہے، نہیں کچھ پیش جاتی ہے

رٹتا بھروں دگر نہ عیب، کیوں ہوا کے ساکھ
دامن کشاں چلا ہے، مگر کس ادا کے ساکھ
بھرتا ہے سرو، انس بت ملگوں قبا کے ساکھ
ہر اب تو درد کو ہے حضومت، دوا کے ساکھ
بامزد میں نہ چاہیے جھگڑا صبا کے ساکھ
بھرتے ہیں رات دن، نملک فتنہ زاکہ ساکھ
حجیوڑا ہے ہم نے باغ کو، برگ و نوا کے ساکھ

ہے اک لگاؤ، نہایت زلف دو تار کے ساکھ
جاتا ہے دل کھچا ہوا، انس دل، باکے ساکھ^۳
ہے سایہ انس کے قد کا یہ موزوں، کہ تو لے
مر جائے پر جلا دگے بے شک، تم اے مسیح!
آئی ہے کوئے دست سے، دیتے بنے گی جان
ڈر نے لگا ہے اب مدد خور سے بھی دل، کہ یہ
اچھا ہوا، کہ موسم گل میں ہوئے اکیر

عاشق ہوئے سے کم نہ ہوئی اُن کی کمرکشی ۳ معشوق سے ہے عہدہ ۵، ناز واداکے ساکھ
 مذ تک رہے ہیں، بوسے کے سائل میں، پیرہنوز ۴ اک نوع کا غرور بھی ہے، التجا کے ساکھ
 رد و قبول خلق سے ناظم، غرض نہ رکھ
 اچھا ہے گھر معاملہ تیرا، خدا کے ساکھ

(۱۲۳)

میں یہ نہیں کہتا کہ نہیں اس میں اثر کچھ ۴ کرتی ہے کبھی اُہ بھی تاثیر، مگر کچھ
 لیجے نہ خراج، ہم ایک ہیں بھی ہیں راضی
 اب کچھ نہیں تو باندھتے ہیں خیر و شکر
 ہے گردِ خبر غیر کے افعال کی ہم کو
 شب کو تو ہے باغ میں، کیوں جاتے پڑتے
 جاری ہے بڑے زور سے خونابہ چشم آج
 جھوٹا ہے عہد، تم سے کھلا کیا ملے مجھ کو ۴ اور اُس سے ہی کرنا ملے، ہوتا بھی اثر کچھ
 نالے مجھ طور بہت یاد ہیں، لیکن طاقت کا گناں بھی ہو، دل غمزدہ پیر کچھ
 ۴ ہے وصل میں ناظم، مجھے لیا عمر بھی پیاری
 گویا نہ ہوئی تھی غم ابجراں میں لبر کچھ

(۱۲۴)

مثل پہ لپٹی ہوئی ہے اُگ جاں تیرے ساکھ ۴ تیرے کچھ کیوں نہ تڑپتا رہے، پنچیر کے ساکھ
 تیرا ملنا تو کہاں، کوئی مصور مل جائے میری تصویر ہی کھینچے، تیری تصویر کے ساکھ

۱۔ پیر تو بہ نظر آئے خب ۲ 'ہو' نہ ارد خد ۳ ہے خ، خا، خب، خج، خد، م، ما

گرچہ نہ ہیر موافق بھی ہو تقدیر کے ساتھ
 ورقِ نقرہ ملے ہیں طبائیر کے ساتھ
 جب علقہ ہی قفس کو نہ ہو زنگیر کے ساتھ
 ورنہ تشبیہ نہ دیں زلف کو زنجیر کے ساتھ
 نالہ کیا جا پیسے عاشق کو، بزمِ وزیر کے ساتھ
 ننگ ہے مرد کو کشتی، ملکِ پیر کے ساتھ

لنسبت اور اہل سخن سے، مجھے کیا ہے ناظم
 ہم زبان حق نے بنایا ہے مجھے معبر کے ساتھ

وہ نہیں تو کہ کرے کوئی مستتر سمجھو اکو
 اس تن نازک سیمیں کا کیا ہے جو ضمیر
 شاخِ گل میں کہو لٹکائے کہاں سے صیاد
 میری دانت میں ہیں، اہل سخن سودا کی
 ہائے کرتے ہی کلیجے کو پکڑ کر رہ جاے
 ایک بوڑھے کو اکھاڑے میں پھیلاؤ تو کیا

۲ (۱۷۵)

جوشِ پیرِ رحمت ساقی ہے، چلے پیما نہ
 آج کل بادہ کشتو، ادج پے ہے فحشاء نہ
 مجلسِ مے میں قدم اکو نہ سیکے بیگانہ
 سیر کرنے کو نکل آیا ہے دانہ دانہ
 بھونکے دیتی ہے پیپے کی صدا مستانہ
 نو ہالان چین میں ہے بہم پارانہ
 جال ہے بادِ صبا کی ہدوش جانا نہ
 دوڑے جس طرح مجلسوں کی طرف دلوانہ
 کوئی سبزے کے سوا آنہ سیکے بیگانہ
 نو ہالان چین، چاہیے کچھ شکرانہ

مے کشتو، مزدن، کہ آئی ہے گھٹا مستانہ
 جس طرف دیکھیے، گھٹو گھٹا جھپائی ہے
 وعدہ لکھار کے کہتا ہے، کہ ہاں، بادہ کشتو
 زور اس فصل میں ہے نشوونما پر جو ہیں
 کوئیس کو کہتی ہیں، اٹھتی ہیں ہو کس دل میں
 مستیاں کرتے ہیں، جبکہ جمع کے گھٹے ہیں
 ناز کرتی ہوئی پھرتی ہے، چین میں ہر سو
 ابر یوں جانب مے خانہ جھپٹ کر آیا
 نو عروسان چین کا ہے صبا سے یہ حکم
 عمل دے دے کہ یہ کہتی ہے گھٹا مجلس میں

آبِ باران کے منوں دیکھ، جہن میں داغ
مستیاں کرتی ہوئی باغ میں آئی ہے گھٹا
کیوں در پیر مغان پر نہ ہے جمع غن
لہلہاتا ہے جو سبزہ، تو صبا کہتی ہے

یار سے اپنے ہم آغوش ہو تم بھی ناظم
گل بہ ببل، تو فدا شمع بہ ہے پروانہ

۳

(۱۲۶)

نہیں غم جان کا، شور اس کے در پر جو مچا یا ہے
ترے سارے میں اب پا جائے گا لشو و غما یہ بھی
وفا داروں کی بہ خواہی، ہو سنا کوں سے بد خوئی
مسلم ہے نگیں کی نامہ داری ہر جگہ، لیکن
نہ الجھو نامہ ہر سے، راہ میں گر ذرا گرا یا
وہ صورت اور ہے خرمین کا جلتا برق سوزاں سے
نہ سمجھو دوست کو سفاک، اس کی خو ہے خونریزی
خبران کو نہیں ہے، اپنے کیلئے کی لطافت کی

۳ سر شوریدہ پہلے کٹ گیا ہے، تب اٹھایا ہے
مخوہ خط بہ کیوں اے زلف، بیچ و تاب کھایا ہے
خدا نے واسطے کس کے، تمہیں اچھا بنایا ہے
سلیمان کے سبب سے اور ہی کچھ نام پایا ہے
کے آکر زبانی، کچھ اگر پیغام لایا ہے
ہوا نے کشت کو یاں، کب نہ ہوتے ہی جلایا ہے
کیا ہے تیز فخر کو، اگر کچھ رحم کھایا ہے
بہت خوش ہیں، کہ ہم نے دل میں راز دل چھپایا ہے

بیاں ناصح کا کس کو یاد، ناظم، بات اتنی ہے
کہ اگر کہہ گیا ہے جو کچھ اس کے منہ میں آیا ہے

(۱۷۷)

انداز نرالا ہے، ادا اور ہی کچھ ہے
 کہتے ہو، کہ ہم غیر کو آنے نہیں دیتے
 پردہ نہ دکھائیے، لب روح فزائے
 جو میں نے کہا تھا، وہ بگڑنے کی نہ تھی بات
 ہے کشمکش نزع، غم ہجر میں رونا
 عیسیٰ سے کہو مردہ صد سالہ جلا لیں
 فریاد ہو کس پیشہ نے بھی دی تو سہی جان
 تم حسن کی خیرات میں کیا دیتے ہو، لاؤ
 ہم زہد و عبادت کے بھی منکر ہیں، ناظم
 ہر قاعدہ فقر و فنا اور ہی کچھ ہے

(۱۷۸)

وفا کی ہم نے اور تم نے جفا کی
 رہا اُس بے وفا کے غم میں جیتا
 مگر کے داغ، گل پائے شگفتہ
 تم اچھے، ہم برے، قدرت خدا کی
 الہی، عمر نے کیوں کر، وفا کی
 مرے گلشن کو کیا حاجت صبا کی

-
- ۱۔ ہم اب غیر خ، خب، غ، م
 - ۲۔ بیج ہو یہی، پیر میں نے سنا اور ہی کچھ ہے
 - ۳۔ کہتا ہوں کہ قاصد نے کہا اور ہی کچھ ہے
 - ۴۔ متن میں مندرجہ ذیل سنو درج ہے
- خ، خا، خب، خج، خد، ما
 خ، خب، غ، م
 خ، خا، خب، خج، خد، م، ما
 کہتے ہیں جسے مرگ، وہ کیا اور ہی کچھ ہے

نہ ہوتی تیرے مڑنگاں سے علاوہ
 تری آنکھوں میں گھر کرتی ہے کیوں کر
 ملائک کہہ رہے ہیں، باہم آمیں
 لایا جھوٹ کر عثم نے جو ہم کو
 نہ ہو گر جشمِ خوباں کا، فرما
 رہا ناظم، کوئی دن اور زندہ
 ترے ٹاؤں نے سننا ہوں دھاک کی

(۱۲۹)

ان کو گھر کا پتہ دیا میں نے ۳
 بیڑہ کے ڈھ نام غیر سے ان کو
 جان دی گو ترپ کے، بیرلم کو
 خط تو بھیجا، ملکہ لفاغے ہر
 انس ستم گر کو ظلم سے سہ کر
 تادوئی کی رہے نہ گنجائش ۳
 ۳ لاکے اس گل کو باغ میں بلبل
 موت کو گھر بنا دیا میں نے
 حال اپنا سنا دیا میں نے
 اک تماشا دکھا دیا میں نے
 نام اپنا مشا دیا میں نے
 اور ظالم بنا دیا میں نے
 انس کو دل سے بھلا دیا میں نے
 رنگ گل کا اڑا دیا میں نے

۱۔ تیر مڑنگاں - ما
 ۲۔ پادنے - خ، غ، ۳۔ ستم گر کے جب، نج، خدم، ما
 ۴۔ سفر ہنسی ہے
 ۵۔ کو، نہ ارد
 خ، خب، خدم، غ، م
 خا

۱ اٹھ گیارہ دے میں، تو وہ بولے آج ہر وہ اٹھا دیا میں نے
 ۲ دے کے دل بار بار، اے ناظم
 زلف کا دل بڑھادیا میں نے

(۱۸۰)

صند سے وہ ہنرمے میں نہیں دیتے جا مجھے
 کس سے کروں سوال، کہ کیا کہہ رہا ہے تو
 مرنا تو ہر طرح ہے مسلم، ہراس کی تیغ
 کٹھننا ہے پترے حال کو سن کر وہ سنڈل
 ہم کو ہی جب کہ لطف مرے حال پر نہیں
 ہر جذبہ وصل غیر کا انکار جمعوت ہے ص
 نازک مزاجیوں کا نہ کر شکوہ، ہم نشیں
 آرزو کی کاجھ سے نہ ہر گز رہے گلہ
 مر جاؤں، زہر کھاؤں، نہ دوں دل گلابی باد
 میں نے جو کی حسد کی منزلت، تو آپ نے
 میں جانتا ہوں، جانتے ہیں پارسا مجھے
 ناصح، خدا کے واسطے، تو ہی بتا مجھے
 ملتی اگر گلے سے، تو ملنا مٹا مجھے
 قاصد نہ لائے ڈو، تو یہ اگر سنا مجھے
 نقد میرے ہو کسی لیے، ناصح گلا مجھے
 کہنا بیڑا لحاظ سے، لیکن، بجا مجھے
 ہے اب تو مشاق، دوست کی بھی التجا مجھے
 میری کوئی بتا دے اگر تو خطا مجھے
 ہجران کے درد و غم سے بچا لے خدا مجھے
 پیرا لے میں ہنسی کے کہا، مہربا مجھے

الفت ہری بلہ ہے، کہ ناظم بایں تمیز
 کرنی بیڑی رقیب کی بھی التجا مجھے

۱۔ اس شعر کے بجائے مندرجہ ذیل شعر درج ہے

ہنرمے اد کے اٹھ گیارہ ناظم آج ہر وہ اٹھا دیا میں نے خ، خب، غ، م
 نہ غ اد، خب میں یہ شعر مقطع کے طور پر درج ہے ۲۔ شعر نہیں ہے خ، خب، غ، م
 ۳۔ سنا مجھے خ م۔ دو، نہ اد خ

(172)

۱۔ سو نیچے خ، غ

۲۔ لٹے میں بوسے لیے اس کے اور جبا کے لیے خ، غ

لسخہ غ ایسی مصرع پر بہ لکھا ہے اور حائثہ پر مشن میں درج مصرع لکھا ہے۔ مگر حائثہ والے مصرع غالب کے خط سے نہیں ہے۔ لہٰذا گھر تھے خد یہ یہ نہیں ہے کہ کچھ ہو کسی گھر کے لیے

خ، ف، غ، م

اُس کا ہی پاس تھا کہ جیٹا مجھ سے بت کر کہ
خوف اثر بھی یار کے دل سے نکل گیا
نہم آ تو جادو صومے میں ایک دن، کہہ آ
اک جس نارواہیں ہمیں کون مولے

ناظم ہمیں نظر نہیں آتا، وگرنہ آج
اُس کو بھی سوئے خازن خمار کھینچتے

(۱۸۳)

دشمن کا بیاں دوست کے لیے اُٹے
کیا میں یہ سمجھتا ہوں، کہ تم اس سے جدا ہو
دیکھی سے تری زلف مسلسل کی درازی
دے بیٹھے ہو دل اور کو، ہمہ رد ہو میرے
یہ اور ستم ہے، کہ مجھے دینے کو الزام
رو کو تو سہی اب مجھے، الو حضرت ناصح!
بے بادہ نہیں زلیست کی صورت منظور
نہہ ہوں تیرا، مجھ کو قسم ہے بت کافر

اجھا کبو اس کو، مگر اچھا مرے اُٹے
کیوں غیر کے ملنے کی تمنا مرے اُٹے
ہے خال سے کم تر، شب بیدار مرے اُٹے
کہتے ہیں کیوں حال تم اپنا مرے اُٹے
کرتے ہیں ستم سے وہ تھا شام مرے اُٹے
لیتا ہی نہ تھا نام کسی کا مرے اُٹے
ہیں دیدہ و دل، ساغر و مینا مرے اُٹے
ہے مصحف و تسبیح و مصلیٰ مرے اُٹے

میں گوہر معنی کا خربہ اہوں، ناظم
کچھ مال نہیں دولت دنیا مرے اُٹے

۱۔ ہے ۔ غ
۲۔ اپنے کو دور مردم دیندار کھینچتے ۔ غ
غالب نے اس کی اصلاح کی ہے ۔ موجودہ متن غالب کی اصلاح کے مطابق ہے ۔ غ

کیوں اُس دہن سے جو سے کا مجھ کو سوال ہے
خوف اثر تو نالے سے ہے، گواثر ہنس
اُس مہروش سے کیا مرہ تاباں کو ہم سر
ادجیا بڑا ہے وار، تو جیر جا ہنس ضرور
جاناں سے شکوہ کیا ہے، مگر جانتا ہی ہو
اب اس طرح جلد ہوں، کہ واں مرغ نامہ برا
تقسیم جزو لا یتجزی محال ہے
سننے ہیں ہم، کہ اُن کو ہمارا خیال ہے
دورات بن کچرا مرہ کامل، کمال ہے
قاتل سلامتی سے ابھی فرد سال ہے
پوچھا اُن نہ منہ سے کہ کیا تیرا حال ہے
بہو نیچے گامیرے ساکھ، اُن تیرا بال ہے

حبّت میں شہد و شیر و گل و سیوہ ہے تو ہو
ناظم، خوشی تو یہ ہے کہ واں مے حلال ہے

ہنس کچھ وجہ بخش کی، اُن سو بھی تو بے جا ہے
خدا کا خوف ہو تو دل کی بے تابی پہ رجم آئے؟
دیکھ لیا دل، درود یوار کے آثار باقی ہیں
لغاوٹ غیر سے اُس کی جلا کر خاک کر دیتی
وہ لب نہیں ہیں، لیکن جان کیا نہیں ہیں، یہ کیا
مسیحا کی کا دم کھرتے ہو، سیج ایسے ہی ہو، لیکن
۳ مگر کیا جان پائی ہے، جو پوچھوں ماجر کیا ہے
۴ ورنہ رقص مرغ نیم بسمل بھی غاشا ہے
۵ ہوا ہر چند گھر ویراں، پہ صمرا بھر بھی صمرا ہے
سمجھتے گرنہ ہم دل میں، کہ وہ بے مہر کس کا ہے
کہ لب ہر جان ہے اور بوسہ لب کی تمنا ہے
کبھی اپنے مر لیفی غم کو بھی پوچھو، کہ کیسا ہے

۱۔ ہر غ ۲۔ ہو تو ہو خا، خب، ما

۳۔ وے خ، خب، غ، م م آدے غ، خ ۵۔ سخر نہیں ہے۔ خب

۶۔ پہ، نہ ارد خا، خب، نج، خد، ما ۷۔ لغاوٹ غیر سے دیکھ اُس کی جل کر خاک ہو جاتے۔ خ

لسو غ میں غالب تے دیکھ اُس کی جل کر خاک ہو جاتے "مکرم ز کدریا۔ موجودہ متن غالب کی اصلاح مطابقتاً"

تم اور داں روز جاؤ، ہے عہد کی قبر کا ہے کو ۳ کسی نے خاک میں گاڑا مگر جادو کا پتلا ہے
 بکے جو اس طرح، کون اس کو دال شمعہ جانے گا ۲ مجھے سودا سہی نا صبح، پہ کیا تجھ کو بھی سودا ہے
 ۴ رہے ہیں جیسے یاں عاجز نامرے لوٹے داں، ناظم
 شہیدان و فاکر صحنِ حبت، خوان لیغا ہے

(۱۸۶)

تھی غرض لبکہ ہمیں، آپ کے گھر آئے سے
 مگر کیا گو غم ہجراں سے، لیکن خوشی تہوں
 ہم نہیں پیٹ کے ہلکے، جو کہیں راز کی بات
 کیسی اکیسر کھلائی ہے محبت نے مجھے
 ہے وہ کافر نہ کہے جو، کہ صدار عشق ست
 بات توحید کی برحق ہے، جو دل میں آجائے
 ہر طرف پردے میں اس حسن کی ہے جلوہ گری
 گو بڑی ہے شب غم، پر نہ گزر جائے گی ریا
 محرم راز ازل، ان میں کوئی ہو تو ہو
 دار پر بھی ہے وہی شور انا الحق، لیکن

غیر کے گھر بھی گئے، آپ کے فرمانے سے
 خوش ہوئے ہونگے وہ دل میں مرے مر جانے سے
 پردہ مجلس میں کھلا، کل ترے شرم مانے سے
 کسیر ہوتا ہی نہیں میں کبھی غم کھانے سے
 اُٹے آواز جو ناقوس کی بت خانے سے
 ورنہ سمجھی نہیں جاتی ہے میر سمجھانے سے
 نظر آ جاتا ہے کچھ، پردے کے اکٹھا جانے سے
 قائد، اے دل سودا زدہ، بگوانے سے
 یہ جو لوگوں میں پڑے پھرتے ہیں دیوانے سے
 محتسب باز نہ آیا کبھی دھمکانے سے

وہی معبود ہے ناظم، جو ہے محبوب اپنا

کام کچھ ہم کو نہ مسجد سے نہ بت خانے سے

۱۔ گاڑھا خ۔ گاڑباغ ۲۔ مگر تجھ کو خا، خج، خد، ما

۳۔ ہے وہ کافر جو نہ کہوے خ، خ

۴۔ بات توحید کی حق ہے، پر جو دل میں آجائے۔ خ، خب، خ، م

(۱۸۷)

رونے سے ہاتھ اے دل دانا، اٹھائیے
 کیسی شفا، کہاں کی شفا، یہ بھی چند روز
 انس بت کا کو پہ، مسجد جامع ہیں ہے شیخ
 ڈرتے ہیں محتسب سے، بھلا آئے تو سہی
 مجلس کو توڑ دیجیے، میں سبکے ساتھ ہوں
 ہم سے، ہے حجاب، بلہ سے، ہوا تو آئے
 جبر لے میں بیٹھ کر، نہ کرو شیخ جی گھنڈ
 واں غمزن واد اے تو یاں بھی ہے آن تان
 کینچ گھر سے خرچ نہ بے جا اٹھائیے
 قسمت میں تھا کہ ناز مسیحا اٹھائیے
 اٹھیے اور اپنا یاں سے مصلّا اٹھائیے
 اچھی کہی، کہ ساغر د مینا اٹھائیے
 لیکن مجھے نہ ہنرم سے تنہا اٹھائیے
 چلن کو چھوڑ دیجیے، پیر دا اٹھائیے
 اد بچی ہیں ہے حقیقت، نہ سہرا تانا اٹھائیے
 سر جائیے، نہ غمزن بے جا اٹھائیے

ناظم، وہ در تک آئیں، یہ ہونی نہیں کبھی
 گھر بیٹھے بھی واں، تو منہ کیا اٹھائیے

ان یاں کی زیادہ مثالیں ملے گی

(۱۸۸)

کیوں نہ ہوں شرمندہ میں غم خوار سے
 اٹھ گئے ہمسائے سے، وہ اب کہاں
 بھونک دو یاں گرخس و خاشاک ہیں
 بیچ میں لا ڈالتے ہو ذکر قتل
 نام نا لے کا نہ لے، اے عند لبیب
 گم گم نہ نے کو چے کو دریا کر دیا
 کوئی بچتا ہے کب اک آزار سے
 دیکھ لیںار وزن دیوار سے
 دور کیوں پھینکو ہمیں گلزار سے
 کاٹتے ہو بات ہم تلوار سے
 گم نہ ٹپکے خوں، تری منقار سے
 دیکھیے قاصد کب آئے پار سے

۱۔ عشوہ دادا خا غمزن ادا خب ۲۔ آن بان - ما
 ۳۔ پہ ناز نہ بیجا۔ خ، خب، غم ۴۔ شہر ہیں ہے ما ۵۔ آدے خ، خب، غم

کوہ کن نے گرنے والی جوئے شیر ق تیز کر کے جیسے کو کوہ سار سے
 بیستوں کو تلخ م خوں کر دیا ہم نے اپنی تیزی و فتار سے
 شو کا چہرہ جا ہے اور شاہ عمر کی قدر
 خوش ہوئے ناظم کے ہم دربار سے

(۱۸۹)

ہم کو ہر کس جلوہ گہ طور پہنچ ہے
 افسانہ مجنوں سے نہیں کم مراقبہ م
 کعبہ کو چلے جائیں درد دست سے الٹ کر
 وہ میری عیادت کو ضرور آئیں گے ہمدم
 کھلنے سے کھلے اُس کے دکھ کیوں دل بلب
 دعوت سے مستز ہوئے طاعت سے میسر م
 مشترک کہے عاشق کو، جوئے نام خدا کا م
 یہود ات تو جیتے رہیں امید سحر پر
 ناظم میں پڑھاتا اُسے غالب کے قصائد
 افسوس، کہ خاقانی مغفور نہیں ہے

(۱۹۰)

کس مہر و ش کا آج اے انتظار ہے
 اس کی چمک کے ساتھ وہ کیوں قطرہ بار ہے
 ماہ دو ہفتہ، دیدن شب زندہ دار ہے
 کیا برق نشتر رگ ابر بہار ہے

۱۔ کر کر خ، خ، م، ۲۔ جو خ، غالب نے جو کلمات کر کر بنا دیا۔ خ

کس بات کا ہے وعدہ وعدہ سے، خبر نہیں م یہ جانتے ہیں ہم، کہ وہ امیدوار ہے
چیں، جسیں و چشمک و حرف و سخن کہاں م مانا کہ گل، نمونہ روتے لغار ہے
ہے دل میں ذوق دشت نور دی بکھرا ہوا م با آنکہ پائے آبلہ فرسا فگار ہے
نہتے ہیں ذکر خیر ہم اس کی زباں سے ادر م سہم جانتے ہو، غیر بڑا راز دار ہے
جلتی ہے سوز دل سے مری خاک پر، ہوا م سب کو گمان پر تو شمع منرا ہے
لڑے گراں طرف سے تو ہو کیا خبر جمے م میری طرف سے عہد وفا استوار ہے

ناظم، کبھی نہ کوچے میں تیرے قدم اکٹھے
بے چارہ کیا کرے، کہ ہیرو گزار ہے

(۱۹۱)

بکھر جائیں گراں سے ہم، تو کیا ہے م کیا وہ بہت سنگ دل خدا ہے
ہے گوشتے میں حجب کو کیر عالم م آئینہ میرا جہاں نما ہے
لڑے گراں نہ عمر بکھر توقع م سمجھا ہوں، کہ دیر آشنا ہے
گراں کیے، کہ ناسزا نہ کیے م کہتے ہیں، یہی تری سزا ہے
ہے بزم میں حجب پیراں کو چشمک م کیا تو نے عدد سے کچھ کہا ہے
کیا غم، گراں رازے دلوں کے پرزے م پیغام، حوالہ صبا ہے
اللہ رازے درازی سب غم م پوچھو تو کوئی کہ کیا بجا ہے؟
کیوں اس کو کہے کوئی سب تار م وہ زلف کیہ بری بلا ہے
الجھاؤ ہے دم کے ٹوٹنے کا م نالہ تو میرا بہت رسا ہے

۱۔ توڑے م
۲۔ یہ خ، غ

کیوں کر مرنہ سے ہو نہ ٹپکے دل خستہ نادکِ جفا ہے
۴ پڑھتا ہے، شراب پی کے لاجول
ناظمِ رندوں میں پارِ مہا ہے

(۱۹۲)

کیوں پوچھوں، دیر کیوں تجھے ۱ نامہ بہر ہوئی
تھی بات کیا، کہ صبی کی نہ مجھ کو خبر ہوئی
ہوتا مسنون و سکر کا مجھ پر گماں ضرور ۴
اجھا ہوا، کہ آہ مری بے اثر ہوئی
منزل پہ بھی پہنچ کے، ہارا وہ میں پڑا ۴
کیا خوب، بھر جادو صمرا لبر ہوئی
مہر و وفا کو کوئی نہ اچھا کہے، کھلا ۴
آزادگی ہوئی بھی تو کس بات پر ہوئی
۱ کر جو بوسہ لب شیریں کیا سکوت
کیوں کہ، رہے ہیں لوگ، کہ آتی ہیں نظر ۴
کیا میری زندگی بھی بتوں کی مکہ ہوئی
میں اور ہزمِ غیر میں جاتا، خدائی شان
دیارِ یار کے لیے حاجت مگر ہوئی
عم سے نہ ہو مواخذہ، یہ اور بات ہے ۴
پہر کیا کہو گئے ظلم کی پریش اگر ہوئی
شب ہائے بہر میں کہیں اس کا پتہ نہ تھا
بچہ کیوں شب وصال کی ناظم، سکر ہوئی

(۱۹۳)

خستہ پیکانِ غم، ہر ایک جوان دیر ہے
اور بچہ دیکھو تو ترکش ہی میں پنہاں پڑے
ہم نے چاہا تھا، کہ شاخِ کد میں لٹکائے
جا کے قمری کا قفس دیکھا تو جلز و خیر ہے
غیر کیا عاجز ہے مجھ سے، اس سے ہنسا ہوا ۴
سمر سیکے گا، گراؤں کا تالہ بے تاثیر ہے

۱۔ 'ہے' نہ ارد، فج ۲۔ جانا۔ جب، غم ۳۔ پناہ میں۔ ما ۴۔ غالب نے ہر ایک کا الف مشا، یا - غ

عشق میں ہے حجب کو مٹیس دو کون دونوں میں
 رانی پر ہے جن کو تکیہ، دکھ میں ہیں وہ مگر کھر
 جب ہنس پاتا مقابل، پھر مشاء بنا ہے چرخ
 لی جو چٹلی ران میں، غصے سے جھپکا اور رنگ ۴
 دل میں ہے شوق شہادت، کعبے جا کر کیا کریں
 ہاتھ میں تیشہ بھی ہو اگر یادوں میں زنجیر ہے
 قمریہ رمال کے تن میں رگ جوں میں ہے
 ماہ گویا، اس رخ پر نور کی نقویر ہے
 ان کی شمع حسن کی گویا یہی گلگیر ہے
 ہم کو محراب شہادت، وہ خم شمشیر ہے
 ہے ظربے شک، وہ الفت میں ناظم، ورنہ کیوں
 راہ رو کے روکنے کو، خار دامن گیر ہے

(۱۹۲)

کہتے ہیں تجھے لوگ، کہ تو سرور داں ہے
 شرمندہ ہنس گرتی قامت سے قیامت
 ہے توڑ سوا اس سے، ترے پیرا کا
 جس وقت جھپکتی ہے، تو جھپ جاتے ہو ذکر ۴
 گاہے نہ کھینسا دام میں، میرے کوئی طائر
 زاہد ہے اگر معتلف حبرہ مسجد
 مقدار میں اک قطرہ خوں بیش ہنس دل ۴
 ہرکلا نے میں گھبراتے ہیں، گھبرائیں نہ کیوں کر ۴
 دیکھیں تو سہی، سرو میں رفتار کہاں ہے
 بے وجہ پس پردہ نقدیر نہاں ہے
 ہر چہ کہ جلد قضا سخت کہاں ہے
 کیا برق پہ تم کو، مرے نالے کا گماں ہے
 حلقے کی گرہ میں یہی چشم نگراں ہے
 آرام گاہ انبا بھی دو پیر مغال ہے
 حیراں ہوں کہاں سے منترہ نوناہشاں ہے
 بار سخن ان کے لب نازک پگراں ہے
 روکوں گا تو کیا دل پہ غضب ڈھائے ناظم
 یہ اشک، جویوں آنکھ سے دن رات رواں ہے

یہ تو مانا کہ قیامت ہوگی وصل کی بھی کوئی صورت ہوگی
 بوجھنے آئیں گے، پر جب کہ مجھے بات کرنے کی نہ طاقت ہوگی
 بوسہ لب تو دیا، کیا کہنا م کیسے، کچھ بڑھ کے بھی بہت ہوگی
 بدگماں میں ہوں، وہ بدوضع نہیں کیوں اُسے غیر سے الفت ہوگی
 نامہ ہر ہو کے ذلیل آتا ہے م خیر، اگے کو نصیحت ہوگی
 ببولی دیکھی جو صراحتی ہے کی م میں نے جانا مری قسمت ہوگی
 اگلو بہت ہیں، یہ کرم کے آگے کیا گناہوں کی حقیقت ہوگی
 واعظ! توبہ کی جلدی کیا ہے یہ بھی کر لیں گے جو فرصت ہوگی
 میں سمجھتا تھا، کہ وہ خوش ہوں گے م میرے مرنے کی جو شہرت ہوگی
 غیر سنتے ہی ہوا شادی مرگ م خاک اب ان کو مسرت ہوگی

ہے شب ہجر میں ناظم بے چین
 ہم نشینوں پہ مصیبت ہوگی

کہہ رہے ہیں مرے غم خوار، خدا خیر کرے م کیا ہوا ہے مجھے آزار، خدا خیر کرے
 دن نہ ہوں اس کے طرف دار، بہ امکان نہیں بڑھ گئی غیر سے تکرار، خدا خیر کرے
 طاق پر جنبش ابہر کو دھرا، بنے دو م ادھلی پڑتی ہے دہ تلوار، خدا خیر کرے
 یوں تو کسی کو خبر اس کی ہے کہ کل کیا ہوگا ہر کچھ اچھے نہیں آئند، خدا خیر کرے

۱۔ ذلیل ہوتا ہے۔ خ۔ ہیں بہت گرجے۔۔۔ خا، خج، خدا، ما

۳۔ اب ان کی مسرت ہوگی خدا م۔ مہتی۔ خدا

یوں ہی ادنا ہے تو گھر کیا، کہ نہیں جان لی خیر
 جھک رہے ہیں درود یوار، خدا خیر کرے
 میں ہوسک پیشہ نہیں، اس سے بچوں کا تو سہی ۴۴
 پیر ہے دلا لہ طرح دار، خدا خیر کرے
 نہ معرض خیر سے تم کو، نہ خدا کے قائل ۴۵
 کیوں کہا کرتے ہو ہر بار، خدا خیر کرے
 کوچہ گردی میں ہوئی شام، پھر آفت آئی ۴۶
 خانہ تنگ و شب تار، خدا خیر کرے
 گریہ نے شہر کو چلنے نہ دیا تھا، آگے
 پھر ہوا نالہ شرر بار، خدا خیر کرے
 سن چکا ہوں کہ ملہ حضرت موسیٰ کو جواب
 پھر بھی ہوں طالب دیدار، خدا خیر کرے

داں تو کہتے ہیں، چلہ کیوں نہیں آتا ناظم
 یاں نہیں طاقت و فتار، خدا خیر کرے

(۱۹۷)

کہا میں نے کہ 'بیدل ہوں، کہا یہ قول باطل ہے' ۴
 زباں ہے سب کے منہ میں، اور سب کے سینے میں دل ہے
 گلستاں ہے غلی اُس شوخ کی، اور اُس گلستاں میں
 نغان عاشقان زار، گلبانگ عنادل ہے
 کنارہ قلزم غم کا نہیں، ہم بھی سمجھتے ہیں ۳
 جہاں ڈوبے گی کشتی، داں سمجھ لیں گے کہ ساحل ہے
 جو شادی مرگ ہوں، تو شاد پائیں، کام دل تو خوش ۴
 تم آؤ، پھر ہمارا ہر طرح مقصود حاصل ہے
 ملا کر منہ سے منہ، بوسہ دقن کا دے لے کہتے ہیں
 جو مانگے روز و شب خود بکریں اکوئی اُس سے کیا مانگے
 ہوئی گو کبک میں رفتار، پیر قامت کہاں پایا
 ۳ کنوئیں کا پیا سے تک آنا، کوئی کیا امر مشکل ہے
 ۴ وہ و خور کا نہ در یوزن ہیں، اور جرخ سال ہے
 ۵ ملہ گوسرو کو قامت، مگر وہ پائے در گل ہے

۱۔ چلنے۔ خد ۲۔ 'میں' نہ ارد خب

۳۔ پیا سے پاس کیا آنا کنوئیں کا امر مشکل ہے خ۔ غ نوٹ: 'اگر پیا سے کے لفظ میں یا لے تختانی
 کا اعلان نہ منظور ہو تو آغاز مصرع میں کاف لکھ دیجیے' غالب یعنی مصرع اک طرح کر لیا جائے
 'کہ پیا سے پاس کیا آنا کنوئیں کا امر مشکل ہے، خا، خب م لم بکریں اُس سے کوئی کیا مانگے خ۔ ۵۔ ۶۔ گر خ

نڑ تباہی طرح قبلہ غا ہے اپنے خانے میں ۴ لمحہ میں گذرے غم کو بھی دالم رقص بسمل ہے
 سفر کو گھر سے کیوں نکلا تھا، جو رہ جائے داں تھک کر
 طریق عشق میں حبت بھی ناظم، ایک منزل ہے

(۱۹۸)

اگر فقیر کی حاجت روا نہیں کرتے تو اس کو منہ پہ برا بھی کہا نہیں کرتے
 کہے یہ کون، کہ تم کیوں وفا نہیں کرتے ۴ وہ کیا کہیں گے، مگر یہ، کہ جا نہیں کرتے
 سہارے دام و قفس کی یہ کچھ نگہبانی علاج طاثر رنگ حنا نہیں کرتے
 جھٹس لے بھی تو اس گے ہم ان کے در پہ پڑے صند اڑی ہے کہ عجب کو رہا نہیں کرتے
 وہ کون ہیں کہ جو محبوب کے ستم سہہ کر زبان کو زمرہ سنج دعا نہیں کرتے
 نہیں جو غریب اور ان میں ربط سلہ و تحفی تو کیوں وہ آپ سے اک کو جدا نہیں کرتے
 کر میں وہ ہم سے برائی، کہیں برا، اچھا ۴ ہم ہیں کو کہتے ہیں اچھا، برا نہیں کرتے
 عہد ہو دوست، نہیں، آؤ قتل کر جاؤ ۴ یہ کیا، کہ حق عداوت ادا نہیں کرتے
 وہ جھک رہا ہے تو کچھ ہم بھی جھک کے چلتے ہیں دگر نہ چرخ کی ہم التجا نہیں کرتے
 وہ جانتے ہیں، مرے کا تو ہم جلا لیں گے ۴ یہی سبب ہے کہ میری دوا نہیں کرتے

۴ ہم اپنی جال سے بہ نام ہو گئے، ناظم
 یہ اہل صومہ چھپ چھپ کے کیا نہیں کرتے

(۱۹۹)

سمجھتے لوگ ہیں کہنے سے بے قرار کسے دکھاؤں پیروں دل کے تیز خار کسے
 دہ اپنے وعدے کے سچے ہیں، آئیں گے، لیکن مجال صبر کہاں، تاب انتہا، کسے

عصبت ہے خوف شغابت، بس آکے مل جاؤ م
 نہ دل سے نالہ رکے اور نہ آنکھ سے آنسو
 عس نے میکہ میں شیشہ ہائے مے توڑا
 سوارے خاک ہیں اصل آفرینش خلق
 اگر کہوں کہ نہیں تم سے غیر کا دل صاف م
 نہ نہ لہ سنج، نہ شاز، نہ شوخ طبع رقیب
 درازی شب ہجران، خلاف عادت ہے م
 ہوئے ہیں خاک نشینوں کے خار لبر کبر
 رہے ہیں یاد ستم ہائے بے شمار کسے
 کوئی کہو، کہ کہے کوئی راز دار کسے
 پسند آئے یہ ابرنگار بار کسے
 ہرا ہرا پنہ سمجھتے ہیں خاکسار کسے
 کہیں گے غیر کے دل پر ہے اختیار کسے
 دیا ہے آپ نے خلوت میں اپنی بار کسے
 کہے بھی کوئی، تو آتا ہے اعتبار کسے
 کہو کہ اس نہیں باد نو بہار کسے
 ملا ہے مے کرے کا در، کھلا ہوا ناظم
 بھرادر کہتے ہیں تا بندہ کردگار کسے

(۲۰۰)

کب میں نے کسی بات پہ تکرار نکالی
 گو دیکھنے کو آئے تھے، دیکھا کہ ہوا کیا
 یہ بھی نہ گئی پیش، وہ بولے ہی نہ ہرگز
 ہے جلوہ فردوسی کی دکان، یہ جواب اس نے
 خنجر سے گلا کھٹے، ہم اُف نہ کریں گے م
 ذکر اس لب شرم کا ہوا کب، کہ تڑپ کر
 رونے نے مرے سیکڑوں کو ڈھاد ہے بلکی
 شرمندہ ہوں تجھ سے، کہ جہاں بیٹھ گیا میں
 تو وہ ہے، کہ گھر ہم در گلزار سے نکلے ق
 دیکھا مجھے اور آپ نے تلوار نکالی
 دل کی ہوس، اے طالب دیدار نکالی
 کچھ بات اگر غیر کی ناچار نکالی
 دیوار میں گھڑی، سر بازار نکالی
 یہ قطع تعلق کی بری مار نکالی
 طوطی نے قفس میں سے نہ منقار نکالی
 کیا راہ ترے کوچے کی ہموار نکالی
 نقویر تری جیب سے سو بار نکالی
 کیوں باغ گیا تھا، یہی تکرار نکالی

ہم وہ ہیں کہ بد وضع تری روز نئی بات سنتے رہے پر منہ سے نہ رہا نہ لکالی
 صفا ناظم نے، کہ وہ فارس میں ان سخی ہے
 شہدیز قلم کی نئی رفتار لکالی

(۲۰۱)

دل کے دل، مل گئی دلبر کی طبیعت مجھ سے
 یہ بھی قدرت ہے خدا کی، کہ پیئے دفع ملال
 بار محفل میں نہ ملتا تھا کسی دن، اور اب
 تجھ سے بے زار ہے معشوق، تو مایوس نہ ہو
 جس طرح تیرے سبب سے ہے وہ اب شہرِ شہر
 اس کا منہ دیکھو، آئیے میں دیکھ اپنا منہ
 دشمنوں پر تیرے کیا قہر خدا کا ہے، کہ روز
 کیوں اسی سے ہنسی کہتا ہے، کہ بے جا غرور ہے
 رات روپیٹ کے کٹتی ہے، جہاں صبح ہوئی
 جب یہ خونابہ لب لعل سے تیرے ٹپکے
 پر مزا یہ ہے، کہ دم دینے کو بھولا بن کر
 بارے اس شوخ کا حال، آنکھ سے دیکھا ناظم
 سن کے رنجیدہ عبت ہوئے تھے حضرت مجھ سے

۱۔ نوٹ: غ

”سبحان اللہ! اس غزل میں معشوق کے عاشق ہونے کا بیان لیا خوب ہے۔ اگرچہ معشوق
 کے معشوق کو مخاطب نہیں کیا مگر معشوق کو کس کس لطف سے سمجھایا ہے۔“ غالب

(۲۰۲)

ہم کو بے چینی میں بھی آرام ہے ۴ دور سا غرگرددش ایام ہے
 آتشِ نغم سے کلیجہ پک گیا زلمیت کا اب تک خیال خام ہے
 صید کا رہتا ہے دائم انتظار ورنہ کیوں بے خواب، چشمِ دام ہے
 زلف ہوتی ہے کہاں اتنی سیاہ یہ میری روزِ نسیم کی شام ہے
 شیشے پر موقوف کیوں ہو کئی خم میں داں ہے، ہاتھ میں یاں جام ہے
 واسطے مرنے کے ہم بیدار ہوئے زندگانی موت کا پیغام ہے
 ابتداءے عشق میں ہوں منتہی ۳ میرا آغاز، اور کا انجام ہے
 کل کہا میں نے، کہ اے نامہاں! آدمی کو آدمی سے کام ہے
 دیکھ تو کب سے یہ تیرا درمزد عشق میں رسوائے خاص و عام ہے
 جانتا ہے تو بھی آیا یا نہیں کوئی تیرا عاشق نا کام ہے
 سن کے ساری داستان بولے، کہ ہاں
 آپ کا یوسف علی خاں نام ہے

(۲۰۳)

ان بتوں کو تو بیری چہرہ بنایا تو نے ۴ فکر کچھ کی ہے ہماری بھی، خدا یا تو نے
 زندگی میں مجھے درپیر سے اٹھایا سو بار بے وفامر گئے، پیر کیوں نہ اٹھایا تو نے
 واہ جی واہ، بنایا پردہ ہے، سبحان اللہ! آپ کو حجب سے مرے دل میں چھپایا تو نے
 سننے جاتے تھے مگر سننے تھے چپکے چپکے کس کو رو رو کے نغمہ درد سنایا تو نے
 سن کے فریاد، گلی میں لعل آیا، لیکن ۳ میں وہ لاغر ہوں کہ ڈھونڈھا تو نہ پایا تو نے

رشتہ شمعِ فردزاں ہے مری سبغ، طیب! تو ہی جانے گا، اگر ہاک لگایا تو نے
 بھینس رہا تھا دل سودا زدن، اپنے دیتا کھول کر زلف، عبت فقہ بڑھایا تو نے
 حیلہ پیر دی شریع کہاں سے سیکھا؟ ۴۴۴ قبر عاشق کا نشان خوب مٹایا تو نے
 میں خفا ہو کے جو محفل سے چلا آیا تھا ۴ آج کہتے ہیں کہ کل زہر نہ کھایا تو نے
 اتونے حق، کہ تو نے جو نچائی اعلیٰ غیر سمجھا، کہ اشارے سے بلا یا تو نے
 کی کھدائی بھی تو کس نثر دہنہ، کہ سالہ ۴۴۴ سخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگایا تو نے
 جان دی مفت، غم بپردہ نشیں میں ناظم
 ہائے نادان، کہاں جی کو لگایا تو نے

(۲۰۲)

بنائے عمر سے اٹھتا ہمار دیکھ چکے یہی خزاں ہے تو ہم پھر بہار دیکھ چکے
 بچے گی نشہ صباے غم سے کیوں کہ جان جڑھاؤ یہ ہے تو اس کا اتار دیکھ چکے
 دکھاؤں اہ شہر ریز کی بھی تم کو میر دیکھ چکے
 وہ اپنی ضد کے ہیں پورے، نہ آئیں گے ہرگز بس ان کی راہ ہم اے غم گسار دیکھ چکے
 اگرچہ آئے قیامت، مگر سحر تو ہو بہت مصیبت شب ہائے تار دیکھ چکے
 تنگ اراد نہ کیوں، جب ارادے میر کی خدا دکھائے ہمیں ارادے منزل مقصود
 ہوا کہ ہر کی ہے، تم لاگہ بار دیکھ چکے
 عذاب تشنگی و زخم خار، دیکھ چکے

۱۔ شعر لکھ کر قلم زد نہ دیا لیا۔ خا

حالیہ پیر درج ہے "ابن شعر تفرسیت، عوض ابن شعر، بیکہ بابہ" مگر شعر کی جگہ خالی ہے۔ خا

۲۔ اہ شہر بار۔ خا

۳۔ قیامت یہ صبح ہو تو سہی خا، غم۔ یہ صبح ہو تو لکھ کر قلم زد نہ دیا لیا اور "مگر سحر تو ہو لکھ دیا لیا۔ خا

یہ آرزو ہے کہ دیکھیں جمال شاہد غیب طلسم سازی ہیل و نہار دیکھ چکے
ہمیں قیامت قامت کا غم ہیں، ناظم
شب خزاں میں روز شمار دیکھ چکے

(۲۰۵)

یوں تو جھوٹا اُن کو ہر کسی سے ہے
دوست بن کر ہمیں بناتے ہیں ۴
دل لگا کر کوئی مرے کہ جیسے
دیکھ تو آئینے میں تیرا عکس
کیوں چھپاتا ہے حال رنجش غیر
قتل کر، تا شہید ہو کے مروں ۴
گھر نہیں تو غزال وادی حسن
گھر نہیں تو نہال گلشن ناز
ہیں وہ کہنے میں غیر کے ہیہات!
مدد مجھ کو مدد ہی سے ہے

میرا اُن کا معاملہ، ناظم
کچھ جد اجنگ و آشتی سے ہے

(۲۰۶)

اک جہاں، کشتہ؟ انداز خود آرائی ہے ۴
ہم تو پردائے قائل ہیں، کہ چھپا جل جالے
لیا غم عشق ہی کھتا بار امانت، یارب!
ہزم میں آج ہے اقصاں وہ پری چہرہ، جیسے ۴
آپ جو چاہیں کہیں، آپ کی بن آئی ہے
بلبل نغمہ سرا، عاشقِ عوغائی ہے
کہ ہمیں اس کے اٹھانے کی توانائی ہے
دور سے صورت دیوار، تماشا ہے

ہم میں بھی ہے یہ کرامات، کہ بے موت مریں ۴ مگر ہمیں دعویٰ اعجاز مسیحائی ہے
 کعبہ و دیر جلیں مجھ سے نہ کیوں کر، کہ مجھے ۴ نیزے دروازے پر اُنٹ جس سائی ہے
 وہ ستم پیشہ بھلا کس کو و فادار کہے ۴ جو سمجھنا ہو کہ پروانہ بھی ہر جاائی ہے
 احکم کرتے ہیں انسان پہ، جب تک نہ مرے ۴ جانتے ہیں، کہ ابھی تاب شکلیبائی ہے

عمیش کی ہجر میں بھی خوہن جیٹتی، ناظم
 ساغر بادہ، چراغ شب سنہائی ہے

(۲۰۷)

گزرے گی شغل حیلہ تراشی میں شب مجھے ۴ جانا ہے بزم یار میں کل، بے طلب مجھے
 یہ لب کی ناز کی ہے، کہ نکلا نہیں ابھی ۴ آنے لگا نظر، وہ خط لبنت لب مجھے
 کیا بد بلا ہے، لذت آزار، الاماں ۴ آرزو وہ ہوں ستائش نہ کر، بے سبب مجھے
 آئے ہو ایسے وقت، کہ اتنی نہیں مجال ۴ جو میں کہوں، کہ پوچھنے آئے ہو کب مجھے
 ۲ اد تہذو! میں عاشق نازک مزاج ہوں ۴ ہر گز نہیں ہے تاب لگاؤ غضب مجھے
 و اعطا احرام کار نہیں ہیں، نہ تو الجھ ۴ ہے قصیدہ عقدِ شرعی بنت الحب مجھے
 بترے غم فراق کی بوجھو ٹٹنے نہ دی ۴ سمجھے، ہے ستم زدہ دہر سب مجھے
 ہم عذر ستم فریب و تمنائے صلح جھوٹ ۴ صحبت بگڑ گئی تو بناتے ہیں اب مجھے

آبِ حیات سے نہیں مطلب تمام عمر
 ناظم، بلائے جاں ہے یہ ذوق طلب مجھے

-
- ۱۔ یہ خ
 ۲۔ عاشق تو میں ضرور یہ نازک مزاج ہوں۔ خ، فب، غ، م
 ۳۔ نے۔ ما
 ۴۔ شہر حاشیہ پر درج ہے۔ خا
 ۵۔ تمنائے وصل جھوٹ۔ فب

شب کو مدد پہنچنے کی تنویر دیکھ لی گویا تہوار کے چہرے کی لغو میر دیکھ لی
 رام انس پیری کے ہونے کا کس کو خیال تھا ہم نے بھی کبیر دعوت و تسخیر دیکھ لی
 نے آسمان ہلا نہ زمین بہ گئی تمام نالے کی تاب، اشک کی تو قیر دیکھ لی
 ہے غیر سخت جاں، نہ کراہد کا نام ہر مجھ پر تو نے برش شمشیر دیکھ لی
 دی داد جو لے آب نے، قمری کے طوق کی سر دھجی کے پاؤں میں زنجیر دیکھ لی
 پیچ ہے اگر کچھ آہ کی تاثیر دیکھتے کہتے نہ تم، کہ آہ کی تاثیر دیکھ لی
 آشوب گاہ فتنہ میں، بچنا محال ہے خال بیاض دیدہ و نخچیر دیکھ لی
 ثابت قدم کے خبر بہراں گلے لگا بھاگے ہوئے سے سرزنش تر دیکھ لی
 ناظم، خدا بہ جیو! یہ سب کار بار کو
 تشویش جاں گداز ی نہ ہر دیکھ لی

ہے اندھیری اور ادھی رات ہے آج داں جانے کی اچھی گھات ہے
 سن تو لیتے ہیں، نہ مائیں گرجیاں کیوں ہیں سننے ہو، یہ کیا بات ہے
 روز کیوں کھاتا ہوں میں دو چار زخم رزق میرا کیا کھنارے ہات ہے
 نامہ ہر مشعل سے دکھتا ہے قدم ایسی کیا بھاری کوئی سوغات ہے
 ہے وہ غفلت جس کو ہم سمجھے ہیں چین در نہ دنیا موردِ آفات ہے
 تنگ ہوں جینے سے، اب مرنا کہاں ۴۴۴ نصیق ہو جانے میں بھتی مات ہے

۱۔ کار بار خدا - ۲۔ پیچ بے رخ ہونے میں بچتا مات ہے۔ خ
 نسخہ غ میں پیچ بے رخ ہونے میں بچتا مات ہے۔ کھا۔ غالب نے پیچ بے رخ ہو گا ٹر نصیق ہو جا "نبا یا
 اور بچتا" کا ٹر بھتی لکھ دیا

ہم ہی داں جاتے ہیں گروہ یاں نہ آئیں اس میں کیا گھسی ہماری ذات ہے
 ایسے دن کی رات کیا ہوگی، خدا! م دن ہمارا اک اندھیری رات ہے
 خوب ہے کشمیر کی ناظم بہار
 اُس سے بہتر نہذ کی بہسات ہے

(۲۱۰)

کھینچو نہ دل سے تیر کو، اس پیچ دتاب سے م کیا کچھ ثواب ہے مرا مرنا، عذاب سے
 رکھیے نہ مدعی کے دکھانے کے واسطے م خطا پر طہ کے چاک کیجیے، گدرا جواب سے
 صبح شب وصال میں پائی جو بڑے زلف لپٹی نسیم صبح، مری رخت خواب سے
 افراط ہے میں جان گئی ہے مقام شکر بیما نہ محرم کا بھی ہوا، پھر شراب سے
 ریزش عرق کی اس رخ روشنی سے دیکھنا اختر ٹپک رہے ہیں پڑے آفتاب سے
 جب دل جلے، تو دیدہ مقرر ہو اشک ریز خونا بہ کیوں نہ آگ پہ ٹپکے کہاں سے
 کھوتی ہے بے قراری دل، آہ کا اثر توڑے وہ تیر کیا، جو چھٹے اضطراب سے
 کہتا ہوں، کہ عاشق نازک مزاج ہوں دیکھو مری طرف نہ نگاہ عتاب سے
 ہے قول پیر دہر، کہ ہنگام ہے کشی دست دہن کو چاہیے دھونا گلاب سے

م ناظم، یہ شام ہجر ہے، اس کی سحر بینی
 کیا وصل کی ہے رات، کہ گزرتے رشتاب سے

۱۔ مے سے جان ۔ فب

۲۔ کہتے ہیں ۔ خد

(۲۱۱)

۱۔ بے سبب کشندے خلیٰ! آفریں تجھے ۴ کیا خوش ہوا بنا کے جہاں! آفریں تجھے
 ۲۔ کس سے کہوں، کہ کس سے مجھے اڑا ہے کام ۴ تو سب جگہ ہے، میں نے نہ دیکھا کہیں تجھے
 ۳۔ یہ بھی تو میں سنوں، کہ کہا جاتے ہو کیا ۴ سو بار کہ چلے ہو، کہ کہتا ہوں تجھے
 ۱۔ بے بائے نقش یار، ستم کاٹاں ہے تو ۴ سمجھا ہوا ہوں سیلی روئے زمیں تجھے
 ۲۔ روئے شگفتہ کو بھی کبھی آئینے میں دیکھ ۴ جانا کہ زہیب دیتی ہے چین، جیسں تجھے
 ۳۔ مرگ رقیب، موجب غم ہو، خدا کرے ۴ پایا ہے آج میں نے کچھ اندوہ گیسں تجھے
 ۴۔ مانا ہے مجھ کو قیس، بیا باں نور دے ۴ گریبانقی ہے سیلی صحل نشیں تجھے
 ۵۔ مارا ہے اک طرح، کہ عجب کیا ہے، گر نہ ہو ۴ محشر میں زندہ ہونے کا میرے یقیں تجھے
 ناظم، ہرب کعبہ، کہ عاشق ہوں ہے تو
 گریبا سے ہے تفرقہ مہر و کیں تجھے

(۲۱۲)

۱۔ بادہ ہم سے کب وہ بت عشوہ گر کھلے ۴ ناخن سے موج دے کے یہ عقدہ منکر کھلے
 ۲۔ جو چاہے حق سے مانگ، تری آنکھ گر کھلے ۴ درہاے آسماں ہیں بوقت سحر کھلے
 ۳۔ دل کے لشکر منہ نے کر دیا مقام ۴ کھیرتے ہیں بعد فتح، سپاہی مگر کھلے
 ۴۔ پیش آمد نسیم و صبا ہے، عذو کی موت ۴ کوچے تک آئیں گھر سے وہ یوں موئے سحر کھلے
 دیدار نے کیا مجھے لفقار کا حریص ۴ ہوں منتظر، کہ کب در گنج گھر کھلے

۱۔ گو تو کہاں ہوں، پہ نہ دیکھا کہیں تجھے خ، خ، خ، غ، م

۲۔ گر پوچھتی - خ گر پوچتی ہے خ، خ، غ، م

نوٹ: "یہاں پوچنا بمعنی پرسش ہے۔ پوچھنا بمعنی پرسش ہوں۔" غالب ۳۔ اگر خا، ما

کیوں محو ہو نہ طالب دیدار، دیکھ کر
 کیا جبر و اختیار کی اچھی مثال ہے ۴
 وہ ہم کو دیکھتا ہے، نہ دیکھیں اگر جبریم ۴
 ۴ دیکھیں تو کس طرح نہیں آتا ہے اُن کو رحم
 ناظم، کل اُن کے سامنے زخم جگر کھلے

(۲۱۳)

جب کہ جاناں سے محبت ہے مجھے
 صورت کی آئی ہے نالے سے صدا
 غم نہ گھبراؤ، نہ تہمت سے ڈر
 کیوں نہیں کرتے ہو حشمت کا علاج
 جو نہ کہنا تھا وہ سب غم نے کہا ۴
 کون کہتا ہے کہ غم دل سے سنو
 اور جو جا ہے وہ کہہ، پیر نہ کہہ
 ہے نظر میں میری وہ موئے مگر

انکھ کے دو بگردوں میں ناظم، یہ غزل
 نازش حسن طبیعت ہے مجھے

۱۔ نوٹ: ”دو بگردوں میں ناظم، یہ غزل“
 کیا اچھی صنعت دو بگردوں میں ناظم، یہ غزل۔ غالب ۱۲۔
 (پہلی بگردوں میں غائب سے سہو ہوا ہے۔ بگردوں میں ناظم، یہ غزل۔
 پس۔ راتم الحرف)

(۲۱۲)

بھبتی کہو نہ تم، رگ ابر بہار کی م کرتے ہو کیوں ہنسی منترہ اشکبار کی
 ڈرتے ہیں اپنے کوچے میں وہ گرد باد سے اچھی ہوا بندھی، مرے مشت عیار کی
 دل لے چکے ہیں، دیکھیے، تاکا ہے اور کیا کیوں کر ہے ہیں آج وہ کھیر باتیں پیار کی
 آنے کا وعدہ اس نے کیا ہو تو میں کہوں م کچھ خوشی بڑ گئی ہے مجھے انتہا کی
 سمجھے ہیں ہم اسی کو وہ آدر دشتِ مرقع ہے یہ کھٹک جو ابلہ پامیں، خار کی
 بتر نغاہ کھانے بڑھے بھی، جو دو قدم م م ہر چھی چلے گی سرمدہ دنبالہ دار کی
 مانی تھی میرے مرنے کی منت، وگرنہ کیوں م بٹتے وہ بتی آپ، چراغِ مزار کی
 نیرنگی زمانے کا کرنے لگے بیاں کیا خوب طرز ہے گلہ خورے یار کی

ناظم، کل ان کو لے کے ہم آئے تو تم نہ تھے
 عادت بری ہے عشق میں کیر و شکار کی

(۲۱۵)

آگے ہی کا سا طور ہے کیا اب کی بار بھی با ندھا ہے تم نے عہد، یہ ہے استوار بھی
 آئی صدائے صور، ہوئی صبح اور حشر م کیا جلد کٹ گئی ہے شبِ انتہا کی بھی
 محروم کیوں ہیں گئے، شرابِ طہر و سے آخر خدا کے بندے ہیں، ہم بادہ خوار بھی
 یہ نشہ وہ ہنسی ہے کہ جس کا اتنا ہو ہوتے ہیں مسست عشق کیس ہوشیار بھی
 گہری سے میرے نالے کی، بہتر لگھلگے ہموار ہو کے دشت بنے کوہِ سار بھی
 انبار ہیں غموں کے، مرے دل میں ہر طرف م اک گوشے میں بڑا ہے غمِ روزگار بھی

۱۔ کھیر، نہ ارد، خب ۲۔ "وہ آدر د یعنی سوغات" ۱۲ غ

۳۔ تو، خانج، ما۔ حاشہ پیردرج ہے۔ خد

تھا جن دنوں میں بادیہ گردی کا ہم کو ذوق تھا
 جھجکے ہیں ملا ہے اگر خارزار بھی
 ہے پاؤں کا یہ حال کہ ہر استخوان میں ہے
 ۴ پہنہاں، لبان قرعہ / مال خار بھی
 ۴۴۴ خاطر تو جمع ہے کہ ہیں بعدِ حشر موت
 ناظم، گزر ہی جائے گا روز شمار بھی

نہ تھی غم سے توقع، یوں بعد کے دم میں آنے کی
 ۴ کہاں جاتی رہی وہ خو، محبت آزمائے کی
 نہیں یاں بہر عرض حال، طاقت لب ہلانے کی
 وہ سمجھے ہیں کہ گنجائش ہے غم کے تاب لانے کی
 نہ شکوے کا بجا ہونا، نہ دعوے کا و فاجہ ہونا
 خوشی ہے اس سر اپنا ناز کو بائیں بنانے کی
 سن اے ناداں دل! ایسے بہ گماں پر کیوں مرے کوئی
 کہ مر بھی جائے تو وہ مشق سمجھے دم جبرائے کی
 جیسے گا کون تلنگ، جو غم اس کے یاس آؤ گے
 ۴ مسم سچی سہی، پیر بھڑ بھی کیا حاجت ہے کھانے کی
 وہ محفل سے اٹھا دینے کا شکوہ مٹ گیا بارے
 ۴ موئے پیر بھی انھیں ہے فکر عاشق کے اٹھانے کی
 فراق یا کیوں واقع ہوا، فصل زمستان میں
 ۴ پیڑی جو آسمان کو فکر، راتوں کے بڑھانے کی
 بھلے کیا توڑنے سے دل کے ہو گا احترار اس کو
 ۴ بنائے کعبہ کی مانی ہو منت، جس نے ڈھانے کی
 ۴ لہو ہے دل صد بارہ میں، رخسار جاناں کا
 ۴ بنا ڈالی ہے میں نے سینے میں اُٹینہ خانے کی

۴ ہوا اگر نامہ بہ رواں قتل، ہم کیوں غم گزریں ناظم
 جلو ہاتھ آئی اک تقریب اس کو چے میں جانے کی

مشا کر ہوں کیوں نہ ہم روش روزگار کے
بارے حساب روز شماری ہوا تمام
واقف بھی وہ نہیں ہے، عنان و رکاب سے
تخم کھا گیا ہے جن کو ذوق و زلف یار کا
روز جزا کے تعب بھی ہے انتہا و داد
اجساد کشتیاں کو نہ کھینکو ہری طرح
کانٹے نکالے یادوں سے میں نے، تو کیا ہوا
وعدے پہ میں جیا، تو یہ سمجھو کہ ہجر میں

ناظم، سوائے گردنہ راض ہراق
ذرا ہے ہیں اختران ملک، کس عبا کے

ہم ان کی نظر میں سمانے لگے
یہ بتری سخن سازیاں ہیں، ندیم
نہ دی غیر نے دادِ طرزِ ستم
نہ دانش درست اور نہ بنیش بجا
گیا تھا کہ ان کی خوشامد ہوں
کبھی خیر مقدم، کبھی مرجبا

مگر جب نظر بھی نہ آنے لگے
کسی پردہ کیوں احکم کھانے لگے
ستم گھر کو ہم یاد آنے لگے
دل و دیدہ دونوں کھٹکانے لگے
وہ اسٹا جمعی کو نبانے لگے
زباں پر یہ الفاظ لانے لگے

۱۔ دارِ خند ۲۔ یارِ خنج

۳۔ غزلِ سہی ہے خ ۴۔ ولے خب، غ، م ۵۔ نہ، نارد ما

کبھی میرے زبان ہوتے، ہے
کبھی لیٹ کر پاؤں پھیلے دیے
کیا میں نے جب عزم ہوس اٹھا
اپنی کھردرو پٹہ کھینچنے لگا
خدا یا! کیا کس نے ان پر ستم
وہ دم ہی کب آئے تھے، دینے تھے دم
کبھی مجھ کو نینکھا ہلا نے لگے
کبھی دیکھ کر مسکرا نے لگے
تو اکٹھے بیٹھے اور منہ چڑانے لگے
اکیں آدمی کو بلا نے لگے
الہی! یہ کیوں غل مجھ نے لگے
کہ سمجھوں مرے دم میں آنے لگے

وہ محفل میں آئیں، تو ناظم ضرور
معنی یہ اشعار گانے لگے

(۲۱۹)۱

ستم کرو ہم پر بے تحاشا، لھا ڈکس کا ہے، خوفِ ایا ہے
جو کوئی اپنا ہود شکن جاں، ہے خبردار اس سے انا ہے
نہ پوسہ دینا، نہ ساکھ سونا، بلا ہے گھر ہے دو چار ہونا
زبان کٹ جائے گھر کسی سے، ابھی ہو تیخ کتم کی تیزی
حیاں ہے ہر سودن، روئے زبیا، نہیں ہے زبیا کوئی پڑا
بجا ہے نا صح کلام تیرا، کہ کوئی سنتا نہیں کسی کی
اٹھے نہ یار سے غبار میرا، اسی میں ہے اعتبار میرا
اگر ہے گریہ تو بے اثر ہے، اگر ہے نالہ تو نار سا ہے
گنا عداوت کو ہم نے آسماں، مگر محبت ہری بلا ہے
محبت ہے ہم کو عہد و کار دنا، وہ سنگدل کس کا آشنا ہے
کمال یہ ہے کہ خستگی میں، ہمارا منہ کور جا بجا ہے
جسے سمجھتے ہو چشم بینا، اسی کے پردے میں وہ چھپا ہے
جو کوئی رشتہ، تو ہم بھی کہتے، کہ غم نے کھانے میں لیا مڑا ہے
یہیں بنانا منزار میرا، جہاں کہ قاتل کا نقش پا ہے

۱۔ غزل نہیں ہے خ

۲۔ نسخہ خ میں مصرع اک طرح درج کھات "جو کوئی اپنا ہود شکن جاں، تو اس سے ہوشیار ہونا ہے" غالب نے "تو اس سے ہوشیار ہوئے اناں" حکم زد کر کے حاشیہ پر "رہے خبردار اس سے اناں" لکھ دیا۔

تمہاری ہر بات دلنشین ہے، کسی طرح کا ظلم نہیں ہے جو داد دیجئے تو آفریں ہے، جو ظلم کیجئے تو مر جا ہے
 لکھے سیاہی سے حرف بیلن، ورق پہ شبنم کا گاماں ہے
 کہ خون بچاں ہے بڑی منزل کا، علم کے ناظم کی جو نوا ہے

(۲۲۰)۱

اس سے کیا بحث کہ ہوگی شبِ فرقت کیسی
 بتری رفتار کو ہم دیکھ کے لائے ایمان
 متیس و فریاد کا وہ حال، ہمارا یہ رنگ
 اس کے ہمسائے کے ہم دست بٹنے کیوں ہم!
 شمع کا حسن جہاں سوزِ مسلم، لیکن
 کیجئے اظہارِ محبت، تو وہ کہتے ہیں، کہ ہاں
 نہ گذر دستِ تک اپنا، نہ بغیر اس کے قرار
 حفہ آئینہ دکھانے سے ہو دنا، کیا خوب
 اپنے گھر جبر سے اس کو نہ بلدو، ناظم
 نہ وہ عشق ہوئے ہم، تو حکومت کیسی

(۲۲۱)۵

خون، تن عاشق بے دل میں کہاں رہتا ہے
 آ تو جاتی ہے کسی وجہ سے روتی منہ پر
 داغِ غم، دل کو نہ کھاجائے، یہ کیوں کر صافوں
 کچھ دنوں چہرے پر آنکھوں سے رواں رہتا ہے
 نالہ اچھا ہے کہ خونابہ فشاں رہتا ہے
 ہاں، مگر داغ کا سینے میں نشاں رہتا ہے

۱۔ غزل نہیں ہے خ ۲۔ نہیں - خ ۳۔ یہ - خ ۴۔ اُن کو خانج، ما
 ۵۔ غزل نہیں ہے خ

اُد میں آنسو کے نہ آجائے کافکڑا، اُن آدھ
 نہ بیا باں، نہ خیا باں، کوئی کوچہ ہوگا
 میرے آنے کا یہ کھٹکا ہے، کہ درباں کیسا
 آدمی کے لیے راحت ہیں بیدار ہوگی
 مجھے میں ماننا، کہ ہیں اب بقا کی تاثیر
 کاٹتے ہیں وہ مُلہ تیز جھری سے، ناظم
 جان دے کز بھی ترحم کا گماں بڑھتا ہے

(۲۲۲) ۳

کچھ اپنے جان و سن کی ہیں ہے خبر مجھے
 تا پھر نہ منتظر رہوں فدا کی اسید کا
 جب تک کہ ایک بوند ہوئی ہے جسم میں
 اندوہ انتہا ظار نے کیسا کیا ضعیف
 ہر چہ تیز کا ہو پاؤں درمیاں
 صندل کا یاں پتہ ہیں لگنا، شراب لا
 آزاد بڑھ کے سرو سے ہوں، مثل نخل موم
 مانند جادہ، خاک نشینی قبول کی
 دوں گا جواب خاک، وہ پوچھیں بھی گھر مجھے
 کھینچے بجائے نام، کبوتر کے پر مجھے
 ہے آہِ خوں چکاں سے امید اثر مجھے
 پہچانتا نہیں ہے مرا نامہ بر مجھے
 ممکن نہیں ہے دوست سے قطع نظر مجھے
 ساقی، مخار بادہ سے دردِ سر مجھے
 نے عشرت عو ہے، نہ خوف تر مجھے
 کرنی ہے عمر، راہِ دفا میں لبر مجھے
 ہے مثل نور، آگ بھی ناظم، فرد غناک
 پہنچا ہے سوزِ نالہ سے فیضِ اثر مجھے

۱۔ دل صد پارہ - فا، خب، خج، خد، ام، ما ۲۔ پھر موئے پیر خب، ام

۳۔ غزل نہیں ہے لم - فیضِ سحر - غ

دل میں نادک ترا ترازد ہے فرقِ اس میں ہمیں سہرہ ہے
کیوں نہ بابتی کرے اشاروں میں جو دل افکارِ تیغِ ابرو ہے
کون کہتا ہے، عشقِ جرمِ ہمیں میں گواہ اور مدعی تو ہے
ہیں مقرر ہرور میں اچھے بھی نافہ بدبو ہے، مشک خوشبو ہے
بہرِشِ تیغ سے ہے قطعِ نظر آگستہ، صحنوں دکت و بازو ہے
شعرا طفلِ اشکِ کھٹے ہیں واقعی نورِ چشمِ آئندہ ہے
وصل میں طالب وصال ہیں ق عاشقوں کی بھی کیلہری خوش ہے
بے خودی سے بہ زیرِ یہ سہرو محرمیوں کا ترانہ کو کوٹ ہے

خلد کی اتنی کیا خوشی ناظم

گر یہی کبیرہ دلبِ جو ہے

اس توقع پہ کہ دیکھوں کبھی آتے جاتے گھس گئے پاؤں، رہ دوست میں جاتے جاتے
فلکِ دوزخ میں ہمیں رفعِ معاصی کی بڑی آگ پر دامن تر کو ہیں سکھاتے جاتے
غیر کا زور چلے ان پہ، اور ان کا مجھ پر گھر نہ دیتے، تو مجھے یوں نہ دہاتے جاتے
راہ میں سخلہ نشاں دیکھ کے اب میں میری کہتے ہیں، منہ سے ہو کیوں رال اڑاتے جاتے
غیر کو لے کر آنے کی نہ بڑی ہر آئی اپنے دروازے سے مجھ کو نہ اٹھاتے جاتے
کیوں نشاں جھوٹ گئے، نیز روانہ عشق کعبہ و تہلکہ کو چاہیے، ڈھاتے جاتے
آگ سے کبیرہ کبھی، اور کبھی نخل سے آگ ہیں ہر اک رنگ میں نیرنگ دکھاتے جاتے

سبز بن جائیں گے آخر کو چیں گے سب سرد
شرم سے ترے، زمیں میں ہیں سماتے جاتے
مجھ سے بگڑے ہوئے، ان کو سوئی مدت، ناظم
بیچ دالے ہیں ابھی بات بناتے جاتے

(۲۲۵)۱

گر چارہ مرے زخم جگر کا نہیں کرتے
داد دستہ بوسہ میں دستور ہے اخفا
نالوں کو مرے شعلہ فشاں دیکھ کے بولے
دعہ لے نے ترے، زلیست کی تو قیر بڑھائی
پیردا ز بیماری ہے بہ نیردے لقور
وہ مردن صد سالہ کو جب چاہیں جلائی
آئے ہیں خبار لے بہ بانہ از تجاہل
دل لے کے نہ دیں محبت دل، ایسے وہ کیا ہیں
اجھا یہی کہہ دے کہ "ہم اجھا نہیں کرتے"
تکرار بھی کرتے ہیں تو غوغا نہیں کرتے
یہ سجدہ گر لوگ بھی کیا کیا نہیں کرتے
مرے تو ہیں، مرنے کی تمنا نہیں کرتے
ہم بستگی بال کی پیردا نہیں کرتے
یہ صند ہے، کہ تقلید مسیحا نہیں کرتے
سجے نہیں، اور وعدہ بھی جھوٹا نہیں کرتے
چپکے ہیں ابھی ہم بھی، نقاضا نہیں کرتے

دیکھو تو کہ وہ غصے میں کیا کرتے ہیں، ناظم
کیوں ان سے کبھی شکوہ بیجا نہیں کرتے

(۲۲۶)۳

کیوں کہوں اس سے کہ تو میرا گریباں چھوڑ دے
چاہیے رہو کو، اپنا پیرہن واں چھوڑ دے
تانا ہو از استخار، مجھ سے مل بیٹھانہ وار
در نہ چھوڑوں گا تیرا، گو مجھ کو در باں چھوڑ دے
راہ کیوں دیکھے، کہ خار راہ داماں چھوڑ دے
منہ چھپانا پیرہن ہے، یہ پیرہن جاناں چھوڑ دے

۱-۳۔ غزل نہیں ہے خ ۲۔ مرتے ہیں پہ مرنے کی۔ خب، غ، م

دو طرف سے دوشی ہر، زلف پریشاں چھوڑ دے
 شکوہ ناساز گاری ہائے درماں چھوڑ دے
 اک چھپو نہ ریاں بھی آہ آتش افشاں چھوڑ دے
 ظلم کرنا خلق پر، او ناملماں! چھوڑ دے
 کیا مزا ہو، گر ختم ہے میں نیک داں چھوڑ دے
 بھوکے پیتر حبیب میں، محبوبوں دلباں چھوڑ دے
 صحن میں خلیہ بریں کے چھو کو اضواء چھوڑ دے
 حشر کو کھینچوں تیرا دامن، کھلا دیکھوں کہ تو
 واں بھی صہبلا کر کیے، یوسف علی خاں چھوڑ دے

بوجہ سے چوئی کے ہے دہری ہوئی جاتی مگر
 چارن و نہ بیر کا دشمن ہے اے دل، در عشق
 آئے ہیں بزم عدو میں، ہم گھر اپنا بھونڈ کر
 گو نہ ہو یاد اشی کا غم، ہر یہ خواجہی نہیں
 آج ساقی! یار کے گھر دعوت اغیار ہے
 ہوں وہ دیوانہ، کہ گھر غل میرے آئے مائے
 قید ہے، ہر جذبہ ہو کاخِ زمرہ دل پذیر

(۲۲۷)۲

ملک الموت ہی آجائے، دیکس کام میں ہے
 چھوڑ دیتے ہیں وہ، جو حرف صرے نام میں ہے
 جان الچی ہوئی، اک سردِ گل اندام میں ہے
 حلقہ بے کار، تری زلف کیہ فام میں ہے
 دل لگی صحبتِ اندان ہے آشام میں ہے
 حرمتِ باد، بہت مشربِ اسلام میں ہے
 بس یہی باد، کہ کچھ شیشے میں کچھ جام میں ہے

قاتل آیا نہیں، کہتے ہیں کہ آرام میں ہے
 ہے یہ نفرت، کہ جو لکھتے ہیں ہتھی کے حروف
 خارِ دامن سے الجھتا تو چھوڑ آیا جاتا
 جو تجھ دیکھ کے جیتا بچے، وہ آتش میں بھنسے
 مجلسِ اہلِ دروغ، نور کا دریا ہی سہی
 اس کو یوں خاک پر، اے محسبِ شہزادہ کھینک
 ختم بھی ہوتا، تو تلی میری ہوئی، ساقی

-
- ۱۔ اے دل خد
 ۲۔ بھوک کر خج بھول کر۔ ما
 ۳۔ اے مسلمان۔ ما
 ۴۔ غزل نہیں ہے خ
 ۵۔ 'میں' ندارد خا
 ۶۔ 'تو' ندارد۔ خب

ہے وہ تقریبِ فراق، اور یہ تمہیدِ وصال
 وصل سے لطفِ سوا، نامہ و پیغام میں ہے
 عشقِ کاتم نے تماشا نہیں دیکھا ناظم
 گفتگو ہم کو اس آغاز کی انجام میں ہے

(۲۲۸)۱

بھجے کیوں کہوں زندگانِ کسی کی	بہیں زندگی، جاودانی کسی کی
سنا ہم نے بھی ہے، زبانی کسی کی	کہ بھر ہم پہ ہے مہربانی کسی کی
یہاں خانہ دل کا دہی نہیں ہے	کمرے کیا کوئی پاسبانی کسی کی
سختی ساری غیر، خاطرِ نشان ہو	نہ ہو دل لٹیں جالفتشانی کسی کی
اُسے ہم بھی جھوٹا سمجھتے ہیں، لیکن	خوش آتی ہیں باتیں بنانی کسی کی
مری خاکِ پیر آؤ، گھوڑا کھاتے	و لیکن نہ ہو، ہم عنانی کسی کی
نہ کیوں داغ کو دل کے سمجھوں برابر	کہ داغِ جگر ہے نشانی کسی کی
کچے آسمان کو بہرا، کس کی طاقت	کہ پوشاک ہے آسمانی کسی کی
یہ بد خو ہے ظالم، کہ سو بادِ بگڑے	اگر ایک بات اُس نے مانی کسی کی
نہ کیوں زلیست سے اُس کو چاہوں زیادہ	مری موت ہے شاد مانی کسی کی

بیرا کام ہے عشق، کچھ اس میں ناظم
 نہ کام آئے گی، کارِ دانی کسی کی

(۲۲۹)^۱

دھکائی اُسے لیا، کہ ترے در سے اٹھیں گے“
 خوں گری فرما دے، ہم ہوں گے نہ تائل
 کیا دیکھیں گے گہرا گے، اٹھیں گے اُس وقت
 کیسا ہی ہو خنجر، مگر اتنا تو لیں ہے
 کا نہ ہے یہ ملائک، ہمیں ۷ جائیں تو ۷ جائیں
 چٹے ہو ۷ کیر ۷ دے ہیں تن خستہ تنوں کے
 ہر دم مرے آنے سے وہ گہرا لے تو بولے
 کریم کو یہیں دفن، کہ یہ قول ہمارا
 یہ ناز، کب اُس شوخ لہجہ گریے اٹھیں گے
 ہر ضرب پہ سٹعلے، جو نہ بہتھر سے اٹھیں گے
 کچھ پہلے ہی ہم فتنہ محشر سے اٹھیں گے
 کچھ لطف ہمیں ہر ش خنجر سے اٹھیں گے
 جب تک کہ ہے کچھ پوش، نہ کوثر سے اٹھیں گے
 اٹھ جائے گا لبتہ بھی، جو لبتہ سے اٹھیں گے
 آسیب ہے اِس گھر میں، ہم اس گھر سے اٹھیں گے
 بیچ ہو، کہ قیامت کو ترے در سے اٹھیں گے

بہتھر بھی اُس ہم پہ برس جائیں گے، ناظم
 ہر گز، نہ درِ فاتحِ خنجر سے اٹھیں گے

(۲۳۰)^۲

گلا کیوں کر نہ کاٹیں، جن کو ذوقِ جالستانی ہے
 مکتہ اقدار نہ ہے اگر شورِ قیامت کا
 پس از مردن، رسائی ہوگی میری گنجِ قمار و لٹک
 نہیں ملتا کسی سے، اور مرنا کس کو کہتے ہیں
 ترے زانو پہ ہے سر، طالعِ خواہید کا میرے
 کیسے معلوم کل گز، گے گی کیا امید وادوں پر
 حجری کا تیز کر لیا ہے، اُن کی مہربانی ہے
 ہمارا نالہ بھی، صورِ قیامت کی نشانی ہے
 اگر بارِ غمِ ہجراں کی ایسی ہی گرائی ہے
 پیالہ خضر کا لہریز آبِ زندگانی ہے
 مجھے بہ قسمتی میں بھی نشاطِ جاوداں ہے
 جہاں سے آج موسیٰ کو جوابِ نثرانی ہے

۱ - ۲ - غزل نہیں ہے - خ

۳ - خوابید - خ

اعجب کیا بات گراغام لینے کو بنائی ہو پڑھا تھا کبول کر ڈڈ کو، یہ قاصد کی زبانی ہے
 کہو داغ دروں، اور اس کا پھر شکوہ کرو ناظم
 زبان پر آگیا جو کچھ، وہ کب سوز بہانی ہے

(۲۳۱)۲

قبایا حسیّت تن پر سروکے ہے، کبڑ مچل کی اور اس پر اور طرہ ہے یہ طغی، سر پہ کول کی
 ہوا ہے جذب خون کشتیاں یاں تک کہ گزروں پر شفق بن کر ہے گی گراؤ لے گی خاک مقل کی
 دم رفتار جب یوں زلف کو پٹا ہوا دیکھیں نہ کیوں اس ساق پا کو بیخ کجھیں، نخل صندل کی
 عدد کے وصل کی بایں کہو گے ہم سے کیوں، لیکن چھپاؤ گے کہاں پھیلی ہوئی تکریر کاجل کی
 کب ارباب نظر اسباب کے پابند ہوتے ہیں نہیں گردش میں حاجت، آنکھ کی تیلی کو کچھ کل کی
 شراب تند ہے پر زور، کاگ اڑ جائے گا آخر خبر لیتا ہنس کیوں ساقی سرمست، بوتل کی
 فردغ محفل بے رونق ہے، نور حسن کے آگے شب مہتاب میں صورت بگڑ جاتی ہے مفعول کی
 ہنس ہے نامہ الحال، غیر از خط پیشانی حقیقت ہے وہی آخر کی، جو صورت ہے ادل کی
 تو ہم کا ہے کھیل دا، جسے مدت سمجھتے ہو نعلنا خلد سے آدم کا، گویا بات ہے کل کی
 خدا یا ابا کس کے رخت خواب بنے کا تقویر سر اسر خواب میں جو عمر لٹ جاتی ہے مچل کی

خلافت کی بنا، اجماع پر ہے واقعی، ناظم
 اسی رد سے ہوئی لازم اطاعت ہم پہ کونسل کی

۱۔ بعد از اعجب کیا بات گراغام لینے کو بنائی ہو مذر جبہ ذیل شور درج معاجی کو قلم زد
 کرد یا گیا۔

عدد سے ربط پیرا کٹھنہ افاق ہے ظالم خدا ستر مائے لچو کو، یہ بھی میری بہ گمانی ہے۔ غ

۲۔ غزل نہیں ہے خ ۳۔ ہوائے ۴۔

جفا اُدھر سے اگر بے شمار باقی ہے ادھر بھی دل پہ ابھی اختیار باقی ہے
 شکنجہ طرہ پر خم سے گرجہ پائی نجات کشاکش سستم روزگار باقی ہے
 حکایت غم ہمراں، ابھی سنے جاؤ شعا بیتِ تعب انتظار باقی ہے
 کہاں تھے مشب کو، کہ اتنا جڑھا ہے نادر پھر مے شبانہ کا اب تک خمار باقی ہے
 مہارے دل میں، ہماری جگہ نہ کیوں کر تھی کہ خاک ہو گئے ہم، پر غبار باقی ہے
 اڑے جو حبیب کے پر لے، نظر بڑا نواز قسم کے واسطے یہ ایک تار باقی ہے
 اگرچہ ہر طرف اڑتی پھرے ہے ویرِ خاک سنوز، حسرتِ دامنِ یار باقی ہے
 ہوئی سکر بھی تو درِ سیل ہے درپیش سنوز، ظلمتِ شبہائے تار باقی ہے

سب اکٹھے رتے در سے، خبرے ناظم کی
 سستم کشوں میں یہی دل فقار باقی ہے

سراسر حال وال کب معرضِ اظہار میں آئے بھلی کہنا، ہمارا ذکر گزردار میں آئے
 وہ کنگاں ہو تیرا حسن میں ہم سر، معاذ اللہ! وہ شے کیا ہے، جو کہنے کے لیے بازار میں آئے
 کہاں آئے، کب آئے موت، اس کو کوئی کیا جانے جب آنا ہو تب آئے، پھر وہ کوئے یار میں آئے
 جو کہیے، ”دردِ دل لینے“ تو کہتے تھے کہ ”ہاں کہیے“ اُسی کو دردِ دل کہتے ہیں جو گفّار میں آئے
 بہت نازاں ہے گل پر غنہ لب، ادھر وہ بیرِ قمری ہم اُس کو آج کہہ دیتے ہیں گلِ طنار میں آئے
 وہ ظلمتِ کاموں کو گر، حکمہ پڑھ کر چونک پڑتا ہوں کبھی گزیر تو خور، روزِ دیوار میں آئے

۱۔ ۳۔ غزل ہیں بے خ - ۲۔ ہر - خا
 لم۔ ایک کوئے یار میں آئے خب، غ، م ”لیب“ لکھا تھا جس کو کاٹ کر ”پروہ“ بنایا گیا۔ خا

کوئی تخت دل اٹھا ہے مگر، جو نغم گئے آنسو
 نہ دوڑے تار پردانہ، گرہ جب تار میں آئے
 وہ خونِ دل کے پینے میں، مجھے جیوٹا سمجھتے ہیں
 کبھی گرموجہ خوں، چشمِ دریا بار میں آئے
 بہت کہنے سے آجائی ہے صد، ان کو ناظم
 نہ کر تکرار ان سے، گو مزا تکرار میں آئے

(۲۳۲)²

کہیے اتر، کہ طرزِ ستم ناپند ہے
 عشاق کے ہجوم سے شہرت نہیں غرض
 مجلس میں کیوں ترے قد و رخ کا ترے خیال
 اُس سخلہ رو سے گری صحبت نہیں، نہ ہو
 کیا داد جالفشانی احباب دے، جب
 پوچھے اگر صلیب، تو اُس کو معاف کہ
 ہم ڈوبنے کو آئے ہیں، وہ ادروں میں
 دیوانے کا مشاہدہ ہے، موجبِ نشاط
 حق ہے بہشت، دیکھے ملتا ہے یا نہیں
 تسبیح و ورد، دہن و مقفل نہیں لپند
 کہتے ہیں، "واہ! آپ کی بھی کیا لپند ہے"
 سہنجامہ دوست ہیں، انھیں غوغا لپند ہے
 ہم کو بھی کرو گول کا تماشا لپند ہے
 یاں بھی ہجومِ داغِ تمنا لپند ہے
 اندازِ دل فریبی اعدا لپند ہے
 جس کو دادائے زلف چلیپا لپند ہے
 جن کو تفریحِ لبِ دریا لپند ہے
 کہنے کو وضعِ مردم دنیا لپند ہے
 ناچار، عیش و عشرت دنیا لپند ہے
 چنگ و باب و ساغر و مینا لپند ہے

یاں خواہش بہار ہے، واں رغبتِ شکار
 ناظم کو باغ، دوست کو صحر لپند ہے

-
- ۱۔ بہت کہنے سے صد آجائی ہے ان کو ناظم - خب
 ۲۔ غزل نہیں ہے خ ۳۔ کمرے خیال لم - 'و' ندارد ما
 ۵۔ 'و' ندارد - خب

شمع روشن بجو بھی جاتی ہے کبھی گھٹیر سے
 اگلے گا سینے میں پیکان، نعل کریر سے
 کیوں نہ جھپٹے موج بوئے گل، مری زنجیر سے
 شاخ گلبن ٹوٹ جائے صدمہ زہ گیر سے
 خوشتری جانی مصوڑے، تری تصویر سے
 دھار کیا آندھی ہے جوار جائے کرشمہ سے
 تنگ ہے گویا ہجوم خواہش فقریر سے
 جو سزا دیکھی وہ کم نعلی مری نصیر سے

کیوں تپ غم میں دغا کا ڈر نہ ہوندا ہیر سے
 جذبہ ذوق خستگی یہ ہے، ترنا گاہ ایک دن
 کس بہار گلشن خوبی کامیں دیوانہ ہوں
 ہوں وہ بہ قسمت، کہ نعلادیں اگر میرا نفس
 نعلے جانا ہاتھ سے، ہر لحظہ کھینچنا بار بار
 ہو کے زخمی، جا پڑیں گے پاؤں پر قاتل کے ہم
 کم کیا کرتے ہیں نخوت سے کلام، اُن کا دین
 بچ گیا میں حشر کے دن، ہیر نہ بوجھو اکلی وجہ

ظلم وہ کچھ، اور پھر یہ عذر، بہ تر از گناہ
 کہتے ہیں، ”محبوا ہوں ناظم، تری تقدیر سے“

واں وہ، اور اُن کا لبتر، اُسی اہ لذر میں ہے
 سیج ہے، مگر کہاں ہے، جو کیسے مگر میں ہے
 جو میرے دل میں ہے، وہ عذر کی نظر میں ہے
 یعنی ہمیشہ معرض خوف و خطر میں ہے
 گریہ یقین ہو، کہ وہ اپنے پی گھر میں ہے
 کیا اب کے کچھ بگاڑا رگ و ریشتر میں ہے
 تاثر خاک، مانا لہ مرغ سحر میں ہے

یاں صبح و شام دھیان میرا نامہ ہر میں ہے
 تیغ اُس کے قد کی، ساکھ نمایاں ادھر میں ہے
 سمجھے نہ کسی طرح، حجبے محو جمال دوست
 ہے یار بہ مزاج، غم قرب غیر کیا
 گلیوں میں کیوں پھروں، درد لدا رجوڑا کر
 کھلتی ہے فصد، ہوتے ہیں اہل جنوں ہلاک
 گل چیں کی دل لگی ہے، تو صیاد کی عنود

کاسہ شراب کا، کف در یوزہ گھر میں ہے
 بزرگ و عمر کا مادہ، تخم شجر میں ہے
 جو مرد مک، کہ چشم حقیقت نگر میں ہے
 واعظ کو محبت، حرمت آلات از میں ہے
 الجھی ہوئی ہوا، جو سرے بال و پر میں ہے
 آگ اس کا نام ہے، جو ہمارے جگر میں ہے
 دشمن ہمارے گھر کا، ہمارے ہی گھر میں ہے

ناظم، ہلاکے عرش کو، کرتے ہو کیا گھنڈ
 ہم کو کلام، آہ و فغاں کے اثر میں ہے

ساقی سے کام ہے مجھے، حاتم سے کیا غرض
 مشکوے کو میرے کم نہ سمجھ تو، کہ یاں ابھی
 لیتے ہیں اس سے مرد، سویدائے دل کا کام
 یہ کون جانتا ہے، کہ پیتے ہیں ہم شراب
 میں کیوں اڑوں، اگر نہ اڑا لے پھر لے مجھے
 دود و کترارِ آتش دوزخ، سنا کر د
 زخم دروں کو شمع کا ہم جانتے ہیں جو د

۳ (۲۳۷)

ملے گی جب حشر میں دو بارہ، تو فرض باقی ادا کریں گے
 نہ لیں گے دم جب تک اپنے دل کو، نہ سُنَدِ آہنِ ربا کریں گے
 قفس کو بیل کے بھی اٹھائیں، چین میں چل کر بیا کریں گے
 کمال یہ ہے کہ اب کے فتنے، کچھ ادھر بڑھ کر بیا کریں گے
 وہ دگ گئے ہیں تو کیا کریں گے، اگر نہ ہم التجا کریں گے
 ہم ایسے کیا ہیں، کہ ایسے دل میں نیاز مند نہ جا کریں گے
 عہد سے مانا کہ ہے لغاٹ، مگر وہ کسی بے فائریں گے
 یہی ہے رونا کہ میں نہ ہوں گا، تو پھر وہ کسی پر جا کریں گے
 ہر نہ ہو جب جگہ یہ قائم، تو کیوں نہ ناوک فطاکریں گے

دیے ہیں دو ستم نے ہم کو جو سے، ہم ایک جاں اب خدا کریں گے
 تمہارا وہ ہے کا ہے اگر دل، تو یاد رکھنا کہ یا ہم بھی
 ارادہ گلشتِ باغ کا ہے، جہاں پر آلاتِ مکشی ہیں
 اٹھائے ال غرناز ان کے، کہو قیامت سے ہم ڈریں کیا
 اکھیں ہے ذوقِ کسم کرا لہر، لہر کسم ان کے ہم ہیں باقی
 جہاں نہ ان پر رحم آئے، جہاں نہ خوفِ خدا آئے
 محبت ہے دل، فغاں و زاری، محبت ہے الہیہ شہداری
 خدا کو دینی ہے جانِ عہد، نہیں ہے مرنے کا عجیب کو کچھ غم
 عہد کے دل کا نہیں کھٹکانا، نگہ نہ ہم اس پر آزار مانا

مٹکی محشر میں داد ہم کو، بندھا ہے یہ اعتقاد ہم کو
 ملی نہ واں بھی مراد ہم کو، تو پھر بیاؤ، کہ کیا کریں گے
 بڑھا ہے درباں سے ربط ناظم، یقین ہے اب سب افیق اپنے
 مٹکی میں ان کی پھر کریں گے، ہم ان کے در پر ہا کریں گے

(۲۳۸)۱

۷ کے دل، زلف دو تالوٹ گئی	بوجھ سے اور سوالوٹ گئی
وہ اٹھٹھ تھے، کہ سرے گھر آئیں	پاؤں میں زلف، سوالوٹ گئی
ناوک ناز کا ہے توڑ غضب	جس کے صدمے سے قفالوٹ گئی
۳ مٹی دم قتل، وہ قاتل کی ادا	جسم سے روح جدا لوٹ گئی
رات گھر میں ہوئے کیسے مانوک	پاؤں سے جھپٹ کے حنا لوٹ گئی
اور اٹھٹھ تھے ترے رخ کا پردہ	کچھ اٹھا کٹھا، کہ سوالوٹ گئی
غش ہوئی دیکھ کے اگے کو شیریں	بیلی اس سے بھی سوالوٹ گئی
انس پیری شیوں کی تائیں کن کر	زہر نغمہ سرا لوٹ گئی
جب کیا رقص کا اس نے آہنگ	راجہ اندر کی لہجہ لوٹ گئی
دیکھ کر صحت اور باب فرنگ	تار برقی میں صدا لوٹ گئی
داغ پر میرے ہوا مشک بناد	درد پر میرے دوا لوٹ گئی
۵ لائی کیا زلف معنبر کی نسیم	سو کے بے ہوش صبا لوٹ گئی

ہیبت مقدم حق سے، ناظم
 کاخ گیری کی سوالوٹ گئی

۱۔ غزل نہیں ہے، خ، م ۲۔ ہی۔ ما ۳۔ شعر حالیہ پر درج ہے خا
 لم۔ 'تھا' ندارد۔ ما ۵۔ اضافہ 'شہراز خا۔ خد لختہ خا میں یہ شعر حالیہ پر درج ہے

سحر کھیلی جو بو، زلف دو تار کی
 ہوا میں قتل، بن آئی قضا کی
 نہیں آواز، اکٹھی میں خدا کی
 نہ ہوں کیوں کر، کھلے میں اس شے کی
 نغما شوق نے کیا کچھ نہ دیکھا
 نہ موت آئی، نہ وہبت ہم نے جی
 طبیب سنہرے گو عبیدی نفس ہو
 ہوا مکتبہ میں صحبت کا انجام
 ہماری عمر ہی نے کوہی کی
 کردوں آج اس کو ناز و غرے میں بڑ
 سہارے کام میں کھڑے تھے گردوں
 ستم کرتے ہوئے ڈرتے ہیں بت
 مری بڑی میں ہے وہ کوز بہاں
 نہیں دستور یوں کہنے کا، ورنہ
 نغما ہم نے کچھ فاضل کہیں پر
 بہت ہے اتنی نسبت کا، وہاں سے
 ہوا سیلاب، اشک آنکھوں سے جاری
 بہت دن سے نظر میں میری ہمدم
 دہائی کھیر گئی بادِ صبا کی
 ملا میں ہیں بیت تیغ از ما کی
 نگہ ہے کیا وہ چشم سرہ سا کی
 وفا پر بھی تو ظالم نے جفا کی
 گرہ جب کھل گئی بندہ قبا کی
 قضا کی اور خدا کی التجا کی
 مر لپی غم کو کیا حاجت دوا کی
 ملی فرصت نہ عمر صمد عا کی
 نہیں تقصیر اس دیر آشنا کی
 کوئی کھٹی کہوں تیغ ادا کی
 پئے روزی ہے ہر دیش آسیا کی
 کہیں پر وہاں کچھ بھی خدا کی
 کہ جس سے جو بچ بل جائے ہمارا
 صفت ہے جانستہاں بھی دلربا کی
 وفا سے کم رہی گنتی جفا کی
 کہ آواز آئے کانوں میں درا کی
 حقیقت کیا ہے جبرخ فتنہ زار کی
 کھٹکتی تھی بلندی اس بنا کی

سب وصل اس قدر کوتاہ، ناظم
 درازی کیا ہوئی زلف دو تار کی

قسمت نے پھر بہار دکھائی لبنت کی
 سہ برگ گل ہے، عارض زنگیں بہار کا
 یہ عاشقوں کا رنگ جا ہے، بہار میں
 ہوتے ہیں زرد پوش، جو اکیس بتان ہند
 جو گل ہے، چشم نرگس شہلا کا مسیت ہے
 یاد آگیا بہار میں، وہ شوخ زرد پوش
 محبوب زرد پوش، ہم آغوش جس سے ہو
 گھر گھر سوا لبنت، ہوئے لاکھوں زرد رنگ
 جوڑا لبنتی، یار نے پہنا بہار میں
 ناظم، لگی سٹھکانے، کھائی لبنت کی

ہے دلا دیندہ فرح بخشی، ہوا سون کی
 نہ رہا سہمی نکھت گل کا منصب
 لوگ کہتے ہیں کہ اس سال میں سون دو ہیں
 ظلمت شب میں مرے اشک کا طوفان دیکھا
 روز و شب کا نہ رہا تفرقہ، ہاں مہر سپہر
 نیرگی ابر کی ہے ظلمت غم سے بہتر
 جن کے گھر گر گئے، اُن کا نہ کہیں باغ نہ کعبت
 کیا مگر زلف مسلسل ہے گھٹا سون کی
 اب ہے ناچار ہوا خواہ صبا، سون کی
 ہم سہری ہے مری آنکھوں سے بچا، سون کی
 ہم نشیں ارات یہ فرقت کی ہے یا سون کی
 نکل آیا، جو بچی آنکھ ذرا سون کی
 شب ہجراں کو نکلے کاش، بلا سون کی
 کس توقع یہ سہے خلق، جفا سون کی

دھوئے دھائے نظر آتے ہیں دروہام تمام
 رعب سے ہے مشرکہ دجلہ فشاں کے دم بند
 آسماں پر ہے مراد در دل زار چڑھا
 سنب مہتاب ہے کیا ذوق فرا، اسون کی
 جمعیتی کپورتی ہے درختوں میں ہوا سون کی
 لوگ کہتے ہیں، کہ امڈی ہے گھٹا سون کی
 چھوڑتا ہی نہیں پہلو سے اسے ابرِ مرطیر
 ناظم، اُس کو بھی خوش آئی ہے ادا سون کی

(۲۷۲)۱

ہے پس از نور و زء فصل جاں فراہست کی
 خوبی آب و ہوا، یاں آکے پانی ہے کمال
 ریزش آب و فروغ برق و شور بائلِ رعد
 آسماں میں اور ہم میں، آکے حائل ہو گئی
 اب کی بار، اے چشم دریا بار! پردہ گیا
 باغباں آئیں، مزارع آئیں، جو مانگیں سوبائیں
 اب ڈلودیتا ہوں بمیل گریہ سے آفاق کو
 کسبزد باہر باغ سے نکلے ہے، استقبال کو
 بانی ہر کائی، زمیں پر کسبزد آئینے پہ رنگ
 دہ دم صبح ادبیدن، کپورت شاہ انگیز ہے
 بڑھ کے ہے باد بہاری سے، ہوا برسات کی
 انتہائے فصل گل ہے، ابتدا برسات کی
 ہے سنب و یجود کتنی خوشنما برسات کی
 ہے سپر، تیر حوادث کو، گھٹا برسات کی
 خلق کرتی ہے شفاعت جا بجا برسات کی
 میں جہاں حاضر ہوں داں حاجت ہے کیا برسات کی
 دیکھ لی سو بار سچی نار سنا، برسات کی
 سن کے آمد آمد، اے باد صبا، برسات کی
 ہے غائشِ خفرتی سی، جا بجا برسات کی
 فصل گل سے ہے خوشی ہم کو سوا برسات کی

حکم ہو، بجرے کے مگرے میں چنیں، آلاتِ
 کسیر دریا میں ہے ناظم، دلِ نشا برسات کی

۱۔ غزل نہیں ہے خ، خب، غ، م

۲۔ بانگیں - خد

ایسی ۱۷ مہر! کف یا تری نورانی ہے
 شعلہ برق، غضب کو نہ بھڑکنے دے گا
 روئے حیراں کو مرے دیکھ کے حیراں ہے وہ رخ
 ۱۷ پری! ہیں تری تسخیر میں دونوں عالم
 جس نے دیکھا اسے مطلب ہوئے اُن کے حاصل
 آئینہ دیکھ چکے، آنکھ اٹھا دھب!
 ایک تو یونہی بلہ تھے مجھے گیسوئے سیاہ
 حکمراں ہیں ترے دیوانے پری رویوں پر
 میں کہاں، قیس کہاں، کیا اسے لبب مجھے
 مہر وہ کیوں نہ کہتیں آنکھ کا تار اس مجھیں
 رنج اُن کے دلِ نازک کو ہوا، مہر ہوا
 ترے کشتوں کا جو رتبہ نظر آیا ہے اسے

منہ پر اس شوخ کے آئینہ یہ بولانا ظم

دیکھ ۱۷ یوسف ثانی! یہ تر ثانی ہے

اک پری رو کا مطلب گار، اک پری اخار ہے
 حسن کی ہنگامہ پردازی کا دور آخر ہوا
 دور آرائش گیا، کیسے مڑے، کیسے جوڑے
 بارگاہِ حسن میں، اب عشق کا دربار ہے
 عشقِ شور انگیز کی اب گرمی بازار ہے
 ہٹلڑی ہاتھوں کو، بیڑی پاؤں کو درکار ہے

قد نہال خشک، ہر اک موئے مژگن کا خار ہے
 نبض عاشق کی روش، اُگے شوخ کی رفتار ہے
 لڑکھوڑائی ہے زباں، بہکی ہوئی گفتار ہے
 سبک مروارید، اُس کے آنسوؤں کا تار ہے
 وہ گلا ہے، ادر کسی کا خنجر خونخوار ہے
 آج گُل آپ، اک گُل کے گلے کا ہار ہے
 خود کسی کا، وہ پیری، وارفتہ رفتار ہے
 آج اپنے اشک خویش سے بدن گلزار ہے
 غیر کا کیا ذکر، اپنی شعل سے سبزار ہے
 بوند کھر پانی ہی پیئے میں اُسے انکار ہے
 جب سے اُس کے دشمنوں کی جہنم ترخونبار ہے

اخ، گُل پڑ مردہ، مرجعائی ہوئی سنبھل ہے زلف
 ہر قدم پر اضطراب دل کی دیتی ہے خبر
 جوڑ ہے ایسا کسی کے بادِ تفریر سے
 آگے آگے آنسو لاتی ہے، کسی دانتوں کی یاد
 شان ہے اللہ کی، جو بوسہ گاہِ حور تھا
 گوندھتی تھی ہار جس گُل کا گلستان کی بہار
 مٹو گریں کھاتی تھی جس کی جال سے کبکب دی
 خونِ عاشق کی ملی جاتی تھی مہندی مل تلک
 آئینے کو دیکھ کر، سنہ پھیر لیتا ہے وہ شوخ
 جامِ مے کس کو بدلوں، خیر ہے، ساقی کچھے
 خوں اتر آیا ہے اُس کے دوستوں کی آنکھ میں

بیر کریں کیا، ہر طرح ناظم، ادب کا ہے مقام
 حسن کی سرکار تھی، اب عشق کی سرکار ہے

۲ (۵۷۵)

دوست میرا، کیا نفیب دشمنان بیمار ہے
 لگ گئی کس کی نظر، جو دہ مژدہ خونبار ہے
 ۳ لب پہ مستی، سرمہ چشم سر بکس پر بار ہے
 گل پہاں تک کھائے ہیں، سدا بدن گلزار ہے
 آن ہم دم ہا بے کسی مہمزد، نغم، نغم خوار ہے

رنگِ فاق، منہ خشک، گویا عشق کا آزار ہے
 سحرانِ جادو بھری آنکھوں پہ کس کا چل گیا
 زلفِ پیرا خشاں، نہ پیشانی پہ قشقے کی بہار
 روتے روتے نرگسی آنکھیں ہوئی ہیں لالہ رنگ
 اب کہاں وہ الجھی، وہ صحبتیں، وہ چہچہے

جلوہ رخسار جس کا تھا، تجلی طور کی
سیکڑوں یوسف تھے جس کی آرزو میں لہر لہٹ
خون ناحق جس کی گردن پر نہ ہوتے تھے وبال
۲ خشک لب، انگلیں بیانوں کے تھے جس کے رو برو
۳ جس کے در پر جھلکے پریوں کے ہتے تھے مدام
عکس گل تھا جس گل رننا کے سینے پر گراں
گل کھلے جاتے تھے گل تک، دیکھ کر جس کی پیاد
حسن و عشق اک جا ہوئے میں جمع، ناظم دیکھنا
شان ہے اللہ کی، کیا نور ہے، کیا ناہ ہے

(۲۷۶)

ہر آئینے میں صورت اسی آشنا کی ہے
بدلی ہے یا بدلا، تری زلف رسائی ہے
کیا دخت رز بھی روح کسی پارسی ہے
بیٹابی ابدا ہی میں جب انتہا کی ہے
آواز یہ مگر کسی درد آشنا کی ہے
سارے ہوں میں شان تری کبریا کی ہے
ہر ارجن میں شان اسی خود نمائی ہے
سر پر جو جھپائی رہتی ہے مستوں کے سائیا
ساقی اب یہ کسٹوں سے جو کھینچتی ہے اک قدر
انجام دل کا دیکھیے، اک عشق میں ہو گیا
تمقل کا شور سن کے بھر آیا جو دل مرا
زاہد وہی غرور، وہی بے نیازیاں

۱۔ پر - خد، ما ۲۔ خشک تھے لب صانع قدرت کے جس کے رو برو - خا

۳۔ اضافہ کٹر - خا، فج، خد ۴۔ جس چن آرا کے - خا

۵۔ کے "لکھا تھا جس کی" ۷ "مٹا دی گئی مٹ کر" ہیں بڑھائی گئی - خا

۶۔ غزل نہیں ہے خ، فب، غ، م

بچو وہ قہر کا ہے، یہ نالین بلا کی ہے
 وہ اک شرارت آپ کے رنگِ حنا کی ہے
 بت بن گیا ہے شیخ، یہ قدرتِ خدا کی ہے
 نیچی نگاہِ یار کی، پتلی حیا کی ہے
 طاقت یہ دستِ وحشتِ زور آزمائی ہے
 ۲ یہ دل ہے یا گھر، ترے بندہ قبا کی ہے
 ترش مٹھاری چال میں تیغِ قضا کی ہے
 اُن کو جفا کی خو، مجھے عادتِ وفا کی ہے
 سیدھی یہ راہِ یار کے دولتِ کرا کی ہے
 سونچی یہ اے پری! ترے دزدِ حنا کی ہے

۱۔ دل! بچے گی لیسو دا برو سے جان کیا
 کہتے ہیں جس کو لوگ، کہ بجلی چمک گئی
 احسنِ جمالِ یار کا، اللہ! ۱۔ اثر،
 تصویر ہے حجاب کی، وہ چشمِ شرمیں
 ثابت نہیں رہا ہے گریبانِ صبح تک
 کھٹا نہیں ہے وصل کی شب بھی، جو اے صنم!
 کٹ کٹ گیا ہے کبکِ دری، آگے سامنے
 کچھ شکر کی جگہ ہے، نہ شلوے کا ہے مقام
 دل کی طرف توجہ عاشقِ ضرور ہے
 ہاتھوں ہی ہاتھوں، دل کو صاف لٹا

ناظم، ضرور یار ہے، پہلوئے غیر میں
 کچھ آج بے قراریِ دل، اشتہائی ہے

(۲۷۷)۳

یہ عمر بھر میں ایک ہوئی ہے، ثواب کی
 پیدا ہے ماہِ نو سے، کرنِ آفتاب کی
 گردشِ جو ہم نے لیخ پہ دیکھی کباب کی
 ترے غبار نے مری مٹی خراب کی
 گنتی ہو کیا، ترے کرم بے حساب کی

تافی کے منہ پہ ماری ہے، بوتلِ شراب کی
 ۱۔ یار! ترے لب پہ سبب نہیں بخود
 آیا مژدہ پہ، کھتِ دل بے قرار یا د
 تیری کدورتوں نے مجھے خاک کھردیا
 صیری دظائیں آہیں سکتی شہزاد میں

۱۔ حسنِ جمالِ یار کی اللہ! ۱۔ محویت - خد ۲۔ دل ہے کہ یہ گھر ترے بندہ قبا کی ہے - خا، نخ، ما

۳۔ غزل نہیں ہے - خ، خب، غ، م

ساقی، ترے کرم سے یہ امید ہے مجھے
 حستانِ عشق آئے تعلق پر، اے فلک!
 لسنہ زمیں سے سوئے فلک اڑا مجھے
 دور دراز جا کے آئینہ رویوں کی ہزم میں
 بجلی ہنسی ترپتی ہے، اے دل ابیہاں
 ابرو کی شیخ سے جو بچا میں، تو یاوے
 اللہ، اے اثر، مرے محبتِ سیاہ کا

ناظم، مرے گناہ ہیں باہر حساب سے
 تشویش کچھ نہیں مجھے روزِ حساب کی

۱ (۲۲۸)

عاجز وہ کیوں نہ آئے، بھلا بے دہنی سے
 غمخیز ہی سے اے کام، کہ عشاق بہت ہیں
 کیوں شمع ہوئی ہزم میں، شاہد کے مقابل
 درویش ہوں، سب سے مرا مشرقِ انوار
 کوششِ طلبِ وصل میں ہے لڑنا، مگر کیا
 مضبوط ہو جب عہدِ وفا میری طرف سے
 گھوڑے پہ چڑھ کر تو اڑا دیتے ہیں، لیکن
 گودا غِ جگر میں نہ بکھرا جائے بہت مشک

خود اس کا دہن تنگ ہو، جب کم سختی سے
 تھک جائے گا بازو تیرا، شمشیر زنی سے
 پوچھے کوئی اکی سوختہ سوختی سے
 چاہوں تو تھکوں یہ بیضا کفنی سے
 فریاد کے کچھ ہاتھ لگا کوہ کنی سے
 بیسودہ دروں کیوں، تری پیماں شکنی سے
 گرتے کو اٹھا لیتے ہیں، ہر جہی کی انی سے
 ہر کم تو نہ ہوا غزالِ ختنی سے

۱۔ غزل نہیں ہے خ، غ، م

۲۔ طرف کا . حب، ما

سیح ہے، کہ نہیں تیرے لبِ لعل کا ہم رنگ کیا صند ہے ہمیں ورنہ، حقیق یکنی سے
 کر سکتے تھے ملزم، ملکِ سفہ کو ناظم
 پیر ہم نے نہ چاہا، کہ کریں بحثِ دنی سے

(۲۴۹)^۱

ربعِ مسکوں میں ہے آباد زمیں کھوڑی سی
 ارمنِ حملو کہ آدم ہے، بنی آدم کو
 آپ ہی اس نے درِ دوست پہ گھسی دی، اگلے کاشی
 بعدِ مرنے کے ہے آرام، بلا سے دمِ نزع
 فقہ کو کون کن دمیں کو نہ کر، کھینچے
 گرنہ بھٹی مہر، نہ بھٹی، ظلم سے باز آتا
 نہیں آتی شبِ ہجرال میں اجل، خیر نہ آئے
 جانتے ہم بھی، کہ ہے خلد میں راحت کیسی
 وہ بھی تمھارے شہنشاہ سے نکلی، ناظم
 دل میں جو بھٹی ہو کس تاج، دلیس، کھوڑی سی

(۲۵۰)^۲

اگر یہ انجمن و افلاک سب بدل جائے
 تو میرے جی کے بھی ارمان کچھ نکل جائے
 لطیف گھر ہیں جسم ان کا مثلِ نکلت گُل
 توجہ دے سے باہر ہیں کیوں نکل جائے

۱۔ غزل نہیں ہے۔ غ۔ م ۲۔ 'نہیں' نہ ارد۔ خ ۳۔ زمیں۔ خ
 ۵۔ دل کے۔ خ، حب

ہمیں شغایت سوز نہاں نہیں، لیکن
 پتے کے ملنے کا اند لہہ تھا، سوا ب بھی ہے
 لیٹ گئے رُک و پے میرے مثل رشتہ دام
 سرشک شور کا سیلاب، گر نہ رک جاتا
 جو چھینٹے ہی ہو دل کو، تو مول کیوں بوجھو
 کھٹانا اپنا جہاں میں نہیں یکسر در دست
 کہ ہے کثرت و اندازِ سادہ، پرکاری
 بیان سوزِ غم عشق سن کے کہتے ہیں

جہاں جلا تھا جگر، ہم بھی کاش، جل جاتے
 ہم اس کے کوچے میں ناحی، پس لہر کے بل جاتے
 وہ میرے پیچ میں اُتر کہاں بھجھل جاتے
 قریب تھا کہ بخوم سپہر گُل جاتے
 خریہ نے میں نہیں اس طرح چل جاتے
 کہاں پہنچے، اگر وہاں سے فی المثل جاتے
 ہر ایک بات میں اپنی ہیں چال چل جاتے
 "یہ بات ہوئی اگر پیچ، تو تم نہ جل جاتے"

مکھڑا دل ہے مگر موسم کا بنا، ناظم
 کہ اس کی کھوڑی سی گری میں ہو گچھل جاتے

(۲۵۱)°

کھدو ساقی سے، مے ناب کی بوتل آئے
 کل کے دہلے پہ مگر آج، مجھے کل آئے
 ساقیا! آج چھلکتی ہوئی بوتل آئے
 کچھ ترے جبہ شفاف میں کیوں بل آئے
 سایہ بال ہما کا بھی جو کمل آئے
 کام و لب میں منزل تلخی خد ظل آئے

کچھ بڑے زور سے ہیں جھوم کے بادل آئے
 ہم نشیں، میں نے کیا فرض، کہ وہ کل آئے
 تہذیبِ ستور، سید مست اس بادل آئے
 آبِ گوہر میں کبھی موج نہ دیکھی نہ سنی
 سر پہ زہار نہ لے، خال نشیں در فقر
 کیوں کہوں جان کو شیریں، کہ جب آئے لب پر

-
- ۱۔ جگر کاش، ہم بھی جل جاتے۔ خ، خا، خب، خد۔ ۲۔ میں۔ خج، ما
 ۳۔ اُتر۔ خا۔ ۴۔ زہے کثرت و اندازِ سادہ پرکاری خج، ما
 ۵۔ غزل نہیں ہے۔ خ، غ، غم۔ ۶۔ کہیں۔ ما۔ ۷۔ 'کو' ندارد۔ ما

خط تجھے بھیج کے، وہ رشک نے بیاب کیا
 بوجھ بٹ جائے مگر کا، بہ غنیمت سمجھو
 ۲ گھر مرا لوٹ کے، کیا تم نے تمتع پایا
 تو فرس مانگے تو قالب میں ہوا کے دم صبح
 سجدے کے داغ لکھ پرنہ نہیں کیوں وہ لوگ
 زہرہ جھنوں کا بھی ہیبت سے ہے جن کی پانی
 رات جاڑے کی ہے، اور شمع ہے مہماں ناچار
 بے مکر ہے، صفت شمع، مہرا نخل مراد

کہ ترے کو چے میں، قاصد سے ہم ادل آئے
 گردِ رازی کے سبب، کو لکھ لہ پہل آئے
 کتنے صندوق جو اہر کے، مقفل آئے؟
 بوئے گل، شعل فرس ہو کے مشکل آئے
 جن کے ماتھے پہ نظر، قشقہ صندل آئے
 بیش میرے وہ، وحشتی میں جنگل آئے
 شیشہ سے کی جگہ بزم میں منقل آئے
 اس پہ یہ طرہ، کہ جل جائے اگر پھل آئے

کھیلے ناظم پہ وہیں معنی مصباح و دجاج
 مند پہ لے کر جو دم و قص وہ انجل آئے

(۲۵۲)۲

اُلی لپند ان کو جو رنگت لبنت کی
 آمد سنی جو باغ میں، گل کھل کھلا پڑے
 آیا ہے دور، تو بہ شلن، بکول پیچھے
 جو زرد زرد بکول تھے، سب سرخ پڑ گئے
 یہ لکھی ہے ترے چاہنے والوں میں ۱۷ پر
 دیوانہ ہوں، جو ایک گل زرد پوش کا
 پت جھڑ میں جھڑا ہے میں جو پتے درخت سے

ہم زرد ہو کے بن گئے، صورت لبنت کی
 کیا شاخ زعفران ہے، حکایت لبنت کی
 ۱۷ یار! مفتنم ہے یہ صحبت لبنت کی
 آئے جو ہم، بدل گئی صورت لبنت کی
 ملتی ہے میرے رنگ سے، رنگت لبنت کی
 رہتی ہے سال بھر مجھے حریت لبنت کی
 درپردہ یہ اترتی ہے منت لبنت کی

۱۔ نہ - خب ۲۔ میرا گھر لوٹ کے - خب، خذ ۳۔ 'ہے' نہ ارد - ما

۴۔ غزل نہیں ہے - خ، خا، خب، خذ، غ، م ۵۔ چھڑ - ج

یہ زرد زرد پھول مینامت دکھائیں گے ہوئی تو ہے ذرا سی لڑات لبنت کی
ناظم، یہ وعظ و وزخ و جنت، خدا کی شان
کچھ خبر ہے، خبر نہیں حفرت لبنت کی

(۲۵۳)۲

گھر کی دیوار ہی اشکوں سے نہیں بیٹھ گئی
کچھ غمیزوں سے وصیت بھی نہ ترنے پائے
گزدش چرخ نے، کس کو نہ دبایا تہ خاک
ترے دیوانے کے اشکوں سے یہ طواغ اٹھا
نہ رہا قتل کو جب کوئی، تو سر دینے کو
کھینچ کر تیغ جو مقتل میں خون ریز آیا
خال داہر کی محبت میں ہوئے ہم مجروح
دیہ تہ ترنے صرے، دل کی کدورت کوئی
دعویٰ حسنی تو کھامادہ کو، اس سے ملین
واہ رے شوق، جب ہر حفرت یوسف نکلا
دیکھ کر زلف دل بیا رہا، یہ سو جھی تہنیہ
میرے اشکوں سے فقط قصر فریدہ نہ گرا
گوشی مل تک نہ لیا ایک بھی نالہ افواہ
ربع مسکوں یہ ہوا قبضہ سلطان تو کیا
صرے بھی گوشہ آرام نہ پایا ہم نے

بلکہ سقف کہن چرخ بہر میں، بیٹھ گئی
ایسی آواز، دم پاز پس بیٹھ گئی
لحد خسرو اورنگ نشیں بیٹھ گئی
جا بجا دادی وحشت کی زمیں بیٹھ گئی
موت خود آ کے تہ خبر کیں، بیٹھ گئی
سر جمعاً کر صف عشاق ہیں بیٹھ گئی
ضرب شمشیر بھی گولی کے قریں، بیٹھ گئی
بارش ابر سے، سب گرد زمیں بیٹھ گئی
آنکھ ہنظام تماشا ہے جیس، بیٹھ گئی
روک کر راہ زلیخا بھی وہیں، بیٹھ گئی
آ کے یلی ہی یہ شیریں کے قریں بیٹھ گئی
سدا اسکند را اورنگ نشیں بیٹھ گئی
بلبل زار کی آواز حزیں بیٹھ گئی
کشور دل پہ حکومت تو نہیں بیٹھ گئی
جب کھدی قبر پئے دفن وہیں بیٹھ گئی

مرغِ دل، یادِ قدِ یار میں کیا کیا بچھڑا
کوئی قمری جو صنوبر پہ کہیں بیٹھ گئی
پسینا دانوں کا، محسوس پہ کھلا، اے ناظم
سکِ دندہاں، جو دم باز لپس بیٹھ گئی

(۲۵۲)

اک زمیں بارِ محبت سے نہیں بیٹھ گئی
لطف کیا ماہِ دو ہفتہ کے نظارے سے اٹھ
میرے رونے سے محلے میں خرابی آئی
خط ترے رخ پہ نمودار ہوا، اے نہ حسن
ماہِ دُخور شدہ کو بھی شکل نہیں دکھلاتا
گو کہ ٹہرا نہ مری قبر پہ وہ شاہِ سوار
اے گئے حور و ملک، روحِ مری دستِ بیت
سخت جانی نے کیا سختِ خجل، قاتل سے
نالہ و خلق سے میرے، نہ دبا لایہوئی خلق
نامِ تیرا ہی رہے وردِ زباں، تالِبِ گور
اٹھ گیا زاہدِ کم ظرف، حسد سے جل کر
رحمِ دل وہ ہوں، کہ اشکوں کا بہا یاد رہا
عاشقِ اک حور کا تھا میں، تو قضا وقتِ اخیر
ہو گیا زہرہ شمشیر، سرِ مور کہ، اب
تو وہ گل ہے، کہ حکومت تری اے خرد کن

خُمِ ہوئی لپیٹِ فلک، گاؤں زمیں بیٹھ گئی
دل میں سج دھج تری، اے ماہِ جس بیٹھ گئی
گر بیڑیِ حقیقت کہیں، دیوار کہیں بیٹھ گئی
یا پری اُکے سلیمان کے قمریں بیٹھ گئی
کیا ترے دل میں یہ، اے زہرہ جس بیٹھ گئی
گردِ اٹھ کر تو سرِ دامنِ زمیں بیٹھ گئی
ڈاکِ تا مٹشِ فردوسِ بہر میں بیٹھ گئی
یتیم جب مجھ پہ چلی، بارگاہ میں بیٹھ گئی
گر بیڑاِ حیرتِ بہر میں، کھٹ کے زمیں بیٹھ گئی
بات یہ دل میں میرے، مثلِ نہیں بیٹھ گئی
دختِ رز، جب کسی مکتبِ کسب میں بیٹھ گئی
کسی گرداب میں کشتی جو کہیں بیٹھ گئی
بن کے آگے مرے، تصورِ حسیں بیٹھ گئی
دھاک ایسی تری اے چینِ جس میں بیٹھ گئی
چن رہے تاحلہ بہر میں بیٹھ گئی

کس کے اشکوں نے یہ چوڑ کاڈ کیا صحرایں گرد اٹھو اٹھو کے جو بالائے زبیں بیٹھ گئی
 سر بلا کا پچھ سنم، قابلِ رقت، ناظم
 آہ، طوفانِ یہ اٹھا، زورق دیں بیٹھ گئی

(۲۵۵)

گھنڈی ہے برق، شوخ جالوں کے سامنے خورشیدِ دماں داغ ہیں، گالوں کے سامنے
 گزرا اگر میں آبلہ پا، کبر کی طرف ردائے حجاب پھوٹ کے چھالوں کے سامنے
 توصیفِ تیرے قامتِ بالاک، الہ پیری کیا بات ہے بلند خیالوں کے سامنے
 بگڑے تو بوسہ مانگنے پر وہ بہت، مگر کچھ بن پڑی نہ میرے سوالوں کے سامنے
 شمس و قمر کو دیکھ کے، ایامِ ہجر میں رہتی ہے صبح و شام، ملاؤں کے سامنے
 جب ہیں وہ لختِ دل مری آنکھوں میں دیکھ کر طوطی کا لعل بند ہے، لالوں کے سامنے
 آنکھیں کھلی ہیں، گیسوئے بیاں کی یاد دیکھو، چراغِ چلتے ہیں کالوں کے سامنے
 لیلیٰ کی آنکھیں یاد جو آتی ہیں قیس کو روتا ہے زار زار غزالوں کے سامنے
 پردے میں کراہے ہو یہ کیا نثرانیاں بیٹھو تو اُٹ کے دیکھنے والوں کے سامنے
 باعثِ یہ ہے جو چرخِ فنون گھرے چرخ میں جہاں ہنسی قدم، تری چالوں کے سامنے
 ساقی، ترے کرم سے میں جھشیدِ وقت ہوں شیشے چنے ہوئے ہیں بیالوں کے سامنے
 اے حورِ ہاتھ آئیں اگر میوہ ہائے خلد کھاؤں کبھی نہ تیرے اگالوں کے سامنے

ناظم، منہ آئے بیاں، ہم ہیں قدرداں
 شرمندہ کیوں ہے اپنے کمالوں کے سامنے

۱۔ غزل نہیں ہے۔ خ، فب، خد، غ، م مولانا خورشیدی کے خیال کے مطابق یہ غزل امیر مینائی کے

۲۔ رہتے ہیں۔ خا، خج

خط میں ہے۔ خا

مرطلع

۱ یہ دہنوں ایک سے ہیں بہاری نظر میں زخم زخم جگر سے کم نہیں اپنی مکر میں زخم

۲ شق ہو زمین یدد جو اس کے جگر میں ہو لڑے مکر فلک کی جو کچھو ڈا مکر میں ہو

۳ سمیت بہاری دد سے لب سست ہو گئی کچھو ڈا ہوا نوادر مکر حسبت ہو گئی

۴ نشتر سے نوک خار مرزہ کا پتا ملا زخم مکر میں زخم جگر کا پتا ملا

۵ کیا بری جوٹ ہے عشق مکر قاتل کی میرا کچھو ڈا بھی جو نقلہ تو مکر پیر نقلہ

خ

(۱)

طوبیٰ ہیں، وہ قدرِ سادہ ہی کچھ ہے سنبل ہیں، وہ زلفِ دوتا اور ہی کچھ ہے
 ۲ تجوئزِ سہاری تو دلا، اور ہی کچھ ہے وہ حسن ہیں، نامِ خدا اور ہی کچھ ہے
 اندازِ نرالا ہے، ادا اور ہی کچھ ہے
 ۳ کیوں شکوہ زباں کہی لانے ہیں دینے جو دل میں ہے کیوں اس کو سنانے ہیں دینے
 دھوکا تو کہیں نہ کہے بہانے ہیں دینے کہتے ہو، ہم اب غیر کو آنے ہیں دینے
 سچ ہو یہی، ہر میں نے سنا اور ہی کچھ ہے

- ۱۔ جس صفحے سے یہ حرف شروع ہوتا ہے اس پر خارج لکھا ہے۔ خا
- ۲۔ یہ نیز قصائد مثنویہ یا اور ہی کچھ ہے۔ خ، خب، م
- ۳۔ ادبائش کو یاں نور مچانے ہیں دینے جو بڑے کو کہی بات بنانے ہیں دینے
 گریباؤں پر لے ہاتھ لگانے ہیں دینے کہتے ہو ہم اب غیر کو آنے ہیں دینے
 یارب! یہی سچ ہو، یہ سنا اور ہی کچھ ہے خ، خب، م
- ترتیب کے لحاظ سے یہ چوکھانہ ہے۔ خ، ما

ابھیار سمجھتے ہو، دوا دیتے ہو، لاؤ لکھ کر مجھے لغویز شفا دیتے ہو، لاؤ
 صدقے میں انگر سیم دے دیتے ہو، لاؤ تم حسن کی خیرات میں کیا دیتے ہو، لاؤ
 ہر چہ تمنا لے گا اور یہی کچھ ہے
 ۲ کیوں خیر سکندر کو گیا راہ بتانے بے چارے کو گمراہ کیا راہ بتانے
 دھوکے سے بچا یا ہمیں صد شکر خدا پردہ نہ رکھا میرے لب روح فراتانے
 ہم جانتے تھے آبِ بجا اور یہی کچھ ہے
 ۳ الفت جسے کہتے ہیں، وہ ہے جان کا گونا جاہت جسے سمجھتے ہیں، وہ ہے گور میں سونا
 ہے موت کا پیغام، تعلق کس ہرنا ہے کشمکش نزع، غم ہجر میں رونا
 ناداں ہیں جو کہتے ہیں، فقنا اور یہی کچھ ہے

- ۱۔ جانا ہے کہ زاہد ہوں ردا دیتے ہو، لاؤ سجادۂ وسیع دکھادیتے ہو، لاؤ
 بیمار سمجھتے ہو دوا دیتے ہو، لاؤ تم حسن کی خیرات میں کیا دیتے ہو، لاؤ
 ہر چہ تمنا لے گا اور یہی کچھ ہے خ، خب، م
 ترتیب کے لحاظ سے یہ پانچواں بند ہے۔ خ، م
 لٹہ خاسیہ بند مخ، خب اور م کے مطابق لکھا تھا مگر پہلے شعر کو قلم زد کر دیا گیا اور سترے مصرع
 پر پہلے نمبر ڈالا گیا۔ دوسرا اور سترے مصرع حاشیہ پر موجود سن کے مطابق لکھا گیا اور
 جو تھے مصرع پر نمبر چار ڈال دیا گیا۔
- ۲۔ ترتیب کے لحاظ سے پانچواں بند ہے۔ خ، خب، م ترتیب کے لحاظ سے ساتواں بند ہے۔ خ، م
 ۳۔ گان اپنے عزیزوں سے بڑائی کا ہے دنا گان اپنے نصیبوں کی بڑائی کا ہے دنا
 مجھ کو بھی کوئی ساری خدائی کا ہے دنا ہم دم یہی جاناں کی جہائی کا ہے دنا
 کہتے ہیں جسے مرگ دے کیا اور یہی کچھ ہے خ، خب، م
 بند نہیں ہے خ، خب، م ترتیب کے لحاظ سے آٹھواں بند، خ، م پہلے منہ اجہ بالا صورت میں درج تھا مگر
 قلم زد کر کے موجودہ منی کے مطابق کر دیا گیا۔ خ۔

۱۔ عشاق کی ہر چہ بلوؤں میں کھینچی جان
مجنوں کی بھی اے جان! مصیبت میں بڑی جان

پیر شیوہ ارباب وفا اور ہی کچھ ہے

۲۔ کیا جانے کیا دل کو لگی اس کے ہری بات
بے جا تو مرے منہ سے نہ نکلی تھی کوئی بات

معشوق کو عاشق کبھی کہتا ہے لڑی بات
۳۔ جو میں نے کہا وہ تو بگڑنے کی ضم کئی بات

قاعد نے مگر اس سے کہا اور ہی کچھ ہے

۴۔ صحت نہ مجھے ہو گی، دن تشریف نہ لائیں
تشخیص میں آئے گا نہ یہ درد، نہ آئیں

دم دیں وہ کسی اور کو اعجاز دکھائیں
عسبی سے کہو مردہ صد سالہ جلاشیں

بیمارِ محبت کی دوا اور ہی کچھ ہے

۵۔ ہم حکم شریعت کے بھی منکر نہیں، ناظم
۶۔ ہم روز قیامت کے بھی منکر نہیں، ناظم

۷۔ ہم دوزخ و جنت کے بھی منکر نہیں، ناظم
۸۔ ہم زہد و عبادت کے بھی منکر نہیں، ناظم

پیر قاعدہ فقر و فقا اور ہی کچھ ہے

۱۔ گومیس کی کیا کیا نہ مصیبت میں کھینچی جان
کھنکھہ کر دہ جیسا تھا یہ قالب میں نہ کئی جان

بہتر کو لگا کھودنے، شیریں کی خوشی جان
زیادہ ہو سک پیشہ نے بھی دی تو سہی جان

پیر شیوہ ارباب وفا اور ہی کچھ ہے

ابتدائی میں مہر کے قلم زد نہ کرے موجود، متن کے مطابق لکھ دے گئے۔ خط مختلف ہے۔ خا۔

ترتیب کے لحاظ سے چھٹا بندہ ہے۔ خج، ما۔ ۲۔ بندہ نہیں ہے۔ خ، خا، خب، م۔ ترتیب کے لحاظ سے

دوسرا بندہ ہے۔ خج، ما۔ ۳۔ جو میں نے کہا تھا وہ بگڑنے کی نہ کئی بات۔ خج، ما

۴۔ بندہ نہیں ہے۔ خ، خا، خب، م۔ ترتیب کے لحاظ سے ستیرا بندہ ہے۔ خج، ما

۵۔ احکام شریعت کے بھی منکر نہیں، ناظم۔ خ، خب، م۔ شریعت سے پیچے کے الفاظ مٹے ہوئے ہیں۔ خا

۶۔ مہر عطا، باگیا۔ خا۔ اعجاز و کرامت کے بھی منکر نہیں، ناظم۔ خ، خب، م

۷۔ "ہم دوزخ و جنت کے بھی" مٹا دیا۔ خا۔ ابتدا قیامت کے بھی منکر نہیں، ناظم۔ خ، خب، م

(۲)

اف زباں پر، لب پر ہر دم آہِ اُتبار ہے دردِ پینہاں کی علامت، زردیِ خسار ہے
صورتِ نرگس کرا پا جہنمِ نازکِ دار ہے رنگِ فوقِ مینہ خشک، گویا عشق کا آزار ہے
دوست میرا کیا نصیب دشمنانِ بیمار ہے

برقِ عالم سوزِ مٹی، برقِ لگاؤِ فتنہِ زار کب کوئی اُپوئلہ نہ کرتا تھا اس کا سامنا
سامری کے سحر سے بھی بڑھ کے ہے یہ عاجز سحرانِ جادو بھری آنکھوں پہ کس کا چل گیا
لگ گئی کس کی نظر، جو وہ منہ نہ دینا ہے

تمتایا روتے آتشِ رنگ، آنکھیں اُتبار چاکِ دامن، آسینِ گلزار، گریباں تار تار
خاکِ تن پر، رخِ مکرر، حجبِ مشکیں پر عیار زلفِ ہرافشاں، نہ پیشانی پہ نقشے کی بہار
لب پہ مسمی، سرمہ چشم کمرِ مائیں پر بار ہے

اب کہاں باقی ہے وہ گلشنِ گلشن کی ترنگ دل، ہرنگِ غمیہ گل، باغِ ہستی سے ہے تنگ
رنگِ لائیِ فصلِ گل میں، جو شِ حُسن کی آہنگ روتے روتے نرگسی آنکھیں ہوئی ہیں لالہ رنگ
گلِ یہاں تک کھائے ہیں، سارا بدنِ گلزار ہے

۲ دل کے دینے کے غم میں، کام ہیں یہ عشق کے منہ دو پٹے سے لپٹے رہتے ہیں تنہا پڑے
کچھ نہیں ہے کام اُن کو، کوئی روئے یا سینے اب کہاں وہ انجن، وہ صبحیں، وہ چہچہے

آہِ ہم دم، بے کسی سہمِ درد، غمِ غمخوار ہے دیکھ کر جس کو جھپک جاتی بھٹی آنکھیں جوڑ کی
۳ ماہ کھاتا تھا مسمِ جس کے رخِ پر نور کی حلوہِ خسار جس کا تھا، تجلی طوار کی
نن ترانی لُغلو مٹی، جس بتِ مغرور کی شعلِ موی، آج وہ خود طالبِ دیدار ہے

۱۔ "سعد جوالہ مٹی برق" لکھا تھا۔ اسے تلم زرد کر کے حلیہ میں لکھائے "برقِ عالم سوزِ مٹی طرز"۔ خا

۲۔ ۳۔ یہ بندہ جس صفحہ پر درج اس پر خارج لکھا ہے۔ خا

۱۔ دل بچھے رہتے تھے جس کی رنڈ میں ہر طرف
جوانٹ دیتا تھا آتے ہی خریداروں کی صف
تھا ہزاروں پر جسے بازار خوبی میں کثرت
سیکڑوں یوسف تھے جس کی آرزو میں سرکبف
وہ زلیخا کی طرح رسوا کر بازار ہے

۲۔ ہے یہاں جس کو عروج اک روز اگل کو پہنچا
انقلاب دہر سے پیدا ہے شانِ ذوالجلال
سرکشوں کے سر تھے جس کی ٹٹوں سے بالمال
خونِ ناحق جس کی گردن پر نہ ہوتے تھے وبال
جائے عبرت ہے کہ سرگردن پہ اُس کی بار ہے

۳۔ دھوم تھی تقریر کی، جس کی جہاں میں جا رسو
معجزے کو مات کزرتی ہے جس کی گفتگو
بات کرنا خشکی لب سے اُسے دکھوار ہے
بات کرنے کی مسیحا کو تھی جس سے آرزو
خشک لب رئیس بیابانوں کے تھے جس کے اوپر

۴۔ سایہ بال ہما تھی، جس کی لعل مشک نام
کو پختہ حنبت فضا، جس کا تھا حوروں کا مقام
آج وہ ہے، اور کسی کا سایہ دیوار ہے
مہر دم آتے تھے نظارے کو جس کی صبح و شام
جس کے در پر جھکے پر یوں کے رہتے تھے مدام

۵۔ آج میں ابلہ ہے، ابلے میں خار ہے
۶۔ سماعتیں نازک پہ جس کی پر توڑ توڑ گراں
نکلت گل سے جو ہوتا تھا چین میں گراں
سایہ گل میں ٹہرنا، جس کو دم کبھر تھا گراں
عکس گل تھا جس گل رعنا کے سینے پر گراں
اُس کے دل میں ابلہ ہے، ابلے میں خار ہے

۶۔ چشمِ نرگس تھی چین میں جس کی محو انتظار
نکلت گل، ہر سحر جس گل پہ ہوتی تھی خار
سرو کا دل جس کے داغ عشق سے تھا لالہ زار
گل کھلے جاتے تھے گل تک دیکھ جس کی بہار
آج مر جھایا ہوا دن بھول سا خار ہے

۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ جس صفحے پر درج میں اُس پر خارج لکھا ہے - خا

۵۔ جس کو تھا دم کبھر گراں - خا، خد

۳۔ تقریر - ما

۶۔ 'تھا' نہ ارد - ما

اے جو خود رشک بری، ہو جائے وہ یوں مبتلا
جس پہ ہوں لاکھوں حسیں قربان، وہ یوں ہو فدا
اک طلسم حیرت افزا ہے، کہوں کیا ماجرا
حسن و عشق اک جاہو نے ہیں جمع، نا ظلم دیکھنا
شان ہے اللہ کی، کیا تو ہے کیا نا، ہے

(۳)

جہ ہے اے کہ میں، محو نما مٹاؤ تو شد
جہ کھلے، اے کہ کھلے، بلبلی کٹید اے تو شد
جہ بتے، اے کہ بتے، خال کف پائے تو شد
جہ کسے، اے کہ دل سخت کسے جاے تو شد
سر و من فاختہ، سر و دل ادا اے تو شد

جو ستم کمیش ہو خود، بانی صد جور و فساد
کیوں کرے چاہ کسی کی، کہ ہونا حق ہر باد
متحیر ہوں، کہ یہ پیر گئی کیسی افتاد
آں کہ صد یوسف مہری بغم او جاں داد
دیہ دور خواب کجا بیت کہ زلیخا اے تو شد

طرفہ رنگت کف پائے تری کی ہے پیدا
جس پہ ہے کبک دری شعلہ سمجھ کر شیدا
اے پیری عجب سے نہ کر ہمدہ، بخون شہدا
راست گوراست، کہ اس رنگِ خا باست یا
خون آں اُفتِ جاں از یب کف پائے تو شد

آگے جس نے قدر عطا کے ہو ششاد بھی بہت
وہ جھکے تجھ سے کشیدہ ہو تو اے ظلم بہت
کیا قیامت ہے کہ کچھ مند سے ہے شیت نہ بہت
رحم کن، رحم بجالش کہ عجب کرد قدست
اتفاق است کہ دلدادہ بالائے تو شد

میں نے مانا کہ الجھ پڑنے کی ہے کجی میں خو
بل سے خالی ہنسی پیرا کوئی موے گیسو
بیر خیال اس کا بھی لازم ہے کہ جود ہے پرو
میں بندش، کہ پیر شاں شود آں حلقہ مو
اے کہ ہر کسی نہ اکیرت شدہ اسو اے تو شد

سحر ہے جس کی ادا، مہر ہے جس کی قامت
 چتوین جس کی قیامت ہیں، نغا ہیں اُفت
 مردمِ دیدہ سے ہے اُنکے کو جس کی حُشت
 کچھ افسوں شدہ اُن اُہوے وحشیِ لامت
 اُن بہ مکر از ہمہ افزدن ز چہ شدہ الے تو شد
 یہ ہیں سمجھا، کہ ہے تو اہلِ حرم کا مہبود
 یہ بھی مانا ترے بندے ہیں لفساد و بہود
 بہرِ یہاں راہِ خرد آگے ہوئی ہے صدد
 اُن کہ پاسبانہ خمِ طرہ اُن خلقے بود
 چوں اسیرِ شکنِ زلفِ چلیپا الے تو شد
 اڑتے ہیں ہوشِ مرے، عقلِ یہاں ہے حیران
 جس کے اہرہ سے کہاں جھلکتی ہے درمیدان
 بہرِ فرشتوں کے قلم کرتی ہے جس کی مژگاں
 ایں چہ سحر است کہ اُن کا فرخوں دین جہاں
 سیرِ کویت بہ فِترِ ادا الے تو شد
 وہ جفا کیش، کہ صریح کو کرے تسخیر
 بہرِ ادا دے ملک الموت کے جس کا ہر تیر
 عرشِ بہرِ جہو لیتی ہو جس کی ہمیشہ بخشش
 اُن کہ تیرشش بود، آلودہ خونِ خنجیر
 کے کجا صیدِ سرِ تیرِ تمنا الے تو شد
 اے پہری! کس کی نغا ہوں سے ڈایا ہے یہ
 کہ بڑی تجھ سے نظر، ادا ہوئی حُشت کی اُنک
 بھرنہ کچھ پاس حیا کا ہے، نہ اندازِ ننگ
 زدہ صمدِ شیشہ ناموس، زشتوخیِ بربنگ
 اُن کہ مستِ ننگِ نرگس شہلا الے تو شد
 یہ مسلم، کہ ترے لب ہیں عقیقِ یمنی
 دردِ مذاں ترے کھلواتے ہیں بہرے کی کنی
 شمع، آگے ترے عارضے کے ہے گردن زہنی
 فرضِ کردم ہمہ گلِ دولی و نازکِ بہنی
 اُن دل نازک دے مہرِ یہاں جا الے تو شد

۱۔ "بندہ ہے ہیں" نہ ادا - ما

۲۔ جس کا ہر تیر - ما

سُرو قد، جس پہ ہے قمری کی طرح دل لٹیا
 ببل روح بے جس کے رخ ٹٹلوں پہ فدا
 جہن حسن و نرالت ہے سراپا جس کا
 اُن کہ کلزار تماشا ست ہر دوش ادرا
 چہ غودے کہ چیں صحو تماشاے تو شد
 جاے عبرت ہے بہ نیرنگی دور گردوں
 دیکھتی تھی جسے لیلیٰ بہ نگاہ مجنوں
 زلف تھی جس کی پیری کے لیے زنجیر جنوں
 بہ نش کہزہ جاں ہرگ سمن بود اکنوں
 لبہش خار و خشک درون سوداے تو شد
 کل تلک دیکھ کے ہم کرتے تھے جس کو عش عش
 آج دیکھا تو تجھے دیکھ کے دن آپ ہے عش
 سرکشی کا عثر اچھا نہیں، دیکھ کے کرکشی
 آں کہ اور در قیامت لبہم در کولیش
 محشر تازہ بیا از قد رعناے تو شد
 سعادۃ البیاعہ غم دہری ہے مہیاے میل
 کہ جو ناظم کی طرح ہوئے مسیحا بھی کفیل
 مرہی جاتا، نہ تعلقی کوئی بچنے کی بیل
 زندہ ہاشی تو آں شوخ مگر بقیل
 خٹلہ از پے اشعار سراپاے تو شد

(۲)

نہ در گذرا جفا سے، آسمان تنہا خوبرہ سوں
 رہے ہم زار و د، دشمنی ہمارا سرخرو بہ سوں
 پٹکتا کیوں نہ اپنی اُنکھ سے ہمدم، لہو بہ سوں
 قیامت ہے رہا دہ شوخ، دم ساز عہد بہ سوں
 اہی یاں جس کے دم بھر دیکھنے کی آرزو بہ سوں

-
- ۱۔ قمری دل، قد رعنا کے ہے جس کے لٹیا ببل روح کا دم رخ پہ ہے جس کے پوٹ کا۔ خد
 لسنہ خاک کے سن میں منہ رجب بالا ستر درج تھا جس کو تلم زد کر کے دن ستر لکھ دیا گیا
 جو موجودہ سن میں ہے
 ۲۔ محشری - حج، ما

وہی ہے دل کو وصل دِلستاں کی جستجو بہر سوں
وہاں تک مجھ کو گریاں لے گئی ہے آرزو بہر سوں
ر لایا ہے پہنچ کر، جو دریا نے لہو بہر سوں
گہری ہے اس کے در پر زنگی میں اُبرو بہر سوں
وہی ہے گلی بعد میرے بھی رواں، رواں آب جو بہر سوں

اڑا دوں کیوں نہ جل کر دھجیاں اپنے گریاں کی
خبر لیتا ہنسی دہ بت، تلی خاک ہو میری
کہاں اگلی میں غم خوار، کہاں اگلی میں دل مرزئی
وہ اب چھوٹے ہنسی دیتا ہے اپنا مجھ کو دامن بھی

کیا ہے آپ جس نے جیب میں میری دفن بہر سوں
کسی کا مال دیدہ وں میں کسی کو، کب یہ نہ بیا ہے
میں ہوں منصف طبیعت، حق شناسی میرا شوہ ہے
کروں حق اپنے محسن کا تلف، کچھ مجھ کو سودا ہے
کہ پہنچائی رہی ہے کا کل مشلیں کی بو بہر سوں
اجل کو جان کیوں کر دوں، یہ حق باد صبا کا ہے

دعا خانی کی کرتا ہوں، کہ اے حاجت روا میرے
نہ چھوٹے سلسلہ میرا، لب میلون ساقی سے
نہ آئے درد و، جس میں جہڑھا میرا نشہ اترے
بے جو خاک سے مجھ تشنہ لب کے بعد مرنے کے
وہی ہے خم خانے میں یارب! سلامت وہ کہو بہر سوں

عجب نقد ہر کھٹی میری، عجب میرا مقہ، کھا
دعا باب اجابت تک نہ پہنچی، لاکھ ستر ٹپکا
بہت نہ ہیر کی، کوئی محل باقی نہیں رکھا
کھلا میرے لیے اک شب نہ اس کے گھر کا دروازہ

پڑھی ہر صبح میں نے آیت استغثو اہر سوں

وہی دے ہا کھ سے اپنے، تو کچھ میری تسلی ہو
بہر ہو مے پرستو، اک میں یا حور بہشتی ہو
پیوں گامے نہ میں ہرگز، بجد ہر چند کوئی ہو
کف ساقی سے جام مے ملے تو کچھ تلذذی ہو
بیا ہے میں نے بے پیمانہ دس غم لہو بہر سوں

سنہی بھی جھپٹتھی، دہرہ وہ حجہ کو بناتا تھا سنہا ناظا ہری تھا اس کا، باطن میں رلاتا تھا
 اٹھانے کے لیے محفل میں یارو، وہ بٹھاتا تھا نہ سمجھو ہم، کہ میری عاجزی پر رحم کھاتا تھا
 رڑائی کا سبب ڈھونڈھا کیا ہے جنگجو برسوں جو واقف ہی نہ ہو اک غم سے، وہ کیوں کر بھلا جائے
 یہ رڑیاں جس نے جھیلی ہوں، وہی اس کا مڑا جائے توقع ہے عدو کو ترے آنے کی، وہ کیا جائے
 اٹھایا ہو تو رطخ انتہا دل دلا، با جائے کہ وعدہ کر کے گنوا تا ہے دن عاشق سے تو برسوں
 اقبیب ارمیہ کا ڈاڈا دھر جو نامہ بہر لا یا لفافہ اتفاقات^۱ حج سے اک نامے کا پڑھوایا
 سراغ اس بے نشان کا حج کو اک صورت سے پا لیا عدد کے ڈپ کے سر نامے سے آج اس کا بتایا
 پھر اہوں جس کے گھر کی جستجو میں کو بکو برسوں گلے سے اس کے پھر کیا قطرہ سے، اس قیاد اترے
 غدا کیسی، نہ جس کے حلق سے کوئی دوا اترے جز آب تیخ و خنجر در پانی اس میں کیا اترے
 اتارے پار اگر قاتل ہی تو بیڑا میرا اترے بہم چیاں رہا ہو خشک ہو کر جو گلو برسوں
 بڑی غفلت ہے ہونا عیب جو، ساری خدائی کا مقدم ہے خیال ان کو اپنی برائی کا
 سر دں کیا خاک میں اس منہ پہ دھوی پارسانی کا مھلا کیا طعنہ دوں زہاد کو زہریائی کا
 بڑھ ہی ہے میں نے مسجد میں غار بے دھو برسوں ہمارے حیلہ جو کو شوق ہے بائیں بنانے کا
 فقط بائیں ہی بائیں ہیں، یہ چہر جائے جانے کا خوشی کیا، اس سے ہڑا ہے جو مکہ سب کے آنے کا
 سلیقہ خوب ہے امید داروں کے مھلانے کا چلیں کیوں کر، چلیں کب، یہ رہے گی لنگھو برسوں
 چلیں کیوں کر، چلیں کب، یہ رہے گی لنگھو برسوں

* ۱۔ سترہ ایک طرح لکھا گیا تھا کہ اقبیب ارمیہ نے دوا جو اس نوڈا کو بھجوا یا لفافہ اتفاقات نامہ بہر نے حج سے پڑھوایا
 کیر کا کہ میں میں درج سترہ حاشیہ پر لکھ دیا گیا - خانہ ۱۔ میں حج کو وہ - خا
 ۲۔ 'میرا' ندارد - ما ۳۔ یہ مصرع حاشیہ پر لکھا گیا ہے - اصل جگہ خالی ہے - خا

خدا نے خیر سے گروصل کا دن محبوب کو دکھلا دیا
جگا یا ہے فلک نے جسی قدر، اتنا ہی سو دنگا
قیامت سے ادھر تو چونکنا، اے ہم نشیں کیسا
تعجب ہے قیامت کو بھی کھلنا میری آنکھوں کا

۱۔ ہے ہیں ہجر میں وا، دیدہ دیدہ اور جو بہ سوں

ا۔ رہی ہے عیش کی موجود دہر شے رات دن ناظم
ملی ہے لذت ہر دم و جم دکے، رات دن ناظم
بچے ہیں ہم نے کیا کیا سحر سے، رات دن ناظم
لہر جگمگٹ میں پیروں کے ہوئے ہیں رات دن ناظم
۲۔ ہے ہم کو اندر کا اکھاڑا، لکھنؤ بہ سوں

(۵)

برا کوئی ہے، تو آپ کو ہے، بہی کسی کی نہ تو کیا کر
کسی کو اک دن ہے منہ کھانا، نہ اک قدر، بچو بہر ملا کر
خلف تہذیب ہیں بہ بائیں، نہ پیٹھ پیچھے برا کہا کر
سنبھال دعاؤ، زبان اپنی، خدا سے ڈر، اک ذرا حیا کر

بتوں کی غیبت، خدا کے گھر ہیں، خدا خدا کر خدا کر

لباس دزبور ہے اس کو، دو کھو، نہ ناز میں ہے وہ شکر گلشن
جو ڈالی جیسا کلی گلے میں، تو جھک گئی ناز کی سے گردن
شکن بڑی انس کی تیاریوں پر، پڑا کر ہر جو بار دامن
جو پینے کانوں میں اسی نے سہنے، تو ہوئے کان پر ہر کوں

ہو انزالت سے رنگ نیلا، پڑا جو عارض پہ عکس اگر

انوکھی ان کی اکادیں ہیں، نہ رانی ان کی کچا دیش ہیں
گلی نہیں رکھتے ہیں یہ کافر، عجیب ان کی لعا دیش ہیں
ستم کے غمزدے، بلالی چالیں، غضب کی ہر دم سجا دیش ہیں
بتوں سے اے دل، خدا بچائے، قیامت ان کی بناؤ دیش ہیں

بغاڑ دیں سیکڑوں کو ظالم، کرس جو بائیں بنا بنا کر

۱۔ منہ کے ابتدائی میں مصرعے حاشیے پر لکھے ہیں۔ اصل جگہ خالی ہے۔ خا

۲۔ ناز میں۔ ما

۳۔ ہیں کریں۔ خا، خج

ایہاں توقف نہیں مناسب، جبر کی ہر دم ہی صدا ہے
چن میں ہر ایک غنچہ گل، چٹک چٹک کر رہا ہے
بیان ہے شمع انجن کا، کہ صبح ہوتے یہ سب فنا ہے
ہری جگہ ہے سرائے فانی، یہاں اترنا بڑی خطا ہے

یہی سبب ہے کہ ہر مسافر، عدم کو جاتا ہے منہ چھپا کر

نہ کچھ تلطف، نہ کچھ مدار، نہ کچھ کنایہ، نہ کچھ استاد
ہوئے ہیں برعکس ہم سے ایسے، کہ سنا بھی نہیں گوارا
ہمیں نہ ہو کس طرح سے کلمہ، کہ میں نہ جینے سے کیوں کنادا
کہاں دردِ ناب، کہ دیکھتے تھے وہ جاے آئینہ منہ ہمارا
اب آئینہ بھی جو دیکھتے ہیں، تو سامنے سے ہمیں ہٹا کر

کسی کی الفت میں زار ہو کر، ہوا ہے میرا عجیب عالم
بدل گیا صاف حال میرا، جہاں ذرا بھی ہوا وہ ہر ہم
کہ اتنی قوت بھی اب نہیں ہے جو ناز اٹھاؤں میں کنتہِ غم
ہوئی جو ابرو کو اس کی جنبش، تو ہو کے بسمل ہو ایں بے دم
کھینچی جو تیغِ ادا لے قاتل، نکل گئی روح دم حیرا کر

ہوا میرا حال زار اتر، جہاں ہوئی زلفِ یار ہر ہم
بھری جو اس کی نگاہ مجھ سے، تو کچھ گمراہی نہ خیر غم
ہوا جو اس گل کا سرخ چہرہ، تو دل ہو آاب مثل شبنم
ہوئی جو ابرو کو اس کی جنبش، تو ہو کے بسمل ہو ایں بے دم
کھینچی جو تیغِ ادا لے قاتل، نکل گئی روح دم حیرا کر

کیا جو مایوس ہم کو تو نے، تو اس سے کیا ہو گا کچھ کو حاصل
خفت بے مقصد سے تیرے ظالم، پھر لے کوئی نامراد بسمل
لگا بھی دے کوئی ہاتھ پورا، کہ حلبہ آسان ہو یہ مشکل
نہ ہاتھ اٹھا قتل سے ہمارے، کہ دل دکھانا برا ہے قاتل
بڑی عینا میں آئے ہیں یاں، ہم اپنے جینے سے ہاتھ اٹھا کر

۳ خیال اُٹے کبھی جو دل میں، بیان سوزِ غم نہاں کا
سنائیں ہم کس زباں سے تجھ کو، فنا نہ اس ٹھہری نغان کا
تو ٹھٹھیاں منہ میں اپنے بھردے ہر اک چھال لب و ہواں کا
نہ بوجھ احوال ہم سے ہم دم، ہمارے اُدھر مشاں کا
یہ اس کی ادنیٰ اسی ہے شرارت، بنی ہے بجلی خلک پہ جا کر

۱۔ منہ نہیں ہے - خا

۲۔ مہتار، ۱۔ خج، ما ۳۔ منہ نہیں ہے - خد

۱۔ تڑپ سے دل کی عیاں ہے عالم، جو کچھ ہے درد و غم نہاں
 خردش رعد اک ذرا سا نکتہ ہے اپنے ہنگامہ فغاں کا
 ۲۔ طلیحہ آئے گامزنہ کو سن کر، جو حال ہے جان ناواں کا
 نہ پوچھ احوال ہم سے ہم دم، ہماری آؤ کثر فشاں کا
 ۳۔ یہ اس کی ادنیٰ سی ہے شرارت، بنی ہے بجلی خلک پہ جانکر
 کہیں سننا ہے کہ اک مرض سے، کسی کو حاصل ہوئی ہے صحت
 ۴۔ عدج کامیرے ہے ارادہ، پھر اس سے بڑھ کر ہے کیا سفایت
 طیب سے کوئی کہہ دے اتنا، کہ جا کے اپنی ہی تودہ واکر
 ۵۔ کٹی جو آنکھوں میں رات ہم کو، ملک پہ عیسیٰ تک نہ سویا
 فلک پہ پہنچے سہارے نالے، تو وعدے نے نقد صبر کھویا
 ۶۔ تڑپ جو دیکھی سہارے دل کی، تو سر بیڑی برق تلکلا کر
 جو مل کے دل کے ارٹے میں ٹلے، تو چشم زری سے خواب اڑا
 ۷۔ کہہ تم کو کیا مل گیا جو ہم کو، کیا پریشاں، جھٹکا کر
 کہاں وہ انداز دناز جاناں، کہاں وہ چشم دلفان دہر
 ۸۔ کھلے ہیں دفتر شقایقوں کے، چمن میں ہنگامہ اک پیچھے
 کہ ہم کو کیا مل گیا جو ہم کو، کیا پریشاں، جھٹکا کر
 کہاں وہ اب عطر بیز چوٹی، کہاں وہ اب گیسوئے معجز
 ۹۔ خیال عیش وصال اس کا کمال اکھٹا ہے دل کو مضمحل
 جو یاد آتا ہے مجھ کو ناظم، تو ٹوٹ جاتا ہے سانس دل پر
 ۱۰۔ بلدیس لینے کو منع کرنا، وہ ان کا آنکھیں جمعاً جمعاً کر

۲۔ عیاں عالم جو کچھ ہے درد و غم نہاں کا

۱۔ بندہ ہنس رہا ہے - خا

۳۔ بندہ ہنس رہا ہے - خا

۴۔ خود ہے اس کو - خد

۵۔ ۴۔ ۲۔ بندہ ہنس رہا ہے - خا

سہرا

(۱)

سہر کو یہی حیدر کے سزا دار ہے سہرا
خود روشنی رخ سے بخودار ہے سہرا
اب بھی نہ کہوں، اب ہر بار ہے سہرا
یلتا رخ روشن پہ جو ہر بار ہے سہرا
مدت سے ترا لٹنہ دیدار ہے سہرا
ستہانہ جگر گوشہ گلزار ہے سہرا
بھولوں کا بنا، تو بھی گراں بار ہے سہرا
کیا بائے خانی حاطف دار ہے سہرا
سر مایہ آرائشی نظار ہے سہرا

ظہل علم احمد مختار ہے سہرا
کب مانع نظارہ رخسار ہے سہرا
دیکھو رخ نوشہ سے پسینے کا ٹپلنا
ہے نور کے دریا کا عروج نظر آتا
ودے عرق آلود سے کیر اب کرک کو
ہر تار بھی ہے اب ہر بہاوی کی رگ جا
ہیں جمع زبس دیکھنے والوں کی نگاہیں
گو سہر پہ بندھا ہے، پیر ادھر ہی کو ہے مائل
ناظم، مجھے یہ روز دل افروز مبارک

(۲)

حشمت بہ دور، بڑی دھوم سے آیا سہرا
لنگا جھنی پر قدرت نے بنا یا سہرا
واسطے اسکی مصحف کے اٹھایا سہرا
ہے ترے سر پہ یہ اللہ کا سایا سہرا
اس پہ بھی آپ میں بھولانہ سما یا سہرا
سک سلیقے سے ہے کشتی میں لٹایا سہرا
مجھ کو اللہ نے حیدر کا دکھایا سہرا

زہرہ نے دائرے پہر جانے کا یا سہرا
گو نہ کھرتا شعاعِ مہ و خورشید بہم
رات باقی تھی، کہ سورج نکل آیا جس وقت
مجھ کو سر کبڑی جاوید، مبارک نولہ
فرطِ نازش اسے کہتے ہیں کہ باندھ لیا
اتنے موتی نہ کما بیٹے کبھی دریا میں
شاد ہوں، ادھر یہ شادی ہے مبارک ناظم

ملائک کی رگ جاں کا ہے سپہرا
ہیں ہے اس سے باہر کوئی موتی
چھٹے ہیں دد طرف گیسو ہر
دبک ڈالا جو نعلہ خبری سے
نئی صورت کا ہالہ ہے، نہ کیوں ہو
دلہن کے گھر کی شوکت کا نشان ہے
بہم تاروں میں رشتہ دار یاں ہیں
وہ شرمائی ہوئی دد لکھائی آنکھیں
نہ کیوں کر خوش ہو سارا مملک ناظم

مگر حیدر علی خاں کا ہے سپہرا
خزانہ ابر نیایاں کا ہے سپہرا
نمونہ سہلستاں کا ہے سپہرا
خلاصہ صبر خشاں کا ہے سپہرا
کھلا کس ماہ تاباں کا ہے سپہرا
کہ یہ آیا ہوا داں کا ہے سپہرا
بہت مشتاق داماں کا ہے سپہرا
کہ جن کے سر پہ منتر گاں کا ہے سپہرا
مرے آسائش جاں کا ہے سپہرا

قصیدہ در مدح امیر المومنین حضرت علیؑ

سمجھے ہوئے ہیں ہم، کہ ہیں ہے جدا علی
لازم ہے پاس شریع، کہوں کیوں نہ احتیاط
واقع ہو کیوں نہ من رکب کی خبر بخیا
بیر و سلوک و فقر و فنا کے طریق میں
نام خدا، سبھی خدا ہے، خدا علی
یارب میری زباں پہ ہے اور دل میں یا علی
کشتی کا اہل بیت کی ہے نا خدا علی
ہے راہ دان و راہ رو و رہنما علی
روشن فزائے جلوں گمراہ کبریا علی
بار ندن ابر منزع صدق و صفا علی
سوز ندن برق خرم بعض و عناد و کفر

۱۔ تجھے۔ ما اس سفر میں اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ ہے مثل اہل بیت کسیفۃ نوح۔ من ربہا بخیا و من
تخلف عنہا عزق۔ ۲۔ 'ہے'، ندارد۔ جب۔ ۳۔ 'و'، ندارد۔ بخ، ما

دانا دبیر، دفترِ اسرار کاف و نون
 فخرِ عرب - مناعِ عجم - کز درِ انام
 موسیٰ کو تابشِ یہ بیضا ہے دستگیر
 منظرِ صفاتِ لبعہ کا ہے، بکھر نہ کیوں کہوں
 حلالِ مشکلات، لسانِ عرب میں ہے
 کھن جائے تابِ مہر سے سب خلقِ روزِ جزا
 ہاں اس علو مرتبہ کی حد کہاں کہ ہے
 آتا ہے ستارہ میں بھل، لبد بھول کے
 عادل و زبیر داور روزِ جزا علی
 نفسِ نبی، امامِ اہم، مہرِ نفی علی
 عیسیٰ کو مایہ بخش، دم جاں فزا علی
 ہے منبعِ تراوشِ آبِ بقا علی
 گریہاں سی زباں میں ہے مشکلِ کاشا علی
 کھیلے گئے گرنہ ظلِ طلیل ہوا علی
 از روئے رتبہ قبلہ آلِ عبا علی
 کیوں ختمِ انبیاء سے نہ ہو مدعا علی
 ناظم، نبی کے لبدِ امامت کے واسطے
 شایاں نہیں ہے کوئی، بکھر مہرِ نفی علی

-
- ۱۔ اہم، نہ ارد - خا، م، ما
 ۲۔ تاب مہر میں سب خلق - خد
 ۳۔ علوئے - خب
 ۴۔ مصرعِ ہنسی ہے خا
 "اپنا کے اختتام سے ہے مدعا علی" - خب
 ختمِ انبیاء سے نہ ہوں مدعا علی - خد

۱۔ اُس شاہ کے سلاطین کا صوبہ کو خیال ہے
۲۔ زندوں کی آنکھیں، مردوں کے لہجوں جہاں ہیں
۳۔ کو سورا چلے پیادہ، رہے بے نیازیاں
۴۔ کرتا ہے ایک گرم پہ ناپا، قطع راہ
۵۔ ہوتا ہے قوی غلہ، غضب و امیبتا
۶۔ ہر سادہ شاہ تشہ جگہ کے خیام پر
۷۔ محشر میں باغیوں کو ملے گا ستم کا بھل
۸۔ و احسرتا، کہ کشت تمنا ہے اہل بیت
۹۔ کیا کیا، کیا نہ دولت دنیا کے واسطے
۱۰۔ کرتا ضرور شکر یہ ہر دم ہزار لعل
۱۱۔ قاتل نے گونہ عزت دیں گا کیا لحاظ
۱۲۔ غالب نہ آئے ذوق شہادت کی کرکشی

۱۳۔ ناظم کو کیا سلام کے لکھنے کی دستاورد
بعد از سلام، عفو خطا کا سوال ہے

۱۔ سلمہ میں ہے - خ، ب، غ، م ۲-۳-۴-۵-۱ اضافہ لکھ - خ ۶- 'س' ندارد - فح
 ۷- 'ک' ندارد - ما ۸- ہر حیدہ جانتے تھے - خ ۹-۱۰-۱۱-۱۲- اشعار، حالیہ پیراج ہیں - خا
 ۱۰- قطبہ درج ہے - خد

تسلیم ہے حسین علیہ السلام کو
معنی رضا کے یہ ہیں کہ شبیر نامور
ظلمت میں ظلم کی ہوئی شان نہ اُستاد
خُرنے کیا جو گردِ ابد نہ کو کھل چشم
اصغر کے خلق کو نہ بنانا نشانِ نیر
سمٹا کوئی کیفیت، یا کوئی جھٹل کی دہشت
مانا مٹا شامیوں نے نبی کو خد اے لہ
دش خیراغ خانہ زہرا بجا دیا
دورِ رخ میں اپنا عہد نکالے گی اُن کی ہر گ
عباس کے چلے تھے سکینہ کے واسطے
ہو کر شہیدِ شیخ کسم جب عطا ہوا
پاسِ ادب سے ملے تو یا پیر نہ پی سکے

اقلیم دیں گے شاہِ سپہرا خستام کو
سمجھے نویدِ وصل اجل کے پیام کو
کرتا ہے جلوہ ماہِ شبِ افروز شام کو
دیکھا کبھلا سوادِ ردا را السلام کو
ہوئی شفی کی اُنکھ میں گر کسٹرم نام کو
یوں کاٹتے ہیں عترتِ خیر الا نام کو
بغیر کیوں نبی کے بعد نہ مانا امام کو
لعنت خد اکی، پیرہ درونانِ شام کو
دی آگ جس نے سبطِ نبی کے خیام کو
پانی مگر بپا نہ سکے تشنہ کام کو
کوثر کا جام، سرورِ عالی مقام کو
اد نہ ہاد یا کنارہ کوثر پہ جام کو

مہم کیا ہیں ناظم، اور ہمارا اسلام کیا
واں جمعک رہا ہے خیر خ مقوس سلام کو

۱۔ سے سلام، کہ دریا پہ تشنہ کام رہے
۶۔ گلوئے تشنہ اصغر میں تیر جب دیکھے

ہی حبیب کی مانند، اس کا جام رہے
تو بانو اپنے کلیجے کو کیوں نہ کھام رہے

۱۔ خد ا کا حکم خ، خب، م ۲۔ قطعہ اس کثر سے شروع ہوتا ہے۔ خا
۳۔ پی تو یا پیر نہ پی سکے۔ خ، خد، م، لم، جو۔ خا ۵۔ جس کا۔ خب ۳۔ اضافہ کثر۔ خ

زبانِ شیخ سے باہم دگر پیام رہے
یہ بندہ کرنے میں پانی کے اہتمام رہے
بنی کو بھول گئے، دشمنِ امام رہے
ز میں سے نیز لے بھر ادبِ بجا مہ تمام رہے
اگر نہ سایہ گیسو لے مشکِ عام رہے
اگر چہ لوٹ بھی واں بعدِ قتل عام رہے
کہ واں بہ نیتِ تاراج از دحام رہے
جو رہ گئے وہ گھر قمارِ اہلِ شام رہے
کہ خانہ ان نبوت کا ان سے نام رہے
شگفتہ پاشندہ کسر و خوش خرام رہے

کچھ یہ چاہیے ناظم، کہ جب پیے پانی
خیالِ تشنگی شاہِ تشنہ کا رہے

غضب ہے آلِ پیغمبر میں اور امت میں
بنائیں مشک کو چلنی، لغائیں اسنے نیر
وہ لوگ کل کچھ کیا منہ دکھائیں گے، یارب
یہ کیا غمنہ نہیں آفتابِ محشر کا
راجِ حسین کا ہو جائے دھوپ میں یارنگ
جفا سے کیر نہ ہوں ظالمانِ سنگیں دل
بناہِ خلقِ دود رہتا، یہ کیا قیامت ہے
پس از مصیبتِ تاراجِ مال و قتلِ نفوس
رہے تھے آدمِ آلِ عبا، بقیہ سیف
سواکس طرح کہ پیادہ ردی میں صورتِ رُحل

(۲)

ہر ہزیم میں اس کے لیے گریاں ہیں ہزاروں
شیخ و بزرگِ خیر و بیعہاں ہیں ہزاروں
دل و لیش ہے غم سے، تو ٹکراں ہیں ہزاروں
لے جانے کو پانی کے نگہباں ہیں ہزاروں
ہاتھوں میں لیے آتشِ کوزاں ہیں ہزاروں
امادہٗ خونخواری مہماں ہیں ہزاروں

مہمرا ہے اُسے جس کے ثنا خواں ہیں ہزاروں
اسباب میں دعوت کے حسین ابن علی کی
تن خندہ ہے خنجر سے تو سر ہم نہیں پیہا
دریا کی روانی پہ کسی کا نہ چلا زور
مطبخِ ہنسی گرم اور پئے خیمہ مہماں
مہماں کو پانی کی اجازت نہیں، لیکن

دور و کے لگی کہنے، کہ صدقے ہوئی امت
 قربان ہوں اس سر کے، کہ ٹٹ جائے و لیکن
 میرا پہرہ غم زدہ ہو، اور جہاں ہو
 امت کی شفاعت کا نہ بار ان کے پہ گراں ہو
 کیوں کر سینیں شبیر ان اشجار کو ناظم
 فردس میں داد د مگر مرثیہ خواں ہو

(۶)۱

کسی نے سجدے سے پوچھا تھا، امتوں کے لیے
 کہا کہ گرنہ کریں اہل شرع میری گرفت
 وہ آستانِ معلیٰ، جہاں کا پیرہ کاہ
 سعادت ازلی کا ہے کر بلا منبع
 متاعِ گریہ کی محشر میں ہے خریہ اری
 سرشک کے گہرا دریا، پارہ جگر کے لعل
 وہ چاک چاک زباں جس سے خون ٹپکتا ہو
 لٹا کے سر کو، طریقِ رضا پہ قائم تھا
 نہ تھا جو رخ، تو پیغمبر کی روح نے بوسے
 بڑا صفوف ملائک میں اضطرابِ عظیم
 یہ کج روی، یہ ستم گستری، یہ بے ادبی
 دھنے گی اس کو قضا، دئی کی طرح ناظم
 دن انتقام کا آتا ہے آسمان کے لیے

۱۔ سلم نہیں ہے۔ خ، فب، م

۲۔ دے، نہ، ارد، ما

صف چیر کے، نہ مثل نظر جاتے ہیں تنہا
ہے ماریہ کے ارض کے حصے میں تقدس
اُس خاک کا کیوں کر نہ لقب خاکِ شفا ہو
ہاں مفتوح الطاعۃ، حسین ابن علی ہے
ہے ایک حسین ابن علی مصحفِ ناطق
کیا اُن کی تلافی کی یہی طرز کھتی، یارب
گو جمع لبانِ صفِ مزگاں ہیں ہزاروں
یوں کہنے کو دنیا میں بیا باں ہیں ہزاروں
جس خاک سے خواہد درماں ہیں ہزاروں
اس بات کی اثبات یہ بہرہاں ہیں ہزاروں
یوں پڑھنے پڑھانے کو تو قرآن ہیں ہزاروں
امت یہ پیغمبر کے جواہر ہیں ہزاروں
اسیہ ہے ناظم کو گنا جائے یہ اُن میں
جو مانتی شاہِ شہیداں ہیں ہزاروں

(۵)

جب وقتِ سلام آنکھ میری اشکِ فشاں ہو
کیوں کر نہ ہیں اشکِ جوخوں جوش میں آئے^۳
گر طائرِ سبیل کی تڑپ کجھ میں نہیں ہے
یہ غم نہ اگر زسیت کی ہو علتِ غائی
تو قیغ کو کیوں مہرِ نبوت کی نہ مانیں
گر خستگی نہ یہ نہ گھٹے دلِ اُہن
کیا ہاک اٹھے اکبر یہ کہ جب سامنے آجائے
کیا قتل کی اپنے، تن بے سر کہے اوداد
بیزلے پہ چڑھا ہا ہے لہرِ لہو بنی کو
صغریٰ نے سنا جب، کہ کھٹے گا لہرِ شہیر
آلسنوبہ سوئے تربتِ شہیرِ رواں ہو
کیوں کر نہ کھٹے سینہ جو لہرِ بزمِ فشاں ہو
اے دل! صفتِ ماہی بے آبِ تپاں ہو
اے کالبہِ خاک! نہ منت کش جاں ہو
کیوں اُس کو مٹائیں جو پیغمبرِ کائنات ہو
کھوچیم زرنہ کسی لیے خوبانہ فشاں ہو
محکم ہے کہ احمد کے نہ آنے کا گماں ہو
جب تک دہنِ زخم میں پیہ انہ زباں ہو
یا حضرتِ عباس! علم دار! کہاں ہو
تا حشر میں آمرزشِ امت کا صفائے ہو

مجبوری، وقتِ سفر نہ لے کہا صغیر سے
 لبِ دریا سے جو عبا کی کھڑائی سے
 جس طرح تن سے توتلی ہے کڑو گزن کو
 مرگ سے کم ہیں ان اگر غور کر لے
 خاکِ میدہ ان دغا ہو گئی غم سے یہ صغیر
 لائے گا طائرِ خویش پر بال اُن کا جزا
 راہ نکلتی تھی قیامت کی، کہ قربانی ہو
 آدمِ آلِ عبا رہ گئی تنہا زندہ
 تھی قیامت تک امامت کی امامت منظور
 لے چلے عابدِ آفتِ زدہ کو جانبِ شام
 ۳ مانے تھے نہ رسول ان کو، تعجب کیا ہے
 یہ محب ہے کہ پیغمبر کے خلیفہ بن کر
 لاسکے پھر سکینہ جو نہ پانی عبا کی
 شاہِ ہر لحظہ یہ کہتے تھے کہ اے ہر فرات
 قتلِ قاسم میں لعینوں نے بڑی جلدی کی
 قید خانے میں یہ مظلوم، وہ باحمت جاہ

کیسی حالت میں جدِ اسوی ہو تم بابا سے
 دادِ رنج کا اٹھا شور لبِ دریا سے
 ربا سجدے کو ہے دلیز رنہ والا سے
 مانگنا پانی کا، اور وہ بھی صفِ اعدا سے
 کہ وہیں گرتی تھی، اٹھتی تھی اکثر و محمرا سے
 نامہ باندھا ہے جو صغیر نے پر عنقا سے
 تھی اجل بسکہ فخلِ فاطمہ زہرا سے
 لبیبِ صغیر کہ جب اٹھ نہ سکی دنیا سے
 ورنہ سجاد نہ بچتے غم جاں فرسا سے
 دوسیا ہوں کو فراغت ہوئی جب یغی سے
 کی بدی امتِ موسیٰ نے اگر عیسیٰ سے
 دشمنی کرتے تھے اولادِ کشتہ لطمی سے
 پانی پانی ہو لے ایسے نہ کھیرے دریا سے
 خوب سیراب کیے تو نے بہتر پیا سے
 بات بھی کر نہ سکی ہائے دلین دولہا سے
 آنکھیں کیا چا کر میں اہلِ حرمِ ہند سے

- ۱۔ سلمہ نہیں ہے - خ، خب، م ۲۔ 'د' نہ ارد - ما
 ۳۔ اضافہ قطعہ - خ، خد لسنہ خا میں بھی یہ قطعہ درج تھا جس کو بعد میں خارج کر دیا گیا
 لسنہ ما میں یہ قطعہ درج نہیں ہے - چونکہ یہ لسنہ نوابِ طلب علی خاں کے زمانے میں شائع ہوا
 اور وہ سنی تھے اس لیے خیال ہوتا ہے کہ یہ قطعہ واردِ کتاباً خارج کر دیا گیا تھا

پردہ ساز میں بھی سوزِ غمِ قاسم ہے ہائے نوحہ کی صدا آتی ہے ہر شہنا سے
 گر کے عباسؑ جو تر پے تو سکنہ تر پی لا خبر دہکے، رو کر یہ کہا فضا سے
 بسکہ مداح ہوں میں ساقی کو شر کا مدام
 مے اٹھ کرے ملیں گے مجھے ناظم کا سے

(۸)۱

سلام اس شاہِ دیں کو، جس نے بڑھ کر اہل عالم سے
 جہاں کے زنجیوں کو آزاد ہوتی ہے مرہم کی
 طبعی کچھ روی سے جبرِ خ کی، ہر با ہوا فتنہ
 سن اے گردوں، تراہم کیا کریں گے، پیر یہ کہتے ہیں
 سوئی مہیاں میں جو نے خوں و داں، زخموں سے مردوں کے
 نہ ہو تا اگر یقینی خوف، اگر جانے کا کعبے کے
 ارادہ تھا، کہ نہ سے وقتِ رخصت یو کیس با نو
 بھرا اپنے دل میں کہتی تھیں، کہ کہہ کر کیا کردوں یارب
 نہ ہو گر شور و غل تو بھی مری آواز کیا پہنچے
 نہ بائی فتح گردِ دشمن پہ، یہ بات ادھر ہی سمجھو

لیا ہے کارِ محرابِ عبادت تیغ کے خم سے
 حسین ابن علی کے زخم کو کھتی عمار مرہم سے
 دوتا ہے اب خود اس کی پشت بارِ رحمتِ غم سے
 بری کی تو نے ظالم، زبہء اولادِ آدم سے
 بھی خیمے میں ندی عورتوں کی چشمِ پیر غم سے
 تو اس ماحم میں اک دریا بلبا چشمِ زفرم سے
 کہ صلب، دشتِ غربت میں جد اہوتے ہو کیوں ہم سے
 مہینی دیتی سنائی بات ہر گز شورِ ماحم سے
 جب ایسی پرو گئی ہو نالہ و فریادِ ہر دم سے
 مگر ہیبتِ برستی تھی لو اے نہ کے پرچم سے

نیا ہو جب ہر کس، ماحم بھی کہہ کا تازہ ہو ناظم
 شروع سال ہے اکی داکے ماہِ محرم سے

(۹)۱

واجب ہوا فلک پہ مہرِ تم کا احرام
انجم سے آسماں کو چیراغاں کیا غام
ارداح نہ سید کا ہے مجلس میں ازدحام
پیرا ہن سید کا زحل کو ہے التزام
رضواں میں بزمِ تعزیت نہ کا انتظام
جاری ہوئی تو اس کا رکھا سلسل نام
یہ کہہ کے پیٹتے ہیں فرشتے کہ یا امام!
ارداح انبیا کا یہی درد ہے مدام
کہتے ہیں، ہائے خلد میں غم کیوں ہوا حرام
ہے عمرش پیر بھی تعزیت داری کا اہتمام
ہے حاملانِ عرش کو اک وضع پیر قیام
ایسا ہی شورِ عالمِ سفلی میں بھی ہے عام

جب شاہ کو ہلال نے جمع کر کیا سلام
بزمِ عزرا میں پہوئی ہے درکارِ دشمنی
اجرامِ علویہ کا ہے ماتم میں اجتماع
گردوں کبود جامہ، قمرِ سبز پوش ہے
فردوس میں کیا ہے بہ آئینِ مومنین
کو شر کا وحش چشمِ پیر آب اور جوئے اشک
جس وقت غلِ مجانی میں حویں بہ یا حسین!
صلو علیٰ الحسین و صلو علیٰ الحسنین
بڑھ کر دردِ فرطِ محبت سے بار بار
رسدوارہ ہے نخلِ ماتم، اگر غور کیجیے
بزمِ عزرا کی شان بڑھانے کے رکھو
ہنگامِ خاصِ عالمِ علوی کا سن لیا

سو اس جگہ میں ناظمِ خویش جگر بھی ہے

سبطِ نبی کے تعزیت داروں میں دالام

(۱۰)۲

جس کے منزار سے ہے عز و کثرت زمیں کو
جانے دیا نہ ہرگز کفار نے کہیں کو
گوندھا ہے کفر میں داں، بغض و عناد ہو گئیں کو

میرا سلام پہنچے مہرِ کبیر دیں کو
ارضِ عرب سے نہ کا ہجرت کا کفار ادا
اعدائی آفرینش، ہے اور عنفروں سے

۱۔ اہل شام! تم کو خوفِ خدا نہ آیا
یوں نود گھر تھیں زینب، بچے جائے میرا لہجائی
بائیں ہمہ دلیری، عباس کا سرِ رحم
شہیر سے امامت، یوں کمرِ خرد ہوئی ہے
راہِ خدا میں دیکھی، شہیر کی سخاوت
طاقت میں وہ تو غل، تسلیم میں وہ رتبہ
منہ لور تھی شہادت، مقبول تھی عبادت

ہوں گر چہ ذرہ، لیکن امید ہے یہ ناظم
میرا سلام پہنچے مہرِ بہرِ دین کو

(۱۱)

مبرا اُسے جو خستہ دل و سوختہ جاں ہے
گر جسم میں جاں ہے تو وہ اک خار ہے کمرِ بزم
ہے موجہٴ خوناب، اگر سینے میں دم ہے
دل کھول کر رونے کو جگر لائے کہاں سے
جنرِ نالہ ز بختِ ہنسی، کوئی جوابی
کیوں آلِ عبا کا اسے آدم نہ سمجھیے
لکھتا ہوں شہنشاہی شہادت کی حقیقت
نہ جاتے ہیں مہیاں کو، سمجھ میں ہیں آتا
منظورِ زور سے ہنسی اعضا کی حفاظت

۲۔ بخود پہ مردہ، سوئے شامِ رواں ہے
گرد و شش پہ سر ہے، تودہ اک بارِ گراں ہے
ہے ماہی بے آب، اگر منہ میں زباں ہے
آنکھوں میں ہے دم، اور منہ خونابہ کجاں ہے
عبادہِ عجم شہیر میں گھر مرثیہ خواں ہے
یہ مخمزدہ، کمرِ قافلہٴ مخمزدگاں ہے
سجاد کو جو ڈاکٹر کا ہنس جاں ہے
سرِ سر کی رگ جاں ہے کہ توست کی عشاں ہے
مکونِ صغیر شہر کو نین عیاں ہے

ہر حلقہ ہے اک آنکھ، زہے شوقِ شہادت
 شبیر کی رحلت میں تر دہنیں ہم کو
 سو آنکھ سے دل، جانبِ نادر گراں ہے
 کہتے ہو کھیر ہے، تو کہتے ہیں کہ ہاں ہے
 اور لاش اٹھائی ہے تو تابوت کہاں ہے
 نے نام جنازے کا، نہ تربت کا نشان ہے
 یا سرورِ دیں! حشر کو کیا ہو گا میرا حال
 ڈرنا ہوں، پر اک نوع کی امید کجی داں ہے
 جب ۱ چلیں دوزخ کو فرشتے، تو کہیں آپ
 ہاں ہاں، یہ مرا ناظمِ آشفۃ بیاں ہے

(۱۲)۵

اس پر سلام، قبلہ ہے جو نوا مام کا
 جس دن سے تشنہ کام ہوئے شاہِ دین شہید
 مہدی سے چاہتا ہوں صلہ ایسی سلام کا
 چشمِ پیر آب، نام ہے کوثر کے جام کا
 تلوار کیا ہلاں ہے ماہِ صہیام کا
 صخرہ کو کچھ جواب نہ پہنچا پیام کا
 رضواں کو آج لطف ملا اہتمام کا
 خاکستر اڑ کر ان پٹے اکھنیں کے خیام کا
 مہرِ سپر دیں شہِ عالی مقام کا
 لشکرِ کھٹا، سیاہ دروانِ شام کا
 ہالہ بناوہ دائرہ ماہِ تمام کا
 اس پر سلام، قبلہ ہے جو نوا مام کا
 جس دن سے تشنہ کام ہوئے شاہِ دین شہید
 بے آب و دانہ لڑتے ہیں، مردانِ تیغ زن
 افسوس، پشیمہ فیرِ قتل شاہ سے
 ارواحِ موہین رواں ہیں بسوئے خلد
 آلِ نبی کے خیمے چلیں اور کھیر پڑے
 سب ہو چکے شہید، بس اب غمِ رزم ہے
 برقِ سنان و سیف کی خشنودی سے جب
 فوجِ عدو میں حضرتِ شبیر گھر گئے

- ۱۔ اس وقت اٹھایا ہے تو تابوت کہاں ہے - خب ۲۔ 'تو' نہ ارد - ما ۳۔ قطرہ درج ہیں ہے - خب
 ۴۔ ابھی نہ ارد - ما ۵۔ سلام ہیں ہے - خ، م ۶۔ بے نان و آب - خب
 ۷۔ آیا - ما ۸۔ پیر - خب ۹۔ قطرہ درج ہیں ہے - خب

کیوں کر کہوں، کہ عاقبتِ کار کیا ہوا
 شہرِ عیسٰی نے کاٹ لیا سرِ امام کا
 بہتر ہے زندگانیِ جادیدِ خضر سے
 سرِ نازِ خدا میں امامِ بہا م کا
 جاں اکی طرح سے دیتے ہیں ناظم، بقولِ قیر
 کیا ذکرِ بیاں صبیح علیہ السلام کا

۱ (۱۳)

۱۔ منبعِ آنکہ اظہارِ بندگی	نفسِ رسولِ حیدرِ گہوارِ بندگی
سلطانِ زہرِ نوشِ شہنشاہِ کبرِ پوش	۱۔ سروِ باغِ احمدِ مختارِ بندگی
۱۔ تشنہ لبِ شہیدِ بیابانِ کربلا	دریائے نور کے درِ شہوارِ بندگی
رنجور، خندہ پا، مہارِ شترِ بکف	۱۔ بے کسوں کے قافلہ سالارِ بندگی
باقرا امامِ پنجم، چرخِ بہمِ مسیر	فرماں ادا کے ثابت و سیارِ بندگی
جعفرِ امامِ صادق، ناظرِ محقق کہ تم	ہو علمِ حق کے محرمِ اکرارِ بندگی
۱۔ کہیے امامِ موسیٰ کاظم کو دم بدم	۱۔ باغِ دیں کے روئی گلزارِ بندگی
دل میں امامِ ضامن و ثامن کا ہے خیال	۱۔ کتبِ دیں کے ابرِ گہوارِ بندگی
روشن گہرِ نقی ہیں، مجھ کے نورِ عین	۱۔ مطلعِ لواصِحِ انوارِ بندگی
فرخِ اثرِ نقی، کہ وہ دہکویں امام ہیں	ہر وقت اُن کو چاہیے دس بارِ بندگی
۱۔ ثانیِ حسن، حسنِ عسکری، درود	فیضِ ازل کے مصدرِ آثارِ بندگی
۱۔ خاتمِ آنکہ اثنا عشر امام	۱۔ دینِ حق کے مہرِ نزارِ بندگی

منظوم ہو کلام، تو مقبول کیوں نہ ہو
 ناظم نے کی ہے نظم میں اظہارِ بندگی

مہر نے سے بیچ رہا تو یہ سمجھو فغانہ کھی
 گیسوئے تابدار کھے، ز بکیر پا نہ کھی
 اکبر کی عمر مجھ سے کچھ ایسی سوانہ کھی
 عقد بن حسن سے خوشی مدعا نہ کھی
 یا آنکھ کھی، پیر آنکھ میں اُن کے حیا نہ کھی
 کھی ایک جوئے خوں، کہ ہر ہر روانہ کھی
 سبطِ نبی کے ساتھ یہ سستی روانہ کھی
 جو نیم جاں کھے ان کو تڑپنے کی جانہ کھی
 حق سے سوائے بخشش امت دعا نہ کھی
 فریادِ اہل بیت کھی، بانگِ درانہ کھی
 خیمے سے دور بارگہ گہریا نہ کھی
 تپتی زمینِ بادیہ کمرِ بلد نہ کھی
 گویا کہ آگ کھڑکی ہوئی کھی، سوانہ کھی
 ہے ہے، مگر وہ دخترِ خیر النساء نہ کھی
 اس سر کو پیٹتے کھے، کہ جس پر دانہ کھی

ناظم، ہم ایک زمین میں لکھتے ہزار شعر
 لیکن غمِ حسین سے فرصتِ ذرا نہ کھی

تسلیم اس مر لیفی کو، جس کی دوانہ کھی
 کھیں ہر قدم پہ حور کی آنکھیں بکھی ہوئی
 کہتے کھے، ہائے مجھ کو نہ کیوں موت آگئی
 منظور تھا کہ ادھر ہو مائیم کی آنچ بیز
 یا یہ کہ شامیوں کو نہ دی کھی خدا نے آنکھ
 اللہ کے کشتِ دھوں، کہ کنارے فرات کے
 بتقریبی، حد یہ سہی، اُن کے دل مگر
 اکثر تو بہ کشتے دشت میں کھے جا بجا پڑے
 خنجر رواں تھا حنجرِ شاہِ یبر، مگر
 کیوں کر نہ کانپ اٹھتے وہاں حاملانِ کمر
 آوازِ آہ و نالہ گئی ہوگی واں ضرور
 کر سکتے ہر میاس، کہ اُسی وقت دعویٰ سے
 فصلِ بخور و بادِ کوم و لغز میں
 زینب یہ کیسا ٹوٹ پڑا، یارب ارحم
 اس تن کو درد ہے کھے، کہ جس تن پہ لہر تھا

صفحہ
۳۶۶

۱۔ سلام نہیں ہے - خ، م ۲۔ شعر حاکمہ پر درج ہے - خا

۳۔ کو - ما ۴۔ لیکن غمِ حسین سے فرصتِ ذرا نہ کھی - حب

لنہ خج میں بہ مصرع حاکمہ پر درج ہے

مہر کی سنتے ہیں، کل صبح وہ سماں ہوگا
 لڑکی گری وہ غصہ، دھوپ کی شدت، مہر
 شہر افشاں ہو خسی و خار، لبان و گل ریز
 کاش، یہ بات بھی سنتے کہ قیامت آئی
 سو یہ سب کچھ تو بہ ستور ہے کامرود
 مگر، امید کہ اہل جہاں ہے جو گھر
 کربلا نام جو دادی کا سنا ہے تم نے
 باپ کا جس کے لقب، بیکر خدا ہے مشہور
 ۳ جسم میں اس کے، جیسے گود میں پالے زہرا
 کہ لبر بچوں کے لیے جائیں گے اکی لہ کے خیم
 وہ دھواں خیمے کے جلنے سے اٹھ جائے
 ساتھ خیمے کے نباتات بھی جل جائیں گے
 مجھلا ہو گا وہ کچھ دیکھ کے جس کو کہیے
 مختصر آئے گا وہ حرف زباں پر، جو حرف
 روئے گا، ترہ چکا، منہ پیٹے گا، کہ بھڑکا
 دسویں تاریخ محرم کی ہے، کل طہرے وقت

دیکھو ناظم کو کہاں ہے، خبر اس کی لینا
 آج وہ خندہ جگر، سخت پریشان ہوگا

- ۱۔ سلام سنی ہے - خ، حب، م ۲۔ قطعہ درج سنی ہے - خ، نج، خ
 ۳۔ شعر مصرعوں کے درمیان درج ہے - نج ۴۔ دیندار مسلمان ہوگا - ما

خستہ خبرِ ستم کو سلام خبر و دیں، امام ابنِ امام
جس کے خون سے ہوئی ہے نامِ اود وہ زمیں، کر بلا ہے جس کا نام
خیمہائے خدا لگانِ امام بعد لٹنے کے جل رہے ہیں تمام
حلہ پوشانِ چادرِ تطہیر یا برہنہ ہوئے ہیں گرمِ خرام
شرم کر، اے زمانہ، غدار ڈوب مہرا لے سپہرِ نیلی خام
دھوپ اور سایہ خدا کے عیال آگ اور بادشاہِ دیں کے خیام
جو کہ ہو بعدِ مرثیٰ و حسن نائبِ جانشینِ خیرِ انام
اس سے بیعت طلب کریں ادھر ادعا لے طریقہ، اسلام
جب ہوئے جاں بلب علی الصغر بی بیوں نے بیا علیجہ مقام
گود میں شمسوارِ دوشِ بنتی لے چلے اس کو سوئے نکرِ شام
تاکہ پانی طلب کریں ان سے نہ بہت، بلکہ کڑی آدھا جام
لے گئے، اور وہاں ہوا کیراب آبِ بیجاں سے طفلِ شیرِ آشام
مقامگروں خدنگِ بیکِ قضا اور اس کی صدا اجل کا پیام
یہ نہ سمجھے کہ ہر کیوں ماریں تشنگی کر چلی ہے اک کا کام

ہے حسین شہید کا ذکر
نظمِ ناظم کو ہے اسی سے نظام

(۱۷)

ہاں مجھئی، امامِ سپہر آستان کو دیکھ
 ستر بہتر آدمیوں کو قیاس کر
 اونٹوں پہ کون، ہاتھ میں کس کے مہار ہے
 جو بچ رہے ہیں قتل سے ان کے دلوں پہ تو
 جن کی محبت آتشِ دوزخ سے دلا مال
 قاتل سے اپنے کہتے تھے ابرہہؓ اور لعین
 انکار کے خدنگِ جگر دوز یاد کر
 گاہے خردشِ نوہ فوجِ ملک کو سن
 پہلے خیالِ تشنگی اہل بیتِ باندہ
 زخمی ہیں اہلِ ہزم، مغنی ہیں لوحِ خواں
 اُس کے سپرِ مبارک، نوکِ سناں کو دیکھ
 اور ان ستم گردوں کی سپاہِ گراں کو دیکھ
 اس کا رواں کو دیکھ اور اس رباں کو دیکھ
 دی ہے خدا نے اُنکی، تو زخمِ نہاں کو دیکھ
 ان کے بہوں پہ زمزمہٴ الاماں کو دیکھ
 پیٹھاں کو دیکھ اور میری استخوان کو دیکھ
 آلِ رسول کی مژدہٴ خوں چاں کو دیکھ
 گاہے کہو دپیہر ہیں آسماں کو دیکھ
 سمجھ کر میں زوالی آبِ رواں کو دیکھ
 ہزمِ نکاحِ قاسمِ ناشادماں کو دیکھ
 کیا کر رہا ہے ہند میں ناظمِ سخنِ دربی
 چل کر منراہِ بادشہٴ انس و جاں کو دیکھ

(۱۸)

حضرتِ شبیرؓ کو پہنچے سلام
 بادشہٴ ملت و دین کے وزیر
 بعدِ حسن، جائے نشینِ نبیؐ
 منشیِ انشاے نجات و ہلاک
 محکمہٴ عالی میں بہ توقیعِ خاص ق
 قبلہٴ صہبہؓ و امامِ انام
 بارگاہِ صدق و یقین کے امام
 بعدِ نبیؐ شافعِ دُرِ قیام
 حاکمِ احکامِ حلال و حرام
 مولکِ والا میں بہ فرمانِ عام

مہر ہے ایک رایتِ زریں سلب ماہ ہے اک توسنِ سیمیں سنام
 صبح شہادت اگر آجائے یاد مسکنِ اعدا کا جو سن پائے نام
 گل نہ کھلے باغ میں ہنگام صبح شمع نہ روشن ہو کبھی وقتِ شام
 نقشِ امامت کے مٹائے نشان آلِ پیغمبر کے جلے خیاں
 شافعِ محشر کا جگر نہ قید ساقی کوثر کا خلفِ تشنہ کام
 ماتمِ عترت میں سید پوش ہے مہرِ ملکِ دیدہ خیرِ الا نام
 دیکھیے کس رنگ سے ہو باز پرک دیکھیے کس طور سے لیں انتقام
 دھونکنے میں آگ کے کرگرم ہے دیر سے دوزخ کا مدار المہام
 مہرِ حلہ گور نہایت قریب ق راحلہ عمر بہت تیرا کام
 دیکھیے کب کرتے ہیں نافرمانی صہدی موعود علیہ السلام

(۱۹)

درود اُس شاہِ عالی آستان پر کہ جس کا آستان ہے آسمان پر
 نہ دیکھا ہو سوا نیزے پہ گھر مہر سرِ سلطان دیں دیکھو سنان پر
 جھٹکا تھا سخت سے جب سوئے اصر توتلی تھی پڑنے لعنت گمان پر
 اٹھائیں بھر قدم سجاد کیوں کر گراں جب ہو گیا ہو جسم جاں پر
 کوئی کیا پاؤں کے کانٹوں کو روٹے ہڑیں جب پیاس سے کانٹے زباں پر
 رہے ہم شغلِ پیغمبرؐ، کہ سو بار اجل ہوئی تھی صدقے اُس جواں پر
 نہ تھا کیا درمیاں روئے پیغمبرؐ اٹھا کیوں ہاتھ اُس سرِ رواں پر
 قیامت ہے کہ اولادِ پیغمبرؐ رہے لب تشنہ، بھر بے کراں پر
 سنایہ مطلع جاں سوز، نافرمان جو رکھا کانِ ریشہ کی فغاں پر

۱۔ حالتِ پرہیزِ معرۃ دُبارہ کی طرح لکھا ہے کہ اگر دیکھا نہ ہو نیزے پہ خورشید - خ

کیا کیوں سبہ پانی مہماں پر مطلع
 کہا بانو نے چنہ لے اس سے پہلے
 بڑی کھیر حجہ پر دلیسی ہی مصیبت
 کبریٰ زینب نے جب آنکھیں بار بار
 طیور بہارن کہتے تھے کہ دیکھیں
 گہری بجلی یہ کس کے آستیاں پر
 دعا یہ ہے کہ ناظم، دم نہ لے
 نہ جب تک کہ ہونہ کے آستیاں پر

(۲۰)

سلام اس خستہ پر، تھا جس کا تن زخموں سے صدمہ بارہ
 جعبہ میں شہر بانو سے کہاں، جب وہ خود پوچھیں
 امام بے گنہ کے خوں کا دعویٰ ہے، ورنہ
 بنیں کیوں کہ نہ اہل شام اندھے، جب بجھا ڈالے
 اگر ٹوٹا ہنی شیرازہ یاں قرآن ناطق کا
 اسی دم صورتِ الہیہ کو بھی کھونک دینا تھا
 ادھر سے جبر، ادھر سے صبر، کیا قدرتِ خدا کی ہے
 چلے دن کو پیادہ دھوپ میں، کھیرات کو پالے
 گیا جو ایک طائر لوٹ کر خوں میں، مہینے کو
 غم شبیر میں لے دل، اگر روئے تو کیا روئے
 نظر آتا تھا دل سینے میں زخمی وقتِ نظارہ
 پڑا ہے آج کیوں خال، علی الصغر کا گہوارہ
 کھیر لے کیوں دن کو یوں مشعل بے خورشید آوارہ
 چراغِ عقل و ایمان کو ہوا لے نفسِ امارہ
 تو کیوں بکھرا پڑا ہے سوبہ کو ہر ایک سیارہ
 بجا تھا فتح کا جب شام کے شکر میں نقارہ
 نہ تھا غیر از تحمل، عابدِ بیمار کو چارہ
 وہ لبتہ تار جس کا خار ہو، اور پودہ خارہ
 خبر لینے کو آیا تھا مگر صغرا کا ہر کارہ
 جھپٹے ہر اک بن مونس نہ جب تک خوں کا فوارہ
 کچھ اب کے اس زمیں کی سمیت کو منہ اٹھ گیا ناظم
 ملکیتِ خامہ چلتا تھا، رہ ہموار ہموار

(۲۱)۱

کل روپ اور دیکھیے گا کائنات کا
خونِ حسین غارِ دہ ہے روئے نجات کا
ثابتِ سلام پیر ہے حق اُس نشہ کی ذات کا
وہ شاہ نشہ کام، کہ جس کے لیے ہنوز
لکھنا ہوں جب سے شاہ کے اخلاق کی صفت
طوفانِ نوح بھی نہ اسے کچھ مٹا سکے
اندوہِ قطعِ شائے عباس کیا لکھوں
اہلِ حرم ہیں دشت میں کھرتے بہرہنہ سحر
اردوِ ستارِ دن ہے شہادت کی رات کا
خاکِ شفا میں ہے اثر آبِ حیات کا
ہے جس کے جب سے قاعدہ صوم و صلوات کا
ساحل سے سر پٹلنا ہے پانیِ فرات کا
آہو کا ناز نام ہے میری دوات کا
پانی پہ ذکرِ نکیعے جو نہ کہے ثبات کا
مشعلِ بیڑا ہے ربطِ بہمِ مفردات کا
اعداءِ عیثِ حلائے ہیں پردہِ قنات کا

ناظم کو داد دو، کہ جوابِ سلام میں
امید دار ہے رقمِ التفات کا

(۲۲)۳

منہ سے گر و صفِ رخِ شاہ نکل جائے ابھی
غمِ شبیرِ دہ غم ہے جو زباں بُد آجائے
کمرِ بلبل کے جو مصائب کے معنا میں ہوں رقم
بہر تو داغِ دل زینب اگر بیڑا جائے
شاہ فرماتے تھے، آجائیں جو ہم بہرِ مہر
زورِ اعجاز دکھائیں تو بنیامِ شمشیر
گرمیِ رزم سے ہو جائے زسِ خاں سیاہ
ممبریِ مہرِ غمِ رشک سے جل جائے ابھی
صفِ مائت، صفِ محشر سے بہل جائے ابھی
شمع کی طرح قلمِ ہاتھ میں جل جائے ابھی
موم کی طرح سے خورشیدِ گنگھل جائے ابھی
شمر کیا ہے، دلِ رستم بھی دہل جائے ابھی
اردِ یابن کے لعینوں کو نکل جائے ابھی
آسمانِ آنج سے تلوار کی جل جائے ابھی

طرد کا حکم اگر تیر کماں سے پائے
 سہم کر جان لعینوں کی نکل جائے ابھی
 گلشنِ رزم میں نیزہ نئی دکھلائے بہار
 شاخ بن کر سرِ لغار سے پھل جائے ابھی
 سرکشِ خاک میں مل جائے ستم گارِ دلی
 یہ زمیں پاؤں کے پیچھے سے نکل جائے ابھی
 بانوِ اصغر کو لیے شاہ سے یہ کہتی تھیں
 پانی پائے تو یہ معصوم بہل جائے ابھی
 قید میں کہتے تھے سجاد یہ بہ حالتِ زار
 بابا آجائیں تو یہ بیمار لبھل جائے ابھی

مرقہ حضرت شبیر جو آنکھوں سے ملے
 حوصلہ سب دلِ ناظم کا نکل جائے ابھی

واسوخت

(۱)

۱۔ نہ یمانِ خرد پیشہ، نیا حال سنو نہ سنا ہو جو کبھی کم نے وہ احوال سنو
 سر گذشتِ ستم چرخِ کہن سال سنو کس طرح کشتِ توغ ہوئی با مال سنو
 عقادِ خاکِ جو گماں یار سے، باطل نکلا
 حسی کو سمجھے تھے مسیحا، وہی قاتل نکلا
 ایک مدت سے مرے ہم دم و ہمراہ ہو تم خیر اندیش و فائزِ دہوا خواہ ہو تم
 خلوت و بزم میں حاضر گہوہ بگاہ ہو تم خوب اس واقعہ تازہ سے آگاہ ہو تم
 وقت ہے یاری و تخمِ خواری و دل لوزی کا
 رنگ بگڑا ہے بہارِ طربِ افروزی کا
 گرم ہر جنبہ، کہ ہے حور و سنوں سے صحبت خانہ باغِ انِ بی تجلی سے ہے شکِ جنت
 بزم ہے آٹھ پہر، بزمِ نشاط و عشرت نہ لفظ ہر کوئی اندہ، نہ کوئی مکتف
 بہر بندہ چاہے جو خیال ایک بتِ خود سر کا
 حال اللہ یہ روشن ہے دلِ معطر کا
 دورِ سِکِ غریب کو ادا ہے نہ ساقی کی ادا صورتِ آبلہ آنکھوں میں شعلِ مینا
 سر بگھراتا ہے سرِ لہرِ قصِ بیکار و یوں کا خوش ہنس آئی ہے کانوں کو معنی کی صدا
 دردِ فرقت نہیں ان باتوں سے کم ہوتا ہے
 اور بھی عیش کے سامان سے غم ہوتا ہے

روزِ روشن ہے شبِ تار، مری آنکھوں میں تو ابھی ہے صفتِ نار، مری آنکھوں میں
 دشتِ پر خار ہے گلزار، مری آنکھوں میں آگ ہیں بھول سے خسار، مری آنکھوں میں
 بھرتی ہے آنکھوں میں اک ماہِ نقالیِ شوخی
 ہائے وہ ناز کی گرمی، وہ ادا کی شوخی
 گل سے بیل کو کیا گردشِ قسمت نے جدا فاختہ کو نہ رہا سرو سے باقی لگا
 شمع پوشیدہ نظر سے ہوئی، پردہِ جلا ذرہ د مہر میں ہے بعد، گجاتا بہ کجا
 طالع بد، رنجِ مطلوب دکھاتا نہیں اب
 جس کا مجنوں ہوں، وہ بیل کی نظر آتا نہیں اب
 مجھ سے غیرت کا یہ ہر وقت اشارہ ہے کہ اب عقل سے دور ہے آہوئے امید کی طلب
 قابلِ ترک ہے آرزو کی غیر سبب ہتک لی جاہو تو مطلب سے نہ اکیسے مطلب
 کبر و انخاض گوارا ہمیں زہنا نہیں
 کعبہ ابرو ہو تو سجدے کے سزاوار نہیں
 دلِ بیتاب کا ہے قول کہ بے جا ہے یہ بات جب کیا عشق، کہاں ایسی بلاؤں سے نجات
 شکرِ طافت ہے کسراۓِ رضا، پائے ثبات رات ہی اس کو سمجھے جو کہے دن کو وہ رات
 لاگو بے جا ہے، اس کہنے سے کیا ہوتا ہے
 اپنے معشوق سے بھی کوئی خفا ہوتا ہے
 وہ تو غیرت کا تقاضا ہے، یہ ہے دل کا کلام کس کے کہنے پہ محل کیجیے، مشعل ہے مقام
 صبرِ درد و غمِ فرقت سے لعلتا نہیں کام نجاتِ برگشتہ، خفا یاد، ہزاروں آلام
 ان ہی جمعگروں میں میری جان پڑی رہی ہے
 س منے یار کی تصویر گھڑی رہی ہے

دل سے یادِ رخ محبوب کھلا دوں کیوں کر کس طرح شمع سے پروانہ کُرنے قطعِ نظر
یہ مسلم، کہ حسیں اور بھی جملن ہیں مگر وہ ادائیں تو ہیں اُن میں کہ دل ہو مفسر
شاہد آں نیت کہ مرنے دہیا نے دارد
بہ نہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

اِس پہ پڑھ کہ بایں ہمہ اندازِ دادا صورتِ دولت و اقبال و کھانجہ پہ فدا
دامِ نجاتِ رسالتی مجھے وہ زلفِ رسا کھائیں ہم آغوشِ سعادت، صفتِ ظلِ ہما
شمع پر صورتِ پروانہ کُرا کر تا کھا
گُر در گُر جہنم کی مانند کُرا کر تا کھا

دلِ ربائی ہی نہ تھی اُس میں، وہ دلِ دار بھی تھا آفتِ جاں تھا، مگر مونسِ دُغمِ خوار بھی تھا
کھا تو یوسف، مگر الفتِ کا خیرہ دار بھی تھا فی الحقیقت، وہ مسیحا بھی تھا، ہیمار بھی تھا
صاحبِ درد تھا، الفتِ کا مزار کھا کھا
گُلِ خودِ درد تھا مگر بوئے دُفا کھا کھا

میں معلوم کہ کیا سر میں کُبری اُس کے ہوا نکبتِ گُل کی طرح گھر میں نہ دمِ کُبر پُرا
دفعاً کان میں شیطان نے کیا کیونک دیا آدمیت نہ رہی اُس میں، ہوا عجب سے خفا
میٹھے بیٹھلائے یغایک مرے گھر سے نکلا
مقبول کُرا بھی نہ کبھی کُبر وہ ادھر سے نکلا

مگر ہوا خواہ ہو میرے، مراد م کُبر تے ہو کو دہڑنے سے کنوئیں میں بھی نہیں ڈرتے ہو
دعویٰ فہم ہے، دانا بیٹوں پہ مرنے ہو کیوں کُبر اتنا سنا مرا کام نہیں کرتے ہو
اُس کو سمجھاؤ، کہ باتوں میں لُکا کر لاؤ
جس طرح ہو، مرے ردِ میٹھے کو منا کر لاؤ

جاگے اس سے یہ کہو، مجھ سے سڑائی کیا ہے بے سبب روکھ گئے، جہاں سماں کیا ہے
آپ اچھے سہی، ہر مجھ میں ہرائی کیا ہے راست بازوں سے الٹی، کچھ ادائی کیا ہے
کیا کوئی اور نیا بیج کیا چاہتے ہو

لے چکے دل مگر اب جان لیا چاہتے ہو
کون کہتا ہے کہ ہر ادز ہر ابر آؤ دو گھڑی کے لیے اک بار مرے گھر آؤ
کل نہ آئے نہ سہی، آج مقرر آؤ دن کو گھر آنے سکوارات کو حجب کر آؤ
کون کہتا ہے کہ یاں کاٹیے رایتیں دو چار
آئیے، سن کے چلے جائیے یا میں دو چار

کل ہی بات، کہ صبا کی یہ رفتار نہ تھی گرمی ناز نہ تھی، شوخی گفتار نہ تھی
گات بانگی تھی، مگر ایسی غودار نہ تھی ہٹ نہ کرتے تھے، ہر اک بات میں تکرار نہ تھی
یاد ہے ہم نے تو سو بار دکھائیں آنکھیں
بینی نظریں رہیں، ہم نے نہ اٹھائیں آنکھیں

ایسے الہڑ تھے ہم اے جان جہاں، عمر داز کچھ سمجھتے تھے نہ دنیا کے نشیب اور فراز
ناز کہتے ہیں کسے، ہوتے ہیں کیسے انداز رات دن عین میں رہتے تھے ہمارے جاں باز

شعل طادس اتر نا ہمیں لب آتا تھا
یوں بناوٹ سے بگڑ نا ہمیں لب آتا تھا
ہم کبھی سرمہ لگانے کو جو فرماتے تھے ٹال کر بات کو، ہم آنکھو جیرا جاتے تھے
بال بنوانے میں سو طرح کے بل کھاتے تھے آہستہ ہم جو دکھاتے تھے تو سرمہ مانتے تھے
خود غنائی سے طبعیت کو بڑی نفرت تھی
خصلتِ حور اتر تھی، تو پیری صورت تھی

ہم نے معشوق بنایا کہیں، اے بندہ نواز سرمہ آنکھوں میں لگایا تو ہوا جلوۂ ناز
شوق گانے کا بڑھایا، تو ہوئے خوش آواز ورنہ دل آپ کا ان باتوں سے لب تھام سار

ہم نے چاہا تو حسنیوں میں محمود ارہو

حق یہ ہے، ہم سببِ گرمی بازار ہو

کیا مٹتی جی میں، کہ دور دزلِ رخصت کر ہم عیادت کے بہانے سے گئے اپنے گھر
بغیر نہ خود آئے، نہ کبھی مجھے آنے کی خبر سوچا ہوں کہ گئے کسی بے گھر کے مگر

شوق بازار میں پھر نے کاز بس تھام کو

دل کا مقرر فرج بخش، نفس تھام کو

آخر آوارہ منراجی کی سزا بھی پائی خالی جاتی ہے کہیں بد روشی، خود رائی

کیسے بد نام ہوئے، کیسی ہوئی رکوائی بادِ غاؤں میں ہوا نام بت ہر جائی

ہر گلی کوچے میں دن رات پڑے پھرتے ہو

پوچھتا کوئی نہیں بات، پڑے پھرتے ہو

شکل وہ آپ کی اے اشکِ صنوبر نہ رہی قد و خورشید کی، ذرا لے کے برابر نہ رہی

الفِ اُتْبَنَہ و عارضِ انوار نہ رہی صحبتِ شانہ و گیسوئے معجز نہ رہی

بالِ الحجے ہوئے ہیں، زریبِ بہرہ و دوش نہیں

کپڑے میلے ہیں تو اس کا بھی نہیں پوش نہیں

دن ہو یا رات ہو، آنکھوں میں نہیں خواب کا نام شام سے تارے ٹٹا کر تے ہوتا صبحِ مدام

روز سناٹے میں رہتے ہو سکر سے ناشام پیٹھنے کا نہ ٹھکانا ہے نہ اٹھنے کا مقام

وہ محاری نہیں، وہ محلِ پر نور نہیں

اب تو ڈولی کے کرائے کا بھی مقدر نہیں

جب نہیں کیر کو جانے کی ہوئی تیاری تزکِ اہباب سے مانگنا باری باری
ایک ہمسائی سے ہے رسمِ سودہ بے جاری جھانسی خاک کھول، صبح سے ماری ماری
کبھی ڈولی، کبھی کاڑی، کبھی تالغا آیا
دن کہاں بات کہ جو آپ نے مانگا آیا

سو گئے جمع جو کلبت کے یغایک اسباب آپ کو دیدہ و دلالتہ کیا تم نے خراب
شمر بائی ہے کسی سے، نہ کسی سے ہے حجاب خود کیا کرتے ہو بنیو سے اُچاپت کا حباب
ہیں ہے مدِ نظر، موتیوں کے مالے کی
آج کل خوب بن آئی ہے اگر دالے کی

وقتِ بد میں ہے بری جی میں سما یا کرتی اپنی نیرنگ ہے نقدِ بیر دکھا یا کرتی
شامت آئی ہے تو کہہ کر نہیں آیا کرتی بوجھ کر پاس سے دولت نہیں مایا کرتی
نہ گئیاں کبھی اک تار کتھارا چوری
واں گئے، سال گیا آپ کا سارا چوری

سر پہ صیغہ کا ہے نہ کانوں میں پس ہالی پنے انسیاں ہیں نہ بُنا گوش میں باقی چھلے
باروں پر نہ وہ اگے، نہ وہ ہاتھوں میں ٹرے نہ وہ پارسیب، نہ جھاگل نہ وہ پاؤں میں چوڑے
کل تکل جو ہری ڈیوڑھی پہ کھڑے رہتے تھے
لعل و گوہر ترے قدموں پر پڑے رہتے تھے

زینتِ حسن نہیں، جی میں نہ خوب قیاس اب کہاں کہوں گے گھنے میں وہ اگلی بوباس
رنگِ کندن سدا ہا پانچ، جو آگے کھا پچاس نہ جواہر، نہ وہ زبور، نہ ٹکلف کا لباس
سحقِ جواہر سے مرصع جو وہ انگیانہ رہی
اڑ گئی، ہاتھ میں اب سونے کی چڑیا نہ رہی

نہ وہ گمان نہ بجانا، نہ وہ محفل دل خواہ نہ وہ جلسے، نہ وہ مجلس کہ جو کھیں شام و لہا
اٹھتے وقت آئے نہ کیوں کر نہیں افسوس کہ اُہ ہم نشیں وہ کہاں ہیں جو کہیں سہم اللہ

آپ آوارہ جو گلیوں میں پھرے ہو کر

زرق برق آپ کی سب اڑ گئی جگنو ہو کر

یادِ ایام، وہ گلشنِ حین کو آنا سایہ تاک میں دالان تک آنا جانا
کبھی ساقی سے یہ کہنا، کہ صبحی لانا کبھی مہرے کے لیے ڈھنیاں بلوانا

بائیں دربار کے ناظر کی زبانی سننی

قصہ خواں سے کبھی اک آدھ کہانی سننی

کھیلنا وہ کبھی شطرنج، کبھی چھسی کبھی ہم جو یوں کے ساتھ وہ چکر بازی
کبر کرنا کبھی مجلس میں بچھا کر کر ہنر بر بیٹھ کے دعوڈالے منہ ہاتھ کبھی

دل لگی ہم دھموں سے شام و سحر رہتی تھی

ہم نشینوں سے سننی اٹھ پھر رہتی تھی

چاندنی رات کو بچپنا تھا جو کوٹھے پہ بلینگ نگر دیکھو لوں کی چٹکیریں تھیں عجب رنگ برنگ
جام و مینا و سبو، بر لب و ناؤ و دت و جنگ نہ مے کی ترنگ اور جوانی کی اسٹ

جاں فزا قلقلِ مینا کی صدا ہوئی تھی

لڑ مے عیسیٰ الحجاز بنا ہوئی تھی

رات دن مسرتِ عیش تھے اے شکر رنج کہتے ہیں کسے، کئی نہ زمانے کی خبر
شام ہر روز اودھائی تھی بنا کر کی سکر کام کھا گانے بجانے سے تھیں اٹھ پھر

منہ سے جس وقت کوئی تان نکل جاتی تھی

سن کے زہرہ کی دہیں جان نکل جاتی تھی

جب تک تم کتے یہاں، عیش کیا کرتے تھے فقرِ عالی میں لبرِ صبح دمساکرتے تھے
 کیر گلزار کی مانند صبا کرتے تھے جامہ زیبی پہ مباحجول مباحرتے تھے
 نغمہ سنجی تھی کبھی بابلِ بستانِ طرح
 رستوں پر تھے رواں، لکبِ خراماں کی طرح
 سحرِ عید سے بہتر تھی مکتبہ ہر شام دستِ لبّہ جو کینز میں تو کمرِ لبّہ غلام
 وہ خواہیں کہ کرے حورِ جنیں محبت کے سلام خوبرو خواجہ سرا، حسن میں سب ماہِ غلام
 اس تعلق سے تعلق تھی سواری ہر صبح
 جوم ہستی تھی قدم بادِ بہاری ہر صبح
 ہلکی بوشاک پہ تھی گرجہ طبعیت مائل کھجاری جو ڈلے بھی مہیا کتے برائے محفل
 الغرض عیش کا سامان تقاسب کچھ حاصل لذتِ نعمت دنیا سے بہت کیر کھا دل
 حسن وہ تھا کہ فدا ہوتی کفیں تم پر پیریاں
 اس آئی کفیں پیری زاد سمجھ کر پیریاں
 رقص کرتے تھے پیری زاد مکتبہ آگے ہتے تھے آٹھ پیر، حور و ستوں کے جلسے
 زہرہ ہوتی تھی فدا، آکر ملائک صدقے رنگ ان جلسوں کا اکڑ لوئی ہم سے پوچھے
 آپ ہرے تھے جہاں، وہاں یہ سماں ہوتا تھا
 راجہ اندر کے اکھاڑے کا گماں ہوتا تھا
 وہ صدائیں، وہ ادائیں، وہ سماں محفل کا وہ کد ارے کی الپ ادھر کیلی وہ صدا
 نقابِ وہ طیل کی، سارنگیوں کا وہ لہرا تال کا لطف بیاں کیجیے یا ستم کا منرا
 دو قدم بڑھ کے وہ رقص کا آنا ہے ہے
 بیس کر باکتوں کو، وہ کھاؤ بتانا ہے ہے

وہ سجادؑ، وہ صفائی، وہ مکانِ زیبا مگر دکنی چاندنی، بجیتا تھا وہاں فرس^۲ ایسا
ادشنی ایسی، کہ تھا نور محل ہر کمر اب نہ دن رنگ، نہ دن ڈھنگ نہ ہے وہ جلسا

وہ شب، ماہ، وہ بزمِ طرب و عیش کہاں

دن لبِ ہنر، دن کترا سوا مقیش کہاں

طرفہ تریہ کہ طبیعت کا بھی عالم بدلا مہر سینے میں نہ باقی ہے، نہ آنکھوں میں حیا
گلشنِ دل میں نہیں نام کو بھی بوئے وفا انقلابِ نکلِ سفلہ ہے عبرت افزا^۳

دلبری ہے یہ نئی، طرفہ یہ دلداری ہے

الٹی یوسف کو زلیخا کی خربہ اری ہے

ہم کو دیکھو، کہ وہی آج بھی الفت کا ہے حال بے وفائی کا مکاری نہ کیا ہم نے خیال
اب نکل آپ کی جانب سے نہیں دل میں ملال تمہیں القاف کرو، جھوٹ نہ سمجھو یہ مقال

ایسے عشاق تو معشوقِ جہاں ہوتے ہیں

قدرِ داں ایسے زمانے میں کہاں ہوتے ہیں

دل ہی دل میں غم و اندوہ کو مارا ہم نے نہ کیا صدمہ وقت کو گوارا ہم نے
گرجہ پایا نہ لغاؤٹ کا اشارا ہم نے ہر طرح پھر بھی کیا پاس تمہارا ہم نے

بھیردی سم نے کئی بار سواری یاں کی

سیج ہے ڈولی سے بھی بدتر ہے مکاری یاں کی

ہو کے شمشاد، مناسب نہیں محرمی سے عباد گل کو بیل سے سزاوار نہیں کاوشِ خار
جانتے ہو کہ دور و زن ہے جوانی کی بہار اس قدر جاھے سے باہر نہ ہوا لالہ غدار

ہیچ ہر بات میں اچھے نہیں سنبھلی طرح

زلسیت نہیں بول کے کاٹوٹل و بیل کی طرح

۱۔ 'تھا' ندارد۔ ۲۔ فرس۔ ۳۔ خد۔ ۴۔ عبرت افزا۔ ۵۔ آپ کے جانے سے۔ ما

دھڑ جانے سے، نہ آنے سے، کہو کیا حاصل
بے گناہوں کے ستانے سے، کہو کیا حاصل
محض بے فائدہ کھانے سے، کہو کیا حاصل
مفت تعلیف اٹھانے سے، کہو کیا حاصل

مفتِ غم میں لبر، اے یوسف ثانی نہ کرو

مفتِ برباد مری جان، جوانی نہ کرو

کہو کچھ اب بھی لہجہ بیان ہوئے ہوئے کہ ہیں
دل میں شرمندہ مری جان ہوئے ہوئے کہ ہیں
زلف کی شکل پریشان ہوئے ہوئے کہ ہیں
صورتِ آئینہ حیران ہوئے ہوئے کہ ہیں

چار آنکھیں تو کرو، ہے نہ امت کیسی

جب محبت ہی اٹھادی تو مروت کیسی

اگر ان باتوں سے الفاف یہ وہ آجائیں
اپنی تقصیر کا اقرار کریں، شرمائیں
جھوٹ بیچ عذر کی تقصیر باں پر لائیں
تو ہے کیا بات، مرادیں مری سب ہر آئیں

اور جوانی پر بھی طبیعت کا وہی رنگ رہے

صلح پر آئے نہ ظالم، لبر جنگ رہے

تو یہ کہنا، کہ مجھے گلشنِ عالم کی قسم
سرد و شمشاد و گل و سبزہ خرم کی قسم
شاخِ نورستہ گلبن کے قدِ خم کی قسم
سجہ گردانی پہ در، چلے شبنم کی قسم

خوی و ناز کی و نشو و نما کی سو گند

لفکہ یا سخن و بادِ صبا کی سو گند

شفق و شام و طلوع و مد و اختر کی قسم
د لستانوں کے فروغ و رخِ نور کی قسم
خم و پیچ و شکن زلفِ معبر کی قسم
سب سے بڑھ کر ہے، کہ بے درد تر کی قسم

نہ مٹنے کا اگر اب، کچھ نہ مناؤں گا تجھے

راہ پر آئے بھی، تر راہ بتاؤں گا تجھے

دل میں آئی ہو جو یہ بات کہ بے مثل ہیں ہم سر کو اکھیں گے خوشامد سے وہ خود زیر قدم
سو یہ عادت ہی نہیں اپنی محبت کی قسم ایک ہشیار ہیں ہم، دیکھیے یہ اور کو دم

دم میں آنے کے ہیں، دم جو الٹ جائے گا

پاؤں پڑنے کے ہیں، سر بھی جو کٹ جائے گا

۳۔ زعم باطل ہے، کفر ادا نہیں ہے یہ غرور ۴۔ تم سے ہیں کتنے حسین، رونق الیوانِ حضور
خاص محشورہ جو ہے اشکِ پری، غیرتِ حور ۵۔ تم سے بہتر ہے کہیں، تم ہو اگر نارادہ نور

غیرتِ بہرِ جیس، ماہ کا پاؤں چہرہ

اُس کے تلوے کو بھی پہنچے نہ مٹھارا چہرہ

وہ کہ مشہور ہے اُٹھیں خود آرائی میں وہ کہ ضربِ امثلِ شہر ہے زیبائی میں
وہ کہ کیلتا ہے خود آرائی و رعنائی میں ہے وہ کافر، جیسے شک اُٹھائی ہو کیلتائی میں

آفتِ جانِ جہاں، فتنہ محشر ہے وہ

حق یہ ہے فتنہ محشر سے بھی بڑھ کر ہے وہ

تم پری ہو، مگر اُس حور سے نسبت کیا ہے نار کو کیسے کھلے نور سے نسبت کیا ہے
شاخِ گل کو شجرِ طور سے نسبت کیا ہے آب کو بادۂ انگور سے نسبت کیا ہے

اُگے خورشید کے، مشعل میں کھلے نور کہاں

نرگسِ باغ کہاں، نرگسِ محجور کہاں

۱۔ وہ زیر قدم - ما ۲۔ دیکھیے در کو دم - ما

۳۔ زعم باطل سے سمجھ جاؤ، کبر کو دور - خذ زعم باطل ہے، سمجھ جاؤ، کبر کو دور - خذ

۴۔ تجھ سے - ما ۵۔ تجھ سے - ما ۶۔ تو ہے - ما

۷۔ چاند کا ٹکڑا چہرہ - خج چاند کا ٹکڑا چہرہ - ما

۸۔ پہنچے گا نہ تیرا - ما ۹۔ کافر کہ جیسے - ما ۱۰۔ سک - ما

گلِ خوبی ہو اگر تم، تودہ ہے نکلتِ گل کو کھلا کہتے ہیں سب اس کو تو تم کو بلبل

بادہ حسن ہے وہ، تم ہو اگر ساغرِ گل یہو نیچے لبِ گیسوئے پریچ کو زلفِ سنبل

ماہِ تابندہ وہ ہے، شمعِ شبِ افروزِ ہر تم

ہے وہ خورشیدِ اتر، برقِ جہاں سوزِ ہر تم

وہ محرفِ ٹہلیں ادرود نکلیے اندازِ چشمِ جادو، لبِ نازِ رگِ جانِ اعجاز

منترہ تیز ہیں ٹیرائی کسرِ پیچہ باز باکو میں پاؤں کے ساتھ کسرِ زلفِ دواز

وہ خود آرا او پری جلوہ د خود ہیں، آہا

بزمِ ہر ہم زنِ صورتِ کدہ ہیں، آہا

اُٹے اُن نہ گسی آنکھوں کے جو آ جاتے تھے ایسے کہتے تھے، کہ تم آنکھو چرا جاتے تھے

دارِ اگر خنجرِ ابرو کا بچا جاتے تھے چوٹِ شمعِ نگرِ ناز کی کھا جاتے تھے

رنگِ اڑتا تھا مہار، رخِ نورانی سے

ردنا آ جاتا تھا، سننے ہوئے پیشانی سے

گرمیاں تم سے وہ کمرے تھے اگر پی کے شراب کو فت ہوئی تھی کہیں، ہوتے تھے جل کھن کے باب

مست ہو کر جو الٹے تھے وہ چہرے سے نقاب صنہ جھپٹا لیتے تھے تم، یہ کہیں ہوتا تھا حجاب

گرم بائیں کہیں اس گلِ جلہ جالی کہیں

بھبتیاں ایسی وہ کہتے تھے کہ چھپا جالی کہیں

دل لگی پر کبھی آتا تھا جو وہ گلِ اندام بغلیں تم چھپا لگنے لگتے تھے نہ کمرے تھے کلام

ہو کے محبوب، جھپٹے کمرے تھے بلکوں سے سلام گوشہ چشمِ فسون ساز سے ہوتے تھے پیام

منہ جو تم بھی کبھی آتے تھے سہارا پا کر

آؤ گے ہاتھوں وہ کہیں لیتے تھے کیا جھپٹا کر

میٹھی باتوں پہ ہوا کرتے تھے کیا کیا کڑوے
 گفٹو کرنے میں تھے دانت مٹھارے کھٹے
 سننے تھے اس لب لہریں سے جو فقرے میٹھے
 باتوں ہی باتوں میں ہو جاتے تھے کیسے کھینکے
 عہد کرتے تھے بہ دل سے، نہ یہاں آئیے اب
 گسسا تے تھے، کہ اس ہزم سے اٹھ جائیے اب
 یوں سنا ہے کہ جب اس بت نے سنی یہ گفتار
 کھپ گیا دل میں مگر شک سے جل کر ناچار
 یوں کہا، "خیر مبارک ہو انھیں وہ دلا رہا
 ہم سے بے فائدہ ٹھیکڑا ہے، کب تک ہے ٹکڑا
 جان بھر کھیلے ہیں، ڈرتے ہیں اب موت سے ہم
 سمجھ لیتے ہیں خدا جا ہے تو اس موت سے ہم
 دیکھتے تھے سوئے افلاک، لہجہ حسرت و یاس
 جیسے پیدا ہو کسی کو کوئی بے ڈھب دوا کس
 آسوا نکھوں میں بھرے، آہ بلب جہرہ ادا کس
 تھی یہ تاکید، کہ اس وقت نہ آئے کوئی پاس
 وقت خامے کا جو آیا، تو منہ گایا کھانا
 کوفت کھائی تھی پیر ایسی کہ نہ کھایا کھانا
 الغرض منام تک ان کا یہی رنگ رہا
 بے قراری سے طبیعت کا نیا ڈھنگ رہا
 دل شکستہ نہ ہوا، غنیہ صفت تنگ رہا
 پاس ناموس رہا، کچھ نہ سر تنگ رہا
 ہاتھ زانو یہ کبھی مار کے اُف کرتے تھے
 منہ کبھی دل کی طرف پھیر کے نف کرتے تھے
 زہر لب کہتے تھے، "یار اب مجھے سودا کیا ہے
 دسوسہ دل میں الہی، یہ سمایا کیا ہے
 خیر ہو، خیر ہو، اب دیکھیے ہوتا کیا ہے
 کبھی کہتے تھے یہ ہے عشق اچھا کیا ہے
 کبھی فرماتے تھے، "کچھ زور نہیں چلتا ہے
 دل بیتاب کو چٹلی میں کوئی ملتا ہے"

مختصر یہ کہ بظاہر تو بڑھا غیظ و غضب دل میں بہر جوشِ محبت سے ہوا رنج و لعب
آنسو آنکھوں میں بھرے، ضبط کیے آہ بلب لوے ناصح سے، ہوا کھائے، چل دیکھے اب
اُن سے کہنا کہ سلامت ہو اب بھر یا یا

چاہیے تھا جو محبت میں وہ سب بھر یا یا

بھر کے آیا جو مرے پاس وہ پیغامِ رساں بات منہ سے نہ نکلنی تھی، یہ تھی خشک زباں
ہو گیا دیکھ کے یہ شعل میں اس کی حیراں گفتگوئیں جو ہوئی تھیں، ہوئیں شعل سے بیاں
جب کہ معلوم ہوئی طرفِ شعاہتِ حجب کو
کچھ لگی ہوئی، اور کچھ ہوئی جنتِ حجب کو

آج جس دم، علم صبح نمودار ہوا رایتِ بزرگی لیلِ نگوں سار ہوا
میں بھی اس وقت شکرِ خواب سے بیدار ہوا ناگہاں فقر کا درِ مطلع انوار ہوا
وہ جو چہرہ غضب آلود بنائے آئے
ہوئیں گھبراہٹ کے خواہیں کہ ”وہ آئے، آئے“

آئے رخسارِ ہزار وختہ، لب خاموش عرقِ چہرہ سے ظاہر دل پر خشم کا جوش
میں نے بوجھا، کہو سودے کا ہے کیا جوشِ خروش بولے کیا کہتے ہو، سودائی ہو میری پاؤں
شکر کرنے، نہ شعاہت کے لیے آئے ہیں
گمراہا جاتے ہیں، رخصت کے لیے آئے ہیں

صاف طبعوں سے کدورت، بہت اچھا صاحب کھاپی حتیٰ اطاعت، بہت اچھا صاحب
ابھی ہم سے یہ شعاہت، بہت اچھا صاحب بے سبب کی یہ عداوت، بہت اچھا صاحب
طالع بد نے یہاں لاکے ڈبویا حجب کو
تخم نہرو کیا، مری تھہرے کھو یا حجب کو

متم نے معشوقوں کے انداز نہیں دیکھے ہیں ناز سینوں کے ابھی ناز نہیں دیکھے ہیں

شوقی طبع کے بردار نہیں دیکھے ہیں دل، باخانہ برا انداز نہیں دیکھے ہیں

محضر نے کسی کو نہیں بھائے ستم ایجادوں کے

ناز اکٹھائے تھے سلیمان بھی پری زادوں کے

اب اسی سے ہو ملاقات مبارک تم کو اسی سے حرف و حکایات مبارک تم کو

رات دن کی وہ مدارات مبارک تم کو ساکھ اسی کے رہی وہ بات مبارک تم کو

بھاڑ میں جائے یہ چاہت، اچی توبہ صلب

میں نہیں چاہتی دولت، اچی توبہ صلب

ایک دن وہ تھا کہ تم ہم سے نہ ہوتے تھے حد حرف مدح کی طرح دو تھے بدن ایک بنا

سینہ آئی تھی کبھی تم کو، تو دستور یہ تھا جائے بالمشیت سرکلیہ زانو ہو مرا

دل لٹیں تھی تمہیں اس درد محبت میری

رات بھر دیکھتے تھے خواب میں صورت میری

اب ہو صورت سے خفا، آئینہ دل نہیں صاف ساری الفت تھی وہ منہ دیکھے کی تقصیر معاف

حبنا دھوئی تھا محبت کا، کفالات و کدزف حال برعکس نظر آئی ہے مہربات خلعت

جو ٹپکتے تھے لہجے میں بہار لے آئندو

جبوٹے موتی تھے مسکرو، وہ بکھارے آئندو

یہ کہا اور ہوئے آنکھوں سے آنسو بہاواں جس طرح سے ہو گھر، بیز، سحاب، نیلیاں

میں بھی بے چین ہوا، پھر نہ رہا ضبطِ فغاں ڈال کر ہاکہ گھلے میں یہ کہا، اونا داں!

جاد بے جا یہ گھلے گھر نہ زباں بہر آئے

مکھیں منصف ہو کہ تم، ان یہ کیوں کر آئے

اس طرح کے جزو ہاں پہ مری آئے تھے سخن
سیوڑ ٹاٹھا میں پھپھو لوں کو، کہ تھی دل میں جلیں
ورنہ کچھ بات نہیں، لاؤ جیس بہر نہ شکن
باندھے تھے ہم نہ یہ سامان تو کھلتا نہ دین
خیر جو کچھ کہ ہوا مجھ سے ہوا، جانے دو
جانے دو، جانے دو، اے ماہ لقا جانے دو

الغرض میں نے لیا خوب ہی تہ بیر سے کام
سبز باغ ایسے دکھائے کہ کھلا وہ گل نام
روغنِ قاز کو مل کر اسے لایا تہِ دام
ختم شکوے ہوئے، باقی نہ رہا رنج کا نام
بارے اس شوخ سے کہ کن کے صفائی کر لی
رتبہ افزائی و اندوہ ربائی کر لی

شکر حمد شکر، کہ اس قہقہے کا انجام ہوا
دلِ الفت زدہ، لذت چشیں آرام ہوا
راہ تہ بیر ہی سے کچھ نہیں یہ کام ہوا
بلکہ تھی داں تو طمع، فیضِ یہاں عام ہوا
گھر میں چوری جو ہوئی، وہ تو عوض چوری کا
طرفہ تریہ ہے، کہ الٹے مسئلہ سرزدی کا

ناظم، اب صحبتِ جام وے دینا ہے مجھے
وصلتِ غیرتِ بلیس مہیا ہے مجھے
نغمِ امروز، نہ اند لئیہ فردا ہے مجھے
نہ جفاے نکلِ سفلہ کا کھٹکا ہے مجھے
واعظ آگے مرے کچھ بات بنائے کیا دخل
محتسب گھر میں مرے بے خبر آئے، کیا دخل

(۲)۱

عشق سا کوئی زمانے میں دل آزار نہیں یہ وہ ظالم ہے، ترحم جیسے زہنہار نہیں
 کس گلے پر یہ دمِ خنجرِ خونخوار نہیں خوں فشانی میں آپس بندہ یہ تلوار نہیں
 ڈھیر لاشوں کے لگائے کبرِ صید اں کیا کیا
 بے گناہوں سے کھرے گنجِ شہید اں کیا کیا
 مست ہیں، پی کے ہوئے کشِ مے خانہ عشق جائے سے خون سے ہریز ہے پیمانہ عشق
 لالہ باغِ طرب، سبزہ بے گمانہ عشق گلِ معقود ہے داغِ کبرِ دیوانہ عشق
 گل میں وہ رنگ کہاں، رنگ جو اس داغ میں ہے
 داغ کہتے ہیں جسے لالہ وہ اس باغ میں ہے
 دیکھ یہ باغ، تماشا ہو جو منظورِ نظر بھول ہیں زخمِ یہاں، لالہ تر داغِ جگر
 نالہ دل ہے شجر، ابلہ دل ہے عثر نفسِ کردل چلتی ہے ہوا اُکو پیر
 بھول اس باغ میں ہے چالِ گریبان کا
 طرے سنبل یہ بھی گیسو ہے پریشانی کا
 بن گیا خار، یہ محبوب کا بدن زار کیا خونِ فرہاد اسی نے کبرِ کھسار کیا
 آگ جس گھر کو لگا دی اُمیہ فی النار کیا چاہِ بابل میں فرشتوں کو گرفتار کیا
 نور ہے نار، دمِ شعلہ ہر دازی عشق
 جن فرشتوں کو بنائی ہے ضلّوں سازی عشق

یہ وہ دریا ہے، ہنس جس کا کنارہ امیدا یہ وہ صحرا ہے جہاں حفرے ہیں ہوش ہوا

یہ وہ گلشن ہے، ہنسِ نر بہتِ خاطر کا پتا یہ وہ گلخن ہے کہ بھن جاتے ہیں اس میں دانا

بجول اس باغ میں ہیں زخمِ دل افکاروں کے

یہ وہ نخل، کہ بھل اس میں ہیں تلواروں کے

ذراے اس خاک کے ہیں تیغِ قضا کے جوہر اسی پانی سے ہے شادابِ گلِ زخمِ جگر

اسی آتش سے جلا کرتے ہیں دلِ مثلِ شر یہی جو بائی ہوا دیتی ہے سب کو چکر

تبرشِ اس موج سے ناب میں تلوار کی ہے

اسی اکسیر میں تاثیرِ کفرِ مار کی ہے

عشق کیا شے ہے، فقط ذلت و رسوائی ہے وحشت اس کی سببِ بادیہ پیمائی ہے

میر یہ سودا نہیں، خالی رخِ دانائی ہے کام میں اپنے ہے ہشیار، جو سودائی ہے

پاؤں سے دشتِ نورِ دلی کی حقیقت پوچھو

آہوں سے خلشِ خار کی لذت پوچھو

الغرض عشق نے کیا کیا ستم ايجاد کیے گم جو آباد تھے ہر سوں سے وہ برباد کیے

جا بجا کر یہ رواں ارے بے داد کیے سو گئے وقفِ دمِ خنجرِ فولاد کیے

خانہ برباد ہوئے، بے کسرِ ماں کتنے

دستِ وحشت نے کیے چالِ گریباں کتنے

کسی مستی نے کہیں روزِ سید دکھلایا دیکھ کر کسرمہ کہیں آنکھوں میں جال اچھلایا

دردِ دل کو کسی افشاں نے کہیں چھلکایا کسی بے جرم نے موبان کا کوڑا کھلایا

دل کہیں خوں ہے، خنائی کفِ لاثانی سے

دردِ کرم میں ہے کہیں صندلِ پیشانی سے

کہیں بالہ کسی بالی نے بتایا دل کو بن کے بجلی کہیں بجلی نے جلایا دل کو
بیچ چوٹی کا کہیں بیچ میں لایا دل کو کہیں درد یہ نہ لگا ہوں نے چرایا دل کو
خاموشی چھائی اندازِ تعلم سے کہیں

صاف مہ ان ہوا بیتخِ سبب سے کہیں
کو چہ عشق میں اپنا تو نہ اب تک تھا کدو عاشقی نام ہے کس کا، یہ نہ دیکھے تھے خبر
کون واقف تھا، کہ کہتے ہیں کسے داغِ جگر رنگِ خار نہ یوں زرد، نہ یہ دیدہ تر
صد ہے ایسے دلِ نازک نہ سہا کر تا تھا

اس مرض سے ہمیں بھرہیز، با کر تا تھا
رات دن نہ کمرہ سفر و سخن، سہا تھا صدفِ گوہر خوش، آبِ دہن، سہا تھا
ہم زباں اپنا، ہر اک کاملِ فن، سہا تھا جلسہ گل ہائے مضا میں سے چین، سہا تھا
طرح نو، جب کوئی ایجاد کیا کرتے تھے
آنکھوں سے اہلِ نظر صاف کیا کرتے تھے

ملکِ شعبہ بہ دراز کو سجایا نہ یہ طور ناگہاں رنگِ طبیعت کا ہوا اور سے اور
دانہ می گردشِ نقدیر، اسے کہتے ہیں ددور ایک محبوبِ فمروش بہ دل آینی الفور
کنج و دشن یہ نہ ا، صورتِ پردانہ ہوا
دفعاً شکلِ پیری دیکھ کے دیوانہ ہوا

اب یہ تفصیل سنو حالِ دلِ زار و حزن ایک دن تھا میں محل کے کسی کمرے میں ملیں
آئی نزدیک مرے، ایک زنِ پردہ نشین کمر کے تعلیم کہا "ملک، ہے زیرِ نگین"
حاکم الملک ترقی پہ یہ دولت رکھے
حق تعالیٰ صد و سی سال سلامت رکھے

اک حبس ہے، کہ ہیں انی کا زمانے میں جو آ داغ کھاتا ہے اسے دیکھ کے ہر شب مہتاب
رخِ نازک کو ہیں ہے نگہ گرم کی تاب چشمِ خورشید سے بھی اُس کو ہے منظور حجاب

شمعِ قامت سے ہیں گرم شبتاں اب تک
 ردائے روشن ہے چراغِ تہہ داماں اب تک
 طرفہ یہ ہے کہ وہ سو جان سے تم پر ہے نثار
 دردِ آمیز سننے ہیں جو مکتار ے اشعار
 جالٹے سوتے خیالِ اکٹھے پیر آپ کا ہے
 غائبانہ دلِ مشتاق میں گھر آپ کا ہے
 لائی ہوں خدمتِ عالی میں اس کا پیغام
 سوئی تاخیر تو بیمار کا ہے کام تمام
 کہ بغیر آپ کے اک دم ہیں اس کو آرام
 ہے مسیحا کی کالے اشکِ مسیحا ہنٹام
 چشمِ رحمت، زلفِ لطف و عطا لازم ہے
 اپنے بیمار کی عیسیٰ کو دوا لازم ہے
 کیجیے رحم، جگہ ہے یہ ترس کھانے کی
 غلہ کچھ کیجیے بیمار کے بچ جانے کی
 اب نہ دیکھا تو اسے تاب ہیں آنے کی
 ابھی ے آؤں، ہے دیر آپ کے فرمانے کی
 بت نہ بن جاؤ، دلِ سمیت زبوں ہوتا ہے
 مفت اک بندہ اللہ کا خوں ہوتا ہے
 اک زنِ پردہ نشیں سے جو کسنی میں نے یہ بات
 بڑھ گیا دل میں جو شوقِ بت کثر ہے حرکات
 ہر سرِ رحم سوئی، خاطر فرخندہ صفات
 بجز اقرار کے انکار میں دیکھی نہ نجات
 کشتِ انکار مری فوجِ ہوکس رو نہ گئی
 شوق کی برق اک آنکھوں کے تلے کو نہ گئی
 صہبائے کھٹا، گیا آج وہ انکار کہاں
 شوق کہتا کھٹا، بلا بھیجو کہ ٹکے ارماں
 روکنی جا ہیے رہو ارِ تمنا کی عشاں
 تازگی روح کی درکار ہے، جی ہے تو جہاں
 لطفِ خاطر شکنی میں ہیں، معلوم رہے
 ہو جو سائلِ درِ دولت پہ وہ محرم رہے

لے کہ نیرنگِ محبت ہے جہاں میں مشہور کام در پردہ کیا اُس نے، فراست ہوئی دور
رک سکا دل نہ مرا، ضبط کیا نامقدور ٹھہر پڑا سنگِ گراں، سنیشہ ہوا چکنا چور

گرمی سوزِ محبت سے جگر آب ہوا

اُس کی بے تابی دل کن کے میں بیتاب ہوا

ہو کے مجبور، دیا حکم کہ لاؤ اُس کو ہے بلد نے کی جو درخواست، بلاؤ اُس کو
ہم بھی مشتاق ہیں، مژدہ یہ سناؤ اُس کو کل دکھانا ہو اگر، آج دکھاؤ اُس کو

محوِ نظارہ رخ و زلف کے دن رات ہیں ہم

اپنی مشتاق کے مشتاقِ ملاقات ہیں ہم

دی صدا دل نے کہ کو آئندہ جاننا ہوئی زیب ایوان کی بڑھی، ہنرم پیری خانہ ہوئی
دور بدلا، طلبِ سنیشہ و پیما نہ ہوئی قتلِ سنیشہ سے نوبتِ شاہانہ ہوئی

فرشِ فراشی ادب نے یہ لگا رکھا ہے

ہر قدم راہ میں آنکھوں کو بچھا رکھا ہے

آبِ پاشی کریں مڑگاں کے ہزار لہ لہ جاتے لینے کے لیے، تاسیرِ دروازہ لگا ہ

رہیں صفِ سبہ شکوہ و حشم و دولت و جاہ جتنے سامان ہیں، تیار رہیں خاطر خواہ

لوگ جو گائے بچانے کے ہیں ہتھیار ہیں

کشتیاں جنہ جواہر کی بھی تیار رہیں

گھر میں القہہ جو وہ نوگلِ خنداں آیا بلبلیں سمجھیں کہ گلِ سوئے گلستاں آیا

غل ہوا، مہر میں لویوسفِ کفعاں آیا تختِ بلقیس کا نزدیکِ سلیمان آیا

دور سے ہم نے جو وہ چہرہ زیبا دیکھا

قدرتِ خالقِ عالم کا تماشا دیکھا

جلوہ اُس حسنِ خداداد کا آیا جو نظر ٹٹلی بندھ گئی مطلق نہ رہی ہم کو خبر

کمر گیا چشمِ نسوں کا افسوں پر اثر اختیار اپنا، ہا دل پہ نہ قابو میں جگر

روئی ہرزم، جو وہ آئینہ تمثال ہوا
 دل مشتاق کا حیرت سے محب حال ہوا
 مکتورے روزوں میں تپاک اُس نے بڑھلایا
 کہ خیال اور کسی کا نہ رہا اُس کے سوا
 وہ فدا محبہ پہ، تو سو جان لے میں اُس پہ فدا
 وہ جدا محبہ سے نہ ہوتا تھا، نہ میں اُس سے جدا
 سحرِ ظارہ ہوا اُس صنمِ رملنا کا
 ہوش دنیا کا رہا محبہ کو، نہ مایہا کا
 اُس طرف چپٹ اطاعت پہ شبِ دروز کمر
 مقصدِ لجوئی محبوب کا سو جاں سے ادھر
 لذتِ جامِ مے وصل سے مست آگے بہر
 گردشِ چرخ نہ نیرنگیِ عالم سے خبر
 پھر کسی حور کے طالب، نہ پیری کے ہوئے ہم
 مہول کمر سارے زمانے کو اسی کے ہوئے ہم
 نازِ بہرِ داری محبوب کا ہر وقت خیال
 عجزِ کرنا کہ نہ ہو خاطرِ نازک کو ملال
 فکرِ آرائش و زیبائشِ خورشیدِ جمال
 روز دینا اُسے ملبوس و زور و زور و مال
 ادج پر اخترِ نقدِ یربتِ یرمن تھا
 نئے زبور، نئی پوشاک، نیا جوہن تھا
 پیشِ ازیں وضع تھی اُس حور کی سادہ سادہ
 طبع تھی قیدِ تعلف سے کمال آزادہ
 ہم نے بیج دھج یہ طبیعت کو کیا آمادہ
 اب تر اش اور خراش اور کباب و بادہ
 گرمیاں سیکھ گیا، شوخ ہوا، ناز آیا
 نہ نکلنے لگی ہر بات میں، انداز آیا
 بیٹھے اٹھنے کے انداز نہ لے آئے
 ہنس پڑے، ردا اٹھے، اس سائے نیلے آئے
 ہم جو نزدیک کبھی، دل کو سمجھائے آئے
 ہٹ کے بولے، کہ بڑے چاہنے والے آئے

طلبِ لوسہ پہ منہ کھیر لیا، طال دیا

رک رہے، ہاتھ جو گردن میں کبھی ڈال دیا

سو گئے آئینے سے آنکھ لڑانے پہ غضب بال بیگا جو ہوا کوئی، تو شانے پہ غضب

نیو، یاں بہ لیں، ہوئے ہاتھ لگانے پہ غضب چنونیں ڈھانے لگیں سارے زمانے پہ غضب

غمر لے خوں، بیزی عالم میں یہ مشتاق ہوئے

چار ہی روز میں دہ شہرہ اُفاق ہوئے

رنگ جب اُن کی طبیعت کا گرگوں دیکھا صورتِ جام سے لعل، جگر خوں دیکھا

جشمِ حسرت سے کبھی جانبِ گردوں دیکھا قصہ باد یہ پیما کی محبتوں دیکھا

کھجور لئی حلقہ زنجیر جنوں آنکھوں میں

اتر آیا صفتِ آبلہ، خوں آنکھوں میں

الغرض حجب سے جو برشتہ ہوا چرخِ کہن دل میں پیدا ہوئی خورشید کے مانند جلن

میں نے چندے تو کیا ضبطِ نغم و محن کہ سنبھل جائے، کہیں ران پر آئے وہ زن

طرح دینے میں ملکہ رنگ بکھڑتا پایا

خال ڈالی، تو ہوا سے اسے بڑھتا پایا

دل میں آیا، کہ کیا چاہیے بہ لا کوئی منہ کی کھائے، وہ دیا جا ہیے جھٹکا کوئی

جاہنے والوں سے کرتا ہیں ایسا کوئی پوششِ اراد دیتے ہیں ہم، ہم سے اڑے کیا کوئی

کون سی عقل نہیں، کون سی تہ بیر نہیں

مال و دولت نہیں یا منصب و جاگیر نہیں

جشم و جان مصاحب ہیں تو اقبالِ ندیم قوتِ فکر و سہا، طبعِ ذکی، ذہنِ سلیم

جاں نشاری کو کمر بستہ رفیقانِ قدیم سارے سامانِ مہیا، کہ ہے اللہ کریم

یہ نہیں ادراستی، کیوں رہیں کچھ ہم خالی
 گلِ غداؤں سے نہیں گلشنِ عالم خالی
 سینہ گرمی سے تفلک کی ہوا اپنا گرم
 دُعا نہ کر ایک نکالا صنم گرما گرم
 جو خدا سے جو ملی، سو جو گیا فقرا گرم
 جس کے آگے نہ ہو بازارِ پیری اصلا گرم
 گلِ عارض سے رخِ حور کو رہتہ کیا ہے
 بیشِ قامتِ شکرِ طہر کو رہتہ کیا ہے
 چینِ حسن میں قد ہے وہ سرِ افرازِ بہال
 جس کی چوٹی کو نہ پہنچے گلہ چشمِ خیال
 زارِ سوتے ہوئے فتنوں کو جگادتی ہے چال
 سرِ لے کہتے ہیں زمیں ہلتی ہے، آیا بھونچال
 آفتِ تازہ کرے فتنہ قامتِ بہرِ پا
 ہر قدم ہو سرِ بازارِ قیامتِ بہرِ پا
 مل گیا خوبیِ قسمت سے جو الیہا معشوق
 گلِ بدن، غنچہِ دین، چاند کا ٹکڑا معشوق
 مہر و شش، رشکِ قمرِ حسن میں لیتا معشوق
 شمعِ رو، زہرِ جیس، نورِ کابلا معشوق
 آرزو پوری ہوئی، کوئی تمنا نہ رہی
 دل ہوا سیر، کسی ادراکی پروا نہ رہی
 ناز و انداز میں لیتاے جہاں، لالہ غدار
 اس پہ یہ حسن، لہوِ جوان سے دھجھو پہ نثار
 جو کہا بس وہ کیا، دونوں طرف ایک سپا ہار
 پاؤں دکھا کبھی کہنے سے نہ باہر زہار
 حسنِ صورت نے ہمیں نورِ خدا دکھلایا
 حسنِ کبریت نے سوا اس سے منرا دکھلایا

۱۔ کو، نہ ارد ما ۲۔ روز خد

۳۔ م۔ پیدا خج، ما

۵۔ فرماں بردار۔ خا، خد

چند مدت رہی صحبت تو سوار لہ سوا بڑھ گئی رسم، ہوئی راہ دلوں میں پیدا
 چہرہ گیا اپنی زلف میں دہ قمر و شام الیسا دل سے اترے، نہ خیال ادھینوں کا رہا
 جو نہ پہچانے کسی کو، وہ طبیعت کیسی
 آگے خوشنہ کے، ذروں کی حقیقت کیسی
 صحبتیں رہنے لگیں شام سے تا وقتِ سحر بلکہ پہلو سے نہ پہلو تھا جدا اُٹھو پہر
 دن ہو یا رات ہو، لقویر وہی پیشِ زلف دن بھی بانڈھے ہوئے ہر وقت اطاعت پر مگر
 گھر میں آرام کبھی، کبر ہے مجلس میں کبھی
 سر ہے زانو پہ کبھی، ہاتھ ہے گردن میں کبھی
 اپنی خاطر کو ازل سے جو اطاعت ہے لپنہ خود پسندی نہ ہو جس میں وہ طبیعت ہے لپنہ
 ہو تعلق سے بری جو، وہ محبت ہے لپنہ خار جس میں نہ ہو وہ مجلسِ صحبت ہے لپنہ
 کی جگہ دل میں اطاعت سے وہ پیدا اُس نے
 کر لیا اپنا ہمیں عاشقِ ستید اُس نے
 عیش و عشرت میں جو ہونے لگے اوقاتِ لہر نہ رہا دل میں سوا اُس کے کسی غیر کا گھر
 اولاً در پے آزار جو تھا بانیِ شکر حقیر چھاڑ اُس سے ہوئی طبع کو منظورِ نظر
 سو کی دھل و تمنائے ملاقات نہ تھی
 اک جہان کے سوا اور کوئی بات نہ تھی
 آدمی بکھجے کے اک روز کیا اُس کو طلب سامنے آیا، ہر انداز تھا آنے کا غضب
 چین پیشانی پر، ابرو پہ شکن، جو کس غضب غمزہ بے محل، آزار دہی غیر سبب
 غنیمتِ گل کی طرح، منہ کو بنائے آیا
 بیوہ یاں مثل کانوں کی جڑھائے آیا

طرز اٹھلانے کی رفتار سے پیہا ہر گام
طنز آمیز کئی آتے ہیں مجھ سے یہ کلام
کہو کیوں یاد کیا، ہم سے بچے کیا آپ کو کام
جس سے مطلب نہیں، اُنکی ما کوئی بیٹا نہیں نام

کیوں بلا یا ہمیں، تقصیر ہماری کیا ہے
کون سا جرم ہے، لعنہ میر ہماری کیا ہے
دل جو کھٹا پیلے ہی بہ خوئی طرف سے کھٹکا
بن گئی میٹھی جھوٹی، پہلی زبان گویا
اس ترش روی سے ہرادر بھی آزدہ ہوا
دانت کھٹے کیے اول، مگر اتنا ہی کہا

ہاں، اسی ٹخنہ بے جا کے کنز ادا رہیں ہم
نم گنہ گار نہیں، بلکہ گنہ گار ہیں ہم
بے وفاؤں سے محبت کا نتیجہ ہے یہی
کچھ اداؤں سے مروت کا نتیجہ ہے یہی
سرخ چشموں سے عنایت کا نتیجہ ہے یہی
کچھ اداؤں سے مروت کا نتیجہ ہے یہی

ظلم عاشق پہ یہی طرزِ وفا ہوئی ہے
کیوں غمگین چاہنے والوں کی کنز ہوئی ہے
سخت ناداں تھے، کہ دشمن کو بغل میں پالا
سسرنگوں جس سے ہوئے، اس نے بتایا بالا
کھائی الفت کی سناں دل پہ، نہ دیکھا کھالا
نخل غم تازہ کیا، دل کو غضب میں ڈالا

ہے یہی وضع اگر، منہ کی کہیں کھاؤ گے تم
حلبہ کھپو نے نہ سمانے کا کھڑیاؤ گے تم
اس سے کترے ہیں کنارہ، جو غذا ہوتا ہے
دل حلبہ نا کسی عاشق کا کھلا ہوتا ہے
سامنے سے کوئی یوں رو بہ قفسا ہوتا ہے
ٹھنڈی گری کرو اب ہم سے تو کیا ہوتا ہے

وہو خاموشی، کہ اب بات کے قابل نہیں تم
وضع داروں سے ملاقات کے قابل نہیں تم

خوب سوچھی، جو کیا کام وہ معیوب کیا
حیف، میں پہلے نہ سمجھا، کہتے محبوب کیا
زشت تم مجھ کو زلزلے لگے، خوب کیا
میری تجویز سے تم نے مجھے معیوب کیا

سر جڑھایا تھا کہیں، تیوری چڑھانے کے لیے

منہ لٹایا تھا کہیں، منہ کے بنانے کے لیے

ہم سماعِ شوق نہ ملے گا، نہ ملے گا ہم کو قدرِ داں حسن کا الیسا نہ ملے گا ہم کو

بے وفا ہو، کوئی کشیدہ نہ ملے گا ہم کو صاف دل چاہنے والا نہ ملے گا ہم کو

نیزد اب بھرے نہ سوؤ گے بہت، یاد رہے

منہ پیٹے ہوئے رد گئے بہت، یاد رہے

وضع یہ ہے تو طلبگار نہ ہو گا کوئی چانتا ہوں کہ خریدار نہ ہو گا کوئی

دامِ الفت میں گرفتار نہ ہو گا کوئی کبھی وارفتہ رفتار نہ ہو گا کوئی

کیا غرض اوروں سے، الفت کا یہاں نام نہیں

خوش رہو، خوش رہو ہم سے مجھے کچھ کام نہیں

خیر وہ روزِ مصیبت بھی ہمارے گزرے آئے جو رنجِ دامِ سارے گزرے

دن بھرے اب تو، دھرت کے نظارے گزرے مل گیا ایک قمر، محسّس ستارے گزرے

اب تو دنِ رشکِ قمر، پالہ آغوش میں ہے

دھوم جس کی کہ حسینانِ زری پوش میں ہے

پہلے اس بات کا مطلق اُتار آیا نہ یقین وہی تیوری تھی بہ ستور، وہی چینِ جبین

جب کہا میں نے، کہ موجود ہے وہ پردہ نہیں دیکھو اب کبھی دیکھا ہے زمانے میں حسین

سامنا جب کہ ہوا دور، ہوا دل شک سے

رہ گیا دیکھتے ہی ہوئے کلیجہ دھک سے

سُسنایا بدن، آنکھوں سے ہوئے اشکِ روا سارے اندازِ غضب بھول گیا آفتِ جاں

ہو گیا نرم دلِ سمحت، لٹی تاب و توان نہ تہمتِ کارِ بادِ ہیان، نہ نکتِ کاشاں

رنگِ عارض، صفتِ کارِ بازار دہوا

آگ سا آیا تھا، پانی کی طرح سرد ہوا

عجوز الحاح یہ آمادہ ہوا، ہو کے خجل گر میاں کیں، کہ کسی طرح پسینے مراد دل
 التباکی، کہ کرد عفو، گماں بقا باطل جو سزا داد مجھے بے شک ہوں میں اُس کے قابل
 آپ جو کہتے تھے صبح ہے، مجھے اُتبا کیا ہے
 حق تو (یہ) ہے کہ بڑے بول کا لہر نیچا ہے
 بچیلی باتوں کو ذرا درد کر دے، جانے دو جو ہوا خیر ہوا، درد کر دے، جانے دو
 ناخوشی بہر خد^۲ درد کر دے، جانے دو مل گئی مجھ کو سزا، درد کر دے، جانے دو
 اب ترحم کی نظر، کیجیے تفصیر معاف
 پاؤں پر رکھتے ہیں سر، کیجیے تفصیر معاف
 اب کبھی آپ کے فرماں سے نہ ہوں گے باہر باندھ لی آج ہی سے حبسِ اطاعت پر مگر
 نو پشیمان ہوئے، اب ہم کو ہے کیا مد نظر ہو مسلمان تو کرد قولِ مسلمان باور
 حبوٹ کہتے ہیں، کیسے تو نوشتا لکھ دیں
 حکم دیجئے تو گجری میں مچلکا لکھ دیں
 سر اٹھائیں گے نہ اب، زیر قدم حاضر ہیں جان در کار اگر ہو، اسی دم حاضر ہیں
 ملکہ قرآن اٹھالینے کو ہم حاضر ہیں چل کے درگاہ کھانے کو مستم حاضر ہیں
 اب کسی طرح کی باقی ہو جو تکرار ہمیں
 علمِ حضرت عباس کی ہو مادہ ہمیں
 اُس نے ہر چند کیسے ہم سے لگاؤٹ کے سخن نہ رنجی اپنی طبیعت، کہ اٹھائے تھے محن
 بات میں زرق کہاں، ایک زباں ایک دین دور ہوئی ہے کہیں دل میں جو آئی ہے شکن
 دل خراشی کا ہو کیا داغ جبہ اکینے سے
 بال بڑتا ہے تو مشتائیں اُٹھنے سے

اُنسی کرتا ہے جو ہم سے، اُنم اُسے کرتے ہیں پیار
 ناز بردار ہیں اُس کے جو ہے فرماں بردار
 جس سے بے زار ہیں، اُن سے ہیں ہمیشہ بیزار
 کب بہ لیتے ہیں، طبیعت کو تلون سے ہے عار
 کوئی جمعیتا ہے اگر ہم سے تو جمعک جاتے ہیں
 کوئی رکتا ہے اگر ہم سے تو رک جاتے ہیں
 بات کا پاس ہمیشہ سے ہے شیون اپنا
 طبع رکعتی ہیں سیرنگ تلون / صلا
 جو کہا ہم نے، کہا، منہ سے جو نکلا، نکلا
 مرد کے قول میں کیا فرق، تجاوز کیسا
 بات جو منہ سے نکل جائے، وہ اعلان نہ ٹلے
 کوہ ٹل جائے، مگر قول ہمارا نہ ٹلے
 خود لپندی سے طبیعت جو بیت کئی بے زار
 گلِ رخسار نظر آنے لگے صورتِ خار
 دیدہ غول ہوئی، نرگس چشمِ بیمار
 سرد قد پر جو نظر پڑ گئی سمجھے اُسے دار
 بیشِ کز دم سے ملک ہو گئی بہ ترسم کو
 زلفِ پیماں نظر آنے لگے اژدر ہم کو
 چاند سی تھی جو جس، اُلی نظر صورتِ داغ
 خالِ عار حق کو یہ سمجھے کہ ہے گلزار میں داغ
 چہرے پر کامل شب رنگ ہوئی ددِ چراغ
 اُس کی خوشبو سے پریشان ہوا اور دماغ
 رطبِ لب ہمیں نخلِ بیابان کا ہوا
 تلخِ حنظل سے مزا سیبِ زرخداں کا ہوا
 ایک دم اُن کا ہٹنا جو ہوا حیا کو عذاب
 نہ رہا صہبہ، دیا توڑ کے ٹکڑا سا جواب
 نہ لگیا دن، تو کہا اُن سے کہ او خانہ خراب
 اب ہٹنے کا مزا لیا، کہ کلیجہا ہے کباب
 تو جو قرآن کا جامہ بھی پہن کر آئے
 بیری الفت، مجدا ہم کو نہ باور آئے

اب ہنس سہنے کے ہم، رنج سہے جو وہ سہے اٹھی گنفا تری اب اور ہی جانب کو بچے
 دام میں ہم ہنس آئے کے کوئی لاکھ کچے جعل سازی تری اب اور سے للہ رہے
 ساری منہ دیکھ کی بائیں ہیں یہ چل دو رہی ہو
 پاس سے میرے ہوا ہو، کہیں کا فور بھی ہو
 سن کے یہ بات ہوا صورت نرگس حیراں لالہ ساں داغ جگر کھا کے یانا فرماں
 اپنا سالے کے وہ منہ ہو گیا آخر کو رواں اتنا بھی جائے سے باہر نہ ہو کوئی اناں
 عمل اناں کا جو ہوتا ہے وہ پیش آتا ہے
 جیسا کرتا ہے کوئی دلیسی سزا پاتا ہے
 وہ جو محشوق ہے اب آٹھ پہر زیب کنار لالہ رخسار بہر طور ہے فرماں بردار
 ہے اطاعت ہی ترقی کا سبب لیل و نہاد ہے جو مرضی کے موافق، مجھے بھی آتا ہے پیار
 لطفِ نظار، رخسارِ دل افروز ہے عید
 لیلۃ القدر ہر اُتات ہے، ہر روز ہے عید
 یا الہی، رہے قائم یہی عادت اس کی رات دن وجہ ترقی ہو اطاعت اس کی
 اس کو میری، تو مبارک مجھے صحبت اس کی نہ کچھ لے مجھ سے کسی طرح طبیعت اس کی
 عیش ہر روز رہے، دخل نہ آفات کا ہو
 سامنا اب نہ کبھی ترکِ ملاقات کا ہو
 طول واسوخت ہوا، ختم سخن کرنا ظم ناظم اب کوئی ہنس تیری برابر ناظم
 بندہ شیں خوب، ہر اک بندہ ہے بہتر ناظم ہے یقین، دادِ سخن دیں گے سخن در ناظم
 واقفِ لطفِ سخن کیا کوئی ناداں ہو گا
 صابر فہم جو ہو گا وہ ثنا خواں ہو گا

(۳)

عشق نے رنگِ زمانے کو دکھائے کیا کیا کام بگڑے ہوئے الفت نے بنائے کیا کیا
دوست سے دوست جو چھوٹے تھے ملائے کیا کیا راکتہ بھولے ہوئے راہ پر آئے کیا کیا

اُگ میں کود کے پیروانہ جو بے ہوش ہوا

جس کی الفت میں جلا اس سے ہم آغوش ہوا

کارخانے ہیں محبت کے عجیب اور عجیب زندگی موت ہے اس میں، ملک الموت عجیب

ادج کیے اُسے قسمت کا جو سوئے ہو لقیب بے خودی صورت منہو کرے عین عجیب

جان بھی جائے تو دسوا اس نہ مطلق آئے

خون کے قطرہوں سے آواز انا الحق آئے

جس نے اس خنجرِ برآں سے شہادت پائی بہر کوثر کی، کلیدِ درِ جنت پائی

جس نے رکھا قدم اس راہ میں، جنت پائی دونوں عالم کے بکھیر دوں سے فراغت پائی

بیچ دھارے کا تلاطم ہے کنارِ اس کا

کشتیِ نوح ہے، نگلی کا سپہارا اس کا

مقتلِ عشق کی جانب جو تیری ہو وہ چلے جو چنے بھول شہادت کے وہ بھولے وہ کھلے

سہر کو جاں باز جھکا دیئے ہیں خنجر کے تلے کبھی خنجر، کبھی تلوار سے کٹتے ہیں گلے

شوقِ کامل کی جو تائید ہوا کرتی ہے

روزِ قربانیوں میں عید ہوا کرتی ہے

ہے یہ بازارِ جدا، دیکھتے ہیں بازارِ بہت جنسِ نادیدہ کے مشتاق خریدار بہت

نقدِ جاں ہاتھ پہ رکھے ہوئے زردار بہت جن کا طالب ہے زمانہ، وہ طلبِ کار بہت

مشتری جمنی ہیں، سب ہیں وہ خریداریاں
 لاکھ یوسف سے ہیں بیک جانے کو تیاریاں
 خوب دیکھی تو نظر آئی بہار اسی کی خزاں
 ہچکیاں زخمیوں کو دیتی ہیں آواز، کہ ہاں
 ہم ہیں بانگِ جرسِ قافلہٗ عمرِ رواں
 صلبِ دردِ الم ناک کوئی ہوتے ہیں
 پہنتے ہیں زخم کی صورت جو ہوا دتے ہیں
 ایک اک زخم ہے اس کا اُٹل تر سے بہتر
 ایک اک داغ ہے گنہگار سے بہتر
 ایک اک اسٹک ہے شہوار گھر سے بہتر
 ایک اک آہ ہے جنت کے شجر سے بہتر
 دگر جاں رہتی ہے مشتاق اسی لشکر
 شیشہٗ دل کو ہے لڑچوٹ اسی پیہر کی
 زخم اس تیغ کا لجل کو مڑا دیتا ہے
 صر جاکِ دہن زخمِ صدا دیتا ہے
 یہی زخمی ہے کہ قاتل کو دعا دیتا ہے
 زہرِ شمشیرِ لہرِ عجزِ جمعہا دیتا ہے
 یہی لبِ لشدہ ہیں مشتاق جو کوثر کے ہیں
 گھونٹ لٹرتے ہیں اُگر لے دمِ خیر کے ہیں
 غنچہٗ غنچہٗ چینِ دہر کا دیکھا ہم نے
 بوٹے بوٹے کا کیا خوب تماشا ہم نے
 پتے پتے یہ نظر کی تہ و بالا ہم نے
 آنکھ ڈالی طرفِ نرگسِ سہلا ہم نے
 سب کو پیما نہ کشِ بادۂ الفت پایا
 جس کو پایا اُسے کرمستِ محبت پایا
 گل جو نہیں پڑتے ہیں ہر دم، سب اک کا کیا ہے
 سب کو روئی ہے جو شبنم، سب اک کا کیا ہے
 سبزہٗ رہتا ہے جو خرم، سب اک کا کیا ہے
 حالِ سنبھل ہے جو درہم، سب اک کا کیا ہے
 جھک کے دکھلاتی ہے نرگس، نگہ نازک سے
 خوشی نوا یاں چین، دیتے ہیں آواز کسے

عشق ہی عشق ہے بھولوں کے بہتا ہے جردنگ
عشق ہی عشق ہے جو ہے نیشہ دل کے لیے سنگ
عشق ہی عشق ہے جس سے کہ دل غنچہ ہے تنگ
عشق ہی عشق ہے، کہتے ہیں جسے قیدِ فرنگ

سرغِ بوجل میں، کہ صیاد کس میں ببل

گل ہیں گلبن میں گرفتار، نفس میں ببل

نہ فقط دیدہ نرگس ہی کو حیرانی ہے
دل میں لائے کے جو داغِ غم بینہالی ہے
زلفِ سنبل بھی گرفتارِ پریشانی ہے
گل بھی سودا زدہ چاکِ گریبانی ہے

دہن غنچہ کو گرفتار کی قوت کیسی

بابہ گل سر ہے، رفتار کی طاقت کیسی

عشق وہ ہے، سرِ کہسار جو کرتا ہے گداز
کس بگولے کو بیاہاں میں ہنسی ہے چکر
چرخ میں آتا ہے چکی کی طرح ہر پتھر
کون گرداب ہے دریا میں کہ بھرتا ہنسی سر

لغظ کو حلقہٴ ہر کار بنا دیتا ہے

قطب کو کوکبِ ستار بنا دیتا ہے

یہ وہ ہے نیر جو سینے سے گزرتا ہے
یہ وہ خنجر ہے کہ تاناف اتر جاتا ہے

یادوں رکھتا ہے، جو اس راہ میں گرتا ہے
آنکھو کھلتی ہے یہاں نورِ نظر جاتا ہے

سر فرازدوں کو بھی کرسام ہے، سر دھتے ہیں

عادل اس بگاڑ میں دانوں کی طرح بھٹتے ہیں

کہیں آنکھوں سے ہو ہو کر بہا کرتا ہے
داغ بن کر کبھی سینے میں جلا کرتا ہے

بھول ہو کر کبھی یہ زخم سنہا کرتا ہے
رنگ بن کر کبھی چہرے سے اڑا کرتا ہے

لبِ فریاد کہیں، نالہ جاں کاں کہیں

اف کہیں، درد کہیں، اشک کہیں، آہ کہیں

ہے کہیں زردی رخسار، کہیں لپ پہ نغاں کا ہنسی سن، خلشِ سینہ، خراشِ رگِ جاں
کہیں اٹھتا ہے یہ بن کردلِ سوزاں سے دھواں کہیں غارت گریہوش و خرد و تاب و تواں

بے زردی ہے کہیں یہ، کہیں بے تاب ہے

دلِ مہطر میں ترپ، آنکھوں میں بے خواب ہے

کبھی باراں، کبھی بجلی ہے گلستاں کے لیے ہے کبھی خضر، کبھی غول، بیاباں کے لیے
کبھی پٹی، کبھی زشتہ ہے رگِ جاں کے لیے کبھی بجنہ ہے، کبھی چاک، گریباں کے لیے

جستہ امیہ کہیں ہے، نگہِ یاس کہیں

مرہمِ ریش کہیں، سودہِ الہام کہیں

الغرض عشق کے نیرنگ ہیں بے حد و شمار شہرِ طہی لہر ہے عاشق کے لیے صبر و قرار

ایک منہ سے نہ کہے، انجھوں خاطر کو ہزار سر نہ تیغ جمع کائے جو ہو قاتل سے دوچار

آشنا ضبط سے، بے گانہ بد و خوب سے ہو

پاؤں باہر نہ رہ مہرِ محبوب سے ہو

ذرا بن جائے، نمایاں ہو جو خورشیدِ سحر سپردہ دل ہو کتاں، وقتِ تماشا کے قمر

جہرہ کل پہ کرے دیدہ بلب سے نظر فاخہ ہو طرفِ سرو جو ہو جائے گداز

حبوہ حسنِ پیری دیکھ کے دیوانہ بنے

شعِ روشن ہو کر شاہِ تویرِ داند بنے

وہ کرے عشق، سلیقہ جو بشر رکھتا ہو دے دل اپنا وہ کسی کو جو جگر رکھتا ہو

شہرِ طہی الفت ہے کہ الفت سے خبر رکھتا ہو طالبِ حبوہ دیدہ اور نظر رکھتا ہو

حبس کا شہ اسو جو اپنا اسے شہ اندہ کرے

عشق کا نام نہ لے، راجہ کا دعویٰ نہ کرے

یوں چلے راہِ طبیعت میں جو پیہا ہو جائے بے کلف دلِ محبوب گھرا تپا ہو جائے

عشق یہ جگرِ لقور میں سراپا ہو جائے وسعتِ ظرف سے قطرہ ہو زور یا ہو جائے

دل جلے، آہ مگر صعبِ تاثیر کرے
 آپ دیوانہ ہو، خورشید کو تسخیر کرے
 کھینچے دہ نالہ، جو ہو سر و مجلسِ انار
 ٹپکے دہ اشک، کہ جس سے کوئی حامل ہو مگر
 خائب اڑ جائے ادھر، دل جو مکہ، ہوادِ ہجر
 چاک ہو جائے گریبان تو فلکڑے ہو جگر
 جس پہ قرباں ہو، وہی گھر دیکھو، پیار کرے
 آپ نقطہ ہو، اسے حلقہٴ ہیر کا کرے
 تنگ ہو غنیمتِ دہن، مثلِ دہن، کیا ممکن
 مثلِ زلف آئے جس پر جو شکن، کیا ممکن
 رنگ پر آکے ہو بے رنگ چین، کیا ممکن
 دام میں کعبے کے نکل جائے ہرن، کیا ممکن
 جن کا ناظر ہو، لبزد آئیں زظار، اُس کو
 ہو پڑھا جن بھی تو شیشے میں اتارے اُس کو
 جذبہٴ شوق سے ہو یادِ پیری و تسخیر
 زینتِ ہالہ آغوش رہے بدِ مینر
 دل پسچے، دہ دمِ گرم دکھائے تاثیر
 دام میں جس کے ہو، وہ دام میں اپنے ہو اگیر
 ہو جو معشوق، وہی عاشقِ زار اپنا ہو
 صید جس کا ہو، دہ صیادِ شکار اپنا ہو
 جان دینے کو تو دیتے ہیں ہزاروں جاں باز
 رلہ کا ایک کر معلوم نہیں پیرانہ باز
 سوز رکھتے ہیں قوط، یادِ ہنسِ صورتِ ساز
 رمزِ دانی ہے ادا کی، نہ ادا مہنی ناز
 خونِ دل ہی پی ساتی، مے گلغام کہاں
 چشمِ تر صورتِ ساغر ہے، مگر جام کہاں
 گرجے تو ضیح اشارات و شفا مشکل ہے
 ناز کا شرح و بیاں اُس سے سوا مشکل ہے
 سہل ہے فہمِ کتب، فہمِ ادا مشکل ہے
 کیا سمجھائے دہن، نامِ خدا مشکل ہے

کیسا معرعہ قدِ موزوں ہے، کوئی کیا جانے

بیتِ ابرو کا جو معھون ہے، کوئی کیا جانے

ہم سے بوجھو، کہ ہیں ہم سیکسِ مٹا نہ عشقِ اپنی مٹی میں ہے شامل، گلِ پیما نہ عشقِ سیکڑوں یاد ہیں گزرتے ہوئے امانہ عشقِ دیکھے ہیں بو قلموں، جلوئے مشائے عشقِ

سارے حالاتِ جہاں پیشِ نظر رکھتے ہیں

جامِ جمِ دل ہے، زمانے کی خبر رکھتے ہیں

داغِ دل ہے صفتِ مہرِ سلیمانِ اپنا جو پیری رہے، وہ ہے تابعِ فرماں اپنا

ہیں وہ بیل، کہ گلِ اپنا ہے گلستاںِ اپنا حوریں اپنی ہیں، جہاں اپنا ہے، رخواںِ اپنا

دون کی ہم جو یہ لیتے ہیں، بجا لیتے ہیں

چار باتوں میں فرشتوں کو لٹا لیتے ہیں

سینہ چاک جو دکھلائی کبھی گل کی طرح نالے نہ کرنے لگیں گلِ باغ میں، بیل کی طرح

حالِ اپنا جو پریشان ہو سنبھل کی طرح خو برد آئی ابھی پیچ میں کاکل کی طرح

فاختہ یوں تو نیا عشقِ ہم ایجاد کریں

سرو بند ہو، جو سربار اُسے آزاد کریں

لو سنو، کرتے ہیں ایک سانہ تازہ بیاں جس کی رنگینی معھوں سے ہے گلبرگِ زباں

ایک معشوقِ ملا حشرِ خرام، آفتِ جال جس کے جلوئے کے ہیں مشتاقِ تمام اہل جہاں

زلفِ کھولی، جو نظرِ وہ میرِ کامل آیا

کچھ نہ سوچھا، ہمیں آندھی کی طرح دل آیا

رنگِ وحشت کا جانے لگی عارض کی بہار چشمِ بیمار کی الفت میں ہوا دل بیمار

خالِ مشکیں پہ ہوئی صر دمِ حشمِ نثار طائرِ ہوش کیا دام میں گیسو نے شکار

نہ فقط تیر ہی منہ گاہاں کا جگر سے گزرا

یتیمِ ابرو کا بھی پانی سر سے گزرا

آہ اُس شوخ کا قسمت نے لیا عاشقِ زاد ایک جا جس کو ہنسی برق کی مانند قرار

آئے جب گرم منہ اچھی پہ وہ خوشیہ عذرا کیونکہ دے پنہاں افلاک کو بھی ہی کے لٹرا

ہنسی محسن کہ سکوں ہوا سے اک آن کہیں

دل کہیں، دلیان کہیں، آنکھ کہیں، کان کہیں

منہ سے نکلی وہی، مرغوب ہوئی اُس کو جو بات رات ہی دن کو کہا، دن کو کہا اُس نے جو رات

زہر بے مہر خلی مصدوق رہا قند و نبات نہ کہا یار نے جب تک، نہ پیا آبِ حیات

سقا طبیعت کو طبیعت کا زبس میل لپنہ

ہم بھی کھیلے وہی، اُس نے جو کیا کھیل لپنہ

بے کہے ہاتھ لگایا نہ کبھی باز و کو جب تک اذن نہ پایا، نہ چھو اگیسو کو

دیکھتے ہی رہے، اُس چشم کو، اُس ابرو کو نیند آئی جو کبھی تکیہ کیا زانو کو

باندھی خدمت پہ مکر، کارِ حر لغت نہ کیا

مہندی ہاتھوں میں ملی، گیسوؤں میں شانہ کیا

کر لیا لبتہ گلِ دامِ محبت اُس کو ہر طرح سے ہوئی منہ طورِ اطاعت اُس کو

ہم سے بھی بڑھ کے ہماری ہوئی رعیت اُس کو دل لگاوا چیلنے لگی وصل میں لذت اُس کو

ہو گئی شام، تو وصلت کا سر انجام کیا

عمیش میں رات کٹی، صبح کو حمام کیا

چہرِ رخِ ظالم کو شبِ عمیش نہ آئی یہ لپنہ قطع کر دی، ہمیں پہنچا کے لبِ بام مکند

عمرِ صحن کی ان سے کسی نے، رہے اقبال بلند ہے خبرِ شرط، خبرِ دار ہو، غفلت تا چند

کچھ رقابت کا یہاں طور نظر آتا ہے
 پردے پردے میں کوئی اور نظر آتا ہے
 تم سمجھتے ہو جسے شیفہ عاشقِ راز
 وہ کسی اور پہ ہے لاگو دل و جاں سے نثار
 وہ جی داہ، ہے کس طرح کی دنیا مکار
 دل میں کچھ بات ہے، کچھ اور رُباں پر لغتار
 بندہ چھاصاف دورنگی کا سماں دیکھو تو
 کھول کر آنکھ دُرنگِ جہاں دیکھو تو
 تم پہ ثابت ہیں نیرنگ کے انداز ابھی
 بندہ ہو جاؤ، نہ بولو، جو کھیلے راز ابھی
 عشق کی طرح، مہار ابھی ہے آغاز ابھی
 یہ پرو بال نہیں قابلِ پرواز ابھی
 کس طرف کی تھی، کہ تھری ہے ہوا، کیا جانو
 شعبہ ۷ شعبہ بازوں کے کھلے کیا جانو
 مخیر سے چھپ کے جد، تم سے جہ املتے ہیں
 ایسے لوگوں سے کوئی اہل وفا ملتے ہیں
 کیسے الفت کے منزے، نام خدا املتے ہیں
 جانے دو، پوچھنے والے نہیں کیا ملتے ہیں
 بے وفاؤں سے محبت قصیدہ وفا کرتے ہو
 گئے گزرے ہیں تم ایسے، یہ کیا کرتے ہو
 منہ پہ کہنا، کہ ہیں سوجان سے قربان، نثار
 بیٹھ پیچھے نہ وہ باتیں، نہ وہ الفت، نہ وہ پیار
 دل میں اخلاص، نہ آنکھوں میں مروت زہار
 نہ ہو پورا، یہ قسم کھا کے کریں قول ہزار
 جعل باندھا ہے، نکالی ہیں پھنسانے کی طرح
 رنگ ہر دم یہ بہ لیتے ہیں زمانے کی طرح
 تم سے ہر روز یہ چھپ چھپ کے کس جا نہیں
 کوچہ گرد اور ہی کوچہ اکھنڈ دکھلاتے ہیں
 ڈوبیاں بچھتے ہیں، خانگیان لاتے ہیں
 دو پہر رات گئے اور حسین آتے ہیں

سینت ادروں کی طرف، بے عید چھپانا تم سے

روز ہے ناملہ شب کا بہانا تم سے

یہ خبر سننے ہی آیا اس میں غصہ ایسا دفعتاً آگ بگولہ ہوئے، جن سر پہ چڑھا

دل پھرا، آنکھیں پھریں، دھیان مرا کچھ نہ رہا نہ کیا اس کو بھی تحقیق، کہ یہ بات ہے کیا

بن کے بگڑی، نہ رہا لطف، نہ وہ پیارا اُن کا

ایسے روٹھے، کہ منانا ہوا دشوار اُن کا

دل سے نفرت ہوئی، الفت کی مٹائی صورت بیڑ گئی آنکھ، تو ہاتھوں سے چھپائی صورت

بن گئی جان پہ، بگڑی نظر اُن کی صورت رفتہ رفتہ یہ عادات نے دکھائی صورت

میرزا ہر دم یہ زباں تھی، کہ لگاتے تھے چھری

مجھ کو پاتے تھے اُتردہ، تو نہ پاتے تھے چھری

بارہا دیکھو کے موقع، یہ کیسے میں نے سخی کائے دغا باز، جفا پیشہ، مروت دشمن

غیر جو جھوٹ کہے راست، نہ شک اُس میں نہ ظن ہم جو بیچ بھی کیس وہ جھوٹ ہو، کیوں مشفق میں

حالِ عاشق کبھی خاطر میں نہ لانا کیسا

سن کے اس کان سے اُس کان اڑانا کیسا

حُلِ خسار میں کچھ بولے محبت نہ رہی مشکِ گیسو میں ذرا نکلت الفت نہ رہی

اب یہ کیا ہے کہ جو اگلی سی عنایت نہ رہی بے مروت ہوئے آنکھوں میں مروت نہ رہی

کب نہ دیکھا ہمیں، کب حال ہمارا نہ سنا

کو رو کر ہو گئے اب ایسے، کہ دیکھا نہ سنا

لاگو کہتے ہیں، کسی بات کا کچھ دھیان نہیں کبھی برسوں کی ملاقات کا کچھ دھیان نہیں

کیا ہوا رلب و دن رات کا، کچھ دھیان نہیں چپ ہو گئے، حرفِ کھایات کا کچھ دھیان نہیں

روزِ بخشش کے ہیں اندازِ نرا لے ہم سے

ہیں ملنے کے تھیں جا چھوٹے ہم سے

لاکھ مسرت سے کہا، عرض پذیرا لب تھی سر میں نخوت کی ہوا، عرض پذیرا لب تھی

دل میں ظالم کے دغا، عرض پذیرا لب تھی تیزِ شمشیرِ جفا، عرض پذیرا لب تھی

مشورہ شوق کا دل سے کہ ہے منت کی جگہ

غیرتِ عشقِ یکاری، کہ ہے غیرت کی جگہ

ہو جو گمراہ، اسے راہ پہ لانا ہے شرط چاہ اب کیسی، کنو میں اس کو جمعانا ہے شرط

بات بگڑی، تو بتدریج بنانا ہے شرط ڈال کر بوجھ، سرِ کبر جمعانا ہے شرط

سرکشی میر ہے، اسے رشتہ سے پاہل کر د

جو ڈالے ہاتھوں کو، پڑے پاؤں، وہ اب ٹال کر د

آشناؤں سے کہا حال، تو سب نے یہ کہا خو لعبورت ہیں بہت، ایک پہ موقوف ہے کیا

دل کو یہ بات گوارا نہ ہوئی پیراھنلا کہ سوا اس کے نہ تھی دل میں کسی غیر کی جا

یار تو ہم سے خفا، غیر سے اکراہ ہمیں

دہری مشعل ہوئی، سو جھی نہ کوئی داہ ہمیں

ناگہاں دل نے یہ نہ بیر نئی بتلائی نہ یہ ہم نے اک چین سے تقویرِ حسیں منٹوائی

سمہ سن خوب، سرِ اپا میں عجب ز بیانی طرفہ رِ عنا، کہ فدا اس پہ ہو خود رِ عنائی

کون سی شان تھی جو اس سے بخودار نہ تھی

بے دہانی سے مگر طاقتِ گرفتار نہ تھی

کان وں، جو نہ مریبوں کے سینے نالہ و آہ آنگیس ایسی، نہ کریں جو کبھی عاشق پہ نگاہ

لاکھ کہتے، وہ دہن ہو نہ سخن سے آگاہ کوئی آئے، وہ زباں سے نہ کہے لبہا لہ

تھا، ہن تنگ، نہ تھی قوتِ تقویر اس کو

بے زبانی سے کہا جا ہیے تقویر اس کو

میں نے اُداس لہ اک روز کیا ایک مکان فرسش پردے تھے زرا نہ دد، منقش ایوان
 گھر سی زربہ بٹھایا اٹھے با شروکت و شان دست لبتہ جو خوا میں کھنیں، تودر پردہ پاں
 ز یو در زر سے چک میں کھن زری کی صورت

۱ اڑ چلی اور جواہر سے پیری کی صورت
 ۲ داں کیا زیب بہر و دوش کھن بھاری پوشاک حور دیکھے تو گریبان کمرے صبر کا چاک
 عالم نور تجلی سے ہوا عرصہ خاک گھر پھر کمر ہوئے قربان نجوم و افلاک

چشم عالم کو ز میں پر نظر آئی ز ہرہ
 بلکہ خود بہر تماشا تر آئی ز ہرہ
 وہ جو کافر تھا، اسے نامہ یایوں تحریر شد صد شکر، کہ اللہ ہمارا ہے قدیر
 بعد مدت کے موافق ہوئی اپنی تقدیر مل گیا ہم سے بھی بہتر صنم مہر ز ظہیر
 کیا ہوا، ہم نے اگر حال ہمارا نہ سنا
 ہے خدہ اسامع اصوات اسنا یا نہ سنا

سرکشی بندہ عاجز کو بہت بے جا ہے اک کف خاک ہے، انسان کو رہتہ لیا ہے
 ایک کا ایک ہے سر کو ب، کہ یہ دنیا ہے ہے جو فرعون یہاں، اس کے لیے موی ہے
 کہہ کس کس کے لیے باعث تہ یل ہوا
 مورد لعن تکبر سے عزاز یل ہوا

ایسے گمراہ ہوئے ہم، کہ چلے راہ غلط نگہ مہر حقیقت میں تھی اے ماہ غلط
 ساری الفت تھی غلط، پیار غلط، چاہ غلط ہم جو سمجھے تھے وہ معنون تھا واللہ غلط
 پھیر لیں آنکھیں، یہ انداز وفا کا ہے کو ہے
 بے شک ہو، ہمیں الفت کافر کا ہے کو ہے

پیش ازیں ہم سے جو صورت تھی وہ صورت ہی نہیں جو طبیعت تھی تمہاری، وہ طبیعت ہی نہیں
کچھ کا کچھ رنگ ہے، وہ بولے محبت ہی نہیں تیز بیڑا ہے لظہر، چشمِ مروت ہی نہیں

سارے پورے ہوئے ارمان، خدا حافظ ہے

ایسی چاہت کے بھی قربان، خدا حافظ ہے

اتنا بھی جامے سے باہر کوئی ہو جاتا ہے سینہ صافوں سے مکدر کوئی ہو جاتا ہے
آشنا ہو کے ستم گر کوئی ہو جاتا ہے دیکھو، اُٹھنے سے پتھر کوئی ہو جاتا ہے

مخم ہنس، کسم نے جو لظروں سے سراپا ہم کو

اہلِ انصاف نے آنکھوں پہ بٹھایا ہم کو

وہ حسین، فضل الہی سے ہے فرماں بردار جس پہ حوروں کو بھی غش آئے ہیں بڑاں ہیں نثار
ایسے بھی گلشنِ آفاق میں ہیں گلِ خضار رنگِ پیر حسن ہے، جو بن پہ جوانی کی بہار

دعوم ہر شہر میں ہے، کہتری ہیں بازاروں میں

ہے سہ مہر بھی اک انس کے خریداروں میں

طول ہو گا جو کراپا کا یہاں ہو مذکور مختصر یہ کہ سراپا ہے وہ اللہ کا نور
دعویٰ حسن کرے انس سے جو تو، کیا مقدور کرم شب تاب نہ چکے مہ تاباں کے حضور

شمع کا گل ہو مقابلِ گلِ شاداب سے لیا

نسبتِ ذرہ ہے خواشیدِ جہاں تاب سے لیا

ہو پیریاں، اگر زلفِ پیریاں دیکھے سمحت حیراں ہو جو وہ نرگسِ فتاں دیکھے
دل جلے، آتشِ عارض جو فروزاں دیکھے کنوئیں جھانکے، جو کبھی چاہِ زرخذاں دیکھے

دیکھ کر موئے مژدہ، جان پھر تری بن جائے

سینہ غمِ بال ہو، غیرت سے طلیحہ جین جائے

گرمیاں دیکھے جو انس کی تو دمِ سرد بھرے حبیت انسِ گل کی ہو، بازی تری ہر طرح ہرے
صاف وہ گوہرِ دنداں ہیں، جو نظارہ کرے کھائے ہیرا ابھی فیروزے کی مانند مرے

جھوٹے موتی کی طرح قدر ہی کیا تیری
ابرو خاک میں مل جائے کرا یا تیری

سنا حسن میں اس سے ہے بڑی نادانی سارے آفاق میں جس کا نہ ہو کوئی ثانی
عرق آلود دکھائے وہ اگر پیشانی شمع سوزاں کی طرح دل ہو پگھل کر پانی
زلیبت مشکل ہو، تداطم میں لفینا آئے
عرق سو ڈوب مرے، تو یہ لینا آئے

ہے وہ غارت گری پوش و خرد و عزت و جاہ سیکڑوں کشور دل جس نے کیے دم میں بیاہ
تو مقابل ہو یہ مقدور، عیاذ اللہ حملہ آور ہو جو دہ سیکنج کے شکستہ نگاہ
سامنا کر نہ سکے، مثلِ لیاں رخ پھر جائے
لشکرِ عشوہ دانہ از واد میں گھر جائے

تیر پر تیر جو بلکوں کے لٹائے مجھ کو سینہ زخموں سے چھپے، تو وہ بنائے مجھ کو
تینچ ابرو کے بھی جو ہر دہ دکھائے مجھ کو سرنگوں پاؤں پہ ہو، کچھ نہ بن آئے مجھ کو
دار پر دار دد دستی وہ دم جنگ کرے
ایک تیری نہ چلے، وہ کچھ جو رنگ کرے

بندہ ہو اس سے جو تو حرف و کلمات کرے بات لے کر نہ ترے منہ سے جو وہ بات کرے
گستاخ تیری نہ چلے، مجھ سے اگر گستاخ کرے ایک ہی چال میں بازی وہ تیری مات کرے
ماہِ نخب، مہ کامل کوئی ہو سکتا ہے
چاند سورج کے مقابل کوئی ہو سکتا ہے

حسن میں اس کے برابر ہے نہ خورائید نہ ماہ ہے عجب حسنِ خدا داد، کہ اللہ اللہ
پاس ہے جب سے وہ محبوب ہیں ادنیٰ چاہ اس کے ہوتے کوئی اب غیر پہ بڑی ہے نگاہ

کسی معشوق کی اب دل کو تمنا نہ رہی

اُس پہ پروا نہ ہو دل، تری پروا نہ رہی

دیکھ لے آنکھ سے اکبر، جو نہ ہو دل کو لیس
ہر بشر طیکہ رہے تاب، غش آئے نہ کیس

مورکہ گرم ہے، آنا ہے تو آ، دیر نہیں
تربِ مخزن ہے یہاں کھینچے ہوئے خنجر کیس

امتماں کا ہے یہی وقت، نیا سماں ہے

یہی مہیاں ہے، یہی گویا، یہی چوگاں ہے

یہ جو مکتوب بڑھا اُس نے، تو غفہ آیا
موتے سن راست ہوئے، لال ہوا، گوا یا

بھاڑ کر خط، کہا قاصد سے کہ چل میں آیا
دیکھنا بیچ ہے جو یہ، کیسی مہامت لایا

کیا کوئی اُٹھنے رد، گیسوؤں والا ہوگا

مورکشاں گویا سے اسی وقت نکالا ہوگا

کپڑے بہ لے، کیا اُڑا کتے پر زور
ہاتھ میں لے کے علی بندہ کہا، یا حیدر

شانہ بالوں میں کیا، یہ سخن آیا لب پر
فتح بیچ آج ہے چوٹی کاشاں بہرِ ظفر

جنگ کی گھات دد پٹے سے نمودار ہوئی

جھانکی گھوٹلٹ کی نئے طور سے تیار ہوئی

کھینچ گئی ابروئے ہر خم کی سرِ دست کہاں
سبزہ ابھرا، سرِ پستان کی ہوئی تیز سناں

تربِ مخزنہ کو ستم گرنے دیا یہ فرماں
ہاں مرے شیر، یہی گویا ہے چوگاں

کچھ فرنگی بھی ہوئے جنگ کو تیار، ہزن

نسیں چاروں صفِ مشرگاں سے ہو چار، ہزن

عجب انداز سے وہ عمر بہہ پرواز چلا
کبک کے صید کو گویا کوئی شہباز چلا

ساکھ انداز چلا، عشوہ چلا، مار چلا
مثلِ طاؤس چین، غمزنہ طعناں چلا

آنکھیں کھتی تھیں، کہ کیا بات ہے دشمن کی شکست
بدلیں کھتی تھیں بہت سہل ہے بیٹن کی شکست

خبر آنے کی ہوئی، میں نے کہا، آنے دو آپ ہی روکیں گے دربان، کھڑا پانے دو
ہم نشینوں سے کہا، منہ کی ان سے کھانے دو تم پیس بیٹھے رہو سب، مجھے اٹھ جانے دو
دور سے دیکھیے، قدم تک نہ بڑھانے پائے
پاس لقویر کے آئے، تو نہ آنے پائے

دفعاً دھوم ہوئی، در پہ سواری آئی شور گلشن میں اٹھا، باد بہاری آئی
گل کھلتا تازہ، اترنے کی جو باری آئی مٹ گیا جاہ و حشم، ذلت و خواری آئی
بڑھ کے دربان نے کہا، بس، قدم آگے نہ بڑھے
روکیے، روکیے، جاہ و حشم آگے نہ بڑھے

بولے کچھ لوگ، کہ ہاں، ہاں، نہ کڑ تریں آؤ بے طلب آئے نہ ہوں گے یہ کبھی، ہوگی طلب
صحن تک آیا تو دیکھا، کہ ہے ابنوہ محب جاہ و حشمت کا جو سامان ہے تیار ہے سب
کرسی زور پہ مکیں شاہدِ رعنا دیکھا
شان اللہ کی، قدرت کا عا شا دیکھا

غیرت آئی، نہ رہی تاب، ہوار بج کمال جین مانتھے پہ بڑی چہرہ ہوا عیظ سے لال
بڑھ چلا، تا اُسے کرسی سے گرائے فی الحال سنا جو ابنوں بڑا، پاس تک آنا تھا محال
کچھ خواہوں گے جو استاد بہتور پرے
سب نے لقاء بتائی، کہ اُلک، دور پرے

دور سے دیکھ لیا، یاس نہ آنے پایا گھسٹ گیا، جب قدم آگے نہ بڑھانے پایا
جھک گیا سر، نہ سر نہ اٹھانے پایا نخل نخوت کا پھل اُس ماہ لگانے پایا
لتے ذلت نے لیے، جامہ زبانی کے
حوصلے لپیٹ ہوئے الجھن آرائی کے

الغرض دیکھ کے یہ رُند، وہ ٹعلا باہر
چل دیا عشوہ دانہ از داد اکا لشکر
تالیاں سب نے بجائیں کہ بجا طبلِ ظفر
ذلتِ ماش ہوئی، ٹکڑے ہوا غم سے جگر
ہتک حرمت ہوئی جس وقت، رہا کیا باقی

منہ دکھانے کی نہ ظالم کو رہی جا باقی
آخر کار بہت ہو کے پریشان، غم گیں
صدفِ چشم نے دامن میں بھر لے درخشیں
ایک گوشے میں ہوا سب سے وہ پوشیدہ ملیں
گل پر شبنم، کہ عرفِ شرم سے بالائے جبین
لعل لب غنیمت سے ہر دم درد نہ ان کے تے
ہاتھ شاخ گل تر، سیب زخماں کے تے

عجہ کو پہنچی یہ خبر، تو ہوئی ذلت ان کو
دل یہ بیٹھا، کہ ہیں اٹھنے کی طاقت ان کو
ایسے جھینپے، گوارا ہوئی عزت ان کو
کہیں افیون نہ کھائیں، کہ ہے عزت ان کو
سر بہ زانو ہیں، بڑا رنج ہے، جی کوئے ہیں
منہ یہ پلہ لیے افسوس میں ہیں، روتے ہیں

دونوں تر آنکھیں ہیں، نگین ہنسی ایک گھڑی
ایک سادون کی جھوٹی، ایک ہے بکا دون کی جھوٹی
رشتہ اشکِ مسلسل ہے، کہ موتی کی لڑی
ذراے افشاں کے ہیں با خاک ہے بالوں میں پڑی
چشمِ نمناک سے بڑھ کر ہے کوئی لبِ ساغر
ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہیں، لبِ لبِ ساغر

سرخ ہر آنکھ لہو سے ہے رخِ زرد کے ساکے
ز محفراں بھولی ہے، گویا کہ گلِ ورد کے ساکے
منہ سے ہر بار لعل جاتی ہے اٹ در کے ساکے
نالہ گرم ہیں پیہم، نفسِ سرد کے ساکے
سر جھکائے ہوئے ہیں شرم سے ابھری طرح
چین پیشانی روشن پہ ہے گیسو کی طرح

سن کے یہ بات مجھے صبط کا یاد آنہ رہا
دل جو بے تاب ہوا، اشکِ بے، دوڑ پڑا
جائے گوشے میں کھلے اس کو لگا کر یہ کہا
میرے پاس آئے تھے، جانا کہتیں اس کو میں نہ کھتا

مٹا دہی یاس، سرے یاس جو آئے ہوئے
 طعنہ کس لیے بھرا اپنے پیرائے ہوئے
 حق تو بہ بات ہے، اول تو نہ آنا تھا بھیس
 اور جو آئے تھے تو اس گھر میں نہ جانا تھا بھیس
 داں گئے تھے تو ہمیں پہلے بلانا تھا بھیس
 پوچھ کر ہم سے سرِ فتنہ اٹھانا تھا بھیس
 قدر گوہر کی، جو اہر کا شناسا جانے
 ہم جو ہمراہ نہ ہوں، تم کو کوئی کیا جانے
 اپنی ذلت کے ہوئے اب تم اس دم خواہاں
 بے طلب ہوتا ہے کوئی کسی گھر میں مہماں
 سن تنہا تو کیا خُب کا تم نے ساماں
 اس یہ بھر فتح کی امید، غلط تھا یہ گماں
 جھپٹتے تم ان سے، وہ یاس تھا راکھتا
 اپنی ذلت کوئی کا ہے کو گوارا کرتا
 خیر آئے ہو تو جانے دو سرِ فتنہ دشر
 حش میں بیٹھو، سہنو بولو، سنو نغمہ تر
 زلف کی طرح عبت حال کیا ہے ابتر
 بد شگونی نہ کرو، رد و نہ شادی کا ہے گھر
 کوئی جاتا ہے جہاں فتنہ بپا کرتا ہے
 گھر میں شادی کے کوئی آہ و بکا کرتا ہے
 سن کے بیات دیا اس نے یہ گری بے جوا
 بد شگونی کو تری آگ لگے خانہ خراب
 نوج میں حش میں بیٹھو، اہِ حلیہ ہے کباب
 جھپٹا اب تک ہے وہی، شرم ہے کچھ کو نہ حجاب
 ہم کو بہ رنج، تری ہم سے یہ گھائش اب تک
 نوکِ لشکر ہیں رگِ جاں کو یہ باتیں اب تک
 طنز آمیز سخن خوب سمجھتے ہیں ہم
 ہیں اثناء سے ترے ہم یہ یہ سب جو دستم
 اپنے گھر جان کے رکھا تھا ادھر ہم نے قدم
 یہ نہ سمجھے تھے، ہاں ہوں گے ہمیں یہ رنج و الم

یک بیک اُتے ہی برگشتہ زمانہ ہوگا
خانہ، عیش ہمیں تغزیہ خانہ ہوگا

اللہ اللہ، یہ کی عمر نے لیاقت پیدا
کہ محبت میں ہوئی بوئے عداوت پیدا
رنگ باتوں میں ہے، بخشش کا قیامت پیدا
دل کے آئینے نے کی گردِ کدورت پیدا

ہم تو ناسخِ ہوں، ہم شاد، خدا کی قدرت
ہم ہوں برباد، ہم آباد، خدا کی قدرت

میں نے دیکھا، غضب آیا، کہ وہ بگڑے بڑھب
ایسے بیچھے ہوئے کو کون سنبھالے یارب
عذر اگر کیجئے، دیش، سننے کا کوئی لب
غیر انکار نہ سوچے کوئی راہِ مطلب

باؤں کو ہاتھ لگا کر یہ کہا، خیر تو ہے
جاں نثاروں سے یہ سرزد ہو ڈھلایا خیر تو ہے

داہ کیا رنگ دکھاتے ہیں ہمیں طالع شوم
ہمتیں ہونے لگیں، یہ بھی ہمارا مقسوم
بٹریں بہ خواہ، جو ہوں دل سے ہمیشہ محکوم
کگلنے ایسے کسی اور کو ہوں گے معلوم

بدگمانی ہے عبت، صدقہ ہیں قربان ہیں ہم
کچھ ادائی نہ کرد، سیدھے مسلمان ہیں ہم

سن کے یہ بات کہا اس نے مکہ یہ دل یہ جگر
میرے نزدیک ہے یہ عذر گنہ سے بدتر
دم بدم چور کو ترغیب کہ ہاں چوری کر
ساہ سے جا کے یہ کہنا، کچھ لازم ہے خبر

کیا دیری ہے، ڈھٹائی کے یہ معنی صاب
واہ، دہلے کی صفائی کے یہ معنی صاب

اب نہ مانیں گے نہ مانیں گے تمہارا کہنا
کبھی اس قول سے پھر جائیں تو جمعوا کہنا
سیکھو آئے ہو کہو کس سے یہ مقدمہ کہنا
خوب بے پیری اڑا تے ہو، اجی کیا کہنا

ایسی گھاس تو بتا دیتے ہیں اوروں کو
جائیے، جائیے، بس دیجیے دم اوروں کو

اُٹھنے کے ذرا دیکھو تو اپنی صورت اسی منہ پر ہے مگر دھڑکی مہر و الفت
ہوگی معشوق کی عاشق کو گوارا اذلت بس چلو جاؤ، بیٹو دور ہو، نفرت، نفرت

اب نہ کھلواد زباں، بات کے قابل نہیں تم

بیچ تو یہ ہے، کہ ملاقات کے قابل نہیں تم

تھکا کسے، دھیان، کہ یہ ظلم، یہ طعناں ہوگا دل سے جو دوست تھا وہ جان کا خواہاں ہوگا
خیزاب کا ہے کو اس رنج کا سماں ہوگا ہم نہ ہوں گے، نہ بہ احوال پریشاں ہوگا
خیر جو تم نے کیا، خوب کیا، جانے دو

ہم بھی جاتے ہیں سوئے ملک بھا، جانے دو

ایسے جینے سے تو ہر طرح ہے مرنا بہتر ابرو جب نہیں، دنیا سے گزرتا بہتر

دوستی دشمنی جانی سے نہ کرنا بہتر پاؤں ملک عدم آباد میں دھرنا بہتر

اب کہاں زلیست، خلش ہم سے ہے بے شک تم کو

ہم تو رخصت ہوئے، لاجسٹن مبارک ہم کو

زلیست منظور نہیں، زہریلی کھاتے ہیں ہم ابھی بازار سے افیون منگاتے ہیں ہم

اب نہیں آنے کے، اس شہر میں جاتے ہیں ہم جان کو قید مصیبت سے چھڑاتے ہیں ہم

ہو گئے آباد، جو ہر باد کرد گئے ہم کو

یاد رکھو، کہ بہت یاد کرد گئے ہم کو

کلے یاں کے اس نے جو زباں سے یہ کہے متصل نرگس بیمار سے آنسو بھی لیے

کیا کہوں صد سے جو میرے دل مضطر ہے ہوش میرے نہ بجا جوشِ محبت سے رہے

جو ڈکڑا کر ہاتھ کہا میں نے، یہ کیا کہتے ہو

لہر کیا آئی، جو دریائی طرح بہتے ہو

ایسی باتیں تو زباں سے نہ نکالو، للہ سا یہ حیدر کا ہے ہم کو پیغمبر کی پناہ

دشمنوں کو نہ سویا رہ کوئی صدمہ جاں کاہ جو ہر اچا ہے عہدار وہ ہو ہر باد و تباہ

گرچہ ظلم و ستم و جور کے مارے ہیں ہم
 خیر خواہ اب بھی ہر طور تمہارے ہیں ہم
 لو کہے دیتے ہیں اب صاف، سنیں اس میں خلا
 کسی کی تقصیر ہے اس بات میں، تقصیر معاف
 کیجیے غور ذرا، گھول کے چشم انصاف
 کمر دیا کسی کی کدورت نے مکہ، دل صاف
 دل کیا کسی نے یہ بھڑا، یہ طیش کسی کی ہے
 کس نے بوئے ہیں یہ کانٹے، یہ خلش کسی کی ہے
 بے رخی کی جو بیت تم نے، ہوئے ہم مجبور
 پاس تم نے نہ کیا، ہم بھی ہوئے پاس سے دور
 کس کی تقصیر ہے، کو جس تو ذرا دل میں جھوڑ
 دل شکستہ جو نہ کرتے تو نہ پڑتا یہ غمور
 کس کی جانب سے انکساف، یہ نثر کس کا ہے
 ہمیں منصف ہو، بگاڑا ہوا گھر کس کا ہے
 اس قدر تم نے ستایا کہ، ہی دل کو نہ تاب
 ہو کے مجبور، یا دل کے ستانے کا جواب
 پرجہا جاسیے تم کو بھی، جو ہے ہم کو حجاب
 ناز بردار کو کیا عذر، سرانگہوں پہ عتاب
 اب بھی خواہاں رضا، تابع احکام ہیں ہم
 پیچ لو، مکہ رہیں، بندہ بے دام ہیں ہم
 میری باتوں سے ہوئی کچھ اُسے لکس حاصل
 گرچہ ظاہر میں غفناک، مگر دل میں خجل
 صلح کرنے پہ طبیعت ہوئی اس کی مائل
 کھینچ کر اک نفس کمر دے لہجہ خواہش دل
 الٹی سے یہ کہا، کیجیے تقصیر معاف
 بیچ ہے، میری ہے ذمہ، کیجیے تقصیر معاف
 آخر ان ان ہیں ہم، ان سے ذمہ ہوتی ہے
 کوئی بے جا تو کوئی بات بجا ہوتی ہے
 جانے بھی دو خفگی، جان ہوا ہوتی ہے
 اہل بہت ہی سے امید عطا ہوتی ہے

سخت شرمندہ ہیں ہم، اب نہ یثیمان کرو

جو ہوا ہم سے ہوا، اپنی طرف دھیان کرو

اب قدم راہِ اطاعت سے نہ ہوں گے باہر آسماں کھٹ کے گرے لہر پہ، اٹھاؤں جو میں سر

نہ کہنے اب جو سخن آپ کا، ونگوش ہو کر انگلیں بچو میٹل جو کپڑے آپ کی جانب سے نظر

بے تمہارے چہنستاں ہو تو خنجر ہو جائے

پاؤں اس راہ سے باہر جو پڑے نکل ہو جائے

خاطر اک بات میں ہے آپ کو میری بھی ضرور باغ سرسبز ہے، کنبہ بیگانہ ہو دور

بہ استاد جو کیا اُس نے، کہا میں نے حضور سب طرح کا تمہیں اللہ نے بخشا ہے شور

آدمی دن نہیں، جس کو کہ نہ ہو بات کا پاس

لازم ان کو ہے ان سے ملاقات کا پاس

سن کے بولا، کہ ہے الفصاف سے یہ بات بعید اک ملاقات قدیم، ایک ملاقاتِ جدید

بہ اکے سامنے کب ہے نہ تو قابلِ دید رشتہ الفتِ دیرینہ کی ہو قطع و ہرید

۳ بھرتے ہوں جا کا کپڑوں سے جو دم، کوئی نہ ہوں

غیر کیرا بے وصل ہوں، ہم کوئی نہ ہوں

کہ جھکا کر یہ کیا میں نے سب ان سے اظہار ستم وہی ہو، کہ کیے تم نے ہزاروں اقرار

ایک پورا ان کیا، ہم کو دینے رنج ہزار صدق کا نام نہیں، کذب پہ بالکل ہے مدار

رفع کیوں کر نہ کریں، شہ جو ہے ظاہر کو

ہے یقین آپ کے اقرار کا کس کافر کو

مقرر جرم ہوا، ہو کے یثیمان یہ کہا^۵ درمیاں آج سے بس میرے تمہارے ہے خدا

ضامن اقرار کے ہیں، میرے رب، تیرے خدا اب جو کچھ جاؤں تو دیں احمد مختار سزا

۱۔ میں جو سر۔ نج، ما، ۲۔ سنس کے۔ خانج، ۳۔ بھرتے ہوں ہو جا کا۔ نج، لم۔ اظہار۔ ما، ۵۔ کیسا۔ ما

بعد اقرار کبھی اب جو ہو انکار مجھے

ذوالفقار اسد اللہ کی ہوماد مجھے

درگاہِ حضرت عباس تو ہے چار قدم تم بھی ہمراہ چلو، جل کے اٹھاؤں میں علم
دور مسجد نہیں، موجود ہوں گمانے کو قسم خوب سنت سے ہے آگاہِ خدائے اکرم

ایسی قسمیں کہیں ہوئی ہیں بہانے کے لیے

دل سے حاضر ہوں میں قرآن اٹھانے کے لیے

ہر طرح مستعدِ صلح جو اس کو پایا درگزر میں نے بھی کی، مصحفِ رب منگوا یا
ہاتھ رکھوا کے کہا، خیر یقین اب آیا تم نے مصحف کی قسم کھائی، میں ایمان لایا

کچھ وہی ہم ہیں، وہی تم ہو، وہی باتیں ہیں

وہی جلسے، وہی ہر دم کی ملاقاتیں ہیں

مہرباں مجھ کو جو پایا، وہ ہوا شاد کمال رنگِ رخ زرد جو کھا، طلیٰ طرح ہو گیا لال

سر جھکا کر طرفِ قبلہ ہوا گرم مقال تیری قدرت کے میں قربان، خدائے متعال

ہن بڑی بات، ہوئی عقدہ کشائی میری

شکر صد شکر، کہ امید بہرائی میری

ہاتھ گردن میں میری ڈال کے دل لالہ عذار بوسے سے لے کے لٹا کینے، میں قرباں میں نشان

جسم تیار نک، کچھرائی مرے گلشن میں بہار کچھ جو کھٹکا ہے، ہو کسی ہے کہ نکل جائے وہ خار

دل نغم غیر سے خالی کسی غنواں ہو جائے

میزبانِ گوہر میں ہے، رخصتِ مہماں ہو جائے

سن کے میں نے یہ کہا، کون یہ حلبی کی ہے پات کیا قیامت ہے توقع ہو اگر آج کی رات

نہ گواہ ہوئی یہ بات، وہ سمجھے اسے گھٹا بوسے رخصت ہی مناسب ہے، کہ ہو حلبہ نجات

اب توقف کا سبب کیا، یہ تعایت کیا ہے

جس سے ملنا نہیں، پھر اس کی رعایت کیا ہے

میں نے اُن سے یہ کہا، خیر، جو سرخی ہے یہی جاؤ ہم آپ وہاں، میں نے اجازت کہیں دی

فتنے کی طرح اٹھا پاس سے میرے حلی کی جا کے اس گھر میں، کہ جس گھر میں جگہ تھی اس کی

ہم کلامی کے لیے اس کی برابر بیٹھا

دوسری کرسی زر پاس بچھا کر بیٹھا

اس کو منہ طورِ نظر صورتِ آغازِ کلام پیر سس حال ادھر سے، نہ توجہ نہ سلام

اس نے پوچھا، کہ بتاؤ تو مجھے اپنا نام سو نہو بھی وہاں نہ بیٹے، بات کا اعلیٰ ہے مقام

اختلاط اس نے کیے، باتوں میں گولا کیا کیا

بے بت بنا، قفل دین اس نے نہ اصلا گولا

تنگ ہو کر یہ کہا اس نے کہ، اللہ دے غور ہم تو یہ خلق کریں، بات نہ ہو وہاں منظور

حسن پر ناز ہے بے جا، نہ پیری ہے نہ یہ حور اُدھیت سے یہ نموت یہ تکبر ہے دور

جے یہ سارا تری قدرت کا تماشا اللہ

اُدھی ایسے بھی اُفاق میں ہیں، یا اللہ

کبھی کہتا تھا سمجھ میں مری آتا نہیں کچھ وجہ کیا یہ جو مجھے دھیان میں لاتا نہیں کچھ

پوچھتا ہوں میں، یہ بت حال بتاتا نہیں کچھ سچل ان کے سوا میں اسے بتاتا نہیں کچھ

نہ سماعت، نہ عبارت کا اسے بار ہے

کور ہے، کر ہے یہ کج بحث، الہی کیا ہے

خدمتی لوگ جو تھے اُن سے یہ پوچھا آخر تمہیں احوال کہو مجھ سے کچھ اس کا آخر

عرض ل سب نے، عرض آپ ل ہے کیا آخر چھا گیا رعب، ہوا زلیبت کا فقہ آخر

دیکھ کر آپ کو سکتے میں ہے، حیران ہے یہ

جان میں جان نہیں، قالب بے جان ہے یہ

سن کے یہ بات کہا، غور سے کی جب نگاہ
یہ تو لقمہ ہر ہے، اندازِ خوشی ہے گواہ
اجی لا حول ولا قوۃ الا باللہ
مخول کو خضر جو سمجھے تو غلط ہو گئی راہ

صرف عیار نہیں، یہ تو منوں گھر ٹھرا

کہیں بہر وہب سے بھی روپ یہ بڑھ کر ٹھرا

کھیر کے آیا جو مہرے پاس وہاں سے تو کہا
اور تو اور، دیا ہم کو بھی تو نے دھوکا

نقل کو اصل کیا، بیچ ہے ترا کیا کہنا
تو ہے عیار بڑا، ہم ہوئے قائل مجدا

اس جگہ کچھ نہ چلی، کھائے چکا تیرا

چل گیا خوبی نقدیر سے فقرا تیرا

قبیہ مار کے میں نے یہ کہا، بندہ نواز
ہوں میں جاں باز، سمجھے نہ مجھے شعبہ باز

اب سہی، مد نظر ہو نہ اگر آپ کو ساز
دل پریشان نہیں، یاں در تہیر ہے باز

مہن کے فرمایا، کہ دشمن ہوں پریشان تیرے

ہم تو سو جان سے ہیں تابع فرماں تیرے

خوش ہوا اسی کی اطاعت سے ہمارا دل زار
اُس کے خوابانِ امناسم بھی ہوئے لیل و نہار

ناظم، اب طول سخن کا نہیں موقع زہار
یار سے صلح ہوئی، آئی گلستاں میں بہار

نیزی ذہن رسا خوب دکھائی تو نے

بات بگڑی ہوئی دم بھر میں بنائی تو نے

(۱)

کل کی ہے بات، کہ تم میں نہ یہ زیبائی تھی نہ یہ شوخی، نہ یہ خوبی، نہ یہ رکنائی تھی
حیثیت کس دن کمرِ معرکہ آرائی تھی خلقِ لب کشدہ اعجازِ مسیحا کی تھی

خنجرِ حسن میں بے داد کے جوہر کب تھے

بے خطا چاہنے والے تھے خنجر کب تھے

تر لٹاڑی تری آنکھوں کو نہ آئی تھی کبھی جانِ عشاقِ اداؤں پہ نہ جاتی تھی کبھی
زلفِ بل کھاکے نہ دل پہنچ میں لائی تھی کبھی یوں کمرِ راہِ عدم کی نہ بتائی تھی کبھی

کمر کی تھی لب نگہ ناز یہ آفتِ بریا

قد و قامت سے نہ ہوتی تھی قیامتِ بریا

شعلِ آئینہ جیسے کمر کی تھی حیراں کس کو ماند رکھتی تھی تری چاک گریباں کس کو
زلفِ دکھلائی تھی یوں خوابِ پریشاں کس کو کنوئیں جھکوا تا کھائیہ چادرِ نغداں کس کو

محو حیرت کھانا اندازِ تعلم سے کوئی

ذبح ہوتا کھانا شمشیرِ ستبہم سے کوئی

مستی چشمِ مے پوشِ ربا کس دن تھی نگہِ مستِ خرابی کی بنا کس دن تھی
شوخیِ حسن سے عالم پہ جفا کس دن تھی ہر ادا جو ہر شمشیرِ قضا کس دن تھی

جتوئیں باعثِ خونِ ریزیِ عالم لب کھیں

صفِ مہرِ جاں سے صفِ درہم و برہم لب کھیں

بات کرنی کہیں آئی نہ تھی اے مائیہ ناز شرم سے یچی لگا ہی کھیں، یہ کب کھا انداز
نقدِ دل لینے کو لبِ پیچہ مہرِ جاں تھے داز شاق تھی طبع کو کیرِ چینِ ناز و نیاز

ڈرتے تھے مجمع عشاق جہاں سنتے تھے
گل سے ہنستے تھے، نہ بلبیل سے فغاں سنتے تھے

راست بازوں کو نہ یوں دار پہ دھرتے تھے مہر و زوں کو نہ تم داغِ جگر دیتے تھے
نالہ اہل و فانیں گار نہ دیتے تھے شجرِ باغیچہ عشقِ نثر دیتے تھے

راستی صورتِ سرور لب جو رکھتی تھی
گل کی بود رکھتی تھی، کانٹے کی نہ خور رکھتی تھی

گفتگو کا نہ سلیقہ تھا پیری و رسم کو سو جتنا تھا نہ کسی بات کا پہلو تم کو
فتنہ زائلی تھی کب جنبشِ ابرو تم کو ہم نے یہ سحر سکھایا ہے یہ جادو تم کو
دلبری کے ہمیں اے جان، اشارے آئے

نازدانہ از یہ صدمتے میں ہمارے آئے

ہم نے یہ پوشِ ربا تم کو سخن سکھلائے فتنہ پرداز کی کے مروتے ہیں جو فن سکھلائے
چالِ اٹھیلی کی، شوخی کے چلن سکھلائے عشوہ و ناز سب اے مشفق من سکھلائے

اپنے بوموں سے یہ رنگِ رخ انور چمکا

ہم نے صیقل جو کیا، تیغ کا جو ہر چمکا

ظلم سے کہ ستم ایجا د بنایا تم کو دیو کے دیوانہ، پیری زاد بنایا تم کو
صدیج بن گئے، صیاد بنایا تم کو کھائیں تلواریں تو جلہ د بنایا تم کو

عشقِ کامل جو ہوا، حسن میں تم طاق ہوئے

ہم جو اسوا ہوئے، تم شہرہ آفاق ہوئے

جشم بہ در، ہے آفاق میں اب آپلی دھوم چاہئے دلوں کا کوچے میں کہاوت ہے، ہجوم
شہر آمد ہے کہ ہوتا ہے کہ ہر فیضِ قد دم نقسے کھینچنے لگے، نقاشوں کا چمکا مقسوم

جمع خلقت سیر بازار رہا کرتی ہے
 بھیر دیر پس دیوار رہا کرتی ہے
 اب جو یہ سنہرہ ہوا، بھیر گئی عاشق سے نگاہ
 کوجہ گردوں سے مقدر کہیں بیدار ہوئی راہ
 کیر بازار ہے منہ طورِ نظر شام و بگاہ
 ہم سے یہ کبر، یہ نخوت کہ عیاذُ باللہ
 پاؤں پر بھی جو ملے طالب دیدار آنکھیں
 پھیر لو منہ نہ تنہا سے، کرد چار آنکھیں
 یادہ دن تھے کہ رہا کرتے تھے باہم ہم تم
 نہ جدا ہوتے تھے مثلِ خطِ توام، ہم تم
 ہم بغلِ شب کو سرنبل گل و شبنم، ہم تم
 ذرہ و مہرِ صفت دن کو فراہم، ہم تم
 بے گھبراہٹ ہمیں تھیں دل، الے یار نہ تھی
 ہم سے منہ طورِ جدائی کہیں زہار نہ تھی
 منہ میں جو آتا تھا، ہم آپ کو کہہ جاتے تھے
 لہر آجاتی تھی جس سمت کی بہہ جاتے تھے
 تم نہ کچھ کہتے تھے، منہ دیکھ کر رہ جاتے تھے
 ہم جو کرتے تھے کڑی، تم اُسے سہہ جاتے تھے
 تھی خموشی کے سوا تابِ سخن کب تم کو
 سرمہ گو یا تھی گھبراہٹِ مسی لبِ تم کو
 یا یہ ہے حال، نہیں پوچھتے جھوٹوں کہیں حال
 تم کو کچھ رنج نہیں، لاگو طرح کا ہو ملال
 آئینہ پیشِ نظر اور تماشا خانے جمال
 کیا گزرتی ہے لسی پر، نہیں مطلق یہ خیال
 آ رہا ہے جل جالے جو سر پر تو نہیں غم تم کو
 کنگھی جوئی سے فراغت نہیں اک دم تم کو
 جانتا ہوں کہ جلا نا ہے مرا مدِ نظر
 میں سرِ راہ جو بیٹھوں تو نہ اُدھم اُدھر
 کاٹ کر راہ چلے جاتے ہو مجھ سے اتر
 جال تلوار کی سیکھی، یہ نکالے جو ہر
 زخمی عشق پہر اتنا بھی لستم خوب نہیں
 کاٹ اچھی نہیں ہر دم کی، یہ دم خوب نہیں

حال پہنچا ہے یہ اپنا کہ بہت ہیں مفر
 درِ دل ہے جو کسی دم، تو کبھی درِ جگر
 دوست سے دوست کو ہوتی ہے عنایت کی نظر
 کس مرض کی ہو دوا، ہم جو نہ لو اب بھی خبر
 حال پر سے کو بھی آئے ہیں سنا ہو کر
 اتنا بیمار سے ہر ہیز، مسیحا ہو کر
 کون ہیں کرتے ہیں برسوں جو محبت کا بناہ
 چار دن بھی نہ ہوا ہم سے تو الفت کا بناہ
 کچھ مروت ہے تو لازم ہے مروت کا بناہ
 چاہیے اہل عنایت کو عنایت کا بناہ
 روز بھر پھر کے نئے کوچوں میں چلنا کیسا
 یہ زمانے کی طرح رنگ بد لنا کیسا
 کیا سب ایسی کجائیک جو طبیعت بدلی
 کیا بڑا بیچ، کہ یوں آپ کی نیت بدلی
 مہرِ اخلاص پہ چھائی ہے قیامت بدلی
 کیا غضب، غیر سے کیا شرطِ محبت بدلی
 رنگِ لہر کا کے ہر بار ہرے دیکھتے ہیں
 پتور اچھے ہیں، اشار ہرے دیکھتے ہیں
 ستغفِ خانہ ہے مقامِ آپ کا، ہو صبح کہ شام
 کیا موافق ہے طبیعت سے ہوائے لبِ بام
 ہو چھلوا، کہ نہیں ایک جگہ ہم کو قیام
 یا سو سیلاب، کہ پلٹتے ہیں دم کعبہ اُدام
 تہ و بالا نظرِ برقِ اشتر ہستی ہے
 نہ ادھر ہستی ہے اک دم نہ ادھر ہستی ہے
 ہم یہ سمجھے ہو کسی بات سے دفعہ نہیں ہم
 ہم نے دیکھا ہے جہاں، فوب سمجھتے ہیں یہ دم
 دلِ آگاہ ہیں وسِ غیرِ ہمیشہ سے کم
 حال آئینہ ہے سب، آپ ہی کے لہر کی قسم
 وجہ آزر دلی غیر سبب جانتے ہیں
 حال جو کچھ کہ لڑتا ہے سب جانتے ہیں

ادراغیاں کئے آتے ہیں پیام اور سلام
ہم لٹینوں سے ہوا کرتے ہیں جھپ جھپ کے کلام
کبھی نہ خانے میں سکن، کبھی جلد لب لبام
مشوروں کے لیے تجویز ہیں پوشیدہ مقام

ڈولیاں کوچے میں ہر وقت دھڑکی رہتی ہیں
کشتیاں آپ کی صحبت میں بھری رہتی ہیں

شوق ہر آنکھ کو اب لذت دیدار کا ہے
خاص ڈیوڑھی میں نذر مردم بازار کا ہے
جگمگا کوچے میں جب دیکھیے اغیار کا ہے
سایہ کس سر پہ نہیں آپ کی دیوار کا ہے

کوئی گریاں ہے ادھر، کوئی دل افکار ادھر
دو دیاں، تین دیاں، پانچ ادھر چار ادھر

متم دیاں غیر کے ہاتھوں سے پو جام شراب
آتشِ غم سے دیاں اپنا کلیجہ ہو کباب
متم کرو خواب گہ ناز میں آرام سے خواب
خاک اڑاتے پھر میں ہم دستِ مصیبت میں خراب

خندہ عیش نہیں، گریہ ماتم ہم کو

سہر مینے ہو عیشِ عمید، محرم ہم کو

کیا کہیں دل پہ نڈرتا ہے جو کچھ رنج و ملال
بے چھری دستِ غمِ رشک سے ہوتے ہیں حلال
متم کو اس بات کا مطلق نہیں آتا ہے خیال
مٹھو کریں کھاؤ گے، کہتے ہیں یہ اچھی نہیں چال

ہے طبیعت میں کجی، کامل بیچیاں کی طرح

آنکھیں بے وجہ کھری رہتی ہیں منہ گاں کی طرح

دل کہیں اور ہے، وہ نرم کا انداز نہیں
کچھ جو پوچھو، لبِ خاموشی میں آواز نہیں
کٹکھنہ دہن میں چالوں سے کبھی باز نہیں
قصہ پرواز تو ہے گو پر پرواز نہیں

ہے یہ نزدیک کوئی فتنہ بپا ہوتا ہے

دیکھیں انجام اس آغاز کا کیا ہوتا ہے

خیر، منظور نظر تم کو اگر بیار نہیں
کیا کوئی اور زمانے میں طرح دار نہیں
ایک ہی بھول سے کچھ رونق بازار نہیں
ہر دمِ عالم میں کہاں اُسٹینہ خسار نہیں

جس کو یکتائی کا دھوکا ہے وہ دیوانہ ہے
 سو پیری چہرے ہیں، یہ ہنرم پیری خانہ ہے
 عاشقانہ جو طبیعت ہے تو معشوق ہزار
 دہر مائی کا مرتع ہے بہت نقش و نگار
 نہ سمجھنا، کہ نہ پوچھے گا کوئی لالہ عذار
 ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے ہیں کماں دار شکار
 شیر و فہر، پئے خوں ریزی عالم ہیں بہت
 سر سلامت جو سہارا ہے تو قاتل ہیں بہت
 جذبہ عشق وہ حاصل ہے مین اللہ ہمیں
 دام میں اپنے کھینسا جس کی ہوئی چاہ ہمیں
 کس سے کچھ رستم نہیں، کس سے نہیں راہ ہمیں
 پیار کرتا ہے ہر اک مہر، ہر اک ماہ ہمیں
 دل جو بیتاب ہو، پیروں کو بھی دیوانہ کرے
 گرمی داغِ جگر، شمع کو پیردا نہ کرے
 کبھی دکھلے جو دل جذبہ کامل کا اثر
 حورِ حبت سے پیری قاف سے آئے اڑ کر
 ہم وہ ہیں، جذب سے تسخیر کر رہیں شمس و قمر
 کس قدر دش کو نہیں ہم یہ عنایت کی نظر
 آنکھیں پیروں کی تماشے پہ تلی رہتی ہیں
 گھڑ لیاں پر دہ نشینوں کی کھلی رہتی ہیں
 ہم اکے ہو تو یہاں کس کو ہے الفت منظور
 دل سے نفرت ہوئی، لو جاؤ ہو، ہو کافور
 ان دنوں زمینتِ آغوش ہے وہ غیرتِ حور
 جس کے رخسار سے ہے نورِ تجلی کا دھور
 ہم بھی دیکھو تو یقین ہے نہ رہے جو کی ہمیں
 ساری نخوت کی یہ باتیں ہوں فراموش ہمیں
 جلوہ فرما ہو اگر وہ صنم لا ثانی
 سجدے کرنے لگے، جھک جائے ابھی پیشانی
 نظر آئے جو وہ خوشیدِ رخِ نودانی
 شبنم آسا ابھی خجلیت سے ہو پانی پانی

پاؤں خود بڑھ کے نہ چلنا ہمیں تعلیم نہیں
 نہ جمعاً تو سر تسلیم، تو تسلیم نہیں
 زلف کو دیکھ کے، حال اپنا پریشان کرو
 آنکھ سینے پہ پڑے، چال گریبان کرو
 اپنی آنکھوں کو ہم ان آنکھوں پہ زبان کرو
 دل کی کیا ایسی حقیقت ہے، فدا جان کرو
 رخ روشن کا مسیر جو نظار ہو جائے

جو ہمارا ہے، وہ احوال تمہارا ہو جائے
 اڑ چلو لاکھ، کبھی دھیان میں لائے نہ ہمیں
 لاکھ ہم دور کھینچو، پاس بٹھائے نہ ہمیں
 گریبڑوں پاؤں پر اس کے تو اٹھائے نہ ہمیں
 حور بھی ہو تو کینز اپنی بنائے نہ ہمیں
 لاکھ چاہو، نہ ملاقات کے قابل سمجھے
 کچھ لے منہ، نہ ہمیں بات کے قابل سمجھے

ہم سے اور اس سے ملاقات رہا کرتی ہے
 ہم دگر رسم و مدارات رہا کرتی ہے
 صحبت اک عیش کی دن رات رہا کرتی ہے
 پیروں باتیں ہیں، محب بات رہا کرتی ہے
 ہاتھ گردن میں بیٹھا، ہر وقت منہ پیر کا ہے
 سامنا خواب میں بھی طالع بیدار کا ہے

آنکھیں کیوں سینچی ہیں، کراہنا اٹھاؤ تو سہی
 جھینپنا خوب نہیں، آنکھ مللاؤ تو سہی
 کلمہ کبر کا، لب پر کوئی لاؤ تو سہی
 دیکھو کیا سنتے ہو، لو ترجمی سناؤ تو سہی
 دل سے نفرت ہوئی، بیچ کہتے ہیں، کچھ چال نہیں
 بن کے مرنے کے بھی اب آؤ تو کچھ مال نہیں

سن کے ان باتوں کو محبوب ہوا دل میں وہ ماہ
 سر جھیکا یا یہ خیالت سے کہ اکٹھی نہ لگا ہ
 دست دیا لگم ہوئے ایسے کہ نہ سوچی کوئی ماہ
 بیچ کھانے لگا غم سے صفت زلف سیاہ

دل کو الجھن ہوئی ، دم سینے میں گھبرانے لگا
ایک رنگ آنے لگا چہرہ پہ اک جانے لگا

دیر کے لوبہ کیا زیر لب آسپتہ سلام ہم تو ایسے نہیں جو چاہے عبت دے الزام
بے وفائی کا جین ہے کسی بد وضع کا کام آدمی ایسے بھی عالم میں ہیں الے رب انام

بدگماں ہو کے عبت مورد الزام کریں
ریخ معشوق کو دیں ، مفت میں بدنام کریں

کہہ کے یہ اشک جو پہنے گلے خساروں پر آسماں ٹوٹ پڑا ریخ کا غم خواروں پر
بیچ ہے کیوں شاق نہ یاروں کا ہو غم یاروں پر دل پہاں غم سے لگا لوٹنے انکاروں پر
آگیا پیار ، کہا خیر ہے ، یہ بات ہے کیا
بات ہی بات ہے بس اور کرامات ہے کیا

جل کے بائیں بھٹیں یہ سادی سناتے ہیں ہم ہم نے جھپیڑا جو ہمیں ، ہم کو سناتے ہیں ہم
دور نہ لب اور سے دل اپنا لگاتے ہیں ہم او مل جاؤ ، نہ رو کھٹو کہ سناتے ہیں ہم
ہے یہی فکر ، کہ راضی کسی اسلوب ہو ہم

ہم وہی عاشقِ شیدا ، وہی محبوب ہو ہم

واں ، واسوخت نیا ہم نے سنایا ، ناظم خوب ہی زور طبیعت کا دکھایا ، ناظم
کو چہ نظم میں کیا باغ کھلایا ، ناظم سب کے واسوختوں کا رنگ مٹایا ، ناظم

زمزمیے ہزم میں اربابِ سخن ببول گئے
چھپے باغ میں مرغانِ چین ببول گئے

(۵۱)

کیا بیاہ چیں عشق کا عالم کہیے نہ
 عمر بھر اس کو جو کہیے تو بہت کم کہیے
 گل کو گل جانے، شبنم کو نہ شبنم کہیے
 محنتِ دل اس کو، اُسے دیدہ پر کم کہیے
 پتے پتے کے کھوٹنے میں ہے یاں دلی تڑپ
 غنچے غنچے کے چٹکنے میں ہے لعل کی تڑپ
 نخلِ مائتم ہوئے سب نخلِ جلی صرصر مہر
 سبزہ ہے رنگ پے ظلمتِ آئینہ ہنر
 ابر اندوہ سے تاریک ہو اگلشن دہر
 پہنچی اس جوشِ تلاطم کی ہو اس شہر بہ شہر
 شام جھوڑا نہ خرابی سے نہ کوفہ جھوڑا
 طرفہ اس بادِ خزاں نے شگوفہ جھوڑا
 صرصر حادثہ اس باغ میں کیا چلتی ہے
 شاخ میوؤں کی جگہ آبلوں سے پھلتی ہے
 آتشِ گل سے گلستاں کی ہو اچلتی ہے
 برقِ آفت سرا شہاد سے کب ٹپکتی ہے
 داغ سینوں کے ہیں، بکھوؤں کے جوتپتا رہا ہیں
 زخم کے چٹھے ہیں اور خون کے فوارا ہیں
 گرہِ خاطرِ گل چیں ہے ہر اک غنیمتِ گل
 باغبانوں کے لیے دام بلا ہے سنبھل
 رگِ گل نیش ہے، بہر رگِ جانِ بلبل
 راست بازوں سے اڑی رسمِ محبت بالکل
 ردِ اسببِ خزاں میں عجب ایجاد کیا
 مرد نے فاخذہ کو صدقے میں آزاد کیا
 بھول گیندے کا رخِ زرد ہے اس باغ میں آہ
 زلفِ سنبھل جیسے کہتے ہیں وہ ہے محبتِ سیاہ
 داغِ دل، لالہ خوشی رنگ ہے جشت ہے گواہ
 ہے وہ اس داغ میں سوزش، کہ عیاذُ باللہ

شعلہ شمع حرارت سے (گل) لالہ ہے

لالہ لکھیے نہ اسے آگ کا پیر کمالہ ہے

شانے گلِ خنبرِ عریاں، چمنِ عشق میں ہے زخمِ خنداں، گلِ خنداں، چمنِ عشق میں ہے

ارغواں خون میں غلطاں چمنِ عشق میں ہے سرو تک سر و جبرائیاں چمنِ عشق میں ہے

سببِ گم رہ ستمِ بے نہ شبِ بھر ہے یہ عشق

حق جو پوچھو تو رگِ راہر کا لٹر ہے یہ عشق

طالعِ بید ہے معکوس اسی کے ہاتھوں بپا بپا کفِ افسوس اسی کے ہاتھوں

سمہ تن داغ ہے طادس اسی کے ہاتھوں لکب جینے سے ہے مایوس اسی کے ہاتھوں

ایک بلبل کے دو نیمہ ہیں منقار ہے یاں

طوق میں گردنِ قمری بھی گرفتار ہے یاں

چشمِ نرگس کو عجب عالم حیرانی ہے طرفہِ مجموعہ سنبلی کو پریشانی ہے

نہ فقط ہرگِ سخن یتیم صفا ہائی ہے تیر بیکھاں سے ہر ایک لالہ بیگانی ہے

ہرگ گل یتیمِ بزر، شاخِ صنوبر ہو جائے

جو نما شے کے لیے آئے وہ جو ہر ہو جائے

موجِ کسبزد ہے نہ تلوار ہے اس گلشن میں رختِ گلِ خونِ گلِ نار ہے اس گلشن میں

تیر کیا موت کا بازار ہے اس گلشن میں جعفری جعفرِ طیار ہے اس گلشن میں

بچی بچی کو کمیِ خنبرِ براں سے ہیں

جو انار اس میں ہے کم گنجِ شہیدان سے ہیں

ما بچی پہنے ہوئے ہے گلِ سوسن پوشاک گلِ عاشق کی طرح گلِ کاغذ بیان ہے خاک

طفلِ عنیبہ بھی عجب کیا جو ہو بے لڑ ہلاک آبِ باقی ہیں نیلو فرافلاک میں خاک

نہ بڑے پاؤں کبھی جادے پہودی میں
ہو جو داؤد کا اعجاز بھی داؤدی میں

بید ہر بیز سزاؤں سے ہے مانندِ چنار شاخِ عمر عمرِ عمر بے عمری سے پُر بار
فاختہ صورتِ منقود، تو کشادہ چہ دار یہ صنوبر کو لگا گفن، کہ ہوا سر کو کے خار

راہِ وحشت ہی میں جم جاتے ہیں ہر بار قدم

بید محبتوں سے بھی پئے سڑھ کے قدم چار قدم

کھراس باغ کا جو ہے وہ جدا ہے دیکھو لختِ دل کا طبِ تر میں مزا ہے دیکھو
زخمِ حسرت ہے لبِ پتہ اجودا ہے دیکھو طرفہ بادام کا بھی دام بچا ہے دیکھو

خشتِ ہر ایک عمر، رنگِ ہیں، آبِ ہیں

خون کے قطرے ہیں، اس باغ میں غنابِ ہیں

ہو ہی سے نہ کبھی شعلِ ہی جلوہ نما سب کو دیکھو تو آسب کا دیا ہے پتا
رنجِ نارنج سے حاصل ہے، یہ حاصل ہے مزا سنہ لگائے کوئی میٹھ کو تو کھائے کھٹا

خون انگور کے دانوں سے ٹپکتا ہے پیاں

بالِ مے خواروں کو کھانا سا کھلتا ہے پیاں

کبھی خاموش ہیں اس چمنستان کے طہور نالہ لاشِ نخل یہ ہیں، دارِ بہ جیسے منقود

نوکِ ہر خارِ زباں، ارنی گونے سیر طہور لبِ شیون سے گلِ شمع، تجلی کا ظہور

نالہ جب کرتے ہیں اک اک لگاتے ہیں

پیرِ سرینِ فلک، دم میں جلا دیتے ہیں

عشق کے زہر سے ہے طوطیوں کا لہزہ بدن عوضِ قہقہہ، ہر بیک ہے گرم شیون

تاج کے بوجھ سے نہ بُدی تھلی ہے گردن ابلقا ابلقِ ایام سے پابندِ محن

فاختہ ہی ہیں کچھ دیتی ہے کو کوئی صدا

ہے کہو تر کے بھی پرواز میں یا ہولی صدا

الغرض ہے چمنِ عشقِ محبِ آفتِ خیز مد توں ہم کو اُنس کی ہوا سے پہر ہیز
 آخر کار ہوئی بوئے گلِ شوقِ جو تیز رنگِ الفت نے جایا، نہ ہی راہِ گریز
 گل بہ بھولا، نہ رہے اور کسی کام کے ہم بندہٴ عشقِ ہوئے ایک گلِ اندام کے ہم
 عمر پیش ترس با غنچہٴ مہر و فنا نورِ سیدہٴ گلِ شاخِ عمرِ ناز و ادا
 وضعِ سادہ، کہ نہ کھائی تھی زمانے کی ہوا غیر کا نام نہ تھا، خارِ بختِ دامن سے جدا
 سپردہٴ غنچہٴ خلوت میں نہاں، بولی طرح ہاتھ جو جٹے تو کھلائے لجا لولی طرح
 شغلِ اس گل کی لپہ اُگئی بھولی بھولی پیاری باتوں نے گھرہ غنچہٴ دل کی کھولی
 نہ پیہلی، نہ جگت اور نہ بولی ٹھولی حسبت انگیا کی کٹوری تھی نہ ادبھی چولی
 مینچی آنکھیں، صفتِ نرگسِ لبناں ہر دم غنچہٴ گل کی طرح، سر بہ گریباں ہر دم
 آگئی با غنچہٴ مہر و محبت میں بہار دونوں جانب سے ہوئی شوق کی بارش ہر بار
 ایک سے ولولہٴ شوقِ تھا ہر وقت ہزار خندہٴ زن و دلِ تر، صورتِ بلبلیں نثار
 شوق میں اُکے جو میں صورتِ گیسو بٹھا عشقِ پیچاں کی طرح مجھ سے گلِ رو بٹھا
 باغِ تیار کیا واسطے اُس کے نایاب مخملِ سبز، کہ سبزہٴ روشوں پر شاداب
 بہرے دہن، جن میں رواں چشمہٴ خورشید کا آب روشنی کا ہلکا سا، بھول بزرگِ مہتاب
 طرفہٴ گلِ کاری ہوئی باغ کی دیواروں پر لوٹے رھواں بھی جسے دیکھ کے اُتاروں پر
 رنگِ گلزارِ حناں جو شیشِ طراوت تھے چمن جا بجا لہرِ سن و سوسن و لہرِ سن و سوسن
 تختہٴ لالے کا چراغاں کی طرح سے روشن چشمِ نرگس، گلِ خورشید یہ بھی چنگِ زن

رنگ میں حور کے چہرے سے رخ گل بڑھ کر
 زلفِ غلاماں سے کہیں گیسوئے سنبل بڑھ کر
 گرد بچوں کے عنادل کے ترانوں کا سماں
 تمہریاں بیٹھی ہوئی سرد پہ کمرِ مغان
 ابر کو دیکھ کے طامسِ طلساں و قصاں
 اپنے محبوب پر میں سب سے زیادہ قرباں
 پیچھے دل کے ہر ایک زمزمہ پیرا کے ساتھ
 جس طرح ساز کی آواز ملے ساز کے ساتھ
 نو کا ایک وہ بنگلہ ہے بنایا زیبا
 برج مہتاب بھی دیکھے تو کہے صلِ علی
 فرسش گل رنگ، تو پردوں میں نیا کارِ ملا
 کیج بچوں کی بچھی وہ کہ گلِ عیش کھلا
 سبز شیشے کے گلوں کے بھرے، ہنسنے لگے
 یار بچوں کے جنگیروں میں بھرے، ہنسنے لگے
 بھول کہنا ہے گل رنگ کو کھائیں بجا
 صاف گل بانگ تھی لیل کی صلاب کی صدا
 کبھی شطرنج کا کھانا کھیل، کبھی چوہا کا
 دوستوں پر کبھی کھانا صفتِ بادِ صبا
 صبح سے سازِ عنا، لطفِ خوشی آوازی کا
 شغل دو چار گھڑی دن ہے گل بازی کا
 غلبِ تفرقہ پیرا از کو بھایا نہ یہ رنگ
 نخلِ عشرت کو کیا تیغِ الم سے چورنگ
 رفتہ رفتہ ہوئی ان کو یہ آنے کی امنگ
 سر میں نخواست کی ہوا بھر گئی، الٹے رنگ
 بے ادبی سے منہ میوں نورس نہ رہا
 نیشکر خشک ہوا یہ کہ کہیں رس نہ رہا
 خلش کرنے لگا، خار کی خوبہا کی
 دشمنی کے گلِ خسار نے پو پیدہا کی
 دوست نے کج روی طبعِ عدو پیدہا کی
 سرکشی صورتِ سرو لب جو پیدہا کی
 تیز بکلیں ہوئیں ایسی، کہ چھوئے کانٹے
 فی الحقیقت حقِ عشاق میں بوئے کانٹے

ایک دن اس سے کہا ہم نے، کہ اے کروڑوں
گل ترنے لگا، مقراض ہوئی اب تو زباں
رنگ اچھا نہیں ہوتا ہے گل عیش خزاں
اور ہی تاک ہے اب لبتہ، خلاص کہاں

واہ واہ، غیر موافق ہوں، مخالف ہوں
شاخ و برگ اور رگ در لبتہ موافق ہوں

عند لیبِ گلِ رخسار ہیں اب تو انبار
کیر گل ہم کو ہے ستوار، گلے کے ہیں دن ہار
سہیں ہوتے ہیں جداد امنِ گل سے کبھی خار
تھامے رہتے ہیں چین پر صفتِ ابر بہار

خار گل چین بہار، رخ جانانہ ہوئے
چین وصل میں گل، سبز نہ بے کاندہ ہوئے
دفعاً خشک ہوا کبرِ محبت کا شجر
بر خلدنی کی ہوا چلنے لگی آگ بھڑ
نہ رہے برگ، نہ گل اس میں، نہ غنچہ نہ مگر
گل بازی کی طرح تم ہو ادھر گاہ ادھر

بد لے پھولوں کے ہمیں داغِ جگر ملتے ہیں

واہ، کیا نخلِ محبت کے کتر ملتے ہیں

حال سبیل سے زیادہ ہے برگِ اُپنا
اب ہے نرگس سے سوادِ یہ حیراں اُپنا
مثل گل چاک ہے ہر وقت گریباں اُپنا
حسبم داغوں سے کراپا ہے گلستاں اُپنا

بہن کے دکھلاتے ہیں بھول سار خار بھی

دامنِ دل سے نکلنا ہی نہیں خار بھی

صورتِ نرگسِ بیمار ہوا ہوں بیمار
گل کی مانند ہوا جسم کراپا افکار
استخوانوں پہ اثر کر گئی بالکل تب خار
ہے تن زار مرا پائے نگہ کے لیے خار

قلب نے مانند لیا رشتہ کدہ مستوں سے

دستِ گل خوردن مرے کم نہیں، گل دستوں سے

سرو آزاد سے بڑھ کر ہے ہر اک آہِ سدا
مضطرب پھرتے ہیں ہم چارشت، مثلِ صبا

دیہہ اشکِ منشاں، ہنرِ چین سے ہے سوا
جو مٹ رہا ہے وہ رگِ ابر کا دیتی ہے پتا

طرزِ عشقِ درد کشِ اُردو رسا اور ہی ہے
 جہنِ عشق کی اب آب و ہوا اور ہی ہے
 دل میں سوچو تو کہ کیسے ہیں ہمارے حال
 بات نہ کرنی ہمیں آئی تھی نہ اے غنچہ دہاں
 اب وہ طرار ہوئے، جلتی ہے قینچی سی زباں
 ناز و انداز میں تم طاق ہوئے سرورِ رواں
 طرزِ دلداری وائیں ادب بھول گئے
 آگئے ایسے ہوا میں، کہ وہ سب بھول گئے
 کیا تھا شاید کہ ہم خار ہوں، اغیار نہال
 زرد ہم خم سے، مسرت سے رخ غیر ہولال
 صورتِ لالہ ہمیں دیتے ہو کیا داغِ ملال
 ز لست کے ہاں ہیں، ابکی پر کجی نہیں تم کو خیال
 روزِ باتوں میں جمعہ آتے ہو، نیا جھولا ہے
 واہ کیا فضل بہار آتے ہی کل بھولا ہے
 خیر یہ رنگ مہتاوے ہیں تو مشکل ہے نہاہ
 سیرِ طہزار کی مشتاق ہیں اپنی نگاہ
 اب اگر میر کی ترغیب صبا دے شبِ ماہ
 جاؤں جھل کی طرف کاٹ کے اس باغ کی راہ
 جہنِ عارضِ گلِ رنگ ہے صحرِ محو کو
 سرو قامتِ نظر اُٹا ہے بکولا محو کو
 جاؤں گلشن کو، قدم کو چے میں ترے نہ ہوں
 دہن تنگ کی جا، دم کسی غنچے کا بھوں
 ترے چہرے کے عوحی، بکھول کے چہرے پر ہوں
 دیکھوں لرز، تری آنکھوں کا نظارہ نہ ہوں
 زلفِ مشکیں کو نہ سنبھل کے برابر سمجھوں
 بلکہ گیسو کو ترے گھاس سے بہ تر سمجھوں
 کیا ہیں اور جہاں میں صنم ہمیں یہ
 اور ہیں سرورِ گلِ اندام، ہیں مجھ سے بڑھ کر
 جن میں ہے بوئے وفا، ایسے بھی گل ہیں اکثر
 تلخ دوا یک ہیں، تو سیکڑوں شیریں ہیں مگر

ولولہ جاہیے بلبل کا، گل ترہیں بہت
 آنکھ قہری کی ہو پیدہ، تو صنوبر ہی بہت
 اب وہ گل چہرہ کدوں فضل خدائے پیدہ جس کے کوچے میں نہ انبیاء کی پہونچی ہو ہوا
 خار ہوں دامن یک رنگی طینت سے جدا کوئی گل چیں ہو نہ اس باغ میں بندھے لے لے کوا
 خوش منزا جی بھی ہو، انداز دوا کی اس میں
 رنگ الفت کا بھی ہو ہونے دنا بھی اس میں
 نرگسی آنکھوں (ہے) پودہ نہ نرگس حیراں سامنے گیسوئے پیچاں کے ہوسنبل پیچاں
 دہن غنچہ کبھی کھل نہ سکے پیش دہاں اال ہو لعل مسی زینب سے کوسن کی زباں
 پیش قدم، کرد چمن سوکھ کے کاٹا ہوا
 بھول آگے رخ گل رنگ کے پتا ہوا
 بھول ہوں نقش قدم، اس کی گلی کوچہ باغ ڈھونڈتے ہر چند صبا، پائے نہ اس کا سراغ
 رشک سے اس کے دل لالہ مہتاب ہو رنخ گل خورشید کا گل سامنے اس کے ہو چراغ
 لعل لب سے ہو شلفہ دم لقا چمن
 چار باتوں میں لگاتا ہو وہ گل چار چمن
 گرمی آنکس رخ جب نظر آئے کج کو بہنرم خشک کی مانند جلے بجھ کو
 تازگی سیبِ ذقن کی وہ دکھائے کج کو صورتِ شیب کہن لاغ لگائے کج کو
 رشک سے روئے یہ خوں، دیدہ نہ گریاں تیرا
 غیرتِ دامن گل چیں ہو گریباں تیرا
 کبھی آجائیں جو وہ دستِ خالہ نظر کفِ امنوسک ملے صورت اور اقد سبتر
 سرمیں آنکھیں اگر دیکھ تو ہو خاک ہر مثلِ سوسن ہو سبہ محبت کا تیرے اختر

کال کالی جو وہ بچہ کو نظر آئیں آنکلیں
صاف شبنم کی طرح تیری بھڑائی آنکلیں
موتوں کا جو گٹھ میں نظر آئے بچے ہار
اس قدر روئے، کہ لڑنے نہ کبھی اشد کا تار
دیکھے کانوں میں کرن پھولوں کی جس وقت بہار
داغ کھائے صفتِ لالہ، جلے مثل چنار
کسبڑے کانوں میں نظر آئیں تو ہر آنے بہت
بالی بیوں کی چپک دیکھو کے پتائے بہت
طنز آمیز سننے محج سے جواش گل نے منی
صورتِ غنچہ ہوا تنگ، بہت غنچہ دہن
لالہ سا لال ہوا پہلے تو روئے بدوش
سوج کر پھر یہ کہا، کیوں نہ ہوا ۱۷ مشفق من
ہم پہ بھی رنگ جانے لگے ہاتھ الٹا
کسبڑا رخ اب تو دکھانے لگے ہاتھ الٹا

دکرا حجب ساز مانے میں کہاں گل اندام
بڑھ کے محج سے جو بتائے ہو وہ الٹا کا نام
نکھر خام کی صورت ہے خیال آپ کا خام
سو ہر کس تک جو پھرائے یہ ملک نیلی فام
گل کھلیں حسن کے بازار میں لالہ پھولے
ہیں گلن کہ کبھی گل کوئی محج سا پھولے
عرض کی میں نے کہ اتنے نہ ہوا میں آؤ
سر جھکاؤ، کبھی نرگس کی طرح سر ماد
ادس پڑ جائے گی، دیکھو نہ بہت اتراؤ
مثل بلبل نہ یہ بے رنگ ترانے گاؤ
آنکھ میں خارِ مژدہ بن کے کھٹلنا کیسا
دیکھو غنچے کی طرح سے یہ چٹلنا کیسا

حبوٹا پہننے ہیں ہم، گلشنِ قدرت کی قسم
گلِ نوخیزِ گلستانِ رسالت کی قسم
سرورِ آزاد چین ز اور امامت کی قسم
نالہ احمدِ محلزارِ شہادت کی قسم
دوسرا پھول بھی چاہیں تو کھل سکتے ہیں
نم سے بہتر نہیں، ہم سا تو دکھا سکتے ہیں

مثل گل سہنس کے بہاؤ خیر کھلا دیکھیں تو اور گل کون سا ہے، نام خدا، دیکھیں تو
کیا سوا باندھتی ہے بادِ صبا، دیکھیں تو نفسِ عیسیٰ، عجاڑ غنا، دیکھیں تو
گو کہ تم آج سمجھتے ہو ہمیں نافرمان

یہ جو بیچ ہو تو بجالائیں تمہارا فرمان
نرم باتیں جو کہیں، اس سے ہوا دل یہ نہال کھل گیا گل کی طرح، درد ہوا خارِ ملال
جاگے اک مکر سے کی اس گلِ رعنا سے یہ چال کھنکھائی، جس میں ہو پیدائش
بادِ نوحوت کا منہ اتار سے حاصل ہو جائے
بوستان اور گلستاں کے مقابل ہو جائے

واردا میں مکرے میں جس وقت ہوا وہ گل تر ہیر تو باغ سے آیا اسے اک باغِ نظر
وہی سینے کے ابھار اور وہی لپٹاں کے مکر وہی غنچہ سادہ بن، اور رگِ گل سی مکر
آنکھوں نہر گسی سی وہی، رنگ وہی ڈھنڈ وہی
سنبھلیں زلف وہی، چہرہ گل رنگ وہی

مثل گل سہنس کے کہا تم ہو عجب شہدہ باز اسی محبوب سہی قد پہ تھا آئنا بکس ناز
یہ اثر ہے تو سلامت رہے، ہو عکس از باغ باغ اس سے ہوئے، ہم کو بھی کھایا انداز
اس گل تر کا تو ہے ہر چین آرا بلبل
اس کا بلبل تو ہے درپردہ سہارا بلبل

ایک گلشن کے یہ دو گل ہیں، ادھر ادھر ایک ہی نخلِ لطافت کے یہ دونوں ہیں شجر
دو شگوفے ہیں یہ اس شاخ کے کیجے جو نظر شاخیں دو بھوٹی ہیں، ہر چہ نہ کہ ہے ایک شجر
ہو وہی، رنگ وہی، ایک کہے جو دیکھے
کم وہ احوال سے سہنس ایک کو جو دیکھے

خیر معلوم ہوا عشقِ یک رنگ ہو تم جرم میرا ہے جو نیچے کی طرح تنگ ہو تم
عذر کرتا ہوں، بڑے صلب، فرنگ ہو تم لو کو وصلح، عیب مستعدِ جنگ ہو تم

بکھر ہوا باغ ہرا، بکھول کھلے، خار لے
 بے کلی اب ہیں، جیتے بھتس، ہم ہار لے
 میں نے دیکھا کہ جبار نڈ، بکھری کچھ تو ہوا
 اب رفتہ، طرف ہنر بکھرا، شکر خدا
 اُنکھ بدلی، یہ کہا مصلحتاً ہو کے خفا
 یہی رنلت ہے تو اب لطف ملاقات کا کیا
 صرصر ظلم تو جلتی ہی ہے گی صاب
 اک نہ آن شاخ نکلتی ہی ہے گی صاب
 مجھ کو منظور ہیں اب جن عشق کی میر
 کیا نذر آتی ہیں ان کی طمستوں کے بغیر
 اب ہر العبد خزاں ہو چن وصل بغیر
 جانتا ہوں میں بھتس، ارٹے ہو کیا صورت طیر
 نام لوں اب جو محبت کا تو پیٹو مجھ کو
 جاؤ، کانٹوں میں زیادہ نہ گھسیٹو مجھ کو
 (یہ) سنا مجھ سے تو اس گل کو نہ کچھ بن آئی
 ٹھنڈی آس سانس بکھری، بکھول گیا رعنائی
 ایسی بدلی غم دا ندہ کی دل پر چھائی
 منہ بنایا صفت غنیمت، یہ منہ کی کھائی
 تر ہوئی اشک کی شبنم سے علی دامن کی
 باندھ دی دیدہ گریاں نے جو طوی سائی کی
 چھوٹنے کو یہ کہا میں نے جو روئے دیکھا
 یہ بھی دیتے ہو مری جان مجھے تم حقیقتاً
 سرخ جو بکھول تھا گیندے کی طرح زرد ہوا
 ہو گیا چیرے سے جاری عرقِ شرم و حیا
 ہاتھ باندھو تو محجب نڈل نہ آلت باندھا
 طرفہ ملد سہہ گل ہائے محبت باندھا
 اُگیا رحم، کہا میں نے، چلو جانے دو
 عذر تقصیر کا اب نام نہ لو، جانے دو
 شاخِ پتر مردہ نہ ہو، بکھلو بکھلو جانے دو
 کفِ حسرت نہ ملو، مسندِ ملو جانے دو

تَمَّ جُودِ موصافِ تَوْصافِ آپ سے بالکل سہم ہیں

تَمَّ دہی ہو گُلِ رعنا، دہی بلبل سہم ہیں

الغرض صلح ہوئی، دور ہوا خارِ ملال بچیلی ماہیوں جو کھین ناظم، وہ ہوئی خواب و خیال

حجہ کو پایا جو فرحناک ہوئے وہ بھی نہال سا نگرِ دل مے عشرت نے کیے کالا مال

وہ ہوئے شاد، طبیعت مری سرور ہوئی

کھیر گلستاں میں بہا، اُلی، خزاں دور ہوئی

ترکیب بندہ

(۱)

کہ ورق پر دمِ کمر پر بکھرتے ہیں شرار
بس کہ کھینچا ہے تگ و تاز میں اس نے آزار
رشتہ شمع فروز ندن کا ہے گویا تار
دیکھتے ہم اگر اس وقت نہ بیڑی یہ کجوار
کتنی یہ تشویش، کہ کبھی جائیں نہ نعلے یکبار
کوئی بوجھے کہ تلم کیوں ہے مہر آتش بار
سو چاہوں کہ گردوں کو زہناں کا اظہار
چین لینے ہنسی دیتی ہے کسی کو فہم ہار
کیسا بے درد ہے مہرِ نچ، ہے کیسا خونخوار
کیا کھینچ سات ستاروں پہ ہے گردوں کا مار
سب ستم پیشہ و بے جرم کش و جو استعار
یہ وہ آیا ہیں جنھیں آئے نہ اولاد پہ پیار
یوں سمجھ تو، کہ اسے حیلہ سے دیتا ہے فشار
سامنا کینج کھد میں کبی ہے اس کا ناچار

ہے تلم آج اس انداز سے کرم و قار
نفس سوختہ خاصہ ہے ذطر کسرتا سر
نال نے پائی ہے وہ شغل، کہ کہہ سکتا ہوں
خیر اس میں ہے، کہ لکھتے ہیں ہوں روتا جاتا
تھا یہ اندیشہ، کہ جل جائے نہ کاغذ ناگاہ
کوئی دیکھے کہ نفس کیوں ہے مہر آتش خیز
جا بستا ہوں کہ جلے دل کے پھوڑے پھوڑے
اس کین گنبدِ گردنہ کی گردش، ہے ہے
سات ہیں کولبِ سیار، سوا یک ان میں نزل
کن کبھی رات کو، گر تجھ سے لئے جائیں نجوم
سب قوی ہنسی و عفت و رش و عہدہ جو
گر پہ لکھتے ہیں ہم افلاک کو آبا، لیکن
فی المنزل لے اگر آغوشِ عطوفت میں پہر
یہ ستم اور، کہ ہے لطف نلک زیز میں

واں وہ تر جمعی روش گنبدِ مینائی ہے

یاں یہ سیدھی ہوئی مکرہ آدالی ہے

۱۔ ترکیب بندہ در لغت۔ خا۔ ۲۔ سے۔ ما۔ ۳۔ لکھنے۔ خا، نج، خد۔ ۴۔ پیار۔ خا

۵۔ جوئے۔ خا، فب، نج، خد

صورت گئے ہے سبیلی خورِ چو گانِ قضا
قدرا نذر کا ہوتا ہے کہیں بے خطا
پارِ اتحاد لکے، ہواشت سے جو تیرا
کہ جسے بھول گیا ہو ملکِ حادثہ را
ہے اجل نام، پھر اس تیرے بچنا کیسا
ذکر ان کا ہے خرد مند کے اگے بے جا
یہی دس پانچ تھے کیا عیش و طرب میں کیلتا
کہ جنھیں دولتِ دایال سے لپٹا ہوگا
خرد روشن و خوش و روئے زیبا
باغ میں سرود کل و بزم میں جامِ دمنیا
بزم وہ بزم، کہ جس بزم پہ فرد کس فدا
ہر نفس بزم میں بادِ سحری غالیسا
سناخِ کلبن سے وہ غنچوں کے ٹپکنے کی صدا
فرض کیجئے، کہ بڑی عمر بھی پائی، کھریا؟

دم دیے جبرخ نے دد چار، میاں بھول گئے
دم لعلنے کا ہوا وقت تو سب بھول گئے

بیج تو یوں ہے کہ یہ گڑاں ملکِ بے کرد پا
حادثہ میر، ملکِ قوس، نشا نہ اناں
ہے کہاں سمت، کہاں دارِ قوی، بیگیاں تیز
ہوگا المیہ بھی کوئی دہر میں، مانا ہم نے
اور ایک تیرے نقد میر کے ترکش میں نہاں
جہم و کینسر و دد را ہی یہ موقوف ہیں
یہی دد چار تھے کیا جاہ و چشم میں مشہور
تھے بہت لوگ زمانے میں، اور اب بھی ہوں گے
دکھتے ہوں گے کہ وہ ملک و سریر و دیہیم
ہر جگہ ہوگا جنھیں عیش کا سا ماں موجود
باغ وہ باغ، کہ جس باغ پہ رضواں عاشق
ہر طرف باغ میں مرغانِ چمنِ زمزمہ سنج
سبزہ ترے وہ شبنم کے ٹپکنے کی بہار
عمر بھریوں ہی رہے الجھن آرائے نشا

۱۔ گردوں - ما ۲۔ ہو - ما ۳۔ گر - ما ۴۔ 'و' نذر - ما

۵۔ خرد و روشن - خد ۶۔ 'و' نذر - خا

۷۔ 'و' نذر - خا ۸۔ 'باغ' نذر - ما

۹۔ 'رہے' نذر - ما

ساقیا! انجنِ دہر ہے عبرت کا مقام
 متلوں ہے مزاجِ نلکِ مینائی
 صبح کو اور ہے کچھ رنگِ جہاں شام کو اور
 ایک کو ایک طرح پہ ہیں اک لحظہ قرار
 شاہ اس قول پہ ہے رنگِ حسنانِ جہاں
 نہ کناٹے، نہ اشارے، نہ وہ جہوں نہ وہ آنکھ
 نہ وہ مخمرے، نہ وہ عسولے، نہ وہ عالمِ تندرہ
 زیب و زینت سے نہ تھی جن کو گھڑی بفرست
 زلف کے دام میں کترے تھے جو عشاق و شعار
 وہ تہِ خاکِ بلدوں میں کراہیں اکیس
 کوئی سنتا نہیں آواز اب ان کی افسوس
 خواب میں بھی نظر آتی ہیں ان کی صورت

دلِ پیرخوں ہے یہاں جامِ نثر اب گلفام
 طرفہ سیرنگ دکھاتا ہے طلسمِ ایام
 طبعِ خوباں کی طرح رنگ بدلتا ہے مدام
 چین بیل کو، نہ اس باغ میں گل کو ادم
 کہ نظر آتے ہیں وہ خار جو تھے گل اندام
 رسمِ وہ اب وہ کسی سے، نہ وہ پیغامِ سلام
 نہ وہ گرمی کی ادائیں، نہ وہ شوخی کے ملام
 اب نہ مطلب اکیس لاکھ سے، نہ مسمی سے ہے کام
 خود وہ صیاد ہیں فحیر کی صورت تہِ دام
 کنگھی جوڑی میں گرفتار جوڑے تھے مدام
 جو نہ انما عن سے سنتے تھے مسیحا کا حکام
 دل میں گھر، آنکھوں میں جن جو روشوں کا مقام

روپ بہ لا جو زمانے نے بنیاد اور ہوا

اور بقا رنگِ جہاں اور سے کچھ اور ہوا

۱۔ بندہ نہیں ہے - خب -

یہ بندہ دوسرے اور پانچوں بندہ کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے لسنہ میں ترتیب اس طرح ہے
 بندہ اول، دوم - پنجم، گزشتہ اور ہفتم - بندہ سوم جہاں لکھا جانا چاہیے بقادہ جگہ جمعی ہوئی
 ہے اور انہی کی جگہ بندہ پنجم لکھا دیا گیا ہے اس بندہ کا خط بھی رد لا ہوا ہے - خا

۲۔ دوام - خا ما

۳۔ رسم و راہ - خا خد

کیا ہوا کرو قد، اب وہ تمہارا خم و چم
 کہو کیوں جھوٹ گئی مشق جفاکاری کی
 کھینچتے کیوں ہیں اب میان سے تم خنجر ناز
 پہنچ پہر بھولوں کی یا پاؤں نہ تم رکھتے تھے
 کچھ نہ عشاق سے مطلب ہے نہ انبیاء کے کام
 جہن کیوں کر تمہیں آغوشِ محبت میں آیا
 کیا گداز ہے تیرے خاک مکنار، سر پر
 ناز، سنو، وہ نزالت کہو کس نے لے لی
 صحن تک تھا تمہیں دالان سے آنا منزل
 ناز، انداز، ادا، عشوے، کرشمے، غمزے
 ہائے وہ ابروئے خم دار، وہ منتر طائر دار
 ہائے وہ جبین جبین، خوشی و انداز کے ساتھ
 ہائے وہ سحر خیز، خسار کی غصے میں بھڑک
 ہائے وہ فتنے جگانے کی روش سے چلنا
 کیا ہوا لالہ رخو، اب وہ تمہارا عالم
 کہو کیوں ٹوٹ گیا سلسلہ جو دوستم
 دیکھتے کیوں ہیں اب تیغِ ادا کا دم خم
 یا ہے اب خاک پہ کر بھی، تو نہیں اس کا غم
 نہ اُدھر چشمِ غضب ہے نہ اُدھر چشمِ کرم
 تم تو آغوشِ لقوڑ میں بھی لیتے تھے نہ دم
 فرس پر تم تو نزالت سے نہ رکھتے تھے نہ دم
 سیج بناؤ، تمہیں اپنی ہی نزالت کی مستم
 کس طرح ملے ہوئی، ادا کفرِ ملکِ عدم
 خاک میں مل گئے سب، ہائے ستم، ہائے ستم
 ہائے وہ چشمِ فوں گہ کی ادائیں بیہم
 ہائے وہ ناز سے بیو کی کا بہ لٹا ہر دم
 ہائے وہ گیسوئے پر پہنچ کا ہونا ہر ہم
 ہائے وہ حجابِ اٹلیں پہنے ہوئے پھر ناچم چم

داد لیا، نہ اسی ایک وہ صورت باقی

بہر عبرت ہے زبانوں پہ کھایت باقی

۱۔ حالِ تہہ ہر درج ہے - ذرا بھی مختلف ہے - خا

تہہ نہیں ہے - خب

۲۔ تو نہیں ہے کچھ غم - طا

۱۔ خرد مند، نظر باز، حرب و دست جواں
 سف و دیوار و در و حجر و منظر سنگیں
 رفعت ایسی کہ نہ دیکھا ہو کسی نے ہرگز
 رشتہ طول امل کی بھی بنائیں جو کند
 وسعت ایسی کہ اگر خلق کی دھوت کیجے
 فرش دیا ہے ہر ایوان میں پورا یواں کیسے
 خانہ باغ اس میں اور اگل باغ میں سجان اٹھ
 کثرت گل سے جگہ مسبزہ نو خیز بہ سنگ
 ناز کیوں تازگی باغ پہ آخر اے دست
 ۲۔ سائے میں جن کے نہ آئی تھی کبھی عوبلی شکل
 تو کہے گا کہ یہ ہے فصل کی رنگ آمیزی
 جا کے رہتی ہے مگر جا کے پھر آئی ہے بہار
 بیج کہا تو نے، مگر تجھ کو سفر ہے درپیش
 بلکہ جب یوں ہے کہ لکساں سہی رہتا احوال^۶

تو قوی اور تر اصر ہے خاد بنیاں
 جائے آرام مسانت میں مگر کون گراں
 سپرد یوار پیر اس کے کسی طائر کا شاں
 تاب کیا اس میں کہ کھینکے سے بیچ جائے وہاں
 ایک گوشے میں سہا جائیں عام اہل جہاں
 دیکھ کر جن کو اچھے صورت دیا حیران
 سایہ کدو ہوا اے خنک و آب ہواں
 خلش خار سے ہر لحظہ گل تر لہزاں
 بار بار دیکھتے ہیں تو نے ستم باد خزاں
 اب وہ بے برگ و نوا نخل کھڑے ہیں غریباں
 فرض کیا ہے کہ ہمیشہ رہے عالم یلکساں
 باغ و صحر میں بکرتا ہے پھر ابر سنیاں
 حقیقہ کربا عجب و طاق و رواق دایواں
 زندگی میں بھی عجب کیا ہے کہ چین جائے مہاں

کون سا شیوہ ملک ما ہے کہ ساز ہنسی
 یہ بھی کچھ موت سے کم خانہ ہر انداز ہنسی

-
- ۱۔ نظر باز و حرب و دست - خا، خد
 ۲۔ 'میں'، نذر - خب
 ۳۔ مسبزہ - خب
 ۴۔ سفر حاشیہ پر درج ہے - خا
 ۵۔ ایراں - ما
 ۶۔ عالم - خا، ما

(۶)

آنے والا ہے وہ ہنگامہ کہ وہ نزلہ آئے
جائیں کھل جائیں سارا فلہا کے معنی
اجتنے کہیں ہیں بن جائیں وہ ہمیں المنفوش
نزلے کی وہ دم و دود کہ اڑ جائیں بیڑ
پھیلی آفتاب میں ہر سمت وہ طلعت، کہ نگاہ
اس طرح خبر خ پہ ہو جائیں کو ارب بے نور
جس طرح فرشتے بچھاتے ہیں زمیں پر فراش
وہ صدائے لمن الملک، وہ آواز کی صورت
جس کو ہوا میں یہ دادی پر خوف و خطر
ہوش رکھے کہ فرشتوں کا معلم اس کو
گہر نہ ہو جاذبہ عشق حقیقی تو خیر
بہر نفس تصفیہ تلب میں مصروف ہے
فقر کے سرچلے کا گام تختیں یہ ہے
کیہ سرتار ہے ہر رنگ میں نیرنگی کی

جس کی ہیبت سے بدن کا وز میں کاٹھو آئے
جتنی دنیا میں تجارت ہے زمیں میں دھنس جائے
ایک جھونکے میں ہوا ان کو اڑا کر لے جائے
صبح عاصف کا دن انداز کہ پتھر پر سائے
ہر دہ چشم سے نوب منزلہ تک راہ نہ پائے
شمع کو بزم سے جیسے کوئی ناگاہ اٹھائے
اس طرح دستِ فضا خاں پہ اجباد بچھائے
وہ عمر نیرانِ خرد باختم کی پایا ہائے
اس کو لازم ہے کہ دنیا میں کبھی نہ اٹھائے
عجب و حرص و حسد و بغض کی پٹی نہ بڑھائے
علم کھیل کر لے، عمر نہ بیہودہ گنوائے
دم بہ دم تنز کیہ روح میں کوشش فرمائے
جس سے دکھ پائے کبھی اس کے دل کو نہ دکھائے
کھل رہے گا در تو مینق، یہ زنجیر ہلائے

دل کو ہنگامہ کثرت سے نہ اٹھانا نوس
سنیت ہو جائے جو دنیا میں نہ کرنا افوک

۱۔ اضافہ شعر - فا، فب، فج، خد

۲۔ ہوا - ما

۳۔ 'و' نذر - فب

(۷)

حج میں آتا ہے کہ کچھ لکھے بانہ از دگر
میرا احسان ہے دیدہ اپل دل پر
میرے دل میں ہے کہ میں بھرائے پنچاؤں ادھر
سو چٹا ہوں کہ دعا بھی نہیں کرنے کی اثر
سطر کو سلم افلاک بناؤں کیوں کر
جائیں گے عرش سے بھی دور یہ لفاظ گذر
کہ نہیں، اور نہ ہو گا کوئی اس کا ہم کر
ہاتھ سے جس کے ارداں معجزہ نعتی مگر
کرسی و عرش کا نظارہ بامعانِ نظر
بہفت گردوں پہ وہ پوزش گری بہفت آخر
جب خداوندِ دو عالم نے کیا عود ادھر
لبتر خواب میں گرمی دہی پائی اکبر
واہ وہ سنہرے کہ جس سنہرے کا در سو حیدر
تو لیے کعبہ ہے حنیف اور علی نورِ لبھر

بعدِ کتر بیر طریقِ خرد و علم و نظر
اس نغمہ اش سے یہ منظور ہے حج کو کہ کعبہ
کہتے ہیں عرش سے اترا ہے سخن سلیمان
جانتا ہوں کہ یہ خواہش نہیں ہونے کی روا
میرا مقدر یہی ہے کہ کروں لفظ و تم
ہاں مگر زمزمہ نعتِ نبیؐ کی لے میں
۳ وہ شہنشاہِ حقیقی کا وزیر اعظم
پاؤں سے جس کی عیاں دستِ خرقِ فلک
۴ کبر افلاک و تماشائے بہشت و دوزخ
انبیاء کے وہ سلام اور محبت کے ملام
بھر یہ اعجاز، کہ ایسے سفرِ دور کے بعد
حلقہ در کواشی شعل سے ہلکا دیکھا
دہ دہ حسن، کہ جس حسن کا حق ہوشیار
پوششِ کعبہ شہید اور علی کا مولد

نالحم، اب نعت کے دھوئے کی بوکی جانے دو

لطف کا دیکھ لیا حوصلہ، بس جانے دو

۲۔ پنچاؤں - ما

۴۔ شتر نہیں ہے - جب

۱۔ میرے حج میں ہے - خا، ما

۳۔ سفرِ حالتیہ پر درج ہے - خا

۵۔ سیاہ - ما

مثنوی^۱

عجب فتنہ پرداز ہے آسماں
بہت اس کی نیرنگیوں سے ہوں تنگ
جہاں اس نے دل شاد پایا کوئی
جہاں محفل عیش آئی نظر
ہنس ایک دل کو بھی اس سے فراغ
اڑاں ہے بلبل گلستاں میں خاک
جو آئی کسی کے چین میں بہار
جو بلبل کو اک دن ہوا وصل گل
دکھاتا ہے نیرنگیاں صبح و شام
اگر گوشِ گل ہے، سماعت نہیں
تخمیر کھائیہ کسہ کھیراتا ہے کیوں
کھلا اس کی گردش کا ہے یہ سبب
لبذ اس کو آتا ہے رنج و محن
یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں
ابھی کھا کچھ اور ہو گیا کچھ ابھی
میں کھا مجھ کو کیر گلستانِ عیش

عجب تفرقہ ساز ہے آسماں
بدلتا ہے اک دم میں کیا کیا یہ رنگ
بنا اشغلہ واں اٹھایا کوئی
اٹھا اس کے سینے سے درجِ جگر
دیا اس نے لالے کے سینے میں داغ
گر بیانِ گل تابہ دامن ہے چاک
کھیلنے لگا اس کی آنکھوں میں خار
نہ آئی برس دن تک فصلِ گل
شکوہ بنا جھوڑتا ہے مدام
جو ہے چشمِ زرگس، بصارت نہیں
شب و روز چکر لگاتا ہے کیوں
ہیں تاکہ چکر میں ہم روز و شب
کہوں کیا میں ناظم، بقولِ حسن
کسی کا اسے وصل کھاتا نہیں،
صرا اس روش سے الجھتا ہے جی
مہیتا کھا ہر طرح سامانِ عیش

ہمیشہ پیری زادوں سے کام لے لیا
 نہ اُٹا کھالےب پر کبھی نامِ جم
 وہ خورشیدِ رو بہر طرف جلوہ گر
 وہ محفل میں بلی و شوں کا ہجوم
 وہ خوبانِ غیرتِ دہِ مہر و ماہ
 قمر طلعتوں سے کھرا کھا تھا
 اگر روز کھا، اوزِ نور روز کھا
 جہاں نہ ہوئی کئی مطلوب سے
 غمِ بکھر سے دور رہتا تھا میں
 اٹھائے نہ تھے صدمہ ہائے فراق
 لیا ایک جو بہ لا مزاجِ زمان
 سفر پیش آیا مجھے ناگزیر
 کسی کی ہیں انگٹوں سے آلتیرواں
 کوئی شدتِ غم سے بے ہوش ہے
 بدلتا ہیں کوئی غم سے لباس
 کسی نے کیا ترکِ آب و طعام
 کسی کو ہوئی زلیلتِ اپنی وبال
 کوئی کہہ رہا ہے، چلے ہو کہ ہر
 کوئی کہہ رہا ہے، خدائی مہم
 کھوٹا ہے کوئی ہاتھوں کو جوڑ کر
 غمِ مزدا قارب ہیں سب گزشتہ
 بیاں کیا کروں اپنے دل کا میں حال

سلیمانِ ثانی مرا نام لے لیا
 ہر اک جامِ مجلس میں کھا جامِ جم
 وہ صہوش، کہ صدقے ہو جن پر قہر
 وہ شیریں اداؤں کی ہر سمت دھوم
 وہ برقی سہم، وہ شیخِ ننگا
 زمیں جس سے کھی، رشکِ صدا کھا
 رخِ حور شیخِ شبِ افروز کھا
 بجلِ گرم، ہستی کئی محبوب سے
 مے وصل سے چور رہتا تھا میں
 ہوئے تھے نہ گوشِ آشنائے فراق
 دکھائے لگا جرخِ نیرنگیاں
 ہوا چاہِ غم میں ہر اک دل الیر
 کوئی دردِ دوری سے ہے خوش نشاں
 کوئی فرطِ حیرت سے خاموش ہے
 کسی کا ہے اس غم سے چہرہ ادا اس
 کسی پر ہوئی نیندِ شب کی حرام
 کسی نے پریشاں کیے کر کے بال
 کہاں جاؤ گے تم ہمیں جھوڑ کر
 نہ اٹھے گا ہم سے جہاں کا غم
 کسی نے جھکایا ہے قدموں پر سر
 جگر سب کے داغ، اور دل سب کے ریش
 کہوں کیا کہ ہے مجھ کو کیسا ملال

کھیلنے لگا دل میں فرقت کا خار
 کلیجہ مرا منہ کو آنے لگا
 گیا دردِ آہِ جگر تا فلک
 ہر اک کو جہاں کا میری الم
 مرا ایک دل اس پر اتنے ہیں داغ
 گھرا سو زخم میں ہوں میں اک طرح
 ہزاروں ہیں داغ اک مرے دل میں جمع
 نہ صحن، کہ موقوف انکوں سفر
 عجب کشمکش میں ہوں میں مبتلا
 تشفی اب اوروں کے دل کی کروں
 نہ اوروں کے دل پر مرا اختیار
 نہ تھکتے ہیں انسو کسی کے وہاں
 بہر کیف، جز صبر چاہا نہیں
 غرض روک کر دل، لہجہ جبر و قہر
 تسلی لگا دینے ہر ایک کو
 ہما سب سے با چشم تر، صبر
 جگر میرے سینے میں ہوتا ہے سق
 کہیں کس لیے صبر آتا نہیں
 یہ ایک دو ماہ کا ہے فراق
 خدا کے لیے، جی سمجھا لو ذرا
 کھوٹ کئے لگی روح شعل ہزار
 کبوتر سادل کھوٹ کھوٹا نے لگا
 گئی آگے آنکھوں کے بجلی چمک
 صرے دل کو ہر اک کی فرقت کا غم
 مرا اک جگر اس پر کتنے ہیں داغ
 حیراغاں میں پروانہ ہو، جس طرح
 مجلساں میں بیل ہوں، محفل میں شمع
 نہ طاقت، کہ ہر ضبط دردِ جگر
 نہ دیکھ لے یہ دن کسی کو خدا
 کہ اپنی طبیعت کو نکلیں دوں
 نہ اپنی طبیعت کو تابِ قرار
 نہ بیڑا ہے قابو طبیعت یہ یہاں
 نہ جاؤں سفر کو، یہ یاد نہیں
 پیسے جس طرح سے کوئی جامِ زہر
 تشفی لگا دینے ہر ایک کو
 خدا کے لیے، یوں نہ بیتاب ہو
 نہیں دیکھ سکتا تمہارا قلق
 ہر کس دو ہر کس کو میں جاتا نہیں
 مجھے بھی جہاں تمہاری ہے شاق
 کہاں تک یہ گریہ، کہاں تک بکا

کھیلنے لگا دل میں فرقت کا خار
 کلیجہ مرا منہ کو آنے لگا
 گیا دردِ آہِ جگر تا فلک
 ہر اک کو جہاں کا میری الم
 مرا ایک دل اس پر اتنے ہیں داغ
 گھرا سو زخم میں ہوں میں اک طرح
 ہزاروں ہیں داغ اک مرے دل میں جمع
 نہ صحن، کہ موقوف انکوں سفر
 عجب کشمکش میں ہوں میں مبتلا
 تشفی اب اوروں کے دل کی کروں
 نہ اوروں کے دل پر مرا اختیار
 نہ تھکتے ہیں انسو کسی کے وہاں
 بہر کیف، جز صبر چاہا نہیں
 غرض روک کر دل، لہجہ جبر و قہر
 تسلی لگا دینے ہر ایک کو
 ہما سب سے با چشم تر، صبر
 جگر میرے سینے میں ہوتا ہے سق
 کہیں کس لیے صبر آتا نہیں
 یہ ایک دو ماہ کا ہے فراق
 خدا کے لیے، جی سمجھا لو ذرا

کہ ہے سر پہ شامِ جہاں کھڑی
 جلے دل کو میرے جلانے ہو کیوں
 سنبھالا، بنا جس کو جس طور سے
 کہ نادان، اتنے نہ اُسنو بہا
 کہ وہ ہو نہ سکتا کسی اور سے
 کہ اشکوں کی جا اس نے دلے گھر
 سفر سے مہرے تھے جگر چاک چاک
 کیا مطمئن ہر زن و مرد کو
 ہوئے صبر کرنے پہ سب مستقیم
 ترقی پہ اقبال ہو روز و سنب
 سلامت، ہو صحت و جاہ سے
 کہ وہ دل ربا، کانِ ناز و ادا
 میں اس پر فدا ہوں، وہ عجب پرستار
 خوشی ہے مری، جو خوشی اس کی ہے
 اُسے میری صورت پہ کرنا نظر
 کہ ہے جانے اُسٹہ، رخسارِ یار
 بنا اُسے ساقی، وہی شعلہ رنگ
 جو خلوت ہے، تو بھی وہی ہے اس میں
 جگر چاک ہے، چشم ہے خوں نشاں
 ہو اکیسول سا اس کا چہرہ ادا اس

کوئی دلم تو نہیں بول لو اور بھی
 دیکھے دل کو میرے دکھانے ہو کیوں
 غرض سب کو سمجھا یا اس طور سے
 کسی کو گھٹے سے لگا کر کہا
 کسی کو کیا پیارا اس طور سے
 کسی کو دیا اس قدر مال و زر
 جو تھے اقربا، غم سے اندہناک
 دلا سادیا میں نے ہر فرد کو
 رفیق و جلس و اسیر و مذیم
 دعائیں گلے دینے یوں سب کے سب
 تمنا سہاری ہے اللہ سے
 سنو، آگے اب اک نیا ماجرا
 جسے ایک مدت سے کرتا ہوں پیار
 مہرے نام سے زندگی اس کی ہے
 شکر خواب سے اٹھ کے وقتِ سحر
 یہاں بھی ہے یہ مشغلِ جانِ نزار
 اگر بادہ خوار کی آئی ترنگ
 جو جلوت ہے، تو ہے وہی بتِ جلس
 کروں اس کا احوال کیا میں بیاں
 جو دیکھی یہ کیفیتِ بہرہ یاس

دھوئیں دل سے اٹھنے لگے آہ کے
 نہ سنبھلا گیا، دل میں اکٹھا یہ درد
 صدف سے گرے گوہرِ شاہوار
 گیا بیٹو، عجیب سننا نے لگا
 کیا ضبط اتنا، کہ غش آ گیا
 نہ پنے لگا وہ مرے دل کی طرح
 بنے لعل، سمجھے تھے جن کو گھر
 کہ انا مرے پاس مشعل ہوا
 قدم ہڑکھڑانے لگا ضعف سے
 نہ کچھ کر سکا حالِ دل کو بیاں
 ہوا مرغِ بسمل، دل پر ملال
 ہوئی بے قراری دو بالا اُسے
 یہ بگڑا، کہ بس آہنی جان پر
 مگر زہیر لبِ محب سے اتنا کہا
 زیادہ نہ تکلیف فرمائیے
 جہاں آپ ہوں گے، خبر جائے گی
 مرے دل میں آتے ہیں دُکھ اس سے
 کہیں دشمنوں کا نہ میل ہو دل
 نہ بگڑے کہیں انتظامِ سفر
 نہ مرنے کی میرے خبر ہو کہیں

سہوائی سی منہ پر چھٹی ماہ کے
 وہ کنڈن سی رنگت ہوئی زرد زرد
 تعلق سے دل امڈا، تو بے اختیار
 اندھیرا سا آنکھوں میں آنے لگا
 سنبھلا بہت، پیر نہ سنبھلا گیا
 کھڑکے لگا مرغِ بسمل کی طرح
 نکل آئے آنکھوں سے طختِ جگر
 یہ زائل ہوئی طاقتِ دستِ پادشاہ
 بدن کھر کھرا نے لگا ضعف سے
 ہوئی خشک ایسی دہن میں زباں
 ادھر میں نے دیکھا جراثیم کا یہ حال
 تڑپ کر میں اکٹھا، سنبھلا اُسے
 سہرا پنا جو دیکھا مری دان پر
 تعلق نہ کھی گھر چہ منہ سے صدا
 بس اب آپ تشریف لے جائیے
 جو گزرے گی محبہ پر گزر جائے گی
 دمِ نزع ہے اتم سہوِ یاس سے
 غش آتے ہیں یاں موت کے مشعل
 کرو جا کے تم اہتمامِ سفر
 الہی، مبارک سفر ہو تمہیں

مبادا ہو سن کر تمہیں کچھ الم
 ہو مجھ کو کیر و تماشا مدام
 جو سننا کہیں میرے مرنے کا حال
 سمجھنا کہ آں مبتلا مر گیا
 کہاں تم کہاں ہم، وہ اب ہو چکا
 میرے کہہ کر دیئے ہاتھ گردن میں ڈال
 یہ کیفیت اُئی جو مجھ کو نظر
 ہوئے میری آنکھوں سے آنسو رواں
 اذہر فرطِ گریہ سے ہچکلی لگی
 ہوا بنضِ بیمارِ دہِ ناتواں
 زباں کو نہ کئی طاقت لفظوں
 غرض میں نے دیکھا، بکھڑتا ہے کام
 قیامت ہوئی، کیا غضب ہو گیا
 سفر ہے، کہ یہ رخصتِ جاں ہے آج
 کہا عاقبت میں نے یہ دیکھ کر
 یہ سننے ہی جاں اُگئی جان میں
 ہر اسو گیا سر و دل جوئے حسن
 کیا سر کو زانو سے میرے جدا
 میں اس منہ کے صدقے، ذرا بھر کو
 کہاں تھا میں کیا ہو گیا تھا مجھے

سوئے پیر بھی ہو روح کو میری غم
 مر رہی یا جسیں ہم، کہیں کیا ہے کام
 خدا کے لیے تم نہ کرنا ملاں
 بلا سے اگر مر گیا، مر گیا
 جو تھا رلبط و اخلاص سب ہو چکا
 بیاں کیا کردیں، تھا جواس وقت حال
 ہوئے مشک ساز خم ہانے جگر
 اٹھا منہ سے آہِ جگر کا دھواں
 ادھر آنسوؤں نے لعلائی جھڑی
 کرا پا بنا درد، میں بنیم جاں
 ہوا نالہ دل، گرہ در گھلو
 ہوا چاہتا ہے یہ فقہ تمام
 صیحا مرا جاں بلب ہو گیا
 ہوئی سخت حیرت، کردیں کیا علوج
 کہو، میں نے موقوف رکھا سفر
 بیڑا پانی سوکھے ہوئے دھان میں
 اُسی رنگ پر اُگئی بوئے حسن
 کہا بھر کو، کیا کہا، کیا کہا
 میری جان، ہاں کیا کہا، بھر کو
 کہ ممکن نہیں باں سے ملنا مجھے

یہ کیوں چہنچہ جہنم جاری ہوا
کہ اس سے ہوا دل کو یہ اضطراب
خوشامیری نقد میر، شکر خدا
نہ کعبراؤ اللہ، اچھے ہیں ہم
صرے دل سے بھی کم ہوا کچھ ملال
شرف دو صرے فرشتے کو غم کش پر
نحافت نے ہرگز نہ اٹھنے دیا
بھر لینے دو حج کو دم بھر ہیں
نہ ہو مضطرب، ہے یہ کیا، دم تو لو
اٹھا جس طرح سے ہوشنہ بپا
کیا جلوں زہرہ نے ص کے قرین
یہ کہتا تھا یا رب! کروں اب میں کیا
نہ محکم، کہ مانے یہ رشک مگر
نہ طاقت، کہ قطع نظر کیجیے
نہ تھا ہوش محبہ میں، نہ باقی حواس
لگا دو نوں ہاتھوں سے دل تھامنے
”یہ کیا حال اس وقت ہے آپ کا
سبب کیا ہے، کیوں آہیں بھرتے ہو جی
لبوں پر ہے آہِ شر و بار کیوں
ہر اک بات اندون پر دال ہے
کہو جلد، اللہ، گھٹتا ہے دم“

یہ کیا عارضہ محبہ پہ طاری ہوا
کوئی وحشتِ الودہ دیکھا تھا خواب
ملی خوب تعبیر، شکر خدا
تمہیں پاس پایا، نہیں اب الم
ہوا اس طرح سے جو وہ مل بال
کہا میں نے، اٹھو، جلو فرشتے پر
اٹھا وہ تو اٹھتے ہی اٹھتے گرا
سنبھالا جو میں نے، تو بولا، نہیں
میں اٹھتا ہوں آپ، ذرا دم تو لو
غرض باہد انداز دناز و دادا
ہوا میرے پہلو میں مسند نشین
مگر میں تحیر میں مہرہ تھا
نہ قابو، کہ ہوشِ عزمِ سفر
نہ موقع، کہ سمراہ لے لیجیے
ہوا دل پریشانیوں سے اداس
یہ دیکھی جو شغل اس کل اندام نے
بلا میں مری لے کے کہنے لگا
دمِ گرم کیوں لب پہ ہے ایسی گھڑی
اڑا ہے کہو رنگِ رخسار کیوں
بتاؤ تو محبہ سے، یہ کیا حال ہے
خدا را، تمہیں میرے کمر کی قسم

کہا میں نے اے دلبرِ خوش خصال
 مگر تیری دوری گوارا نہیں
 اسی سوچ میں ہے یہ رنج و لعوب
 مگر کیا کروں، ہے بہت بہ نما
 ہزاروں طرح کے ہیں اس میں ہزار
 غمِ بھر جاننا ہے منزلِ کڑی
 طبیعت پہ ہے خوش اندوہ و یاس
 ہوئی خاموشی اس کو قفلِ دہاں
 کہ جینے سے جی تنگ ہے آج کل
 گلستاں سے بیل ہے رخصت طلب
 کہ خیر آپ کا ہے نگہاں خدا
 سوا صبر کرنے کے چارہ نہیں
 کھلانا نہ دل سے، ہے یاد یہ
 کھلے دوں کہیں دل سے، مقدور ہے
 جو میں دل ہوں، تم دل میں ارمان ہو
 ملیں کو کہیں کھولتا ہے مہاں
 دل ارمان سے خالی سنا ہے کہیں
 نہ کھولوں گائے کو، خدا کی قسم
 ادھر سے نیاز اور ادھر سے تھکنا
 بڑھے دولت و جان با کرد فر

اسی اصرار سے اُن نے بوجھا جو حال
 صفر ہے ضروری، کہ چارہ نہیں
 بنائی نہیں کوئی نہ بیراب
 تجھے ساتھ لینا تو مشکل نہ تھا
 جو موقوف اکھٹا ہوں غمِ سفر
 جو جاتا ہوں تو ہے یہ مشکل بڑی
 اسی سوچ میں گم ہیں ہوش و حواس
 سنا جب یہ اس نے سہارا بیان
 کہا جی میں کیا رنگ ہے آج کل
 قیامت کا دن ہے، یہ آفتِ شب
 جھکا کر کہہ آہستہ آہستہ کہنا
 کھتا، اضر ہو، گوارا نہیں
 خدا کی طرف سے ہے افتاد یہ
 کہا میں نے، تم کھولنے کی ہوش
 اگر میں ہوں قالب، تو تم جان ہو
 ذرا دل میں منصف ہو، اے میری جاں
 بہن جان کو کھول سکتا نہیں
 مری جان، جب تک کہ ہے دم میں دم
 رہے صبح تک تو یہ ناز و نیاز
 کہا عرض بگلی نے وقتِ سحر

سواری ہے تیار، حاضر ہیں سب
 جوار شاد ہوا ہے قرین صواب
 یہ سننے ہی انگامیں، کھا گرجہ شاق
 انگامیں، قیامت بیا ہوئی
 وہاں گرم ہنگامہ الیسا ہوا
 کسی کی گئی اُد تا آسمان
 کوئی جا کے روئے لگا ہنر پر
 عمر یزدوں سے رخصت میں ہو لگا
 غمخس سب کو روتا ہوا جو ڈاکر
 کہا سب نے، سو نیا بنی کو نہیں
 غمخس سب سے مل کر میں رخت ہوا
 بیڑی چوب ڈنگے پہ بہتھام کوچ
 سواری نے آگے بڑھا یا قدم
 تعلق دل میں، انگلیوں میں انگوٹھ لے
 ہجوم غم و رنج کا احتشام
 سنو، قدرت ایزدی کا بیاں
 تڑپ نے دلوں کی کیا یہ اثر
 سفر جس ضرورت سے کھانا گزیر
 نہ باقی رہی وہ ضرورت کوئی
 برابر ہے جاننا نہ جاننا وہاں
 یہ مژدن جو پہنچا مہرے کان میں
 دیا حکم، حلبی سواری کو پھر لے

بجالائیں جو حکم صادر ہوا اب
 مگر ہو چکا ہے بلند آفتاب
 صدا دل نے دی، الفراق، الفراق
 یہ ہزیم طرب، حشر ذرا ہوئی
 کہ سمجھا فلک، حشر برپا ہوا
 سرِ عمرش پہنچی کسی کی فغاں
 ادا سی ہر سننے لگی شہر پر
 گلے مل کے ہر ایک روئے لگا
 اٹھا یا قدم میں نے منہ موڑ کر
 کہا میں تے سو نیا علی کو نہیں
 نشان میرے لشکر کا آگے بڑھا
 ہوئی صبح محشر، جھجھ شام کوچ
 چلے سوئے کلکتہ اس طرح ہم
 لہجہ جبر، جی کو سکھائے ہوئے
 لہجہ یاس چاروں طرف سے سلام
 دریں آشکارا چہ دارد نہاں
 کہ اول ہی منزل میں پہنچی خبر
 حکم خدا نے بشیر و قدیر
 جو کھا کام اس سے فراغت ہوئی
 عبت ہے یہ اب فرقتِ دوستان
 کہے تو کہ جان آگئی جان میں
 سوئے باغ باد بہاری کو پھر لے

اسی دن بیٹ کر کعبہ آیا یہاں
 سب افسردہ ہو گئی ہر طرف
 مٹا سوزِ غم، سازِ بجنے لگے
 نیاز میں کوئی لاکے دینے لگا
 وہ محبوبِ دل، دہکرا پا الم
 کروں اس کی میں شادیاں کیا بیاں
 الہی، ملی جیسے میری مراد
 مصلیٰ بجھا کر نماز میں بڑھیں
 کیے سمجھہ ہائے سیاسی خدا
 ہر اک ہو گیا الغرض باغِ باغ
 نئے سرے آئی چین میں بہار
 ہوا منعقد جشنِ عیش و نشاط
 ہوئی میرے دل کی بھی حاصل مراد
 بس، اے خاصہ ناظمِ خوش بیاں
 یہ ہیں شانِ قدرت کی نیرنگیاں
 کسی رنگ کو یاں نہیں ہے ثبات

نلک تک گئی تہنیت کی فغاں
 چپکنے لگیں بلبلیں ہر طرف
 مسرت کے دھو لسنے گر جنے لگے
 بلا میں کوئی اکے لینے لگا
 بہت کھا جیسے میری دوری کا غم
 یہ تھا اسی پیری کو دورِ جزاں
 اسی طرح حاصل ہو کل کی مراد
 جو مانی بقیں نہ رہیں، اسی دم دیکیں
 فقیروں کو بے انتہا زردیا
 گلوں کو ہوا خارِ غم سے فراغ
 سہرے نغمہ سبھی پہ مائل ہزار
 صدا دل نے دی اسنباط، اسنباط
 ہو اسب سے مل مل کے میں شاد شاد
 مناسب ہے کر مختصر یہ بیاں
 طلسمی ہے سب کا، خانہ بیاں
 فنا ہی فنا ہے یہ کل کائنات

بقا ذاتِ واحد کو ہے لاکلام
 کرد ختمِ مقہ، کہو والسلام

رباعیات

(۱)

اُس آئینہ رو کا دیکھنا کیوں کر ہو جب کوئی یہ چاہتا ہے دیکھے اُس کو
آئینہ رخ مقابل اُس کے اُکھر کہتا ہے کہ ”پہلے اپنا منہ تو دیکھو“

(۲)

بندوں کو ضرور ہے خد ابراہیم بھیر پاپہ بہ پاپہ ابنیا براہیم
جب خاتمِ مرسلین کو مان لیا لازم ہے اُنکے خدا براہیم

(۳)

راج نہ ہوا تھا آفتاب اُس دن تک وہ معجزہ یہ الہی تھا بے شک
بن آئی ہے کیا کو اکبرِ خمہ کی خواستہ بہ چل رہی ہے کیسی چٹک

(۴)

جو لوگ مسیرِ فیض کے ہیں سائر ہوتے ہیں قبورِ او صیا کے زائر
خواستہ کو جس طرح ہے کیر بروج حق بارہ اماموں میں ہے یوں ہی دائر

۱۔ رباعی نہیں ہے - خب، م رباعی حاشیہ پر بھی درج ہے - رخ

۲۔ ۳۔ ۴۔ رباعیات نہیں ہیں - غ ۲۔ ہے، ندارد - ما

(۵)^۱

منہ ظور ہے دو کی یہاں شناخانی ایک
یعنی حسن و حسین، اللہ، اللہ

ہے نام و نشان میں ایک کا ثانی ایک
پانی سے مولا ہے ایک، بے پانی ایک

(۶)^۲

وہ دشت میں خوں سے ندی نالے لبریز
کل خلد میں ہوں گے شہد اکے آگے

خونباب سے وہ پاؤں میں چھالے لبریز
کوثر پہ دھڑے ہوئے پیالے لبریز

(۷)^۳

اے جبرخ لئیم، ناجواں مرد، درخ
وہ خلق اور خنجر، اے ستم گر افسوس

ہو ستمہ حسین کا ہم آرد، درخ
وہ سر، اور نیزن ہائے بے درخ

(۸)

وہ چشمہ دلا کہاں سے پید ا ہوگا
کیفیت بادہ، آبِ جیول میں کہاں

پیدا بھی ہوا تو تو ہی کہہ، کیا ہوگا
پانی ہے کمال یہ، نہ میٹھا ہوگا

(۹)

ناظم اسے خط میں کہتے ہو کیا لکھے
ہو جائے گا خط بالِ کبوتر پہ گراں

ہم کیا ہیں، حالِ زار اپنا لکھیے
کیوں سنگِ دلی کا شکوہ اتنا لکھیے

(۱۰)

بہرینہ کامد حِ خواں، برکی میں دوبار
نوروز، اور اسی کے بعد ناظم بہسات

ہے عشرتِ رائقاں برکی میں دوبار
ہے فصلِ بہار یہاں برکی میں دوبار

(۱۱)

اخلاص کے دھوکے پر ہوں مائل تیرا
ریشم کے سے لچھے ہیں سب اظفار تیرے

سیج یہ ہے کہ جاننا ہے مشکل تیرا
کیوں کر جانوں، کہ سخت ہے دل تیرا

پہر چنہ اکیر بندہ فرقت ہوں میں
نومید ہوں کیوں صبح شب فرقت سے
آخرا اپنے بنی کی امت ہوں میں
نالحم کیا منکر قیامت ہوں میں

کیا بات ہے کار ساز تیری، میں کون
دکھوں کیا حوصلہ، بڑھوں کیا مقدر
کیا شان ہے بے نیاز تیری، میں کون
روزہ تیرا، نماز تیری، میں کون

اُس دشمنِ خلق سے صفائی کیسی
نالحم، یہ خیالِ خام ہے، ہوش میں آ
ظالم سے محبت اُرمائی کیسی
بے مہر ہے، دیر آشنائی کیسی

ہے کس کو شبِ بہر میں پروا لے چراغ
ہے الجھنِ عشق میں میرا محسوس
جلتا ہے تَفِ داغ سے دل، جائے چراغ
پروا نہ پیر سوختہ پائے چراغ

ہر چنہ بلطف و مہربانی پیش آئے
محفل میں شراب کس کو پہنچے جب جام
ہرگز کوئی اُس شوخ کو ساقی نہ بنائے
رخنہ گریِ مثر سے چھلنی بن جائے

کھیلے لقاؤ کے اثر کو میں نے
ظاہر درہ بام سے ہے نقشِ رخِ دست
مستہو، کیا سعیِ نظر کو میں نے
بٹ خانہ بنا دکھا ہے گھر کو میں نے

جاناں کو کہ مہر و وفا ہے سب جھوٹ
دہ کب لکھا ہے ادرب کب کہتا ہے
کچھ اُس نے کہا ہے یا لکھا ہے، سب جھوٹ
قاصد کہتا ہے، یوں کہا ہے، سب جھوٹ

(۱۹)

گو اس کی ہنس لطف و عنایت باقی
ہے اس سے ہمیں ایک حکایت باقی
مخفیہ ہوادہ بدگمانی سے تو ہو
ہے شکوہ نہ کرنے کی شعایت باقی

(۲۰)

یاں کمال سے ہے طرح طرح کی کُلیف
اس سال میں باحُفرتِ ماہِ رمضان
خاقوں سے ہوئے ہیں آدمی زار و کُلیف
حاجت کیا تھی کہ آپ لائیں تشریف

(۲۱)

گھر کیسے حُل، ہے وہ ایک امرِ قبیح
جب مَلَن دواجب میں ہوئی عینیت
اسیاسی کچھ اتحادِ باطل ہے صریح
کیوں نہ کہوں کہ ہے ہمہ دوست صمیم

(۲۲)

یہ بندہ خاکار، یعنی ناظم
الضاف ہیں کہ باں سے جائے نومید
عاصی دُکناہ گار، یعنی ناظم
بخشش کا امیدوار، یعنی ناظم

(۲۳)

جی میں ہے نکالے نیا کوئی رنگ
اڑ جائے بو سے پرانہ دے خیر نہ دے
مثل اس کے دہن کے اس کو بھی کیجیے تنگ
مُتلا ہی بنے تو کیا ہے ابرام سے تنگ

(۲۴)

ہو جیسے نمود خانہ بنیاد کے بعد
اب بخشش جہتِ قلم و بند میں میں
تھا جیسے ظہورِ مَیْس، فرہاد کے بعد
ہوں ناظمِ ملکِ زظم، استاد کے بعد

(۲۵)

دل میں جو سہا رہا ہے جاناں میرا
لے تو بھی دیکھ، کیا نہیں ہے ناظم
ہے سینے سے ظاہر نہ تاباں میرا
صبحِ سبِ صبح، چال گریباں میرا

(۲۶)

ظاہر میں اگرچہ یارِ نغمِ خوار ہیں
جب جان کہا اُسے، آزر دہ ہوا
پیرِ عشق کی تاثیر بھی بے کار ہیں
کیوں کر مانوں کہ وہ وفادار ہیں

(۲۷)

صورتِ دہ بھلی، کہ ہو مگر ماہِ تمام
اچھا ہونا برا نہیں ہے نہ ہمار
سیرتِ دہ بری کہ ہو مگر دلیِ شام
کیوں خو کے برے ہو کے ہوئے ہو بد نام

(۲۸)

آجائے اگر حکمِ فلک سے ناظم
ہے اس کو مخالفتِ مے ناب کے ساتھ
اُس حکم کو ہم سینِ ملک سے ناظم
کھو بیٹے نہ ہم روزہ نکل سے ناظم

(۲۹)

ناگاہ مجھے دکھا کے تابِ خسار
آئے نہ دو بار، کیوں کرائیں، کیوں آئیں
دین و دل دھوئیں لے لئے دہ یک بار
سیج ہے کہ تجلی کو ہیں ہے تکرار

(۳۰)

باقی نہ رہے ہاتھ میں جب قوتِ وزور
بیری ہے اگر شبِ جوانی کی سحر
بن جائے نہ کیوں عقدِ خاطر ہر پور
اس صبح کی شام کیا ہے، تارِ بلی گور

(۳۱)

اندازِ داد سے کچھ اگر لپیچاؤں
کافر، مغرور، بے گنہ کش، بیباک
البتہ اُسے خدا کا قائل جانوں
وہ خدا کو مانے، کیوں کر مانوں

(۳۲)

گر عقل و شعور کی رسائی ہوئی
کو شر پہ صلہ لے جامِ مے کیوں دیتے
واعظ کی سمجھ میں بات اُٹی ہوئی
مے پینے میں کچھ اگر برائی ہوئی

(۳۳)

سجادہ ہے میرا ملکِ نبلی فام لبِ بیچ کو لب، افتاب اس کا امام
تار بے گنتا ہوں میں سمرِ تکِ ناظم لبِ بیچ امام تک پہنچ کر ہو تمام

(۳۴)

عاشق جو ہوا ہے تو کسی پر ناگاہ ہے میری طرح سے حالِ یرا بھی تباہ
کیا حسن ہے لاغری میں اللہ اللہ جس پر قربان ہو نہ آخر ماہ

(۳۵)

اچھے جو رقیب سے وہ گل، لی کے شرب کہتے ہیں ہوا چاک کشالشی میں نقاب
سب جھوٹ، نقاب رخ بدیوں کر ٹہرے ثابت رکھتا ہے لب لٹاں کو مہتاب

(۳۶)

گو کچھ بھی دہ منہ سے نہیں فرماتے ہیں شیریں سخن کا ہم منزرا پاتے ہیں
الفاظ کچھ ان کے منہ میں گرا آتے ہیں لب کھل نہیں سکتے، منہ ہو جاتے ہیں

(۳۷)

۱۲ نوش لب و ماہ رخ و زہرہ جیس اُٹھتا ہی ترے رخ پہ حیراں ہیں
ہے شانہ خم زلف میں زنجیرہ پا ہے کمرہ رواقِ چشم میں گونہ نشیں

(۳۸)

ہے قائم آل تا قیامت موجود ناظم ہے لہجہ گونہ علامت موجود
برحق ہے امامِ وقت، کہتے ہیں بنی مائیم درامت ز امامت موجود

۱۔ اُٹتے ہیں - فب

۲۔ ۱۲ نوش لب، ماہ رخ، زہرہ جیس - فجا، فب، فنج، خدا، فنج، م

ہیں ایک ہی نور سے بنی وحید^۲ کیا وجہ جو کبھی خلق کو دو آنے نظر
سمجھا نہیں کوئی اس کو اب تک ناظم اللہ کا ستارہ معجزہ^۵ شقی قمر

- ۱۔ رباعی میں ہے - خ، غ، م
- ۲۔ بنی وحید، پیدا - ما
- ۳۔ کیا وجہ ہے جو خلق کو - فب، م
- ۴۔ کبھی نہ ارد - ما
- ۵۔ معجزہ - خا، خج، خد

اقصیدہ در منقبت

اعجازِ نیاکون ہے محبہ سادہ تقریر
 خالق نے بنایا ہے مجھے علم مجسم
 والشمس کا ہے نور ہر اک حرف سے روشن
 ہے بے مددِ غیر، مری روشنی طبع
 جو نکل مرے باغِ طبیعت میں ہے پیدا
 ہو گئی طرح میرے سخن سے وہ شگفتہ
 بیسوں کا وہ عالم ہے مرے باغِ سخن میں
 کھلے دو زبان ہاتھ میں، تیغِ دو زبان ہے
 قوت نے طبیعت کی کیا شہرہ عالم
 کہو یسے زبان خاکِ سخن دان مرے آگے
 خاموش ہے خجالت سے فدا طوں مرے آگے
 گر بحث کرے مجھ سے کبھی طوطی اُمل
 ہے نقشِ مرے صفحہ خاطر پر ازل سے
 باطن کی صفا بھی ہے سوا علم و سہز کے
 مجھ سا کوئی عارف، کوئی کامل نہ ہو پیدا
 ہوں قیدِ تعلق میں تعلق سے بری میں
 مگر اب گریباں میں جمع ہے کسِ طاقت

ہوں کاشفِ اسرارِ نہاں خانہٴ تقدیر
 قرآن ہے مرا دل، تو مرا سینہ ہے تفسیر
 ہر نقطہ میں ہے آیہ والہجہ کی تزییر
 یہ سنجہ وہ ہے جس کو نہیں حاجتِ حلیر
 ہر لہر میں اس کے یہ بیضائی ہے تزییر
 جو غنچہ پیرِ مردہ کی مانند ہو دل گیر
 جس طرح معانِ نور کے فردوس میں تعمیر
 آسان مجھے ملکِ معانی کی ہے تسخیر
 ہے زورِ کہاں باعثِ پرتابِ ہر تیر
 ہے بلبلِ کثیر از یہاں، بلبلِ تصویر
 سبھاں کو کہاں تاب کہ کوئے لبِ تقدیر
 موجِ عرقِ شرم کا حلقہ ہو گلو گیر
 جو خامہٴ قدرت نے کیا لوح پہ تحریر
 اعجازِ سخن میں ہے زبانِ صلبِ تاثیر
 گردشِ جو کرے تابہ قیامت ملکِ پیر
 سترہ آواز کوئی ہوتی ہے زنجیر
 سجدہ مرا سجدہ، مری تکبیر ہے تکبیر

گو یا رگ گردن کے قرین کعبہ ہے تعمیر
کچھ مال و زر و سیم نہیں، خاک ہے اکیر
ہے پیش نظر شاہد مقصود کی تعمیر
تعلیم میں ہیں یر، تواضع میں ہیں کشمیر
صحبت میں کہاں کے ہے وہی راستی یر
بہتر نہیں تقدیر سے میری کوئی تقدیر
دشادہ عادل ہیں میرے، شہر و شہیر
جہر بل کا استاد جو ہے صعب تو قیر
ہے طوطی گویا، پس ائینہ تقدیر
احمد کا ہرادر، یہ رہ شہر و شہیر
دوبار ہوئی رجعت خورشید جاگیر
تاثر دعادہ، کہ بدل جاتی ہے تقدیر
ہو جس سے عیاں مطلع خورشید کی تنویر

مطلع

ہر سطر ہے، سطر قلم کا تب، تقدیر
سحق موج عطا ہے یہ رہ شہر و شہیر
ادریس نے پائی چینِ خلد کی جاگیر
آہن کو کیا موم، یہ پید ہوئی تاثر
ملتی کف موسیٰ کو نہ خورشید کی تنویر
جن و بشر و آب و ہوا ہوئی تسخیر
کس کس کا ہوا عقدہ کشا، ناخن تہیر

گھر بیٹے ثواب رجرا کبر ہے مسیر
دل بستگی دولت دنیا سے ہے نفرت
نظروں میں سماتے ہیں کوئی مردم، نیا
یہ مردم دنیا میں کج و راست برابر
کج و جو زمانہ ہے تو ہو، مجھ کو ہے کیا کام
یاد رہی طالع مرے طالع کے برابر
باطل نہیں، حق ہے جو کروں دکھوی ہر حال
حاصل ہے اسی سے مجھے شاگردی یر ناں
برعکس جو اُن سے ہے، خدا اُن سے ہے برعکس
ہم نام خدا شوہر خاتون قیامت
وہ قوت کمر پیچہ اعجاز کہ جس سے
جان بخش دہ تقدیر، کہ جی اٹھتے ہیں مرد
لازم ہے لکھوں مدح میں وہ مطلع روشن

تقدیر کا لکھا ہے جو وہ کرتے ہیں تحریر
طوفاں میں رہی نوح کی کشتی جو سلامت
یہ اوج اُسے آپ کی تائید نے بخشا
داؤد نے جس وقت لیا نام مبارک
برو نہ اگر نور یہ اللہ کا بیڑا
یہ نام ہوا مہر سلیمان یہ جو کندہ
یعوب کی، ابوب کی اسان ہوئی مشعل

یوسف کی خبر آپ جو زنداں میں نہ لیتے
 حق ہے کہ بدلہ حضرت یحییٰ کی نہ لیتی
 کیسی شکم حوت میں یونس کی مدد کی
 زبور کا قصہ شہ عادل نے چکا یا
 یابی جو شہادت بھی تو اللہ کے گھر میں
 سمجھو اسے کہتے ہیں، عبادت کے یہ معنی
 خالق نے کیا ہے انھیں ہر جس سے ظاہر
 شہرہ ہے سخاوت کا وہ تریاق کہ جس سے
 فقہ نہیں عالم میں نہاں بیر علم کا
 کی عین عبادت میں عنایت جو انگوٹھی
 قعر حشم و جاہ ہیں وہ صدائیں کھنکھاتی
 کیوں روضہ اقدس میں طلا ہو نہ مس قلب
 ایوان رفیع آپ کا رتبہ میں ملک ہے
 اللہ ری بہت، کہ دیا ملش رضواں
 چاہیں وہ جسے حشر میں دیں ساغر کوثر
 نام آپ کا جب تک کہ نہ آجائے زباں پر
 حضرت کے سگ در کو جو رہتے ہیں میر
 ناظم ہیں حد بشری، مدحت مولیٰ
 ہر چیز بہت خوب کیا نظم و قیدہ
 لفظوں میں ہیں یہ عیاں معنی روشن

ہوئی نہ جدا یاؤں سے ان کے کبھی زنجیر
 لیتے نہ اُن کا نام مبارک نہ شمشیر
 حال ان کا ہوا دُرِ صدف دار نہ تعبیر
 کی فیصلہ باز دے کہوتر میں نہ تاخیر
 سجدے میں سر پاک ہوا زخمی شمشیر
 سر کی نہ جیس پائے مبارک سے کھنچا تیر
 شاہ ہے جو قرآن میں ہے آیہ تطہیر
 زائل ہے لسم امنی افلاس کی تاثیر
 نولاکو جن اُس روز کیے کشتہ شمشیر
 سائل کی سلیمان کے برابر ہوئی توفیر
 ایوان ملک کی نہ ہوئی تھی ابھی تعمیر
 یہ گھر عوض خاک ہے اکسیر سے تعمیر
 کیوں شمسہ ایواں میں نہ ہو شمس کی توفیر
 مالعا کسی سائل نے اُن کا دانہ انجیر
 چاہیں جسے بخشش چینِ خلد کی جاگیر
 تقدیر موافق نہیں ہوئی کسی نہ بیر
 دیکھے گمانہ وہ حشر تلک خواب میں قطعیر
 شمسہ نہ لکھا جائے جو دفتر بھی ہو تکریر
 و اہل بیچن کے ہیں شناس لبِ تقریر
 تاریکی زنداں میں پری خانہ ہے تعمیر

ظاہر ہے کہ صفحہ جو حرفوں کی سیما ہے یہ شام ہے کوسن کی تودہ صبح طباخیر
 لازم ہے مگر حدتِ مولیٰ میں خوشی تطویلِ سخن ہو نہ کہیں باعثِ تقصیر
 یارب، رہیں جب تک مددِ خواہید رخشاں یارب، ہے جب تک کہ یہ دورِ فلک پیر
 پیش آئے جو مشکل مجھے، آسان وہ ہو جائے
 تدبیر سے ہر وقت موافق، ہے تقدیر

قطرہ تاریخ یافتن ملک جدید

جب گورنمنٹ سے سوا حاصل ملک مجھ کو لہجہ انعام
ناظم اذ روئے بہت عالی سال بخشش ہے بخشش حکام
۱۲۴۱
۵
۱۲۴۶

تاریخ باغ ۳

واہ، کیا میر فضا بنایہ باغ باغ رسواں ہے جس کے اشد داغ
غنیہ، فکر نے چٹک کے کیا نام تاریخی اس کا نادر باغ
۱۲۵۸

تاریخ رحلت غلام ناصر خاں

ازیں جہاں چوکھر کرد خان نیک بناد بسوئے مادہ رحلتش شدہ نگراں
الم کشیدہ کرد پائے صبر از جافٹ بدیں روش شدہ سانش "غلام ناصر خاں"
۱۸۶۴

قطرہ تاریخ وفات صاحبزادہ محمد رضا خاں بہادر مرحوم

ہائے، کیا داغ دے گیا محن کہ نہ اس کی دوا نہ مریم ہے
سب کی آنکھوں سے اشد ہیں جاں ہر طرف دور دور ماتم ہے
جوشِ غم سے ستارہ سمری میری آنکھوں میں چشم پر غم ہے
فکر تاریخ تھی مجھے ناظم بول اکھا دل کہ درد ہی غم ہے
۱۲۷۸

۱۔ ملک جدید نواب صاحب بہادر دام اقبالہم - م

۲۔ بخشش - خا ۳۔ لم - ۵۔ قطعات نہیں ہیں - خب

قطعہ تار بچھا^۱

وہ مہر سربتہ نواب ذی حشم جن کا
 گئے اور م کو تو تار پنج سال سے سب کو
 ہوئے وہ خان بہادر رئیس بعد ان کے
 غروب کو لب اُتران کا سال رحلت ہے
 سیرر بتہ، معلیٰ خطاب، عدل پناہ
 بہادر ایسے کہ عالی بہادری پہ گواہ
 تمام خلق کو آیا نظر زمانہ سیاہ
 شمار سال اسی میں ہے کیجیے جو نگاہ
 کسروش عقیب یہ بولا، غروب کو لب ہے
 ۱۲۵۶

عجب طرح کے یہ بیٹوں رئیس تھے ناظم
 ہیں، یا ض جناب میں بزرگز نظر اند

قطعہ^۲

وہ نوجواں، منظم اوقات، سب جسے
 مائل، ذکی، ذہین، خردمند، ذی شعور
 رکھتا تھا، یونک، یونک کے مسجد میں بھی قدم
 بدنامیوں سے خوف تھا، رسوائیوں سے ڈر
 سن سن کے عشق، بلبیل و گل کی کھائیں
 خلوت کہے میں اپنے وہ، تہا تھا باغ باغ
 کہتے تھے ناظم، اور بڑا ہوشیار تھا
 علم و ہنر میں منفرد، روزگار تھا
 صحبت سے حال و حال کی بھی اس کو عار تھا
 جیڑھتا تھا نام عشق سے، پیر ہیزگار تھا
 بلبل تو اُک لطف، ایسے گل سے بھی عار تھا
 کیر چین کا شوق، نہ ذوقِ شعار تھا

ہوتا تھا جوشِ خندِ نعل سے وہ سرگراں
 سنبل کے پیچ سن کے دکھاتا تھا بیچ و تار
 کل طرفہ رنگ سے اسے دیکھا کہ لیا کہوں
 زخموں سے جسم گنجِ شہیداں کا تھا جواب
 عالمِ نسیم کا تھا ہر اک آہِ سرو میں
 ڈوبا ہوا تھا یاد میں الیہا کسی کی دل
 اللہ رے زورِ بیتی و حشت، کہ جسم پر
 آنکھوں میں تھا یہ رنگ، کہ اب خوں ٹپک پڑا
 تھا ضعف سے یہ حال، کہ جنبش بھی تھی محال
 بیٹھے تھے گرد و پیش، خرابا بیانِ دہر
 بڑھ کر کہا جو میں نے، کہ مرشد یہ کیا ہے رنگ
 مستِ الست ہوں میں، یہ رنگ آج کا ہیں
 دھوکے سے اگیا تھا خودی کے فریب میں
 تقویٰ کہاں، کہاں میں خرابائی الست
 یہ کہہ کے بے خودی اسے طاری ہوئی مگر
 دیوانے ہیں جو کہتے ہیں، میں پریشان تھا مطلع

جموں لگا نسیم کا بھی اسے ناگوار تھا
 لالے کا داغ دیکھ کے، دل داغ دار تھا
 جو دیکھتا تھا اس کو وہ حیرانِ کار تھا
 داغوں سے سینہ رشکِ دل لالہ زار تھا
 ابر بہار، گریہ بے اختیار تھا
 گویا کہ اک جابِ لب، جو سبار تھا
 دامن میں تھی مکی نہ گریباں میں تار تھا
 بھئی بوٹیاں ہوئی، بلکہ کاخِ دار تھا
 دل کی ترطیب سے اس پہ بھی وہ بے قرار تھا
 پیرِ مغان تھا اب ہر اک بادہ خوار تھا
 فرمایا آنکھ اٹھائے وہی ہے جو یار تھا
 اور چنڈے ابدہ امیں جو پیر ہنزگار تھا
 محوِ بخودِ ہستی بے اعتبار تھا
 وہ بادِ شبنامہ کا مجھ کو خمار تھا
 مطلع یہ ایک وردِ زباں بار بار تھا
 میں تو ازل سے مستِ حسیں یاد تھا

فہرست
اصناف سخن

غزلیات

- ۱۔ ہے جنوں میں صغف ایسا اب تو دامنگیر پا ۲۱
- ۲۔ کیوں کر کہوں رحم ان کو کسی پر نہیں آتا ۳۶
- ۳۔ نام سے خوش ہے بدی کی نہیں پروا کرتا ۷
- ۴۔ دل سے اے جان کے دشمن نہ اتار اہوتا ۱۸
- ۵۔ وہاں فتنہ ہر اک وقت میں کیا کیا ہیں اٹھتا ۸۰
- ۶۔ نہ کہہ کہ گل نہیں ہوتا ہے خار سے پیدا ۳۲
- ۷۔ دھوکے بالوں کو گھوڑے ہو کے سکھانا تیرا ۲۲
- ۸۔ پردہ دہکھا غم بینیاں میرا ۱۲
- ۹۔ جلد جم جاتا ہے ہر شخص کا لفتنا کیسا ۱۲
- ۱۰۔ جلوہ گر ہر طرف اب آئینہ سمیٹا لے لے ماہر و مہر لقا ۲۳
- ۱۱۔ اٹھا صبرا میں ایسا فتنہ میرے جوش سودا کا ۱۵
- ۱۲۔ محتاج نہیں قافلہ آواز دہرا کا ۱
- ۱۳۔ غضب ہے سامنا چشم حیا کا ۲۸
- ۱۴۔ دیکھو زو غ جو ہر صبا کے ناب کا ۱۹
- ۱۵۔ مستلزم سیاست ہے شکوہ لصب کا ۲۹
- ۱۶۔ کیوں ہے گل سنا ہے جو آنا لبنت کا ۲۲
- ۱۷۔ عیسیٰ کا بھی علاج کئی بار ہو چکا ۲
- ۱۸۔ خدا کا نام لکھ کر نام لکھے ہیں محمد کا ۲

- ۱۹ - چارہ گھر ہے عشق کے آزار کا ۲۷
- ۲۰ - پیامِ دوست ہے ہر قول نامہ آدر کا ۳
- ۲۱ - ابرسیہ اٹھا ہے بڑے زور شور کا ۳۱
- ۲۲ - ہم ہیں جس بت کے بچاری، ہے وہ پتلا نور کا ۲۳
- ۲۳ - یہ نقشہ کرد یا سیلِ کسرتک چشم نے گھر کا ۲۴
- ۲۴ - سو قد مہرے ہوا سبیل، ہر اہو تیر کا ۲۱
- ۲۵ - ہے عدم سے سا کو میرا اور تیرے تیر کا ۲۰
- ۲۶ - کام اب رشتہ سوزن سے چلے یاں کس کا ۲۵
- ۲۷ - مخالف جام سے ہجراں میں ہے طبعِ مشوش کا ۳۶
- ۲۸ - آیا ہے ذکرِ باغ میں جب تیری چال کا ۱۳
- ۲۹ - فرقت میں بندہ رہا ہے تصور وصال کا ۱۲
- ۳۰ - ہجومِ غم سے ہوا تنگ حوصلہ دل کا ۵۲
- ۳۱ - صفا میں ایک نقشہ ہے تیرے رخ اور مرے دل کا ۲۲
- ۳۲ - ہے ہر اک انجام آغاز اک نئے انجام کا ۵۳
- ۳۳ - چلا ہے بے بہ پے تیر نگہ اس اُفتِ جاں کا ۵۲
- ۳۴ - اٹھا پردہ نہ میرے آگے اس کے رومے روشن کا ۳۹
- ۳۵ - تو تعلق پر دھواں آیا سہاری آہ کا ۵۵
- ۳۶ - اندازِ نیا ہے دل لگی کا ۳۷
- ۳۷ - آگیا دھیان میں معنوں تری کیتانی کا ۲۰
- ۳۸ - کیا قیامت کا دن بٹرا ہو گا ۷
- ۳۹ - غم اس کا کیا کہ وہ دلالہ پر خفا ہو گا ۱۵
- ۴۰ - مجھ میں کیا ہے مگر اک دم کہیں اٹھا ہو گا ۵۰

- ۳ - ۴۱ - جو کچھ سے امید دار ہو گا
- ۴۷ - ۴۲ - رات جانے کی نہیں، دن بھی اگر یاں ہو گا
- ۴۶ - ۴۳ - آج اُن سے بکرا حوال دل زار کہوں گا
- ۵۱ - ۴۴ - سیکہ لے میں نشتے سے جب کمر فرود ہو جائے گا
- ۴۸ - ۴۵ - میں تیرا بیٹنہ ہوں، جو رنگ و اں ہو جائے گا
- ۸ - ۴۶ - دکھ گرو روز کیے جائے گا
- ۳۵ - ۴۷ - روئش کیا ہم، کہ ہیں یار پہ قابو اپنا
- ۱۱ - ۴۸ - ساکھ سونے میں بھی ہو کسٹرم سے چپ کیا اپنا
- ۱۰ - ۴۹ - صنم کے در پہ مبارک ہو مجھ کو صبر لینا
- ۱۰ - ۵۰ - لی محسب نے گھوڑی تلاش تو کیا ہوا
- ۴۹ - ۵۱ - مہ دو ہفتہ سے خوبی میں وہ دو چند ہوا
- ۵ - ۵۲ - اس کے در پر جو مجھ کو بار ہوا
- ۲۷ - ۵۳ - خدنگ نالہ سے آپ اپنے میں فقار ہوا
- ۳۸ - ۵۴ - گھر گھر کے خاک رہ کے برابر اگر ہوا
- ۵ - ۵۵ - بڑھتا گیا جو رشک تو اخلاص کم ہوا
- ۲۹ - ۵۶ - جب شب کو میرا غل نہ سنا، کمر گراں ہوا
- ۲۵ - ۵۷ - ستم میں شہرہ جو وہ آفتِ زمانہ ہوا
- ۳۲ - ۵۸ - ہم ترے در پہ رہے بھی تو وہ کیا رہنا کھتا
- ۲۱ - ۵۹ - ہر سر لطف آج چشم دل رہا کھتی میں نہ کھتا
- ۳۰ - ۶۰ - ترے در سے میں اٹھا، لیکن نہ میرا دل اٹھا
- ۴۹ - ۶۱ - سیج کھینچے ہو، سیج ہے کہ زمانہ نہیں اچھا
- ۹ - ۶۲ - کبھی خوں ہوتے ہوئے ادر کبھی جلتے دیکھا

- ۱۶ - ۶۳ - نہ کہیں کوئی ذپا یا نہ پیام یار آیا
- ۶ - ۶۴ - بے حال کچھ اپنا مجھے اچھا نظر آیا
- ۲۱ - ۶۵ - جوش کیوں سرگئے پر زخم کہیں میں آیا
- ۱۸ - ۶۶ - کیوں کہے کوئی کہ تم نے کیا کیا
- ۲۷ - ۶۷ - بے پردہ آگے کل مجھے صورت دکھایا
- ۳۳ - ۶۸ - موردِ ضرر کا جب کہ ہیولی ٹھہر گیا
- ۲۵ - ۶۹ - جب وہ بجزم خانہ جن سے نکل گیا
- ۲۳ - ۷۰ - میرے فالوں سے مشبکِ حیرت سا رہا ہو گیا
- ۵۱ - ۷۱ - غیر سے دلدارِ وفا ہو گیا
- ۱۷ - ۷۲ - کیا کھنچا جو تو گٹے کا مہرے بار ہو گیا
- ۳۳ - ۷۳ - دشمنی سے رلے دوست کا تغیر ہو گیا
- ۵۳ - ۷۴ - گمہ ما بندہ، گمہ مہر دِ خشاں ہو گیا
- ۱۲ - ۷۵ - اُبرو کیا پیریں جب بے گریباں رہ گیا
- ۲۲ - ۷۶ - میں کیا خوشی اُن کے خراب میں آنے سے ہو گیا

ب

- ۵۶ - ۷۷ - کچھ غم نہیں ہے صاف مجھے گرد یا جواب

پ

- ۵۷ - ۷۸ - کہنے کا نہ ماننے برا آپ
- ۵۸ - ۷۹ - سوئے ہیں آگے باغ میں کیوں اپنے گھر سے آپ

ت

- ۶۱ - ۸۰ - ہم نے سو سو طرح بنائی بات
- ۶۰ - ۸۱ - تھی آسماں پہ مہرِ چڑھائی تمام رات

- ۵۸ - ۸۲ - ہے شب وصل نہ ہو کاش سحر آج کی رات
 ۶۰ - ۸۳ - بلا ہے لیکہ شب اللہ ظار کی صورت
 ۶۲ - ۸۴ - ہے شب غم کی بڑی خوف و ذکر کی صورت
 ۵۹ - ۸۵ - مریض غم کو عیادت ہے ناگوار بہت

ط

- ۶۲ - ۸۶ - صبح شب وصال میں آواز یا کی چوٹ

ث

- ۶۳ - ۸۷ - جاں فشانی کا داں حساب عیبت
 ۶۴ - ۸۸ - جب کہو کیوں ہو خفا کیا باعث

ج

- ۶۴ - ۸۹ - جمعہا مہنی ہے دیدہ شب زندہ دار آج
 ۶۵ - ۹۰ - جب خلق سے گلاب نہ اترے تو کیا علاج

ح

- ۶۶ - ۹۱ - گردوں پہ دن کو زیر زمیں وقت شام کوچ

ح

- ۶۶ - ۹۲ - بوجھوں جو بادوں قرب مسیحا کسی طرح
 ۶۷ - ۹۳ - رشک سے لافزن نہ کیوں ہو بادوں میں مو کی طرح

خ

- ۶۸ - ۹۴ - آنکھ میں ڈورے عجب ہیں یار سرخ

د

- ۶۹ - ۹۵ - ہے روز و شب وہ رشک شکر بواہوس کے گرد
 ۷۰ - ۹۶ - کوئی یوں عشق میں رسوا نہ ہوا میرے بعد

۶۸ - ۹۷ - قتل پہر غیر کے باندھو نہ مگر میرے بعد

۷۰ - ۹۸ - صیاد کو ہوا ہے مہرانا یاں لپند

۷۱ - ۹۹ - دل ہو تو کیجے آہ کی تاثیر پہر لکھنڈ

۷۲ - ۱۰۰ - جب لکھا ہم نے خط، اشکوں سے ہوا تر کاغذ

۷۲ - ۱۰۱ - دوست نے سوئیپ دیا ہے اسے اپنا تعویذ

۷۶ - ۱۰۲ - ہنس حساب میں لسن میں دسترن کی بہار

۷۶ - ۱۰۳ - پیش جائے تانہ میرے خوں کا دعویٰ یار پہر

۷۸ - ۱۰۴ - جڑھائی ایسی ہے کس نامزد کے گھر پہر

۷۳ - ۱۰۵ - اکیری میں بوقت نزع اگر

۷۵ - ۱۰۶ - سنبھال واعظ زبان اپنی، خدا سے ڈرا اک ذرا حیا کر

۷۷ - ۱۰۷ - جس طرح تیغ، کہے سے معرکے میں جاں جھک کر

۷۷ - ۱۰۸ - مٹیں دیوانہ بنا عاشق لیلیٰ ہو کر

۷۷ - ۱۰۹ - مل جائیں اژدحام میں ہم، ہے یہ ہم سے دور

۷۹ - ۱۱۰ - اعتبار کے لیے ہے میرا یار سے بگاڑ

۷۹ - ۱۱۱ - ہو کیوں نہ الگ سہمہ و زنا کی آواز

۸۰ - ۱۱۲ - گھر ہے مجھ سوختہ جاں کا کرہ نار کے پاس

ش

۸۱

۱۱۳۔ یہی ہے گر مرے بخت سیاہ کی گردش

ص

۸۱

۱۱۴۔ ہے آئینہ خانے میں تراذوق فزارقص

ض

۸۲

۱۱۵۔ باں نہ بالشی کی تمنا ہے نہ لبتر سے غرض

ط

۸۲

۱۱۶۔ کرتا ہوں خوں سے دامن قاتل کی اسیا ط

۸۲

۱۱۷۔ غیرے بڑھ کے کیوں سنا یا ڈٹ

۸۵

۱۱۸۔ بے دیے لے اڑا کبوتر ڈٹ

۸۳

۱۱۹۔ میں نے کہا کہ دعویٰ الفت، مگر غلط

ظ

۸۶

۱۲۰۔ گائیاں دینے میں تم کو ہیں زہار لحاظ

ع

۸۷

۱۲۱۔ ہے سمیت لقمہ دل ترا بیمار وقت نزع

۸۷

۱۲۲۔ پہلے کیلئے طرز بال افشالی پیردانہ شمع

غ

۸۸

۱۲۳۔ پتھر کا بت ہے وہ، ہیں جس کے جگر میں داغ

۸۹

۱۲۴۔ کہاں سے لائے گا آہ شرارہ بار چراغ

ف

۸۹

۱۲۵۔ کینچیوں تو ہے یہ ڈر کہ کہیں کفیع نہ جائے زلف

- ۱۲۲۔ دل میں اتری ہے نگہ رہ گئیں باہر بلیں ۱۰۷
- ۱۲۳۔ سرہائے خوچکھاں ہیں بڑے کوئے یار میں ۱۰۷
- ۱۲۴۔ خوش ہوں کیا آک جھاڑ دوست سن کے بزم طوار میں ۱۱۱
- ۱۲۵۔ ان دنوں اک شمع روکے گھر کی ہوں تعمیر میں ۱۰۵
- ۱۲۶۔ وہی گل ہے گلستاں میں، وہی ہے شمع محفل میں ۱۰۶
- ۱۲۷۔ جی جمبوڑ دینگے ددوؤں، جل تو سہی جین میں ۱۱۲
- ۱۲۸۔ کم نہ جانو لٹوں کو گیسو میں ۱۰۹
- ۱۲۹۔ اے اے اپنی زلف کو وہ پیارے پیارے ہاتھ میں ۱۱۵
- ۱۵۰۔ یہ قیامت ہے کہ بیمار کو مشکل سمجھیں ۱۰۳
- ۱۵۱۔ رونے کی یہ شدت ہے کہ گھر اگلیں اٹکیں ۱۰۲
- ۱۵۲۔ خبر آئی ہے کہ وہ مسرت شراب آئے ہیں ۱۰۰
- ۱۵۳۔ سچنے عرض ناپیں، غم کو ہم قطع کرتے ہیں ۱۱۰
- ۱۵۴۔ کلام سہت کہہ کہہ کر وہ کیا ہم ہر پرستے ہیں ۹۸
- ۱۵۵۔ محبت آئیے میں آمد شد دم دیکھتے ہیں ۱۱۴
- ۱۵۶۔ مردہ زندوں کو تری آن سے ہم دیکھتے ہیں ۱۱۳
- ۱۵۷۔ منانہ کستم بکھر ہے سوال نہیں ۹۹
- ۱۵۸۔ جس میں نہ لخت دل ہو وہ دامن ہی نہیں ۱۰۲
- ۱۵۹۔ بھید کے معلوم کرنے کے لیے غم خواہ ہیں ۱۰۸
- ۱۶۰۔ عاشق حق ہیں، ہمیں شکوہ لفظ میر نہیں ۱۰۹
- و
- ۱۶۱۔ کہتے ہو جائیں گے، بھر کیوں نہیں جاتے، جاؤ ۱۱۹
- ۱۶۲۔ یہ دماغ اس کو کہاں ہے کہ سنوارے گیسو ۱۲۲

- ۱۲۲ - ۱۶۳ - چاہتا ہے دیکھنا اگر صورت نسیم کو
 ۱۱۷ - ۱۶۴ - بھونہ لپیٹے گا سنا کر عجب کو
 ۱۲۳ - ۱۶۵ - اور کیا نالہ و فریاد سے حاصل عجب کو
 ۱۱۸ - ۱۶۶ - کم سمجھتے ہیں ہم خلد سے مے خانے کو
 ۱۱۹ - ۱۶۷ - کہاں گئے ہیں مشبک دل و جگر دیکھو
 ۱۱۷ - ۱۶۸ - ہم نہیں چاہتے کہ دولت ہو
 ۱۲۱ - ۱۶۹ - بعد ملت عجب سے کہتے ہو کہ کیا بیمار ہو
 ۱۲۳ - ۱۷۰ - گھلف کیا ہے مگر صورت میں مہر و مہ سے بہتر ہو
 ۱۲۰ - ۱۷۱ - تم اپنے حسن کو کیا اے لغار سمجھے ہو

۵

- ۱۲۲ - ۱۷۲ - ہے اک لغاؤ نکلت زلف دو تارے ساتھ
 ۱۲۵ - ۱۷۳ - مثل پلے لیٹی ہوئی ہے رگ جاں پیرے ساتھ
 ۱۲۵ - ۱۷۴ - میں یہ نہیں کہتا کہ میں اس میں اثر کچھ
 ۱۲۶ - ۱۷۵ - مے کشو! مزدہ، کہ آئی ہے گھٹا مستانہ

یے

- ۱۲۷ - ۱۷۶ - ربح مسکوں میں ہے آباد زمیں حقوڑی سی
 ۱۵۶ - ۱۷۷ - اس سے کیا بحث کہ ہوگی سبب فرقت کیسی
 ۱۴۹ - ۱۷۸ - سحر کھیلی جو بوزلف دو تار کی
 ۱۲۸ - ۱۷۹ - وفا کی ہم نے اور تم نے جفا کی
 ۱۷۵ - ۱۸۰ - قاضی کے منہ پہ ماری ہے بوتل شراب کی
 ۱۷۱ - ۱۸۱ - ہے پس از نوروز فضل جاں و فراہ رسات کی
 ۱۷۹ - ۱۸۲ - آئی لپیڈ اُن کو جو رنگت لبنت کی

- ۱۸۳۔ قسمت نے پھر بہار دکھائی لسنیت کی ۱۷۰
- ۱۸۴۔ بھتی کھو نہ تم رگ ابر بہار کی ۱۵۳
- ۱۸۵۔ مٹا کیا حسرت تن پیر کھوئے ہے کبیر مغل کی ۱۷۳
- ۱۸۶۔ ہے دلا و بز و فرح بخش ہوا سون کی ۱۷۰
- ۱۸۷۔ تجھے کیوں کہوں زندگانی کسی کی ۱۶۱
- ۱۸۸۔ نہ تھی تم سے توقع یوں عدد کے دم میں اُنے کی ۱۵۳
- ۱۸۹۔ یہ تو مانا کہ قیامت ہوگی ۱۷۰
- ۱۹۰۔ کب میں نے کسی بات پر تلوار نکالی ۱۷۳
- ۱۹۱۔ سب کو مہ دو ہفتہ کی تنویر دیکھ لی ۱۷۹
- ۱۹۲۔ آگے ہی کا سا طوہ ہے کیا اب کی بار بھی ۱۵۳
- ۱۹۳۔ لے کے دل زلف دو تالوٹ گئی ۱۷۸
- ۱۹۴۔ اک زمیں بار محبت سے ہنس بیٹھ گئی ۱۸۱
- ۱۹۵۔ گھر کی دیوار ہی ایشیوں سے ہنس بیٹھ گئی ۱۸۰
- ۱۹۶۔ کیوں بوجھوں دیر کیوں تجھے اے نامہ بر ہولی ۱۳۸
- ۱۹۷۔ پھر بڑے زور سے ہیں جھوم کے بادل آئے ۱۷۸
- ۱۹۸۔ کرا کر حال واں کب معرض اظہار ہیں آئے ۱۶۷
- ۱۹۹۔ اگر یہ انجمن و افلاک سب بدل جائے ۱۷۷
- ۲۰۰۔ اس توقع پہ کہ دیکھوں کبھی آتے جاتے ۱۵۸
- ۲۰۱۔ دیتا میں سر جھکا جو وہ تلوار کھینچے ۱۳۱
- ۲۰۲۔ گرجاؤں صرے زخم جگر کا ہیں کرتے ۱۵۹
- ۲۰۳۔ اگر فقیر کی حاجت روا ہیں کرتے ۱۷۲
- ۲۰۴۔ کیوں کہوں اس سے کہ تو میرا گریباں جھوڑ دے ۱۵۹

- ۲۰۵۔ کہہ رہے ہیں میرے غم خوار خدا خیر کرے ۱۲۰
- ۲۰۶۔ کہیں جو نہ دل سے تیر کو اس بیچ و تاب سے ۱۵۰
- ۲۰۷۔ کیوں نہ ہوں شرمندہ میں غم خوار سے ۱۳۵
- ۲۰۸۔ کیوں تب غم میں دعا کا ڈر نہ ہوتا میرے ۱۶۶
- ۲۰۹۔ سمجھتے ہیں کہنے سے بے قرار کیسے ۱۲۲
- ۲۱۰۔ دے کے دل مل گئی دل بہر کی طبیعت مجھ سے ۱۲۲
- ۲۱۱۔ عاجز وہ کیوں نہ آئے بھلا بے دہنی سے ۱۷۶
- ۲۱۲۔ تھی غرض لکہ ہمیں آپ کے گھر آنے سے ۱۳۲
- ۲۱۳۔ شاگر ہوں کیوں نہ ہم ادش روزگار کے ۱۵۲
- ۲۱۴۔ بتائے عمر سے اکھٹا عیار دیکھ چکے ۱۷۶
- ۲۱۵۔ دشمن کا بیاں دوست بھلا کیا میرے آگے ۱۳۲
- ۲۱۶۔ ہم ان کی نظر میں سمانے لگے ۱۵۲
- ۲۱۷۔ دیے ہیں دو نعم نے ہم کو بوسے، ہم ایک جاں اب فدا کریں گے ۱۶۷
- ۲۱۸۔ دھکائیں اسے کیا کرتے در سے اکھٹیں گے ۱۶۲
- ۲۱۹۔ بے بادہ ہم سے کب وہ ست عشوہ گر کھلے ۱۵۱
- ۲۲۰۔ ٹھنڈی ہے برق ستونہ جالوں کے سامنے ۱۸۲
- ۲۲۱۔ ان کو گھر کا پتہ دیا میں نے ۱۲۹
- ۲۲۲۔ ان بتوں کو تو بہری چہرں بنایا تو نے ۱۷۵
- ۲۲۳۔ خون تن عاشق بے دل میں کہاں، سنا ہے ۱۵۶
- ۲۲۴۔ نہیں کچھ دہ رنجش کی، اگر ہو بھی تو بے جا ہے ۱۳۳
- ۲۲۵۔ نہیں غم جان کا شور اس کے در پر حوصیا یا ہے ۱۲۷
- ۲۲۶۔ ستم کرو ہم پہ بے محاشا، لگاؤ کس کا ہے، خوف کیا ہے ۱۵۵

- ۲۲۷۔ بھیر جائی گرا اس سے ہم تو کیا ہے ۱۳۷
- ۲۲۸۔ ہے اندھیری اور ادھی رات ہے ۱۴۹
- ۲۲۹۔ کھینے اگھر کہ طرز ستم نالیند ہے ۱۶۵
- ۲۳۰۔ رنگ فق منہ خشک گویا عشق کا آزار ہے ۱۷۳
- ۲۳۱۔ کس مہر و شش کا آج اسے انتظار ہے ۱۳۶
- ۲۳۲۔ اک پیری رو کا طلب گار اک پیری خسار ہے ۱۷۲
- ۲۳۳۔ خستہ بیقان غم ہر اک جوان دیر ہے ۱۳۸
- ۲۳۴۔ کیوں اس دہن سے بوسے کا حجو کو سوال ہے ۱۳۳
- ۲۳۵۔ کہا میں نے کہ بے دل ہوں، کہا یہ قول باطل ہے ۱۴۱
- ۲۳۶۔ ہم کو بے چینی میں بھی آرام ہے ۱۴۵
- ۲۳۷۔ کہتے ہیں تجھے لوگ کہ تو سرورِ رواں ہے ۱۳۹
- ۲۳۸۔ ہم کو ہوس جلوہ گہ طور نہیں ہے ۱۳۶
- ۲۳۹۔ قاتل آیا نہیں، کہتے ہیں کہ آرام میں ہے ۱۶۰
- ۲۴۰۔ یاں صبح و شام دھیان میرا نامہ میری ہے ۱۶۶
- ۲۴۱۔ دل میں ناول ترا ترا ز د ہے ۱۵۸
- ۲۴۲۔ انداز نہرالا ہے، اور ہی کچھ ہے ۱۲۸
- ۲۴۳۔ خفا دھر سے اگھر لے شمار باقی ہے ۱۶۴
- ۲۴۴۔ ہر انجن میں ستان اسی خود غما کی ہے ۱۷۴
- ۲۴۵۔ گلا کیوں کر نہ کاشی جن کو ذوق جالستانی ہے ۱۶۲
- ۲۴۶۔ ایسی اے مہر کف پاتری نورانی ہے ۱۷۲
- ۲۴۷۔ اک جہاں کستہ انداز خود آرائی ہے ۱۷۷
- ۲۴۸۔ یوں تو جھپٹ ان کو ہر کسی سے ہے ۱۷۷

- ۲۴۹۔ اے بے سبب کشندہ خلق آفریں تجھے ۱۵۱
 ۲۵۰۔ خند سے وہ بزم ہے میں بسیں دیتے جا مجھے ۱۳۰
 ۲۵۱۔ گذر سگی شغل حیلہ تراستی میں شب مجھے ۱۲۸
 ۲۵۲۔ کچھ اپنے جان و تن کی ہیں ہے خبر مجھے ۱۵۷
 ۲۵۳۔ جب کہ جاناں سے محبت ہے مجھے ۱۵۲
 ۲۵۴۔ کبھی تو سوچیے دل میں درد ادا کئے لیے ۱۳۱
 ۲۵۵۔ رونے سے ہاتھ اے دل دانا اٹھائے ۱۳۵

مطلع

- ۱۔ رشتہ سے نوک خار منترہ کا پتہ ملا ۱۸۳
 ۲۔ یہ دردوں ایک سے ہیں ہماری نظر میں زخم ۱۸۳
 ۳۔ ستم ہو زمین یہ درد جو اس کی مگر میں ہو ۱۸۳
 ۴۔ کیا بری چوٹ ہے عشق مگر قاتل کی ۱۸۳
 ۵۔ بہت ہماری درد سے کب سست ہوئی ۱۸۳

مخمس

- ۱۔ چہ ہے اے اکھے محو تماشاے توشہ ۱۸۹
 ۲۔ برا کوئی ہے تو آپ کو ہے بدی کسی نہ تو کیا کر ۱۹۲
 ۳۔ نہ درگزر اجفا سے آسمان تہذو بہرسوں ۱۹۱
 ۴۔ ات زماں پیر، لب پہ ہر دم آہ آتش بار ہے ۱۸۷
 ۵۔ طوٹی ہیں وہ قدر سادہ رہی کچھ ہے ۱۸۷

سہرا

- ۱۔ زہر نئے دائرے پر چاند کے گایا سہرا ۱۹۷

- ۱۹۸ ۲۔ ملائک کی رگ جاں کا ہے سہرا
- ۱۹۷ ۳۔ نعلِ علمِ احمدِ فخر ہے سہرا
- سلام
- ۲۱۷ ۱۔ کل روپ اور دیکھے گا کائنات کا
- ۲۰۹ ۲۔ اس پر سلام قبلہ ہے جو نو امام کا
- ۲۱۲ ۳۔ مجرئی سنتے ہیں کل صبح وہ ساماں ہوگا
- ۲۱۵ ۴۔ درود اس شاہِ عالی آستان پر
- ۲۰۷ ۵۔ جب شاہ کو ہلال نے جھک کر لیا سلام
- ۲۱۳ ۶۔ خستہ خنبرِ ستم کو سلام
- ۲۱۴ ۷۔ حضرت شبیر کو پہنچے سلام
- ۲۰۲ ۸۔ مجرا ہے اسے جس کے شناخاں ہیں ہزاروں
- ۲۰۱ ۹۔ تسلیم ہے حسین علیہ السلام کو
- ۲۰۷ ۱۰۔ میرا سلام پہنچے مہرِ سپہر دیں کو
- ۲۰۳ ۱۱۔ جب وقت سلام آنکھ میری اشک نشاں ہو
- ۲۱۶ ۱۲۔ سلام اُس خستہ پیر تھا جس کا تن زخموں سے صد پارہ
- ۲۱۴ ۱۳۔ ہاں مجرئی امامِ سپہر آستان کو دیکھو
- ۲۱۰ ۱۴۔ اے منبعِ آنکھ اظہارِ بندگی
- ۱۹۸ ۱۵۔ سمجھے ہوئے ہیں ہم کہ ہیں ہے جدا علی
- ۲۱۷ ۱۶۔ منہ سے گرو صفِ رخ شاہِ نعل جائے ابھی
- ۲۱۱ ۱۷۔ تسلیم اس مہرِ فی کو جس کی دوا نہ تھی
- ۲۰۵ ۱۸۔ مجرئی وقتِ سفر نے کہا صغرا سے
- ۲۰۶ ۱۹۔ سلام اُس شاہ دیں کو جس نے بڑھ کر اہلِ عالم سے

- ۲۰۱ - ۲۰. اُسے سلام کہ دریا پہ تشنہ کام ہے
 ۲۰۰ - ۲۱. اُس شاہ کے سلام کا مجھ کو خیال ہے
 ۲۰۸ - ۲۲. میرا اُسے جو خستہ دل و سوختہ جاں ہے
 ۲۰۴ - ۲۳. کسی نے سجدے سے بوجھا تھا امتحاں کے لیے

داسوخت

- ۲۴۹ - ۱. عشق نے رگ زمانے کو دکھائے کیا کیا
 ۲۳۵ - ۲. عشق سا کوئی زمانے میں دل آزار نہیں
 ۲۱۹ - ۳. اے ندیمان خرد پیشہ نیا حال سنو
 ۲۲۳ - ۴. کل کی ہے بات کہ تم میں نہ یہ زیبائی تھی
 ۲۸۱ - ۵. کیا بہارِ جہنم عشق کا عالم کہیے

ترکیب بند

- ۲۹۲ - ۱. سیج کو یوں ہے کہ یہ گرداں فلکِ بے کمر و پا
 ۲۹۳ - ۲. بے قلم آج اس انداز سے گرم رفتار
 ۲۹۹ - ۳. بعدِ تحریر طریقِ خرد و علم و نظر
 ۲۹۵ - ۴. کیا کیا! الجھن دہر ہے عبرت کا مقام
 ۲۹۴ - ۵. کیا ہوا کرو قد و اب وہ بکھارا خم و خم
 ۲۹۷ - ۶. اے خردمند، نظر باز و طرب دوستِ جوان
 ۲۹۸ - ۷. آنے والا ہے وہ مقام کہ وہ زلزلہ آئے

مثنوی

- ۳۰۰ - ۱. عجب فتنہ ہر داز ہے آسماں
 قصیدہ در منقبت
 ۳۱۰ - ۱. اعجازِ ناکون ہے حجبِ سادہ تحریر

رباعیات

- ۱۔ اخلاص کے دھوکے پر ہوں مائل میرا ۳۱۵
- ۲۔ دل میں جو سہارا ہے جاناں میرا ۳۱۷
- ۳۔ وہ ہیشتمہ دلا کہاں سے پیدا ہوگا ۳۱۵
- ۴۔ الجھے جو رقیب سے وہ کل لی کے شراب ۳۱۹
- ۵۔ جاناں کو کبر مہر و فنا ہے سب جموٹ ۳۱۶
- ۶۔ گھر کیسے حلول، ہے وہ اک امرِ قبیح ۳۱۷
- ۷۔ ہو جیسی نمود فائدہ بنیاد کے بعد ۳۱۷
- ۸۔ ہے قائم آل تا قیامت موجود ۳۱۹
- ۹۔ وہ دشت میں خوں سے ندی نالے لہریز ۳۱۵
- ۱۰۔ ہو ہند کا مدح خواں ہر س میں دوبار ۳۱۵
- ۱۱۔ ناگاہ مجھے دکھا کے تاب رخسار ۳۱۸
- ۱۲۔ میں ایک ہی نور سے نبی و حیدر ۳۲۰
- ۱۳۔ باقی نہ رہے ہاتھ میں جب قوت و زور ۳۱۸
- ۱۴۔ جو لوگ مسیر فیض کے ہیں سائر ۳۱۷
- ۱۵۔ ہے اس کو شب، ہجر میں پروا نے چراغ ۳۱۶
- ۱۶۔ اے حیرتِ لبیم، نا جواں مرد دریغ ۳۱۵
- ۱۷۔ یہاں کمال سے ہے طرح طرح کی کلفت ۳۱۷
- ۱۸۔ راجع نہ ہوا کما آفتاب اس دن تک ۳۱۷
- ۱۹۔ منظور ہے دد کی ثنا جواں ایک ۳۱۵
- ۲۰۔ جی میں ہے نکالے نیا کوئی رنگ ۳۱۷
- ۲۱۔ سجادہ ہے میرا ملک نیلی نام ۳۱۹

- ۲۲۸ - ۲۲. صورت وہ بھلی کہ ہو مگر ماہ تمام
- ۲۱۸ - ۲۳. آجائے اگر حکم ملک سے ناظم
- ۳۱۷ - ۲۴. یہ بندہ خاکدار یعنی ناظم
- ۳۱۷ - ۲۵. بندوں کو ضروری ہے خدا پر ایمان
- ۳۱۶ - ۲۶. کیا بات ہے کار ساز پیری، میں کون
- ۳۱۸ - ۲۷. انداز و اداس سے کچھ اگر پہچانوں
- ۳۱۹ - ۲۸. ۱۷ نوش لب، ماہ رخ، زہرہ جیس
- ۳۱۶ - ۲۹. ہر چند اسیر بندہ فرقت ہوں میں
- ۳۱۸ - ۳۰. ظاہر میں اگر یہ یار غم خواہ نہیں
- ۳۱۶ - ۳۱. گو کچھ بھی وہ منہ سے نہیں فرماتے ہیں
- ۳۱۷ - ۳۲. اس آئینہ رو کا دیکھنا کیوں کر ہو
- ۳۱۹ - ۳۳. عاشق جو ہوا تو کسی پر ناگاہ
- ۳۱۸ - ۳۴. سر عقل دشواری کی رسائی ہوئی
- ۳۱۶ - ۳۵. اس دشمن خلق سے صفائی کیسی
- ۳۱۷ - ۳۶. گو اس کو نہیں ہے لطف و عنایت باقی
- ۳۱۶ - ۳۷. کھیل کے لہو رکے اثر کو میں نے
- ۳۱۶ - ۳۸. ہر چند ملطف و مہربانی پیش آئے
- ۳۱۵ - ۳۹. ناظم اسے ذمہ میں لیتے ہو بلکہ

قطعات

- ۳۲۲ - ۱. وہ مہر مرتبہ نواب ذی حشم جن کا
- ۳۲۱ - ۲. ازیں جہاں جوں سفرگرد خان نیک بناد
- ۳۲۱ - ۳. وہ کیا پر فضا بنایہ باغ

- ۳۲۱۔ ہم۔ جب گورنمنٹ سے ہوا حامل
- ۳۲۱۔ ۵۔ ہائے کیا داغ دے گیا۔ جن
- ۳۲۲۔ ۶۔ وہ نوجوان، منظم اوقات سب جیسے
-

اشاریہ
اشخاص وغیرہ
(الف)

۱

آتش - ۶ - ۱۱۲	انجمن احمد خاں - ۱۰
آدم - ۲۰ - ۱۰۷ - ۱۶۳ - ۱۷۷ - ۲۰۸	احمد علی - احمد علی خاں
آرزو - مختار الدین - ۶۱ - ۷۱	احمد علی خاں - ۸ - ۲۸ - ۳۲۲
آزاد - عبد اللہ خاں - عبد اللہ خاں	احمد - احمد علی شاہ - ۵۰
آزاد - علی اصغر حسینی - ۲۲	ادرلیس - ۳۵ - ۳۱۱
آزاد - صدر الدین - ۱۹ - ۲۱ - ۲۷	ازرقی - ۳۷
آشفقہ - عنبر شاہ خاں - ۱۰	اسٹورٹ الفنسٹن - ۵
آشنا - محمد اکرم - ۱۰	اسد اللہ - علی
آصف الدولہ - ۷ - ۸	اسد اللہ خاں - ۷۰
آل عبا - ۱۹۹ - ۲۰۲ - ۲۰۵ - ۲۰۸	اسرا فیل - ۲۱۴ - ۲۲۲ - ۲۳۱ - ۲۹۵
ا	اسکندر - سکندر
ابدالی - احمد شاہ - ۵	اسود - ۲ - ۱۱۲
ابراہیم - ۱۲۲	اکبر - مظفر علی - ۱۹ - ۲۳ - ۲۲ - ۳۸
ابلقا - ۲۸۳	۲۱ - ۴۳ - ۹۰
اشتر رام پوری - محمد علی خاں - ۸ - ۱۶ - ۱۹	اصغر - ۵۶ - ۲۰۱ - ۲۱۵ - ۲۱۴ - ۲۱۸
احمد - ۲ - ۱۹۷ - ۲۰۳ - ۲۱۰ - ۲۴۹ - ۲۸۹ - ۳۱۱	اصغر علی (حکیم) - ۱۲

اورنگ زیب - ۱ - ۳

ایوب ۳۱۱

ب

بادام ۲۸۳

باربد ۷۹

باز ۱۵۲ - ۳۱۲

باقر ۲۱۰

باقی اللہ - خواجہ ۲۲

بالا ۵۱ - ۲۳۷

بالی پتے ۲۲۷ - ۲۳۷ - ۲۸۹

بانو - شہر بانو

بانیرہ ۱۱

بجلی ۲۳۷

بربط ۲۲ - ۲۲۵

برسات ۹۶ - ۱۵۰ - ۱۷۱ - ۳۱۵

لبنت ۲۲ - ۲۳ - ۱۷۰ - ۱۷۹ - ۱۸۰

بلبل ۱۶ - ۲۵ - ۷۱ - ۶۳ - ۷۴ - ۸۰

۹۹ - ۱۷۷ - ۱۷۹ - ۱۸۴ - ۱۸۰

۱۸۹ - ۱۹۱ - ۲۲۰ - ۲۲۴ - ۲۲۷ - ۲۳۰

۲۳۹ - ۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۷ - ۲۷۲ - ۲۸۱

۲۸۲ - ۲۸۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹۰

۲۹۲ - ۲۹۵ - ۳۰۰ - ۳۰۲ - ۳۰۷ - ۳۰۹

۳۱۰ - ۳۲۲

اصغر علی خاں - ۲۱ - ۲۲ - ۲۷ - ۲۸

اعزالدین - ۱۱

افسر - احمد یار خاں - ۱۰

اکبر - ۵۶ - ۲۰۳ - ۲۱۱ - ۲۱۲

اکت - ۲۲۷

الطاف علی بریلوی - ۳

الگزینڈر ۱۳

اللہ یار خاں - ۶

الم - سعید اللہ خاں - ۷۰

الماس - ۲۵۲

الہی بخش - ۸۰

امیر - محمد یار خاں - ۶ - ۷ - ۹ - ۱۰

امیر احمد - امیر منیاں

امیر منیاں - ۷۰ - ۷۳ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۸

۳۹ - ۷۱ - ۷۳ - ۷۸ - ۷۹ - ۸۰

۱۰۵ - ۱۱۵ - ۱۸۲

انار - ۷۶ - ۲۸۴

انبا میر شاد - ۱۷

انتیاں - ۲۲۷

انجیر - ۲۰ - ۳۱۲

اندر (راج) - ۱۶۸ - ۱۹۷ - ۲۲۶

انگور - ۲۳ - ۱۱۱ - ۱۳۶ - ۲۲۹ - ۲۸۳

انور - ۳۳

تسیم - کیر خاں ۱۰

تفتہ - ہر گویاں - ۳۲ - ۳۲ - ۳۶

ث

ثاقب - احسن اللہ ۵۸

ثروت - کریم اللہ خاں ۱۰

ج

جان لارنس ۱۶

جبرئیل - ۲۰ - ۱۱۳

جعفر (امام صادق) ۲۱۰

جعفر طیار - جعفر

جلال - ضامن علی - ۱۲ - ۲۱ - ۳۳

جم - جمشید

جمال اللہ شاہ ۱۱

جمشید - ۵ - ۱۱۵ - ۱۸۲ - ۱۹۲ - ۲۵۲ - ۲۷۴

۲۹۲ - ۳۰۱

جنا - ۱۹۷

جہاں دار شاہ ۱

جھکے ۲۲۲

ج

جھیاکلی ۱۹۲

جنار - ۲۸۳ - ۲۸۹

چنگ - ۲۲ - ۸۲ - ۱۴۵ - ۲۲۵

بلقیس - ۲۳۲ - ۲۳۹

بو تراب - علی

بیاد شاہ - محمد معظم - ۱

بکبادوں - ۲۶۲

بہی - ۱۱۱ - ۲۸۳

بیٹاب - عباس علی خاں - ۲۸

بید - ۳۶ - ۲۸۲ - ۲۸۳

بید محبوبوں - ۲۸۳

بے خبر - غلام غوث - ۲۰ - ۳۱ - ۳۲

بے صبر - بال مکند - ۳۳

بیہار - شیخ علی بخش - ۱۲ - ۱۶

پ

پازیب - ۱۶ - ۲۲۲

پسیا - ۱۲۶

پچسی - ۲۲۵

پر دینز - ۳۰

پر دانہ - پر دانہ علی شاہ - ۹

پتہ - ۲۸۳

ت

تراب علی - ۲۱

تکین - میر حسین ۱۲

حفظ ۱۴۸ - ۲۲۷

حوت ۳۱۲

حیا - رحیم الدین - ۸ - ۱۲

حیدر (کرار) ۲۱۰ - ۲۴۲ - ۲۶۷ - ۲۹۹
۳۲۰

حیدر علی خاں - ۵۴ - ۱۹۷ - ۱۹۸

خ

خبر - ۲۹ - ۲۰ - ۲۸ - ۲۹ - ۵۱

۴۱ - ۱۸۰

خضر - ۳۳ - ۶۲ - ۷۲ - ۸۱ - ۱۰۲ - ۱۱۰

۱۲۲ - ۱۴۲ - ۱۷۱ - ۱۷۲ - ۱۸۵ - ۲۰۲

۲۱۰ - ۲۳۴ - ۲۵۲ - ۲۷۲

خلخال - ۲۲ - ۲۷۲

خلیل - ۱۲۲

خیر النساء - زینب

>

دارا ۱۸ - ۲۹۲

داغ - میرزا ۱۳ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳

داؤد - ۲۰۲ - ۲۸۳ - ۳۱۱

داؤد خاں - ۲ - ۳ - ۴

داؤدی (رگل) ۲۸۳

داکتره ۱۹۷

جوہر ۲۸۵

جوڑیاں ۱۱۶

جوسربازی ۲۲۵

جھاگل ۲۲۲ - ۲۹۶

جھیکا ۲۲۲

جھپڑ ۱۷۲ - ۲۲۲

جھلا ۳۱

جھوٹی بیگم ۷۱

ح

حاتم ۱۶۷

حافظ ۱۲ - ۹۰

حافظ رحمت خاں - ۷

حالی - الطاف حسین ۱۹ - ۵۹

حضر - ۲۰۱

حزین - شیخ علی - ۹۷

حسرت - ذوقی دام - ۱۰

حسن (امام) ۲۱۰ - ۲۱۴ - ۲۱۳ - ۲۱۲ - ۳۱۵

حسن - میر - ۳۰۰

حسین - (امام) ۳ - ۵۴ - ۲۰۱ - ۲۰۲

۲۰۳ - ۲۰۴ - ۲۰۷ - ۲۰۸ - ۲۰۹ - ۲۱۱

۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۷ - ۲۱۸ - ۲۱۱

- ۳۱۵

دجله ۱۷۱

دف - ۲۲ - ۸۲ - ۱۲۳ - ۲۲۵

دلاور علی - ۵

دهان ۳۰۵

دهولت ۳۰۹

ذ

ذکاء صلیقی - ۲۹ - ۵۰

ذکی - مهدی علی خاں ۱۱

ر

رازبزدانی ۷ - ۷۰

رافت - رؤف احمد ۱۰

رام بابو سکینه ۳۳

رباب - ۲۲ - ۱۹۵

رسا - احمد علی ۳۹

رستم ۲۱۷

رضواں - ۶۳ - ۱۱۱ - ۱۶۰ - ۲۰۷ - ۲۵۲

۲۸۷ - ۲۹۷ - ۳۱۲ - ۳۲۱

رفعت - غلام جیلانی ۱۰

رفیع الدرجات ۲

رفیع الدولہ ۲

رفیع الشان ۲

رفت - حبیب البنی ۱۱

رمضان ۸۹ - ۳۱۷

رئیس کنعاں - یوسف

ز

زحل ۲۰۷ - ۲۹۳

زخمہ ۸۱

زعفران ۹۳ - ۹۷ - ۱۷۰ - ۱۷۹ - ۲۶۷

زلیخا - ۷۳ - ۱۷۲ - ۱۸۰ - ۱۸۸ - ۱۸۹ - ۲۲۷

زمرہ - ۳۲ - ۱۶۰

زہرا خاتون - ۲۰۱ - ۲۰۵ - ۲۱۲

زہرہ - ۱۶۸ - ۱۸۱ - ۱۹۷ - ۲۲۵ - ۲۲۶

۲۷۲ - ۲۵۹ - ۳۰۶ - ۳۱۹

زینب - ۲۰۸ - ۲۱۱ - ۲۱۵ - ۲۱۶ - ۲۱۷

زین العابدین خاں - ۲۱

س

سارنگی - ۲۳۶

سامری - ۱۸۷

ساون - ۱۷۰ - ۱۷۱ - ۲۹۱ - ۲۶۷

سبز - ۷۵ - ۱۹۲ - ۲۸۹

سجاد - ۲۰۵ - ۲۰۸ - ۲۱۵ - ۲۱۸

سحبان ۳۱۰

سید - ۵ - ۲۰۷ - ۲۱۶

سرد - ۳۵ - ۷۰ - ۵۳ - ۵۶ - ۶۷ - ۷۷

سیاح - میاں داد خان - ۳۲	۸۱ - ۹۶ - ۹۹ - ۱۰۸ - ۱۳۸ - ۱۳۹
سیب - ۱۱۱ - ۲۲۷ - ۲۴۲ - ۲۸۳ - ۲۸۸	۱۴۱ - ۱۴۹ - ۱۵۷ - ۱۶۰ - ۱۶۲ - ۱۶۵
ش	۱۸۸ - ۱۸۹ - ۱۹۱ - ۲۲۰ - ۲۲۸ - ۲۷۷
شاہ نواز خان - صحمام الدولہ - ۵	۲۵۱ - ۲۵۲ - ۲۵۷ - ۲۷۲ - ۲۸۱ - ۲۸۲
شبدیز ۱۷۲	۲۸۵ تا ۲۸۹ - ۲۹۷ - ۲۹۹ - ۳۰۵
شبنہ - حسن	سعد اللہ مراد آبادی ۷۱
شبیر - حسین	سعد اللہ خان ۶
شجاع الدولہ - ۷ - ۱۰	سکندر - ۱۸ - ۳۲ - ۱۱۵ - ۱۸۰ - ۱۸۵
شہاد - ۲۱ - ۷۲	سکینہ - ۲۰۱ - ۲۰۵ - ۲۰۶
شرف الدین - ۱۱	سلسیل - ۲۰۷
شطرنج - ۲۲۵ - ۲۸۵	سلیمان (سلیمان) - ۱۲۷ - ۱۴۲ - ۱۸۱
شعور - سعد الدین - ۱۰	۲۳۳ - ۲۳۹ - ۲۵۷ - ۳۰۱ - ۳۱۱
شمر - ۲۰۰ - ۲۱۰ - ۲۱۷ - ۳۱۵	۳۱۲
شمس الدین - نواب - ۷۱	سلیمان خان و محمد - ۵
شمشاد - ۳۹ - ۱۰۶ - ۱۸۹ - ۲۲۷ - ۲۸۸ - ۲۸۹	سمن - ۱۹۱ - ۲۸۲ - ۲۸۷
شوق - احمد علی خان - ۱۹	سنبل - ۷۴ - ۷۷ - ۱۴۸ - ۱۷۳ - ۲۲۳
شوق - قدرت اللہ - ۴ - ۱۰	۲۲۷ - ۲۳۰ - ۲۳۵ - ۲۵۰ - ۲۵۱ - ۲۵۷
شولت - ۳۳	۲۸۱ - ۲۸۲ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۸ - ۲۹۰
شہباز ۲۶۲	سودا - محمد رفیع - ۹
شہربانو - ۲۰۱ - ۲۰۶ - ۲۱۶ - ۲۱۸	سوز - سید محمد میر ۹
شیر خدا - علی	سوسن - ۳۹ - ۷۵ - ۱۹۷ - ۲۸۲ - ۲۸۷
شیریں - ۱۵ - ۲۳ - ۲۹ - ۵۹ - ۷۲ - ۱۰۵	۲۸۸ - ۳۱۳

ع

عابد - ۲۰۵ - ۲۰۸ - ۲۱۴

عاصی - عبد اللہ خاں - عبد اللہ خاں

عالی - ۳۳

عباس^م - ۵۶ - ۲۰۱ - ۲۰۳ - ۲۰۵ - ۲۰۴ - ۲۰۸

۲۱۷ - ۲۲۴ - ۲۷۰

عبد الرحمن خاں ۲۲

عبد الرحیم ۱۱

عبد العزیز شاہ ۱۹

عبد العلی ۱۱

عبد اللہ لغزادی شاہ - ۱۱

عبد اللہ خاں - ۵ - ۶

عبد اللہ خاں بہادر ۲۱ - ۲۷

عبد الودود - قاضی - ۷۱

عبرت - میر ضیاء الدین ۱۰

عبدیل - محض علی - ۱۹

عمرشی - امتیاز علی^ا - ۱۳ - ۲۰ - ۳۷ - ۳۸

۳۹ - ۵۸ - ۵۹ - ۷۵ - ۷۱ - ۷۲

۷۸ - ۸۲ - ۱۰۷ - ۱۰۵ - ۱۱۵ - ۱۸۲

عمرشی زادن - اکبر علی خاں - ۶۹ - ۷۰

عمر عمر - ۲۸۳

عزازیل - ۲۵۹

۱۸۰ - ۱۷۸

شفیقہ - مصطفیٰ خاں - ۲۷ - ۵۹

ص

صابر - فقیر الدین خاں ۱۱

صدر بزرگ ۱۱۲

صغریٰ^م - ۵۶ - ۲۰۳ - ۲۰۵ - ۲۰۹ - ۲۱۴

صندل - ۱۵۷ - ۱۷۳ - ۱۷۹ - ۲۳۶

صنعت - کریم الدین خاں ۱۱

صنوبر - ۱۸۱ - ۲۲۳ - ۲۸۲ - ۲۸۳ - ۲۸۸

ض

ضامن (امام) ۲۱۰

ضیاء احمد بہ الہی - ۲۷ - ۷۵ - ۵۷

ط

طاؤس - ۸۸ - ۱۱۲ - ۲۲۲ - ۲۵۰ - ۲۶۲

۲۸۲ - ۲۸۵

طبلہ - ۲۲۶

طوبی^۱ - ۱۸۲

طوطی - ۶۸ - ۱۷۳ - ۱۸۲ - ۲۸۳ - ۳۱۰ - ۳۱۱

طوق - ۳۱ - ۷۰ - ۷۱ - ۵۱ - ۵۶ - ۱۷۹ - ۲۸۲

ظ

ظفر - بہادر شاہ - ۷۷

۵۰-۵۸ تا ۴۱-۴۲-۸۲ تا ۸۵

۸۵-۸۴-۸۴ تا ۹۲-۹۲-۹۹

۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۲۰-۱۳۲-۱۳۳

۱۳۸-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۹-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۵

عزیزت - غلام علی - ۱۰

نظمت - احمد خاں - ۱۰

غلام حسین طباطبائی - ۵

غلام علی خاں - ۳

غلام محمد خاں - ۴ - ۸ - ۲۱ - ۲۲

غلام ناصر خاں - ۳۲۱

نحلین - عبد القادر - ۱۲

غیاث الدین خلیفہ - ۱۹

ب

فاتح فیبر - علی

فاختہ - ۱۸۹ - ۲۲۰ - ۲۵۲ - ۲۵۴ - ۲۸۱

۲۸۳

فاخر - احمد خاں - ۱۱

فائق - ملک علی خاں - ۲۴

فتح النساء بیگم - ۱۳

فدوی لاہوری - ۹

فراٹ - ۲۵ - ۲۱۱ - ۲۱۲

فرخ کیر - ۱ - ۲

عشرت - غلام علی - ۱۰

عشق پیماں - ۲۸۴

عظیم الشان - ۱

عقیق - ۱۲۷ - ۱۹۰

علائی - ۳۶

علی - ۲ - ۳ - ۲۱ - ۲۱۰ - ۱۴۲ - ۱۹۸

۱۹۹ - ۲۱۲ - ۲۴۹ - ۲۵۰ - ۲۹۹ - ۳۰۸

علی بندہ - ۲۶۲

علی محمد خاں - ۲ - ۳ - ۴ - ۵

عمدہ خانم - ۲۱

عناں - ۲۸۳

عنبر - عنبر شاہ خاں - آشفہ

عندلیب - ۲۲ - ۲۹ - ۱۳۵ - ۱۴۲ - ۲۸۴

عنقا - ۱۶ - ۴۲ - ۴۲ - ۸۲ - ۱۲۲ - ۲۹۵

عمید - ۴ - ۲۳ - ۲۳ - ۵۱ - ۶۲ - ۷۵

۹۴ - ۱۱۶ - ۲۲۶ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۷۷

عسبی - ۱ - ۲ - ۹۳ - ۱۰۶ - ۱۲۸ - ۱۳۱

۱۴۹ - ۱۸۶ - ۱۹۹ - ۲۰۵ - ۲۲۵

۲۳۸ - ۲۹۰

غ

غالب - ۱۱ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۷ - ۲۱ - ۲۳ - ۲۴

۲۷۹ تا ۳۸ - ۴۱ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۶ تا

۲۲۷ - ۱۹۱ - ۱۸۱ - ۱۴۲ - ۱۵۸

۲۸۸ - ۲۸۵ - ۲۸۲

فتیس - ۱۲ - ۲۹ - ۳۰ - ۳۱ - ۵۰ -

۱۲۲ - ۱۱۷ - ۱۰۵ - ۹۹ - ۸۷ - ۷۴

۱۸۲ - ۱۷۷ - ۱۷۲ - ۱۵۹ - ۱۵۱ - ۱۳۹

۳۱۷

متیر - ۷۸
ک

کاهربا - ۳۰ - ۵۲ - ۲۲۵

کبک (کبک دری) ۱۱۷ - ۱۲۱ - ۱۴۳ - ۱۷۵

۱۸۹ - ۲۲۹ - ۲۴۲ - ۲۸۲ - ۲۸۳

کبوتر - ۲۵ - ۲۹ - ۷۸ - ۸۷ - ۸۵ - ۱۰۳

۱۵۷ - ۲۸۳ - ۳۰۲ - ۳۱۲ - ۳۱۵

کبیر سنجلی - ۹ - ۱۰

کدرا - ۲۲۹

کرم - کرم خاں - ۱۰

کرن پھول - ۲۸۹

کڑ - ۱۷۲ - ۲۲۲

کسری - ۱۴۸

کعبہ - ۲۰ - ۲۲ - ۵۱ - ۵۳ - ۵۴ - ۷۳

۹۳ - ۹۷ - ۱۱۷ - ۱۱۸ - ۱۳۴ - ۱۳۹

۱۲۸ - ۱۵۱ - ۱۵۳ - ۱۵۸ - ۲۰۷

فرعون - ۲۵۹

فرنگ - ۲۱ - ۲۳ - ۳۰ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۸

۵۱ - ۴۱ - ۷۲ - ۷۴ - ۷۸ - ۸۹

۱۰۳ - ۱۰۵ - ۱۱۰ - ۱۱۲ - ۱۱۹

۱۲۸ - ۱۳۹ - ۱۴۲ - ۱۵۹ - ۱۷۴

۱۷۷ - ۲۳۵ - ۳۱۷

فریدون - ۱۸۰

فضا - ۲۰۹

فضل حق خیر آبادی - ۱۱ - ۱۲ - ۱۹ - ۲۷

۳۰ - ۳۱ - ۳۲ - ۴۲ - ۴۳

خلاطون - ۳۱۰

فیردز - ۲۶۰

فیض اللہ خاں - ۵ - ۷ - ۱۱ - ۱۳ - ۲۸

۳۲۲

ق

قادر - عبد القادر خاں - ۱۱

قارون - ۱۰۹ - ۱۴۲

قاسم - ۵۶ - ۲۰۵ - ۲۰۹ - ۲۱۷

قائم - قیام الدین - ۹ - ۱۰ - ۷۳

قطب - ۲۵۱

قطمیر - ۳۱۲

قحری - ۲۰ - ۵۳ - ۵۴ - ۱۳۸ - ۱۷۹

۱۱۱ - ۳۵ - ۳۸ - ۲۰ - ۵۶ - ۱۲۰ - ۱۲۳

۲۳۵ - ۲۲۸ - ۲۲۱ - ۲۸۲ - ۲۸۶ - ۲۸۸

۲۸۹ - ۳۰۰ - ۳۲۳

لجالیو - ۲۸۲

لعل - ۳۲ - ۲۱ - ۶ - ۸۰ - ۹۸ - ۱۲۴ - ۲۰۲

۲۲۲ - ۲۲۱ - ۲۶۲ - ۲۸۸ - ۳۰۲

لکنت - بشیرخان ۱۱

یللی - ۱۶ - ۲۲ - ۳۲ - ۲۶ - ۵۰ - ۷۲ - ۸۴

۱۱۷ - ۱۵۱ - ۱۶۰ - ۱۶۷ - ۱۸۲ - ۱۹۱ - ۲۰۰

م

مالا - ۲۲۲

مالک رام - ۱۷ - ۶۲

مانی - ۱۰۵ - ۲۷۸

ماہر - غلام محمد خان ۱۰

مبلا - عبد اللہ خان - عبد اللہ خان

مجدد - میر مہدی - ۶۵

مجنون - ۶ - ۱۰ - ۱۶ - ۲۲ - ۲۱ - ۲۶

۶۹ - ۸۷ - ۹۷ - ۱۱۲ - ۱۲۶ - ۱۶۰

۱۲۹ - ۱۸۶ - ۱۹۱ - ۲۲۰ - ۲۳۵ - ۲۴۱

مقبرم - ۶۷ - ۲۰۷ - ۲۱۲ - ۲۷۷

محشی - رستم علی - ۱۱

محمد - ۲ - ۲۱۰ - ۲۶۶

۲۰۶ - ۲۲۰ - ۳۹۹ - ۳۱۱

کلب علی خان ۲۳ - ۲۵ - ۳۸ - ۶۷

کلبیم - موسیٰ

کنن ۱۱۵

کوشر - ۳ - ۱۹ - ۵۷ - ۸۲ - ۱۲۲ - ۱۲۷

۱۶۲ - ۲۰۱ - ۲۰۶ - ۲۰۷ - ۲۰۹ - ۲۱۵

۲۲۹ - ۲۵۰ - ۳۱۲ - ۳۱۵ - ۳۱۸

کوکیل - (کلاط) ۱۲۶ - ۲۳۰

کودن - فریاد

کے - کینخرو

کینخرو - ۱۹۲ - ۲۹۲

کینگ - لارڈ - ۱۲ - ۱۵

گ

گلاب - ۳۶ - ۶۵ - ۱۵۰

گلبن - ۱۱۲ - ۱۶۶ - ۲۲۸ - ۲۵۱ - ۲۹۲

گل خورشید - ۲۸۲ - ۲۸۸

گل رعنا - ۱۷۳ - ۱۸۸ - ۲۹۰ - ۲۹۲

گل ورد - ۲۶۷

گنغا - ۱۹۷ - ۲۳۸

گیندا - ۱۱۲ - ۲۸۱ - ۲۹۱

ل

لال - ۱۸۲

مشک - ۳۲ - ۳۴ - ۱۰۴ - ۱۲۲ - ۱۵۸ - ۱۷۴ - ۲۵۷
 مصحفی - غلام سیدانی - ۹
 مصطفیٰ خاں - ۷
 ملا حسن - ۱۱
 منصور - ۲۳ - ۲۸ - ۱۱۱ - ۲۲۹ - ۲۸۳
 منعم - قاضی نور الحق - ۱۰ - ۱۱
 منکرونگیر - ۱۹
 منو لال - ۱۱
 منیر (شکوہ آبادی) - ۲۲ - ۱۸۲
 مور - ۳۱
 مور - ۷۰
 موسیٰ - ۵۲ - ۷۹ - ۱۲۱ - ۱۴۲ - ۱۷۷ - ۱۸۷
 ۱۹۹ - ۲۰۵ - ۲۵۹ - ۳۱۱
 موسیٰ کاظم - امام - ۲۱۰
 مومن - مومن خاں - ۲۱ - ۲۲ تا ۲۹ - ۳۵
 ۲۳ تا ۲۶ - ۵۰ - ۴۳ - ۴۴ - ۴۸
 ۷۹ - ۷۳
 مہدی^۴ - ۲۰۹ - ۲۱۵
 مہ کنعاں - یوسف
 مہ مصر - یوسف
 میاں حسن شاہ - ۱۱
 میٹھا - ۲۸۳

محمد اکرام - ۴۱ - ۴۲ - ۴۳ - ۴۸ تا ۷۲
 محمد جان - ۷۵
 محمد حسن - ۷۵
 محمد خاں - نواب - ۲
 محمد رضا خاں (ممن) - ۳۲۱
 محمد سعید خاں - ۸ - ۹ - ۱۱ تا ۱۳ - ۱۹ - ۲۲
 ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۳۲۲
 محمد شاہ - ۱ - ۲ - ۳
 محمد علی خاں - ۷ - ۸
 محمد کریم اللہ - ۷۹
 محمد مستجاب خاں - ۷
 میر تقی - ۱۹۹ - ۲۱۳
 میر تقی خاں کبہ - ۴
 مرزا محمد - ۲۱ - ۲۲
 مروارید - ۱۷۳
 مریم - ۱۹۰ - ۲۹۳
 مریم - ۹۳
 مسکین - غلام قادر - ۱۰
 مسیح - مسیح
 مسیح - ۳۳ - ۴۵ - ۴۴ - ۷۷ - ۱۱۴
 ۱۲۷ - ۱۳۵ - ۱۵۹ - ۱۸۸ - ۱۹۱ - ۲۱۰
 ۲۱۹ - ۲۲۱ - ۲۳۸ - ۲۷۴ - ۳۰۵
 مشتری - ۲۵۰

نغیم - محمد نغیم - ۹

نوح^۴ - ۱۲ - ۴۶ - ۱۹۶ - ۲۱۷ - ۲۲۹ - ۳۱۱

نوشیرواں - ۳۶

نوفل - ۵۰

ن - ۱۲۳

نیاز بیگم - ۱۳

نیلو فر - ۲۸۲

نیساں - ۳۳

و

وسعت - مستقیم خاں - ۱۰

ونا - حاجی گل محمد خاں - ۱۰

وکتوریا - ۱۶

ولی اللہ سید - ۴

۵

وار - ۳ - ۱۷۳ - ۲۸۵ - ۲۸۶ - ۲۸۹

واردت - ۱۰۳

باشنی فرید آبادی - ۵۹ - ۴۰

بدیع - ۲۸۳

بہر نندراجہ - ۳

ہز آل - میاں عشرت - ۹

ہما - ۱ - ۲۸ - ۹۳ - ۱۰۸ - ۱۴۹ - ۱۷۸

۲۲۱ - ۱۸۸

میرزا - ۱۱۲

میر عرب - محمد

میر فیض علی - ۶

مکیش اکبر آبادی - ۵۲

ن

نادر شاہ - ۵۵

نارنج - ۲۸۳

ناسخ - ۶ - ۱۱۲

ناظر علی - ۷۵

نجم الغنی خاں - ۲ - ۵ تا ۸ - ۱۱ - ۲۳ - ۲۴

۳۸ - ۳۹

نخیف - محمد مہدی علی خاں - ۳۹

نرگس (شہلا) - ۲۲ - ۴۰ - ۴۵ - ۹۲ - ۹۸

۱۰۷ - ۱۱۱ - ۱۷۰ - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ۱۹۰

۱۹۲ - ۲۲۹ - ۲۷۷ - ۲۷۸ - ۲۸۰ - ۲۸۱

۲۹۰ تا ۲۸۷ - ۲۸۲ - ۲۸۴ - ۲۸۶ - ۲۹۰

- ۳۰۰

نسترن - ۷۶ - ۱۱۲ - ۲۸۲

نسرین - ۷۶ - ۱۱۲ - ۲۸۳ - ۲۸۴

نفر اللہ خاں - ۸

نظام - ذکر پاشاہ - ۲۰

نظامی - ۳۴

5

125-127-140-1.2-1.4

()

بنگال ۱

۲۲۵ ۵۳۱

قطن (قطنی) ۲۱ - ۹۰ - ۱۲۶

خیبر - ۳

دارالسلام ۲۰۱

دہلی - ۱ - ۸ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۹ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۵

۲۲ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ - ۲۹

۴۳ - ۴۵ - ۴۱ - ۴۳ - ۴۴

رام پور - ۲ تا ۱۴ - ۱۸ تا ۲۲ - ۲۴ تا ۲۸

۳۲ تا ۳۴ - ۳۵ - ۳۶ - ۳۷ تا ۴۱

۴۱ - ۴۳ تا ۴۵ - ۴۷ تا ۴۹ - ۵۰

۹۰ - ۳۲۲

روہیلکھنڈ - ۳ - ۱۳

س

سبھل - ۳

سہداد پور - ۵

سہوان - ۵

ش

شام - ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۵ - ۲۰۸ - ۲۱۴

۲۸۱ - ۳۱۸

شاہ آباد - ۵

شاہ جہاں پور - ۳

شمس آباد - ۲

بھوپال ۱۶

بھوج پور - ۲

بے نظیر باغ - ۱۸

پ

پانی پت - ۵۹

پٹنہ - ۱

پٹیالہ - ۱۶

ت

تتار - ۳۲

ترکی - ۱۷۷

ط

ٹانڈہ - ۹

ج

جے پور ۲۱

ج

جھاجھیٹ - ۵

جین - ۲۳۰ - ۲۸۵

ح

حجاز - ۸ - ۱۱

خ

خاص باغ - ۱۸

خاکان - ۷۸ - ۱۳۶

کیراز - ۳۱۰

ط

طور - ۲۳ - ۲۴ - ۱۱۱ - ۱۲۲ - ۱۸۷ - ۲۱۸

۲۲۹ - ۲۲۲ - ۲۸۳

ع

عجم - ۱۹۹

عرب - ۱۹۹ - ۲۰۷

ف

فتح کوه - ۱۲

فرخ آباد - ۹

ق

قاف - ۱۰۳ - ۲۷۸

قندهار - ۵

ک

کشمیر - ۲ - ۳

کابل - ۲۰۲ - ۲۱۱ - ۲۱۳ - ۲۱۷ - ۲۳۲

کشمیر - ۸ - ۳۳ - ۱۵۰

گلکنه - ۸ - ۱۴ - ۲۰ - ۵۴ - ۳۰۸

کنعان - ۱۳

کوفه - ۲۸۱

گ

گوانیار - ۱۴

ل

لکهنو - ۷ - ۸ - ۱۹ - ۲۱ - ۲۲ - ۲۳ - ۲۴

۲۳ - ۲۴ - ۷۳ - ۱۱۳ - ۱۹۲

لندن - ۳۹ - ۷۸

م

ماروار - ۱

ماریه - ۷۴

مدینه - ۲۰ - ۲۱۴

مراد آباد - ۳ - ۱۳

مصر - ۱۳ - ۱۷ - ۲۳۹ - ۲۴۰

مصطفیٰ آباد - ۷

میراث - ۲۱ - ۲۲

میواڑ - ۱

ن

نادر باغ - ۳۲۱

نادون - ۸

نخشب - ۲۴۱

نینی تال - ۱۳ - ۱۲

ه

هندوستان - (هند) - ۳ - ۵ - ۱۴

۸۱ - ۱۰۱ - ۱۵۰ - ۱۷۰ - ۲۱۲

۳۱۵ - ۳۱۷

تلمیحات

(ج)

ش	ا
شوق قمر - ۲۹۹ - ۳۲۰	آب بقا - ۳۲ - ۱۲۸ - ۱۵۷ - ۱۷۲
گ	۱۸۵ - ۱۹۹
گنج باد آورد - ۵۱	آب حیات - ۱۲۸ - ۲۱۷ - ۲۵۵ - ۳۱۵
گنج شالگاں - ۷۰	آب حیوان - آب حیات
گنج تارون - ۱۷۲	ا
ل	ارم - ۲۱ - ۲۲ - ۷۷ - ۱۱۸ - ۳۲۲
لیلة القدر - ۲۲۸	ب
م	بیر علم - ۳۱۲
موراج - ۵۵	ج
مہر سلیمان - ۲۵۲ - ۳۱۲	جوئے شیر - ۱۵ - ۳۱ - ۱۰۵ - ۱۳۶
ن	خ
نقش سلیمانی - ۱۷۲	خاک شفا - ۲۰۳ - ۲۱۷
ے	ذ
ید اللہ - ۱۹۷ - ۳۱۱ - ۳۱۷	ذوالفقار - ۳۲ - ۲۷۰
ید بیضا - ۱۷۶ - ۱۹۹ - ۳۱۰	ز
	زمرم - ۳ - ۹۳ - ۲۰۶

آيات قرآني (٢)

ع

عالمها فلها - ٢٩٨

ف

في النار ٢٣٥

ل

لا حول ولا قوة الا بالله - ١٣٨ - ٢٤٢

لمن الملك - ٢٩٨

من ترائي - ١٤٢ - ١٨٢ - ١٨٤

م

من ركب - ١٩٨

و

والشمس ٣١٠

والناس ١٩

والنجم ٣١٠

آيات قرآني

أ

آيت استفتحو - ١١٣ - ١٩٢

آيت تطهير - ٣١٢

ا

ارني - ٢٨٣

الست - ٣٢٣

انا الحق - ١١ - ٢٣ - ٢٥ - ١٠١

٢٢٩ - ١٣٢

ب

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٨٥ - ٢٢٥ - ٨٣ - ٤٤

ذ

ذوالجلال - ١٨٨ - ٢٠٠

س

سبحان الله - ٨٢ - ٨٥ - ١٤٢ - ١٤٥

٢٩٤

کتاب و رسائل

(۱)

تلامذہ غالب ۶۲	۱
ج	اخبار الفنا دید - ۲ - ۲ - ۵ تا ۹ - ۱۱
جغرافیہ ۱۱	۱۳ تا ۱۵ - ۱۶ - ۱۸ - ۱۹ - ۲۳
ح	۲۲ -
حیات حافظ رحمت خان ۳	اردو ادب (رسالہ) ۵۰
د	اردو لے معنی - ۲۰ - ۳۲ - ۳۴ - ۴۵
دیوان غالب (لبنۃ عرشہ) ۵۹	الناظر (رسالہ) ۶۰
دیوان مومن - ۲۶ - ۲۷ - ۵۷	امیر اللغات - ۳۸ - ۳۹
دیوان مومن (فارسی) - ۲۶	انتخاب یادگار - ۲ - ۵ - ۱۹ - ۲۲
س	تا ۲۵ - ۳۸ - ۳۹ - ۴۱
سبد چین ۱۷	ب
سکندر نامہ ۲۲	بوستان خیال - ۱۲
سیر المتاخرین ۵	ت
ص	تاریخ ادب اردو ۳۳
صنم خانہ عشق ۷۳	تاریخ فرخ آباد ۲ - ۵
b	تاریخ ہندوستان - ۵
طب سعیدی ۱۲	تحریر (رسالہ) ۵۰
طبقات الشعرا ۶	تحریر (رسالہ) ۷۱
	تذکرہ کامران رام پور ۱۹

ع

نجماد السعادت ۵ - ۲ - ۳

غ

غیاث اللغات ۲۰

ف

فضول منیر اللہ خانی ۱۱

ق

قرآن (مصحف) ۲۰۳ - ۲۱۶ - ۲۲۶

۲۲۷ - ۲۴۰ - ۳۱۰ - ۳۱۲

قرا بادین (نافع الامراض) ۱۱

مقیع التواریح ۷

ک

کلیات سنیفة ۲۷

کلیات غالب (فارسی) ۱۶

گ

گلستان رحمت ۵ - ۲

م

مائثر الامرا ۵

مسائل تصوف ۵۲

مکاتیب غالب - ۱۳ - ۱۸ تا ۲۰ - ۲۲

۳۰ - ۳۱ - ۳۳ تا ۳۸ - ۴۲

۴۴ - ۴۵ تا ۴۷ - ۵۱

ن

نقد غالب - ۴۱ - ۴۲ - ۴۸ - ۵۱

نقش سلیمان - ۵

نقوش (رسالہ) ۷۲

نقار

نوطر زکلت ۱۲

و

وقائع دل پذیر ۴۲

۵

الہدیہ السعیدیہ فی الحکمۃ الطبیعیہ ۱۲

۷

یادگار غالب ۱۹

Short History of India 5

فرہنگ

۱	۱
اہرام - رنجیدگی - تقاضا	آب بقا - وہ پانی جس کی نسبت مشہور
اہرش - ابلق - دورنگا	ہے کہ چہنہ سے قیامت تک موت نہیں
اہرنیاں - اہر بہار - وہ اہر جو موسم بہار	آتی ہے اور جس کے اثر سے مردہ بھی
میں بھرتا ہے البتہائی لوگ خیال کرتے	جی اٹھتا ہے -
ہیں کہ سیپی میں موتی - کیلے میں کافور	آسیا - جلی
کالے سانپ میں زہرادر بانس میں	آشتی - صلح - ملاپ
بنلوچن اس سے پیدا ہوتا ہے -	آغشتہ - آلودہ - لٹھڑا ہوا
ابلق - محو مادہ - رنگا سیاہ و سفید - وہ	آفرینش - پیدائش
گھوڑا جس کا رنگ کالا اور سفید ہو	آماجگاہ - نشانے کی جگہ
ابلقا - تلیر کی برابر سیاہ پیرادر سفید پوٹے	آمرزش - بخشش
کا پیرنہ جسے خوش آوازی کے باعث	آمل - امیدوار
آثر سٹو میں پالتے ہیں	آہیزش - میل - ملاوٹ
اجساد - جسد کی جمع - بہت سے جسم	آدازہ - غلغلہ - شہرہ
اجماع - اتفاق - کسی مسئلے پر اہل اجتہاد کا مجمع ہونا	آئینہ سیما - آئینہ کے مانند چمیلی پیشانی والا
آجول - بھینچا آجول	آہن ربا - مقناطیس - چمک
انفا - جھپانا - پوشیدہ رکھنا	آہنگ - قصد - ارادہ
ارم - بہشت شہداد - (ایک شہر کا نام جس	

جس میں قوم عاذ آباد تھی)۔

ارتہ۔ آرا

اشراق۔ وہ علم جس کے ذریعہ سے استاد

شاگردوں کو تعلیم دیا کرتا تھا

اشعلہ۔ فتنہ۔ طوفان

اصلا۔ ہرگز

اصوات۔ آوازیں۔ شور

اعترال۔ الگ ہو بیٹھنا۔ یکسو ہونا

اعراف۔ درزخ اور بہشت کے درمیان

کامقام یا حد فاصل

انغاض۔ چشم پوشی

افتادگی۔ عاجزی۔ خاکساری

افعی۔ ایک قسم کا ہریلا سانپ

اقامت۔ قیام۔ سکون

اقلیم۔ ملک۔ اگلے حکماء کے مطابق کواضی

کی آبادی میں کاسا توں حصہ

اکراہ۔ نالیندیگی۔ کراہیت

الحاح۔ التجا۔ خوشامد

المست۔ المست بہرکم۔ کیا میں تمہارا رب بنیں

ہوں جب خدا تعالیٰ نے سب روحیں

بیدہ کیں تو ان سے یہ خطاب فرمایا تھا

روحوں نے جواب میں کہا (جیلے) یعنی

ملا۔ ملی

ہاں، تو ہمارا رب ہے

انام۔ مخلوقات

انامل۔ اٹھلی کے پورے

انظار۔ نظر کی جمع

اورنگ۔ تخت شاہی

اوصیا۔ وحی کی جمع۔ جن کو وصیت کی گئی ہو

ائمہ۔ امام کی جمع

ایاغ۔ پیالہ

ب

بادہ آشام۔ شراب پینے والا

بادیہ بیہائی۔ جنگل میں پھرنا

باربد۔ (لفظی معنی حاضر باش)

ایک مطرب کا نام جو خسرو پر دین کا

مصائب اور فن موسیقی میں استاد کامل

تھا۔ وہ ہر وقت بادشاہ کے پاس جا

سکتا تھا اس لیے باربد نام ہوا

یاک۔ خوف۔ اندیشہ

بد آموزی۔ بری بات سکھانا

برشش۔ کاٹ۔ تیزی

برشتہ۔ کھنا ہوا

برشتہ۔ کھیرا ہوا۔ کرکشی

برومند - بچل دار - باد آور

بربان - قطعی ذلیل

(بزل) - بخشش بزل

بزن - قتل کا حکم

لباس - مانند

لبثی - بندھا ہوا ہونا

لبشیر - بشارت دینے والا - خوش خبری

دینے والا

لطمے - شراب کی صراحی جو لٹکی ہوئی ہے

لوث - بچانا - زندہ کرنا - مجازاً قیامت

لٹا گوش - گمان کی کو

بنت العنب - شراب

بیخ - جڑ

بے دود - بغیر دھوئیں کے

بے غش - خالص - کھرا

بنیش - نظر

پ

پاشندہ - ابروی

پاشویہ - پیردھونے والا

پامرد - ثابت قدم

پامزد - اجرت - مزدوری

بجانا - بھجنا - پورا کرنا

بذیرا - مقبول - منظور

بغاہ - صبح

بہنبہ - روئی

بوسست - جھیلکا

بے - تانت

بیرایہ - زیور - اُرائش - ڈھنگ

بیگیاں - نیز لے کی نوک - برچی کی انی

ت

تالیش - گرمی - حرارت

تہنکتر - اتر کر چلنا - ناز و انداز

تپ خالہ - وہ جھالے جو بخار کے بعد ہوئیں

پیر ہو جاتے ہیں

تتبع - تقلید - پیروی

تثلیث - تین حصوں میں تقسیم کرنا

مذہب عیسوی کے مطابق وحدانیت

کی تین شاخیں - باپ (خدا)

بیٹا (عیسیٰ) روح القدس (جبریل)

تخریم - عزت کرنا

تراوش - ترشح - بیگناہ

ترحم - رحم - مہربانی

تَرَک تازی - دوڑ دھوپ - دھاوا بونا

تَرِیاق - زہر مہرہ

تَرَک - احتشام - شان و شوکت

تَرَکیہ - صفائی - پاک کرنا

تَنِجِیہ - تابع کرنا

تَقْدِیہ - دکھ - تکلیف

تَقْوِیل - دراز کرنا

تَظْهِیر - پاک کرنا

تَعَب - رنج - دکھ - کلفت

تَعْبِیہ - کسی چیز کا کسی چیز میں اس طرح

مل جانا کہ معلوم نہ ہو - پوشیدہ ہونا

تَعْذِیر - کُزنا - تعزیر

تَعَشُّق - آرزو - تمنا

تَعَلُّی - شبنمی - بلندی

تَف - تپ - گرمی

تَفْتہ - حلا کھنا - سوختہ

تَفَرِّج - کیر - تماشا

تَفَوُّل - فال

تَقَاطِع - منقطع ہونا

تَقْدِیم - پیش قدمی - ترجیح

تَکْزِیْل - بار - ادا کرنے والا

تَکْ و تاز - بھاگ دوڑ

تَلَا زَم - باہم لازم ہونا

تَلَطَّف - مہربانی - عنایت و کرم

تَلَوْن - ایک حالت پیرنہ ہونا

تَمَنَع - نفع - فائدہ

تَمَوَّج - تلاطم

تَمَوَّز - سخت گیری

تَوَام - جبر واد

تَوَسَّن - تندرست و سرکش گھوڑا

تَوَغَّل - نہایت مشغول ہونا

تَوَقَّع - شاہی فرمان

تَیْمَار - خبر گیری

ث

ثَبَات - قیام - یابستہ ادی

ثَمِّن - قیمتی

ج

جَادہ - ڈگر

جَار و بَکَش - حباڑ دینے والا

جَان کَاہ - جان کھلانے والا

جَبہ سا - ماتھا بڑھانے والا

جَبَس - گھسٹ - گھڑ پال

حرمت - عزت - آبرو
 حشم - خدمت گار
 حلول - سمائی - اتر جانا
 حله - پوشاک
 حقی - نادانی - بے وقوفی
 حنجرہ - حلق
 حنظل - اندرائن کا پھل

جرم - جسم - جمع اجرام
 جعد - چوٹی - گھٹنہ یا لے بال
 جلوت - مجمع - بھیت
 جلیس - ہم نشین - رفیق
 جنبان - پلنے والا
 جود - سخاوت

ج

خ
 خارا - سُنڈ سخت - نیلا پتھر
 خاٹف - ایک لے جانے والا
 خاکسہ - راکھ
 خُبث - بُنڈگی - بد باطنی
 خدنگ - ایک قسم کا چھوٹا تیر
 خرق - بھڑانا
 خردش - شور و غل
 خشم ناک - غصلا
 خصومت - دشمنی - عداوت
 خلخال - پازیب

جاہ بابل - وہ کنواں جس میں ماروت و
 ماروت دو فرشتے قید ہیں - کہتے ہیں
 جادو دہی سے حاصل ہوتا ہے

جبر - شاہی چھتری
 چشم داشت - امید - بھروسہ
 چشمک - شکر - بچی
 چکیدہ - بٹھا ہوا
 چلیبا - دار - سولی
 چورنگ - ایک دار میں تلوار سے چار ٹکڑے کرنا
 چوگیاں - بلا - ڈنڈا

ح

حجم و حجم - خرام ناز - رفتار معشوقانہ
 حمار - شراب پیچنے والا
 خوناب - خون کے آئینہ - پانی ملا ہوا خون

حاجب - نگہبان - پاسبان
 حدید - تیز کی ہوئی چیز - (لواہ)

دلّی - گدڑی - لٹھینے کا لباس جو اکثر
صوفی درویش پہنتے ہیں

دم - فریب - دھار

دما دم - بچے در بچے

دنی - مکینہ - سفلہ

دوار - بیت گردش کرنے والا

دوال - رکاب کا لٹمہ

دوام - ہمیشگی

دوتا - ٹیڑھا - دوہرا

دستدار - خیر خواہ - ہمراز

دو نیم - دو ٹکڑے

دیبا - نقش و نگار والا ریشمی کپڑا

دیہیم - شاہی تاج

ر

راج - واپس ہونے والا

راجلہ - سواری کا جانور

راکشی - صداقت - دیانت داری

راغ - پیار کے نیچے کامیوان

رائی - خوشبو

رائض - چاکل سواری

رائگاں - مفت

خون چکان - ہوشیارتا ہوا

خیابان - بھلوانی

خیرالانام - ساری مخلوق سے بہتر

خیل - گروہ

>

داد و ستہ - پس دین - باہمی حساب کتاب

عجاز افضیلہ

دار لست تاک - انگور کی بیلوں کو بڑھانے

کاٹھانٹر

داور - منصف - قیامت کے دن القاف

کرنے والا

داٹر - پھرنے والا

دبیر - منشی - الشاہد از

دخت رز - شراب انگوری

در لیخ - افسوس حسرت

در یوزہ گتر بھیک مانگنے والا

دزد - چور

دزدِ فنا - وہ سفیدی جو مہندی لگانے

میں جمیٹ جاتی ہے

دستگدہ - قدرت - مقدور

دستوری - مکیشن - اجازت

زہر جہ - ایک سبز رنگ کا زردی مائل جواہر
 زبوں - خراب - تباہ
 زجاج - شیشہ - کانچ
 زجر - ملامت - کسر زلش
 زخمہ - سار بجائے کا آلہ
 زرا نہ ود - سونے میں لیے ہوئے سونے
 کا ملمع کیے ہوئے
 زرد رو - شرمندہ - شرم سار
 زشت - برا - بد شکل
 زلغار - نبلا کھوٹھا
 زنگبار - کالی روشنائی
 زود آشنا - جلد دوست بن جانے والا
 زورق - چھوٹی کشتی
 زہ گیر - لٹکانے کے لیے لٹکا

ژ

ژولہ - اچھے ہوئے - بکھرے ہوئے

س

ساربان - اونٹ والا - ناقہ سوار

سا طور - جھوٹا

ساغر مل - شراب کا پیالہ

راہت - جھنڈا

ربع مسکوں - دنیا کا جو کچھ حصہ جو آباد
 خیال کیا جاتا ہے اور باقی غیر آباد

رجا - امید

رجس - زندگی

رحیل - کوئٹہ

رفت - اسباب - اثاثہ

رخشانی - چمک - روشنی

رز - انگور یا انگور کا درخت

رسا - بلند ہونے والا

رفت و رواب - جھاڑ پونچھ

رم - وحشت و گریز

رمز (نغمہ) - پیچیدار بات

رواق - سائبان

روکش - مقابل

رو آورد - سوغات - تحفہ

رویش - ٹپکاو

ریش خند - تھسنہ

ز

زاغ - گوا

زبدہ - منتخب - چاہوا

سلاسل - سلسلہ کی جمع - زنجیر

سلب - دور کرنا

سک - دھاگا - رشتہ

سُلم - زینہ - وسیلہ

سمی - ہم نام

سبب - وہ مقام جہاں کثرت سے

سنبھل (خوشبودار گھاس) لگے ہوں

سواد - نواح

سودہ الماس - الماس کا برادہ

سوقار - بڑی چٹلی - بڑا وہ سوراخ یا

شعاف جو بڑے گز میں جس طرف

سے کمان میں رکھتے ہیں ہوتا ہے اور اسے

چلاتے وقت چلے میں رکھ کر جھوڑتے ہیں

سوقی - دکان دار - بازاری

سویدا - وہ سیاہ لقطہ جو دل پر ہوتا ہے

سیار - بہت پھرنے والا

سیلی - ٹھپیرا

سیلاب - پارہ

شش

شافع - شفاعت کرنے والا

شب افروز - رات کا روشن کرنے والا

سافلہا - سنبی چیزیں

سائر - پھرنے والا - گردش کرنے والا

سبک دستی - ہاتھ کی پھرتی - چابک دستی

سبک روح - وہ شخص جس کا جسم لطافت

میں مثل روح کے ہو

سیاس - شکستگی

سینہ - کالا دانہ - ایک قسم کا بیج جو نظر بہ

کے لیے جلایا جاتا ہے

سینہ کار - بڑھنے والا

سبحان - عرب کا فصیح و بلیغ شاعر

سکنا - ہم نے مان لیا

سد - دو چیزوں میں حائل اور مانع چیز

سیدہ - بیری

سیر جوڑ - لاگ - جھپٹ

سیر شک - آئینو

سیر کوہ - سیر کرنے والا

سیر شدہ - حیران - بھٹکا ہوا

سیر نوشت - مقسوم - نصیب

سیر میر - مسند - شاہی گدی

سطوت - دبہ بہ - قہر

سفایت - مکینہ پن

سفلہ - مکینہ

شب تار - اندھیری رات

شب دیگجور - اندھیری رات

شب دیز - مشکلی گھوڑا - خسرو پیر دیز

کے سیاہ رنگ گھوڑے کا نام

شبستان - خلوت خانہ - حرم سہرا

شب گیر - اس سفر کو کہتے ہیں کہ پھر جو گھوڑی

رات رہے چل دیں

شب یلہ - اندھیری رات جو کالے رنگ کے

شحنہ - کوتوال

شہداد - قوم عادی کے ایک بادشاہ کا نام

جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور بہشت

کے بخونے پر ایک باغ بنوایا جو باغ ارم

کے نام سے مشہور ہے - بادشاہ نے

باغ دیکھنے کی غرض سے جیسے ہی دروازہ

پر قدم رکھا اس کی روح پرواز کر گئی

شست - انگلیٹھا - مفراب - ہدف

شقائے گل لالہ

شکیبائی - صبر - تحمل

شمسہ - مجلس کی سنہری تھالی

شجرہ - کھرخ روشنائی

سوریدہ - جبران - پریشان

شوم - منحوس

شہریار - بادشاہ

شیفتہ - فریفتہ

ص

صدق - سچائی - خلوص

بھروسہ گو - جس کی بات میں کوئی ٹانڈہ نہ ہو

صریر - قلم چلنے کی آواز

صعود - بلندی پر چڑھنا

صفا - پاکیزہ

صواب - درست - نیکی

صُور - صورت کی جمع

صومہ - معبد - عبادت خانہ

صہبا - شراب سرخ

صید گد - شکار کھیلنے کی جگہ

صیقل - رنگ دور کرنا - صاف کرنا

ض

ضمان - ضمانتی - ضمانت

ط

طباکیر - ایک سفید نیلا ہٹ لیے ہوئے چیز

جو بالئس کے اندر سے نعلی ہے
 طرہ - زلف - پیشانی کے بال
 طناب - خیمہ کی رسی
 طوبی بہشت کا ایک درخت
 طوف - طواف کرنا
 طیلساں - چادر جو عرب کے لوگ کندھے
 پر ڈالتے ہیں
 طینت - کرسنت - خو

ظ

ظل ظلیل - ہمیشہ رہنے والا سایہ

ع

عار - ننگ

عاصف - آندھی
 عابسا - بندہ عمارتیں
 عمرت - قریبی رشتہ دار
 عجب - غرور - تکبر
 عدم - نیستی نہ ہونا

عزالت - خلوت - تنہائی
 عمر بہ - جنگجوئی

عرض بیگی - وہ عہدہ دار جو لوگوں کی

درخواستیں بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا

عمر عمر - ایک درخت کا نام
 عنزازیل - شیطان کا نام
 عسس - کوتوال
 عسکر - لشکر
 عمل - شہد
 عطوفت - مہربانی
 عفریت دش - دیو جیسا
 علوی - آسمانی - فلکی
 نحتی - گہرائی - دریا یا حوض کی ہتھ
 محل حب - وہ دعایا محل جس کے ذریعے
 باہم محبت و الفت پیدا ہو -
 عناد - دشمنی - بیر -
 عود - بازگشت - مراجعت
 عیاذ باللہ - خدا کی پناہ
 عین ثابہ - چیز کی اصلی حقیقت جو باقی
 رہنے والی ہو -
 عینیت - عین ذات ہونا - اصل حقیقت ہونا

غ

غالیہ سائی - خوشبودار چیزیں گھسنے

غریبال - چھلنی

غرقہ - ڈوبا ہوا

ق

قبیح - نازیبا - معیوب
قدسی - پاکیزہ - مجازاً فرشتہ
قدوم - سفر سے واپس آنا
قدیر - صعب قدرت - خدا تعالیٰ کا نام
قطمیر - اصحاب کہف کے لئے کا نام
تعر - کنوئیں یاد ریا کی گہرائی
تلم رد - ملک - سلطنت
قلہ - پیار کی چوٹی
قمر و شش - چاند کی مانند - خوبصورت

ک

کاخ - محل
کار دانی - معاملہ فہمی
کاشف - کھولنے والا
کاف و نون - لفظ کن سے مراد ہے
کافر حربی - وہ کافر جس سے جنگ واجب ہے
کالبہ - قالب - ڈھانچہ
کاہ ربا - ایک زرد مہرہ جو گھاس کو اپنی
طرف کھینچ لیتا ہے -
کامہش - لاغری
کبر - بڑائی - بزرگی - غرور

نماز - آنکھ سے اشارہ کرنے والا
نمزنے - چشم و ابرو کے اشارے
نغا - لغہ - راگ

ف

فارس - شہ سوار
فتاں - فتنہ اٹھانے والا
فتوح - ادب کی آمدنی - تحفہ
فراست - دانائی - عقل مندی
فرخندہ - مبارک - مسعود
فرد باطل - نیکی اور بے کار چیزوں کا ضبط
فرس - گھوڑا
فرسا - گھٹانے والا
فرو - نیچے - کم رتبہ -
فرو بہشتہ - گہرا ہوا
فشار - دباؤ - بھینپنا
فساد - فصد کھولنے والا
فضل بخور - گہری کا زمانہ
فگار - زنجی - مجروح
فی النار - دو زنج میں بیڑے

گ

گہر۔ آتش پرست

گرداب۔ بھنور۔ پانی کا چکر

گرد باد۔ بگولہ

گرد ندہ۔ پھرنے والا

گزنہ۔ ایدہ۔ تعلیف

گستہ۔ ٹوٹا ہوا۔ اکا ہوا

گلبانگ۔ بیل کی نغمہ سازی

گلبن۔ گلاب کا درخت

گلخن۔ بھٹی۔ چوہا

گلکشت۔ چین کی کیر

گلگیر۔ شمع یا چراغ کی بنی کترنے کی مینی

گل ورد۔ گلاب کا مچول

گنج باد آورد۔ خسرو پروز کے ایک خزانے

کانام۔ لفظی معنی ہوا کالا یا ہوا خرا

گنج شائگان۔ خسرو پروز کے خزانے کا نام

گیرائی۔ پکڑ۔ گرفت

ل

لا یتجزی۔ جس کے مزید ٹکڑے نہ کیے جاسکیں

لا کلام۔ وہ کلام جس میں کچھ جائے گفتگو نہ ہو

لاف و لذاف۔ شینی۔ تعلی

کبک دری۔ پیارٹی چکور جو نہایت خوش

رفتار ہوتا ہے۔

کبود۔ نیلگوں۔ آسمانی رنگ

کتاب۔ ایک قسم کا باریک کپڑا جس کی

نسبت مشہور ہے کہ چاندنی رات

میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے

کحل۔ کرمہ

کذب۔ جھوٹ

کمر۔ بہرا۔

کمزک۔ کاغذ سے حرف چھیلنے والی جھری

کشائش۔ کھینچا تانی

کشائش۔ فراخی۔ کشادگی

کشف۔ اہام۔ صوفیوں کی اصطلاح میں

وہ درجہ جس پر پہنچ کر غیب کے

اسرار کھل جائیں۔

کفش۔ جوتا

کطل۔ بنیزہ جس کا قلم بناتے ہیں

کوالب۔ گولب کی جمع۔ معنی روشن ستارے

کودکان۔ گودل کی جمع معنی بچے

کور۔ نا بنیا

کوزہ لپشت۔ کپڑا۔ خمیدہ لپشت

نماؤں - تاویل کیا گیا
 متعال - بزرگ - برتر
 مکتبی - سلام کرنے والا
 مجمل - خلاصہ
 مجیب - قبول کرنے والا
 محب - دوست شفیق
 محترم - پرہیز کرنے والا
 محرف - بدلا ہوا بڑھا
 محسود - حسد کیا گیا - رشک کیا گیا
 محض - بدیش - تعلیفی
 محیط - احاطہ کرنے والا
 مختلط - ملا ہوا
 مخلد - دائم
 مدار - قرار - ہر او
 مدارا - خاطر داری - تواضع
 مدحت - تعریف - ستائش
 مرجع - جائے رجوع
 مرد مک - آنکھ کی پتلی
 مرغولہ - بیچ دار - خم دار - بالوں کا گونگر
 مرقد - جائے رقاد - سونے کی جگہ
 مزاحم - مزاحمت کرنے والا - روکنے والا
 مزد - مزدوری - اجرت

لہجہ - منہ ہار
 لذت چش - مزاج چکھنے والا
 لطمہ - (طیائی) - دریا کا تقبیرا
 لکہ - ابر کا ٹکڑا
 لمعہ - چمک - روشنی
 لمن الملک - کس کا ملک ہے
 قرآن شریف میں ہے کہ قیامت کے دن
 اللہ تعالیٰ فرمائے گا لمن الملک الیوم
 بتاؤ آج کس کی حکومت اور سلطنت ہے
 لن ترانی - تو مجھے نہ دیکھ سکے گا
 لواء - فوج کا نشان - لشکر کا علم
 لوا مع - لامعہ کی جمع - چمکنے والے
 لہنا - حاصل - منافع

م
 ماسویٰ - اس کے علاوہ صوفیوں کی
 اصطلاح میں ذات باری تعالیٰ کے سوا
 جو کچھ ہے ماسویٰ ہے
 مانی - ایک مشہور و معروف رومی نقاش کا
 نام جو نبوت کا جو ٹاڈھی کر تا اور
 نقاشی کو اپنا معجزہ بتاتا تھا - کتاب
 اثر رنگ اسی کی تصنیف ہے

مصدر - صادر ہونے کی جگہ - کھلنے کی جگہ

مصفا - پاک - صاف

مطبخ - کھانا پکانے کی جگہ

مطیر - برسنے والا

مطیع - فرماں بردار

معاصی - گناہ - قصور

معتکف - گوشہ نشین - اعتکاف

میں بیٹھنے والا

معجز بیان - خوش بیان - کمال فصاحت

و بدعت سے تقریر کرنے والا

معدلت - عدل - الفاف

معرض - ظاہر ہونے کی جگہ - پیش گاہ

معلوس - الٹا - اونڈھا

مخانہ - آتش پرستوں کی طرح

مغتنم - غنیمت

مضطر من الطاعة - جس کی اطاعت فرض ہو

مقال - گفتگو - کلام

مقرر جرم - جرم کا اقرار کرنے والا

مقرر - یقیناً - بلاشبہ

مقوس - وہ چیز جو مثل گمان کے خمیدہ

ہو - آسمان

ملکون - پوشیدہ - مخفی

مس - تابنا

مسا - شام کا وقت

مستحسن - نیک - پسندیدہ

مستقیم - درست - سیدھا

مستلزم - کوئی کام اپنے ادب پر لازم کرنے والا

مستور - پوشیدہ

مستمر - تابع کیا گیا

مسدود - رکا ہوا

مسطر - وہ کاغذ جس پر سطریں بنائے

کے لیے ڈورے لگا دیتے ہیں

مصیر - کیر کی جگہ

مشبک - جالی دار - وہ چیز جس میں

بہت سے سوراخ ہوں

مشعر - خردینے والا

مشکوے (شیریں خورد کا غلوت خانہ)

محل کرا

مشوش - ہریشان - مفسر

مشہد - شہید ہونے کی جگہ - ایران کے

ایک مشہور شہر کا نام جسے طوس

بھی کہتے ہیں - اس جگہ حضرت علی موٹی رہا

کا مزار ہے -

مصباح - چراغ

نمل - شراب

ممسک - گنجوس - بخیل

مملو کہ - قہقہہ کیا گیا .

من اللہ - اللہ کی طرف سے - غیب سے

منظر - دریچہ - کیر گاہ

منعم - نعمت والا

مواخذہ - جواب دہی - گرفت

موجبہ - مدلل - معقول

مورد - اترنے کی جگہ

موکب - لشکر - سپاہ

مہر گیا - ایک گھاس کا نام جس کی جڑ انسانی

چہرے کی مانند ہوتی ہے

مہرورز - عاشق

میگوں - شراب کے رنگ کا

ن

ناب - خالص - صاف

نازشی - فخر - بے پروائی

ناصیہ فرسا - ماکھڑا گڑنے والا

ناطوق - بولنے والا

ناظر - دیکھنے والا

نافلہ - وہ عبادت جو فرض نہ ہو

نامیہ - قوت بخو

ناوک - ایک قسم کا جھوٹا تیر

نبرد گاہ - جنگ کا میدان

نخافت - لاغری - ناتوانی

نخچیر - صید - شکار

نختیں - پیلا

نخل موم - وہ درخت جو موم سے بناتے ہیں

نزیہت خاطر - خوش دلی

نسترن (نسترن) ایک قسم کا خوشبودار

سفید گلاب

نشور - حشر - قیامت

نظارگی - دیکھنا - دید بازی

نغز - محمدہ - نادر

نغمہ - خوشبو - مہلنا

نفس امّارہ - انسان کی وہ خواہش

جو بھرے کاموں کی زبردستی عود کرے

نکبت - مفلسی - خواری

نوا سنج - گائے والا

نورستہ - نیا اگا ہوا

نومید - مایوس - ناامید

ہشیب - خوف - دہشت

نے - نہر کل

نے سوار - وں کچہ جو ڈنڈے کو گھوڑا بنا کر

چلتا ہے ۔

نیابت - نائب ہونا

نیرو - قوت - زور

و

وارفتہ - بے خبر - گویا ہوا

واژگوں - کسرتگوں - اٹا

واماندہ - متعنا ہوا - عاجز

ورع - پار سائی - پیرہیز گاری

وقالغ - خبریں - حالات

۵

ہدف - ہر کا نشانہ

ہم آورد - مد مقابل - حریف

ہمام - کردار قوم - مرد بزرگ

ہمتا - نظیر - مثل

ہم عنان - برابر - ساکتی - رفیق

ہموارہ - ہمیشہ

ہیولا - ہر چیز کی اصل اور ماہیت - خاکہ

ہیولا

۷

یارہ - کٹن

یاور - مددگار

یغما - لوٹ مار - مال غنیمت

کتابیات

- ۱۔ ابواللیث صدیقی لکھنؤ کادبتان شاعری ۱۹۵۵ء
مکتبہ علم و فن - دہلی
- ۲۔ ابوالنفر سید علی حسن خاں بہزم سخن ۱۹۲۹ء
رام سعیدی پریس
- ۳۔ احمد علی خاں شوق تذکرہ کاملان رام پور ۱۹۳۹ء
ہمدرد پریس - دہلی
- ۴۔ اسٹورٹ الفسٹن تاریخ ہندوستان ۱۸۸۶ء
سائنٹیفک سوسائٹی - علی گڑھ
- ۵۔ اسد اللہ خاں غالب اردو ۷ معنی (طبع اول)
مطبع کرمی - لاہور
- ۶۔ اسد اللہ خاں غالب اردو ۷ معنی ۱۸۹۹ء
مطبع نامی محبوبائی
- ۷۔ اسد اللہ خاں غالب مکاتیب غالب (مترجم امتیاز علی کرٹی) ۱۹۷۷ء
- ۸۔ اسد اللہ خاں غالب دیوان غالب (ترجمہ کرٹی) ۱۹۵۸ء
انجمن ترقی اردو - علی گڑھ
- ۹۔ اسد اللہ خاں غالب کلیات غالب (فارسی) ۱۸۷۲ء
مطبع اودہ اخبار - لکھنؤ

- ۱۰۔ اسد اللہ خاں غالب سید چین (مرتب مالک رام) ۱۹۳۸ء
مکتبہ جامعہ - دہلی
- ۱۱۔ الطاف حسین حالی یادگار غالب ۱۹۳۲ء
انوار المطالع - لکھنؤ
- ۱۲۔ الطاف علی بریلوی حیات حافظ رحمت خاں ۱۹۳۳ء
نظامی پریس - بدایوں
- ۱۳۔ امیر احمد مینائی انتخاب یادگار ۱۸۷۲ء
تاج المطالع - رام پور
- ۱۴۔ جبریس ملاطون زالیسی صاحب تذکرہ شعرائے رام پور ۱۸۷۵ء
تلمی - رضالا بٹری - رام پور
- ۱۵۔ رام بابو سکسینہ تاریخ ادب اردو (مترجم مرزا محمد عسکری)
نول کشور پریس - لکھنؤ
- ۱۶۔ رفیق مارہروی - زبان داغ ۱۹۵۶ء
النیم بک ڈپو - لکھنؤ
- ۱۷۔ شاہ نواز خاں (صحفام الدولہ) مآثر الامرا ۱۸۹۷ء
ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ کولتہ
- ۱۸۔ شیخ جاند سودا ۱۹۳۶ء
مطبوعہ
- ۱۹۔ ظہیر احمد صدیقی مومن - شغفیت ادب ۱۹۷۲ء
یونین پرنٹنگ پریس - دہلی
- ۲۰۔ عبدالحی خاں صفا سحیم سخن ۱۸۸۷ء
امداد الہند عین الاخبار - مراد آباد

- ۲۱۔ عبد السلام ندوی شعرا لہندہ ۱۹۲۹ء
مطبوع معارف - انڈیا لکھنؤ
- ۲۲۔ عبد الغفور خاں لہساخ سخن شعرا ۱۸۷۲ء
نول کشور پریس - لکھنؤ
- ۲۳۔ عبد الغفور خاں لہساخ و طوعہ منتخب ۱۸۷۲ء
نول کشور پریس - لکھنؤ
- ۲۴۔ علی اصغر آزاد حسینی و قائل دل پذیر ۱۹۰۶ء
جی۔ نرائن پریس - لکھنؤ
- ۲۵۔ غلام حسین خاں طباطبائی سیر المتاخرین ۱۸۹۶ء
نول کشور پریس - لکھنؤ
- ۲۶۔ غلام علی خاں محمد السعادت x
مطبوع بیابوں
- ۲۷۔ قدرت اللہ شوق طبقات الشعرا (مرتبہ شاعر احمد فاروقی) ۱۹۶۸ء
مجلس ترقی ادب - لاہور
- ۲۸۔ کتب علی خاں فائق مومن ۱۹۶۱ء
مجلس ترقی ادب - لاہور
- ۲۹۔ مالک رام تلامذہ غالب ۱۹۵۷ء
مرکز تصنیف و تالیف - نگر در
- ۳۰۔ محمد اکرام - (شیخ) غالب نامہ x
تاج آفس - بمبئی
- ۳۱۔ محمد اکرام عالم حقیقت رام پور ۱۹۶۰ء
نظامی پریس - بہاولپور

- ۳۲ - محمد امیر اللہ شہید لکھنؤ تاریخ بدیع ۱۸۸۱ء
 قلمی - رضالا بٹری - رام پور
- ۳۳ - محمد حسن رضا خاں اخبار حسن ۱۲۵۰ھ
 قلمی - رضالا بٹری - رام پور
- ۳۴ - محمد رضی الدین بیک کنز التاریخ ۱۹۰۷ء
 نظامی پریس - بدایوں
- ۳۵ - محمد سلیمان خاں نقش سلیمان ۱۹۰۲ء
 مطبوعہ
- ۳۶ - محمد عبدالحکیم حکمت دبدبہ امیری x
 ہر قی مشین پریس - پٹنہ
- ۳۷ - محمد مستجاب خاں گلستان رحمت ۱۲۲۷ھ
 قلمی - آزاد لا بٹری - علی ٹرہ
- ۳۸ - مختار الدین آرزو نقد غالب ۱۹۵۶ء
 انجمن ترقی اردو - علی ٹرہ
- ۳۹ - مصطفیٰ خاں شیفہ حلیات حسرتی و شیفہ ۱۹۱۶ء
 لطیفی پریس - بدایوں
- ۴۰ - مومن خاں مومن دیوان مومن رب ضیاء احمد بدایوں ۱۹۶۲ء
 شانتی پریس - الہ آباد
- ۴۱ - مومن خاں مومن دیوان مومن ۱۲۸۲ھ
 نول کشور پریس - لکھنؤ
- ۴۲ - مومن خاں مومن دیوان مومن (فارسی) x
 قلمی - رضالا بٹری - رام پور

۱۸۸۱۲		کتابخانه ملی ایران - تهران
۵۶۱۵	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
۵۰۴۱۲	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
۵۰۴۱۲	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
X	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
۵۶۱۵	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
۲۵۴۱۲	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
۹۲۴۱۲	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
۵۸۶۱۵	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران
	نسخه خطی	کتابخانه ملی ایران - تهران

۳۳- میکیش اکبر آبادی مسائل لغت ۱۹۷۲ء

انجمن ترقی اردو - دہلی

۳۴- نجم الغنی خاں اخبار المضارید - جلد اول و دوم ۱۹۱۸ء

نول کشور پریس - لکھنؤ

۳۵- نجم الغنی خاں تاریخ اودھ ۱۹۱۹ء

نول کشور پریس - لکھنؤ

۳۶- نجم الغنی خاں کبر الفصاحت ۱۹۱۷ء

نول کشور پریس - لکھنؤ
۱۳۹۸ھ

۳۷- نور الحسن خاں تذکرہ طور کلیم

مفید عام پریس - آگرہ

۳۸- نور الحسن ہاشمی دلی کادستان شاعری ۱۹۴۵ء

ادارہ فروغ اردو - لکھنؤ

۳۹- (سید) ولی اللہ تاریخ فرخ آباد ۱۲۵۷ھ

علی آزاد لائبریری - علی گڑھ

۵۰- یوسف حسین خاں اردو غزل ۱۹۵۲ء

مکتبہ جامعہ - دہلی

۵۱- یوسف علی خاں ناظم - دیوان ناظم - رضا لائبریری - علی گڑھ

۵۲- یوسف علی خاں ناظم دیوان ناظم " " " ۱۲۷۷ھ

۵۳- یوسف علی خاں ناظم دیوان ناظم " " " ۱۲۷۸ھ

۵۴- یوسف علی خاں ناظم دیوان ناظم " " " ۱۲۷۸ھ

۵۵- یوسف علی خاں ناظم دیوان ناظم " " " X

۵۶- یوسف علی خاں ناظم دیوان ناظم " " " X

۳۸۳

دیوان ناظم

۵۷۔ یوسف علی خاں ناظم

۵۱۸۶۱

مطبع حسنی۔ رام پور

۵۱۸۶۹

مطبع حسنی۔ رام پور

دیوان ناظم

۵۸۔ یوسف علی خاں ناظم

Dr Tara Chand ۵۹

A short History of Indian People 12th Edition

Macmillan & Co limited

۱۔ سال

علی گڑھ

۱۹۴۰

-

۱۔ اردو ادب

رام پور

۱۹۴۰

ناظم بکسر

۲۔ الفاروق

لکھنؤ

۱۹۱۵

-

۳۔ الناظر

دہلی

۱۹۴۱

-

۴۔ تحریر

دہلی

۱۹۴۵-۴۰

-

۵۔ ترکیب

ڈھاکہ

۱۹۵۳

-

۶۔ خاور

امرتسر

۱۹۲۷

-

۷۔ غالب

لاہور

۱۹۴۸

خطوط بکسر

۸۔ نقوش

لاہور

۱۹۴۹

غالب بکسر

۹۔ نقوش

لاہور

۱۹۴۲

آب بکسر

۱۰۔ نقوش

لکھنؤ

۱۹۵۲

داغ بکسر

۱۱۔ نگار

لکھنؤ

۱۹۵۸

-

۱۲۔ نگار